تذکرہ
صوفیائے کشمیر

ڈاکٹر سید محمدؐ یوسف بخاری

شعبہ کشمیریات اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

ناشر ———— شعبہ کشمیریات اورینٹل کالج
پنجاب یونیورسٹی لاہور
مطبع ———— ارقم آرٹ پرنٹرز۔ لاہور
تعداد ———— پانچصد
صفحات ———— ۵۱۲
اشاعت ———— مارچ ۱۹۹۹ء
قیمت ———— ۲۵۰/- روپے

3147

عرضِ ناشر

تذکرہ صوفیائے کشمیر، صوفیاء کا تذکرہ ہے۔ اس میں بالخصوص وادی کشمیر کے صوفیاء کا ذکر ہے۔ ان صوفیاء کی درگاہوں پہ میں خود حاضر ہوتا رہا ہوں۔ یہ میٹرک کے امتحان دینے کی بات ہے، ہم نے سوچا کہ یہ تین ماہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کیسے گذاریں ایک ہم جماعت خواجہ ولی محمد ولد خواجہ عبدالاحد نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ ہم ہر روز کسی نہ کسی درگاہ پہ حاضری دیتے رہیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہ کام نہایت ہی عقیدت و احترام سے سرانجام دیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ مرکزی اردو بورڈ ۱۹۷۵ء میں صوفیائے کشمیر لکھنے کی فرمائش کریگا۔ آخر اس بورڈ کی فرمائش پر اس کتاب کی تکمیل ۱۹۷۵ میں ہوئی اور ۱۹۹۸ء تک اس کا انتظار کرتا رہا۔ کہ بورڈ اس کے چھپانے میں کوئی تکلیف اٹھائے۔ آخر تذکرہ صوفیائے کشمیر اور کشمیری نامہ کے سلسلے میں جو پیشگی رقم بورڈ نے تعاون کے سلسلے میں ادا کی تھی وہ واپس کی گئی، مسودہ واپس لیا گیا اور شعبہ کشمیریات کے تعاون سے اس کتاب کی اشاعت ہو رہی ہے۔

تذکرہ بہر حال تذکرہ ہے اسمیں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ بنیادی وجہ عقیدت واحترام ہے۔ اس دنیا میں طرح طرح کے لوگ ہیں اور طرح کے عقیدے ہیں ہم نے جیسے سنا تھا تاریخ حسن اور دوسری تواریخ میں پڑھا تھا وہی لکھا ہے میں ذاتی طور پر ہر عقید تمند انسان کا احترام کرتا ہوں۔ جہاں تک میرے مسلک کا تعلق ہے میرا عقیدہ اور ایمان قرآن کی اس آیت پر مبنی ہے۔ واطیعو اللہ واطیعو الرسول۔، اطاعت رسول میں ہی اطاعت الٰہی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ میرا ایمان اور عقیدت درست ہے، اور باقی سب غلط ہیں یہ کم از کم مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو لکھا گیا ہے اس میں کیا صداقت ہے یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ جہاں تک ریاست جموں و کشمیر کے دوسرے علاقوں خصوصاً جموں اور دور دراز علاقوں کا تعلق ہے۔ یہاں کے صوفیاء کے بارے میں اس تذکرہ میں ذکر نہیں ہے۔

انشاء اللہ آئندہ اللہ نے چاہا تو ان صوفیاء کے بارے میں شعبہ کے زریعے کتاب
ورطہ تحریر میں لاؤں گا۔ قارئین جہاں کہیں بھی کوئی فروگذاشت دیکھیں انسانی خطاء سمجھ کر
معاف فرمائیں، اور ہمارے لئے دعا کریں۔

خادم

محمد یوسف بخاری

کشمیر میں تصوف

قبل از اسلام کے حالات سے واضح ہے کہ کشمیر کو جنت نظیر مسلمانوں نے بنایا۔ اگر مسلمان کشمیر میں نہ آتے تو کشمیر ایک مرغزار سے آگے حیثیت نہ پاتا۔ اس کا سارا نام و نمود اسلام کے طفیل ہے۔ اسلام کی آمد و اشاعت کا باعث علمائے کرام اور اولیائے اسلام ہوئے ہیں۔ اس لئے کشمیر کی ترقی اور شہرت کا باعث بزرگان اسلام ہیں۔ پس کشمیر کی تاریخ لکھ کر کشمیر کے محسنوں یعنی صوفیاء کبار کا ذکر نہ کرنا احسان فراموشی اور انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ یہ مختصر کتاب تمام حضرات کے تذکرے کیا، فہرست اسماء کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بعض خاص الخاص حضرات سے متعلق بقدر تعارف لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس باب سے صرف یہ امر متعلق ہے کہ بزرگانِ اسلام میں سے اوّل کون بزرگ واردِ کشمیر ہوئے۔

۱۲۹۵ء میں کشمیر پر راجہ لچھمن دیو حکمران تھا کہ جناب بُلبل شاہ صاحب تبت سے بارہ سو مریدوں سمیت کشمیر میں تشریف آور ہو کر رونق افروز ہوئے۔

کشمیر دہلی کی سلطنت میں کبھی شامل نہ ہوا۔ یہاں سینکڑوں سالوں سے ہندوؤں کی حکومت تھی۔ کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت کی ابتداء چودھویں صدی کے شروع میں ہوئی۔ اُس وقت دہلی میں محمد بن تغلق حکمران تھا۔ اس مسلم حکومت کا بانی ایک شخص شہ میرا ہوا ہے۔ شہ میرا جس کا لقب

شمس الدین تھا۔ ۱۳۳۹ء سے ۱۳۴۲ء تک کُل تین سال حکومت کی۔ بعد میں جس طرح پاکستان اور بھارت میں مسلمان بزرگوں کی کوششوں سے اسلام پھیلا، عوام نے ہزاروں کی تعداد میں اسلام قبول کرلیا اور اس طرح وادیٔ کشمیر کے لوگ جوق در جوق ایمان لانے لگے اور یہ علاقہ اسلامی دنیا کا ایک حصّہ بن گیا۔

کشمیر میں تشریف لانے والے اولین بزرگ سید شرف الدین عبدالرحمٰن لقب بلال جو زبان پر چڑھتے چڑھتے بلال سے بُلبل ہوگیا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے بزرگ ہیں جو پیام توحید لے کر واردِ کشمیر ہوئے۔ ان کی خانقاہ بلبل نگر میں ہے۔ آپ نے ۷۲۷ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد حضرت سید حسین سمنانی ۷۷۲ھ میں کشمیر میں آئے۔ موضع کولگام میں مقیم ہوئے۔ بہت سے لوگ ان کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے۔ للہ عارفہ ان کی مرید ہوئیں۔

اس کے بعد حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۳ھ میں بعہدِ سلطان شہاب الدین کشمیر آئے۔ حضرت کے دست حق پرست پر کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت کے ساتھ جو حضرات تشریف لائے اُن میں زیادہ مشہور سید حیدر، سید جمال الدین عطائی، سید عالی، سید جمال الدین، سید فیروز، سید رکن الدین، سید عزیز اللہ، سید مراد، سید احمد قریشی اور شیخ محمد قاری ہیں۔ ان حضرات کا تذکرہ، تذکرۃ الصالحین اور تاریخ اعظمی میں ہے۔

حضرت امیر کبیر کے صاحبزادے سید میر محمد ہمدانی ۸۰۶ھ میں کشمیر میں رونق افروز ہوئے۔ سلطان سکندر کے عہد میں ہمراہ تین سو مریدین

بائیس برس کی عمر میں تشریف لائے اور ۸۱۸ھ میں کشمیر میں ہی وفات پائی۔ آپ کے دست حق پرست پر اس قدر لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ مورخ لکھتے ہیں:

"مشہور است کہ سہ فروار رشتہ ہائے زنار مردے کہ مسلمان شدند سوختہ ہر جا بت خانہ بود آنرا برہم زدہ"

ہم نے مختلف بزرگوں کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں کیا ہے جنہوں نے کشمیر میں اشاعتِ اسلام میں اہم کردار ادا کیا ہے، مگر کشمیر میں اسلام کی آمد کے بارے میں یہ بات صحیح نہیں کہ اسلام کا پہلا پیغام حضرت بلبل شاہ لے کر آئے۔ کشمیر میں اسلام خراسان اور چین و تبت اور ہندوستان وغیرہ سے داخل ہوا ہے۔ چین میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں داخل ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب "دی پریچنگ آف اسلام" میں لکھا ہے کہ کشمیر کے اکثر باشندے اہلِ تبت کی نسل سے ہیں۔ جب چین و خراسان میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں آیا تو وہاں سے تبت اور تبت سے کشمیر زیادہ سے زیادہ دو صدیاں فرض کی جائیں تو کشمیر میں اسلام کا داخلہ نویں صدی عیسوی میں قرار پاتا ہے۔ کلہن پنڈت کی راج ترنگنی سے بھی اس حساب کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"صبح کے وقت جب راجہ کلش دیو نے اپنے باپ اننت دیو کے مکان کو جلا دیا، اننت دیو کی رانی کو ایک جواہرات کا بنا ہوا لنگ ملا جو آگ سے بچ رہا تھا۔ رانی نے اس کو تاک خاندان کے مسلمان سوداگر کے ہاتھوں نشتر لاکھ دینار میں فروخت کیا۔ (راج ترنگنی صفحہ ۲۴۷)"

بہرحال یہ ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر میں اسلام کا قدم نویں صدی عیسوی میں آ گیا تھا۔ کچھ خفیف اشاعت بھی ضرور ہوئی ہوگی۔ ہاں اسلام کی پُرزور اشاعت حضرت بُلبل شاہ کے آنے پر ۱۲۹۵ء سے شروع ہوئی ہے۔ حضرت معہ بارہ سو مریدوں کے تشریف لائے۔ ان بزرگوں کے اخلاق و عادات، کشف و کرامات کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہونے لگے۔ ۱۳۲۵ء میں کشمیر کا راجہ رینچو عرف رینچن شاہ مسلمان ہوا۔ صدرالدین نام رکھا گیا۔ اس طرح کشمیر میں تصوف اور صوفیاء کی بدولت اسلام کا چرچا شروع ہوا۔

صوفیاء دورِ اوّل

اسلام کی اشاعت، ترغیب و تفریہ سے ہوئی، جو عام مسلمانوں کی مساعی نے کام کیا ہے۔ سلاطین کا اس میں دخل نہیں، بزرگانِ اسلام کے حسنِ اخلاق اور اسلام کی سادہ تعلیمات نے دلوں کو مسخّر کیا کشمیر میں اسلام کا داخلہ کب ہوا؟ اس کے بارے میں پہلے طویل بحث ہوئی ہے۔ اس باب سے صرف یہ امر متعلق ہے کہ بزرگانِ اسلام میں کون مبلغین اور صوفیاء تھے جنہوں نے روحانی، علمی اور ادبی طور پر اہالیانِ کشمیر کی خدمت کی۔ کشمیر کی وادی میں جن علماء، مشائخ اور صوفیائے کرام نے دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے کام کیا ہے، ان کا ذکر "صوفیائے کشمیر" میں تین حصوں پر عقلی، فطری اور روحانی قدروں کے تحت منقسم ہے۔

دَورِ اوّل میں تمام سادات کا ذکر ہے، جنہوں نے اسلامی تصوف اور فقہ کو بدرجۂ اتم فروغ بخشا۔

ابتدائی دَور میں صرف سادات کا ذکر اس لئے بھی ہے، کیونکہ یہ سب حضرات تاجر، مبلغ، صوفی اور معلم کی حیثیت سے وادی کشمیر میں داخل ہوئے، انہوں نے سب کچھ دیا، لیا نہیں۔ وہ اگر تاجر تھے تو تجارت کا تقدس سمجھایا۔ اگر مبلغ تھے تو سراپا عالم باعمل بنا کر دکھایا۔ اگر صوفی تھے تو احکامِ دین اور پیروی سنّت مثالی حیثیت سے پیش کی اور اگر معلّم

تھے تو دینی اور دنیاوی علم سے روشناس کرایا۔ اس کے بعد دورِ دوئم میں
میں وہ بزرگ آئے ہیں جو کشمیر کی سرزمین میں رہ کر جوگیوں، تپسویوں،
ملکنیوں کی مصاحبت میں گوشہ نشینی اور عزلت نشینی اختیار کرنے میں پیش پیش
رہے۔ ان حضرات نے دنیاوی زندگی کو بالکل ترک کر دیا اور تارک الدنیا
ہو گئے۔ یہ مسلمان درویشوں کا فرقہ تھا جو ریشی کہلایا۔ کشمیر کی تاریخ میں ریشیوں
کا ذکر ہے مگر تفصیل کے ساتھ نہیں۔ کافی کوششوں کے باوجود اس فرقے کے
عقائد و اعمال کا مفصل حال بھی کسی کتاب سے معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخ اعظمی میں
چند ریشی بزرگوں کے حالات میں تارک اللحم بھی کیا گیا ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے
لکھا ہے:

"ایک فقیروں کا طائفہ ہے اس کو ریشی کہتے ہیں۔ اگرچہ علم و معرفت نہیں
رکھتے لیکن بے ساختگی اور ظاہر آرائی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ کسی کو برا
نہیں کہتے، زبان خواہش و پائے طلب کو تاہ رکھتے ہیں، گوشت نہیں کھاتے، شادی
نہیں کرتے، درخت لگاتے ہیں تاکہ صدقہ جاریہ حاصل ہو۔"

ان تمام ریشیوں میں سب ہی گوشت سے پرہیز کرنے والے نہیں۔ ہردی
رشی ایک ولی اللہ کی ہدایت سے امر خلافِ شرع یعنی ترک لحم وغیرہ سے توبہ
کر کے راہ یاب ہوئے تھے۔

ریشیوں کے بعد شیوخ اور دوسرے بزرگانِ دین کا ذکر تیسرے دَور میں
کیا گیا ہے۔ یہ دَور کچھ اصلاحِ عمل اور ریاضت کا دَور ہے۔ جس میں مسلم صوفیاء
نے علم کے حاصل کرنے کی ترغیب دی اور خود علم سے بہرہ ور ہو کر روحانی
قدروں میں اضافہ کیا۔

تینوں ادوار میں زمانے کی قید نہیں ہے۔ تمام بزرگوں کے بارے میں

جس قدر حالاتِ زندگی اور واقعات معلوم ہو سکے احسن طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دَورِ اوّل کے ممتاز اور صفِ اوّل کے صوفی سید شرف الدین عبدالرحمٰن اور لقب بلال تھا۔ زبان پر چڑھتے چڑھتے بلال سے بُلبل ہو گیا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی سلسلہ کے بزرگ تھے۔ ۱۲۶۵ء میں بارہ سو مریدوں کے ساتھ واردِ کشمیر ہوئے۔

۷۸۱ھ میں جب دوبارہ حضرت سید علی ہمدانی کشمیر تشریف لے آئے تو آپ کے ساتھ سات سو سید تھے۔ حضرت کے ساتھ جو صوفیاء تشریف لائے ان میں زیادہ مشہور، سید حیدر، سید جمال الدین عطائی، سید عالی، سید جمال الدین، سید فیروز، سید محمد کاظم، سید رکن الدین، سید محمد قریشی، سید عزیز اللہ، سید مراد، سید احمد قریشی، شیخ محمد قاری ہیں۔

حضرت سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کے کشمیر آنے سے قبل اُن کے چچازاد بھائی حضرت سید حسین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۲ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے۔ حضرت میر محمد ہمدانی فرزند حضرت امیر کبیر تین سو مریدین کے ہمراہ ۸۰۶ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ اس طرح تبلیغ و تعلیم دین کا سلسلہ جاری رہا۔ دَورِ اوّل میں جو سادات کشمیر میں صوفیاء کی حیثیت سے شہرت اور عزت کے آسمان پر چمکے اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، سید احمد کرمانی، حضرت اشیان خواجہ خاوند محمود، سید ابوالحسن قادری، میر ایوب بخاری، سید علی اکبر ثانی، سید احمد، سید احمد ثانی، سید اسمٰعیل ذانی گامی، سید اسحٰق، سید ابراہیم، سید احمد دڑیارن، سید اسمٰعیل شامی، میر سید احمد قاسم، سید انور، سید احمد قریشی، سید احمد بیہقی، میر اسمٰعیل بخاری، سید اسمٰعیل

باباگنڈی، سید اسحٰق ناگامی، سید باقر، سید بزرگ شاہ، سید برخوردار، سید محمد بیہقی شانی، سید برہان، میر محمد باقر کریروی، سید بہرام، سید باقر ہارونی، میر بہاؤالدین، سید تاج الدین، سید جلال الدین عطائی، سید جمال الدین محدث، سید جعفر اوّل، سید جانباز ولی، سید جعفر، سید جعفر ثالث، جعفر رابع، سید جلیل، سید جمال الدین بخاری، سید جمال الدین حافظ، سید جلال شاہ، میر جمال الدین، سید حسین خوارزمی، میر حسین منطقی، سید حسن منطقی، سید حاجی مراد، سید حبیب کاشانی، سید حبیب اللہ سرخانی، میر حسن شاہ، سید حمزہ کریری، سید حسین سمنانی، حاجی سید حسین پکلی، سید محمد علی المعروف سید علی خان، سید پیر حاجی محمد قاری، سید حسین بلادوری، سید حیدر، سید حیدر ثانی، حبیب اللہ آرونی، میر حسن فرزند دلبند میر عبدالعزیز کاہلی، سید محمد حسن قمی، سید محمد حنیف، سید خلیل کاسانی، میر خداداد نوشہری، حضرت اشیان خاوند محمود الدین، سید داؤد واصی، سید ذوالفقار، میر رضی الدین، سید رکن الدین، سید رسول شاہ، سید زندہ شاہ، سید محمد زندہ پوش، میر سید محمد، سعدالدین نقشبندی، سید سعید ثانی، سید سلیمان، سید سیف الدین خان، میر سعداللہ شاہ آبادی۔ میر سید غوث، حضرت سادات پارسا، میر سید محمد، سید شاہ محمد فاضل، سید محمد شطاری، سید شمس الدین، سید شریف راہونی، میر شمس الدین دوارکی، سید شاہ محمد سندی، سید صدرالدین خراسانی، سید صالح، سید صدرالدین پاریگام، خواجہ محمد صادق، میر محمد صادق، سید صدرالدین سوپوری،

سید عبداللہ، میر عنایت اللہ، سید علی مراد، خواجہ علاؤالدین، سید عبدالرحیم رومی، میر حاجی عتیق اللہ، خواجہ علاؤالدین نقشبندی، محمد عابد، میر عبدالخالق، میر عظیم الدین، خواجہ عبدالاحد نقشبندی، میر عبدالغنی اندرابی، میر عزیز اللہ،

شاہ عبدالغنی بقائیؒ، سید عبدالقادر اندرابی، سید غیب شاہ، سید غلام شاہ آزاد۔
سید فیروز، میر سید فضل اللہ، سید فرید، سید محمد فیروز سوئم، میر فاضل، خواجہ فخرالدین، سید قمرالدین اوّل، سید قاسم، سید فرید، سید قاسم دوئم، سید قاسم بخاری، سید قمرالدین دوئم، سید قاضی دولت، میر قدرت اللہ۔
سید کمال الدین، سید رکن الدین، سید محمد کبیر بیہقی، سید کمال، سید کبیر، خواجہ کمال الدین شہید، میر کمال الدین، سید کاظم، میر لطیف اللہ دوارکی، میر لطیف اللہ قادری، سید مسعود، میر پیر محمد قاری، سید محمد قریشی، سید مراد، سید محمد نورستانی، سید محمد مدنی، سید محمد بیہقی، سید ماہ روشن، سید محمود، سید محمد منطقی، سید میر محمد منطقی ثانی، سید محمد خوارزمی، سید محمد کرمانی، سید محمد نوری، سید محمد کرمانی فاضل، سید محمد بخاری، خواجہ معین الدین نقشبندی، سید محمد ملوک خواجہ معین الدین ثانی، میر مبارک شاہ، سید محمد ہمدانی، محمد شاہ، سید نصیرالدین، سید نعمت اللہ معیاری، سید ناصرالدین بیہقی، سید نوراللہ، سید نور محمد، خواجہ نور محمد، خواجہ نورالدین، محمد آفتاب، میر نظام الدین اندرابی، میر نظام الدین بیہقی، میر ولی اللہ اندرابی، سید ہلال۔
شاہ یوسف، میر سید یوسف، خواجہ محمد یوسف نقشبندی، میر محمد یوسف، حضرت سید یاسین شاہ۔

حضرت بُلبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اصل نام سید شرف الدین عبدالرحمٰن اور لقب بلال تھا۔ زبان پر چڑھتے چڑھتے بلال سے بُلبل ہو گیا۔ یہ شاہی کا خطاب بھی بزرگوں کے نام کے ساتھ صدیوں کے بعد جوڑا گیا ہے۔ سلف صالحین میں کہیں اس کا پتہ نہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ ان کا نام بلال شاہ کے بجائے سید بلال تھا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کے بزرگ تھے۔ ان کا مقولہ ہے کہ:

"اقامت واطاعت سنت نزد من بہتر از ہزار کرامت وعبادت خلافِ سنت است سالک را دلِ خالص وزبان سالم باید غولاں راہ نفریبند۔" (روضۃ الابرار)

حضرت معہ بارہ سو مریدوں کے ہمراہ ۱۲۹۵ء میں بعہد راجہ لچھمن دیو تبت سے تشریف لائے، جب راجہ رنچو عرف رینچن شاہ حکمران ہوا تو وہ معہ راون چند پسر راجہ رام چند کے حضرت کے دست حق پرست پر ۱۳۲۶ء میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ راجہ کو دیکھ کر رعایا بھی اس طرف رجوع ہوئی اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ مؤلف "گلدستۂ کشمیر" نے لکھا ہے کہ بعض کا خیال ہے کہ یہ فقیر ۱۳۲۵ء میں وارد کشمیر ہوا، جس کو اب تک ۵۶۹ برس گذرے۔ اس کی خانقاہ محلہ بُلبل نگر میں ہے۔ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ فقیر تبت سے بہ ہمراہ بارہ سو مریدوں کے یہاں آیا تھا۔ (گلدستۂ کشمیر صفحہ ۱۰۱)۔

حضرت نے ماہ رجب ۷۲۷ھ میں وفات پائی۔ خزینۃ الاصفیا ء میں لکھا ہے کہ ۱۲۶۵ء میں جب بعہدِ راجہ لچھمن آپ سات سو مریدوں کو ساتھ لے کر کشمیر پہنچے تو آپ نے جھیل ڈل کے کنارے قیام کیا اور آپ کے تمام ساتھیوں نے وادیٔ کشمیر کے چاروں طرف پھیل کر تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ ان دنوں کشمیر کا حکمران ایک بدھ مذہب کا تبتی شہزادہ رینچن شاہ تھا۔ جب رینچن شاہ نے بھی حضرت سید عبدالرحمٰن کے دست حق پرست پر دینِ اسلام قبول کر کے اپنا نام صدرالدین رکھ لیا۔ تو کشمیر کے ہندو جوق در جوق دائرہ اسلام میں آنے شروع ہوئے اور قلیل عرصہ میں یہاں شجرِ اسلام تناور ہوا۔ حضرت سید عبدالرحمٰن عرف بلبل شاہ کے ساتھیوں کو ابتداء میں تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، کیونکہ کشمیری ہندو اُن کے مشن کو ناکام بنانے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کرتے تھے اور ان کے راستے مسدود کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے، مگر جب رینچن شاہ نے دائرہ اسلام میں قدم رکھا تو آپ کا مشن ایک انقلابی دَور میں داخل ہو گیا، کیونکہ اب تمام مبلغین کی سلطان صدرالدین کی طرف سے پوری پوری حوصلہ افزائی ہونے لگی اور ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ہندو بھی پورے ذوق و شوق سے اس نئے دین کو لبیک کہہ کر آگے بڑھنے لگے اور حضرت عبدالرحمٰن عرف بُلبل شاہ کا نام کشمیر کے افق پہ درخشندہ آفتاب بن گیا۔

؎ آنکہ در راہ الٰہی روشن از بدر د بلال
بُلبل باغِ ولایت شاہبازِ بے مثال
شُد بہ کشمیر اول از دستش درخت دیں نہال
شیخ و مرشد عارف حق حضرت بابا بلال رح

حضرت عبدالرحمٰن شاہ صاحب کا حجرہ جھیل ڈل کے کنارے مرجع خاص و عام ہے۔ اس مقدس درگاہ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جمعہ کے دن ہزاروں کی تعداد میں مسلمان جمع ہو کر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ اس درگاہ پر ہندو بھی حاضری دیتے ہیں۔ مادۂ تاریخ یہ ہے:

سال تاریخ وصل بلبل شاہ
بلبل قدس گفت خاص اللہ ۲۷ھ

حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کا سلسلۂ نسب سولہ واسطوں سے حضرت امام حسین شہید کربلا رضؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ محارث و شیخ طریقت تھے۔ خاندان قادریہ کے آئمہ میں سے تھے۔ کشمیر میں آپ علی ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ بیعت یہ ہے۔ حضرت سید علی ہمدانی از شیخ شرف الدین مزدقانی از شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی از شیخ نورالدین عبدالرحمٰن از شیخ جمال الدین احمد از شیخ رضی الدین علی لالا از شیخ مجدالدین بغدادی از شیخ نجم الدین کبریٰ از شیخ عمار یاسر از شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی از حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ کی صحیح تاریخ ولادت مختلف حوالوں کے مطابق ۱۲ رجب ۷۱۴ھ ہے۔ جو ۱۲ اکتوبر ۱۳۱۴ء مرقوم ہے، مگر آپ کے ایک ہمعصر ماخذ خلاصۃ المناقب کی رو سے آپ کا سنِ ولادت ۷۱۳ھ ہے۔

آپ کے والد سید شہاب الدین امام حسینؓ کی اولاد سے تھے اور آپ کی مادر گرامی فاطمہ کا سلسلۂ نسب سترہویں پشت میں حضرت محمد صلعم سے ملتا ہے۔ سید شہاب الدین ہمدان کے والی تھے۔ حضرت سید علی ہمدانی بچپن سے ہی دُنیا سے گریزاں رہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں سید علاؤالدولہ سمنانی (متوفی ۷۶ھ ہے) سے حاصل کی۔ یہ بزرگ بھی پندرہ سال وزارت کرنے کے بعد حلقہ صوفیاء میں آگئے۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے سہروردیہ سلسلہ

نورالدین بدخشی کا کہنا ہے کہ بعض اولیا جنہیں اخیار کہتے ہیں جو تعداد میں سات ہیں، انہیں سیاح بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ کمال معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو بساط دنیا میں سیاحت پر مامور کیے جاتے ہیں تاکہ دنیا کے مختلف گوشوں میں لوگوں کی رہنمائی کریں۔ سید متعلقہ کے اکابرین سے تھے۔ آپ مسافر مقیم اور مقیم مسافر تھے۔ چنانچہ پوری زندگی سیاحت میں گزری ہے۔

سید جب دوسری مرتبہ شیخ مزدقانی کی خدمت میں آئے تو انہوں نے اطرافِ عالم میں سیاحت کا حکم دیا۔ آپ بھی شیخ کے فرمان کو دل وجان سے قبول لیتے ہوئے چل نکلے۔ اکیس برس سیر و سفر میں گزر گئے۔ خود ہی لکھتے ہیں کہ تین بار مشرق سے مغرب تک پھرا، بحر و بر کے بے شمار عجائب دیکھے اور ہر بار نئے شہر اور نئے علاقوں میں گیا وہاں کی رسوم و عادات میں نئی طرز نظر آئی۔

بعض روایتوں کے مطابق آپ چین بھی گئے۔ سراندیپ میں پہاڑ کی چوٹی پر حضرت آدمؑ کے نقشِ پا کی زیارت کی۔ ترکستان میں مقام اصحاب کہف دیکھا۔ کسی عیسائی ملک میں وہاں کے نصرانیوں کو دین اسلام سے روشناس کروایا۔ واقعات سے ظاہر ہے کہ آپ کئی کئی دن متواتر کوہ وصحرا، دشت و دریا میں رواں دواں رہے۔ اکثر بے آب وگیاہ چٹیل میدانوں میں بغیر روٹی پانی کے سفر کرتے رہے۔

آپ متعدد بار حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ ان کے مرید حاجی علی قزدینی کے بقول بارہ حج کئے ہیں۔ اپنے اس طولانی سفر میں ایک ہزار چار سو ولیوں سے استفادہ کیا۔

۷۵۳ھ میں آپ ہمدان لوٹ آئے تھے اور اہلِ وطن کے اصرار پر عقد

کیا۔ پھر آپ کی زندگی کے ۷۷۳ھ کے حالات واضح نہیں۔ یہ زمانہ غالباً طالبان و عارفان کی تعلیم و تدریس میں گزرا ہے اور رسالے تصنیف کرنے میں مصروف رہے۔ ۷۷۳ھ کے بعد آپ پھر وطن کو چھوڑ کر چل دیئے۔ ۷۷۳ھ میں آپ ختلان آئے۔ بعض روایتوں کے مطابق ماوراءالنہر میں امیر تیمور سے اختلاف ہوا اور آپ نے سات سو مریدوں و سیدوں سمیت ایران کی سرزمین سے ہجرت کی اور ربیع الاوّل ۷۷۴ھ میں کشمیر پہنچے۔ اس سے پیشتر بھی آپ کشمیر تشریف لا چکے تھے۔ سہ بارہ ۷۸۱ھ میں کشمیر آئے اور ذیقعدہ ۷۸۶ھ میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے چلے گئے۔ کشمیر سے ہزارہ کے علاقہ پکھلی میں آئے، حاکم کنار (کافرستان) محمد خضر شاہ نے ٹھہرایا۔ یہاں پانچ دن علیل رہے۔ چھٹے روز چند بار پانی پیا، صحابہ کو نماز خفتن کے لئے طلب کر کے وصیت کی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس وقت آپ کی عمر تہتر ۷۳ برس کی تھی۔ تاریخ وفات ۷ ذوالحجہ ۷۸۶ھ ہے۔ سرینگر میں قیام کے دوران آپ اپنے ہمسفر مرید و قریبی سید حسین سمنانی کے ساتھ سرینگر کے محلہ علاؤ الدین پورہ میں مقیم رہے۔ کشمیر میں آپ کی خانقاہ کے محراب پر یہ شعر کندہ ہے۔

حضرت شاہ ہمدان کریم — آیۂ رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شُد — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحیفۃ الاولیاء میں آپ کے ایک مرید نے آپ کی پوری زندگی کی تصویر کشی یوں کی ہے ؎

دگر شیخ شیخم کہ او سید است — علی نام و الوندی والمولد است
بگشت او چہار بار اسرا سہ بار — بدید اولیاء چار صد با ہزار

نمودہ است پنجاہ سال اختیار   تسجافی زمضجع زہی مرد کار

سید ہمدانی اپنے زمانے کے مقرب بندگانِ خدا میں سے تھے۔ آپ اپنی تصانیف کے مطابق بار ہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔ آپ آغاز سلوک سے ہی آنحضرت ؐ کی زیارت اور محبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ آپ شافعی عقیدہ کے پیروکار تھے، اسلام کے سچے اور مخلص مبلغ کی حیثیت سے غیر جانبدار رہے۔ خواص و عوام اہلِ اسلام سے محبت ان کا شعار تھا اور دل آلِ محمد ؐ کی حُب سے سرشار تھا۔ آپ جلال و جمالی صفات کا مظہر تھے خلافِ شرع بات کسی صورت گوارا نہ ہوتی، عالمانِ دین کی لغزشوں میں اصلاح کرتے اور حاکموں کی باز پُرس سے بھی نہ چوکتے تھے۔ اعلائے کلمۃ الحق ان کا مقصد رہا۔ کشمیر میں آپ نے تبلیغِ اسلام کے لئے بیحد کوشش فرمائی۔ حق و صداقت کی آواز بلند کی، وحدانیت و حقانیت کا کامل درس دیا، معرفتِ ربانی کی تجلیوں سے لوگوں کے دلوں کو روشن کیا۔ کشمیر میں آتے ہی دو سنیاسی ہندوؤں کو مسلمان کیا، اس کے بعد لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مؤلف خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں: ۲:۲۹۵

"احکامِ شریعت غرالطفیل آں محبوب کبریا در کشمیر رواج یافتند و ہزار ہا گمراہاں لایعقل را براہ آوردند۔"

حاجی محی الدین "تحائف الابرار" میں لکھتے ہیں: ۳۷ ہزار لوگ مسلمان ہوئے۔ حاکم کشمیر نے آپ کے فرمان پر ہندوانہ لباس کی جگہ ترک شاہاں کی طرح لمبا چغہ پہننا شروع کر دیا۔ سلطان قطب الدین نے دو حقیقی بہنوں سے نکاح کیا تھا۔ آپ کے ارشاد پر اپنی غلطی کا ازالہ کیا۔ آپ کی کوششوں سے روحانی و معنوی عظمت و اقتدار کی بدولت کشمیر کی تہذیب و تمدن اور ثقافت

میں ایک انقلابِ عظیم رونما ہوا۔ آپ نے مکمل طور پر ہمیشہ کے لئے دین کا تعین کیا، تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ کشمیر میں ابتدائے اسلام سید علی ہمدانی کی رہین منت ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں آپ کو کشمیر کا ولی، صوفی اور رہنما لکھا گیا ہے۔ حکیم الامت سید کی اس روحانی خدمت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

سید السادات سالارِ عجم — دست او معمارِ تقدیرِ امم
تا غزالی درسِ اللہ ہو گرفت — ذکر و فکر از دودمانِ او گرفت
مرشدِ آں کشورِ مینو نظیر — میر و درویش و سلاطین را مشیر
خطہ را آں شاہ دریا آستین — داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آں مردِ ایرانِ صغیر — با ہنرہائی غریب و دلپذیر

یک نگاہ او کشاید صد نگاہ
"خیز و تیرش را بدل راہی بدہ"

آپ دریائے جہلم کے کنارے ریاضت و تعلیم و تدریس میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کے فرزند سید محمد ہمدانی بھی ۲۲ برس کی عمر میں جب چھ سو مبلغین کے ہمراہ کشمیر آئے تو اسی جگہ قیام کیا۔ سلطان سکندر کے زمانے میں آپ کے فرزند سید محمد ہمدانی نے ۷۹۸ھ میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو خانقاہ شاہ ہمدان کے نام سے کشمیر کی ایک مشہور تاریخی عمارت ہے۔

آپ کے تصنیف کردہ رسائل کی تعداد ۷۰ بتائی گئی ہے۔ ان کے مفصل رسالے ۷۰ سے متجاوز ہیں۔ ان رسالوں میں اہم کتاب "ذخیرۃ الملوک" ہے جس کا اردو، انگریزی، لاطینی، ترکی اور فرانسیسی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کا مقصد قارئین کو معرفتِ الٰہی سے اور اس کے اوامر و نواہی سکھانا، انسانی فرائض اور وظائف جہانبانی بتلانا ہے۔ کتاب میں جا بجا

اللہ کے کلام کے حوالے ہیں۔ احادیثِ صحیحہ کی شہادتوں سے کام لیا گیا ہے۔ اقوال بزرگانِ دین سے ربط قائم کیا ہے۔ منازل السائرین خواجہ عبداللہ انصاری کی طرز پر منازل السالکین لکھی ہے۔ تصوف میں آپ شیخ محی الدین ابن عربی سے بہت حد تک متاثر نظر آتے ہیں اور اُن کی طرح سمجھتے ہیں کہ پوری کائنات کا مدار قطب یا غوث پر ہے۔ نظامِ کائنات میں محمد، اوتار، اخیار، اقطاب اہم کارکن ہیں۔ جب تک اُن کا وجود ہے۔ دنیا میں لا الٰہ اِلَّا اللہ کہنے والے موجود ہیں دنیا بھی قائم رہے گی۔

رسالہ مکارم الاخلاق مرأۃ التائبین، رسالہ درویشیہ میں امراض نفسانی اور ان کے علاج کا ذکر ہے۔ آپ لکھتے ہیں: جب تک افعال و اعمال میں اخلاص نہیں نفسانی رذائل سے مُفر نہیں ہو سکتا اور جب تک رونا سِ بشری سے پاک نہیں نورِ ایمان و اسلام سے سرفراز نہیں ہو سکتا۔ آپ جہاں اچھے انشاء پرداز تھے وہاں طبیعت بھی موزوں پائی تھی۔ آپ نے نثر کے علاوہ نظم بھی کہی ہے۔ حصہ نظم میں چالیس غزلوں کا مجموعہ چہل اسرار ہے اور چند رباعیاں بھی آپ نے لکھی ہیں۔ ذیل میں آپ کے ایک مکتوب سے ایک اقتباس کا اُردو ترجمہ پیش کرتا ہوں، جس سے ان کی تعلیمات کا عام اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُن کی تعلیمات کس قدر مؤثر ہوتی تھیں۔

اے بھائی، سالک کے لئے دو کام ضروری ہیں۔ ایک اخلاق کا تبدیل کرنا اور دوسرے مزاج کا بدلنا۔ جب کسی سالک کا قدم اس راستے پر ہوگا تو وہ تمام مراحل و منازل میں درست طریقہ اختیار کر سکے گا۔ لیکن ایسے شخص سے کچھ نہیں ہو سکتا جو یگانگی سے گریز کرے اور بیگانگی سے تعلق پیدا کرے۔ ان سب باتوں کا ہم مشاہدہ کر چکے ہیں اور سالک کو چاہیئے کہ شرع

کے حقوق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے اور جیسا کہ شرع کا حق ہے پورا پورا ادا کرے اور اسی کو اپنے راستے کا سلوک خیال کرے۔ کیونکہ شرع صرف یہی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج نہیں بلکہ جو کچھ تو خدا کے حکم کے مطابق کرے گا سب تیرے راستے کا سلوک ہوگا۔ چنانچہ کلام مجید میں اس بارے میں ارشاد ہے،

مَا مِنْ دَابَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا رَبِّی اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔ ہر ایک جاندار چیز کا مالک خدا ہے، تحقیق ہمارا اللہ طریقہ عدل پہ ہے۔

اے بھائی! تجھے اس کی رضامندی درکار ہے نہ کہ مدینہ اور مکہ اور نہ مندر اور مسجد اور کُٹیا اور گوشہ نشینی اور تنہائی اور نہ دین اور مجاہدہ ریاضت وغیرہ۔

در بتکدہ گر خیال معشوق ما است
رفتن بطواف کعبہ از عین خطا است
گر کعبہ از و بوئے ندارد کنش است
با بوئے وصال او کنش کعبہ ما است

اے میرے عزیز! تمام جہاں کے علم اس نکتے میں ہیں کہ صادق طالب اِدھر اُدھر کی باتوں کا خیال نہ کرے اور جس چیز سے مقصد حاصل ہوتا ہو اس کو اپنے راستے کا فیض سمجھے، اگرچہ وہ ظاہر میں بُرا ہو اُس کی طرف خیال رکھے۔ چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ تمام علوم جو کتابوں میں درج ہیں، مختصر ہیں۔ خدا کے رستے کا علم اور ہی علم ہے۔

حضرت حسین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی سے قبل کشمیر میں تشریف آور ہوئے حضرت امیر کبیر کے چچا زاد بھائی تھے۔ سمنان (ایرانی گاؤں) کے رہنے والے تھے حضرت رُکن عالم کے مرید اور مخدوم جہانیاں کے پیر بھائی تھے۔ جب حضرت امیر کبیر نے کشمیر آنے کا ارادہ کیا تو پہلے ان کو مع کچھ اصحاب کے کشمیر روانہ کیا تاکہ وہاں کے حالات سے آگاہ کریں۔ آپ ۷۷۲ھ میں آکر موضع کولگام میں مقیم ہوئے۔ بڑے صاحبِ علم اور اہلِ باطن بزرگ گزرے ہیں۔ بہت سے لوگ ان کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو گئے۔ سلطان شہاب الدین نے نہایت اخلاص و تواضع سے رکھا۔ للہ عارفہ یا للہ مجذوبہ جن کا ذکر تیسرے دَور کے بعد آئے گا ان کی مرید ہوئیں۔

حضرت حسین سمنانی بہت بڑے خدا دوستوں میں سے تھے۔ ۱۱ر شعبان ۷۹۲ھ کو اس دنیا سے انتقال کر گئے۔

سیّد محمد کاظم رح

سیّد محمد کاظم سید قاضی کے نام سے مشہور تھے۔ لتہ پور کے باشندے جب مسلمان ہو گئے تو حضرت امیر کبیر نے ان کی تعلیم پر ان کو مامور کیا تھا۔ لتہ پور کا بتخانہ انہوں نے ہی توڑا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت امیر کبیر نے ایک دن پانپور

میں ان سے کتاب فتوحات مانگی۔ یہ کتاب شہر طالقان میں رہ گئی تھی۔ سید محمد کاظم نے اسی وقت مکان چھوڑ کر کتاب لاکر خدمت میں پیش کی۔ حضرت بُت پرستی کے سخت خلاف تھے۔ پانپور میں مقیم تھے، وہیں وفات پاگئے۔

مولانا محمد قاریؒ

حضرت حاجی مولانا محمد قاری کو امیر کبیر نے سلطان قطب الدین کی درخواست پر سلطان اور اہل کشمیر کی تعلیم کے لئے چھوڑا تھا۔ حضرت امیر کبیر کے رفیقوں میں سے تھے۔ حافظ کلام پاک تھے سلطان قطب الدین نے اپنے محل کے ساتھ ہی اُن کے خادموں کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی۔ دو پرگنوں کی آمدنی اس خانقاہ کے خرچ کے لئے مقرر کر کے لنگر جاری کیا۔ آپ نے دینِ اسلام اور شریعت کی پابندی کی تبلیغ کی اور بہت حد تک کامیاب ہوئے۔ وفات سے قبل انہوں نے جو رباعی موزوں کی ملاحظہ فرمائیے۔

زین جہاں رفتیم و دل برداشتیم ۔۔۔ اکمل جہاناں را جہاں بگذاشتیم

ایمن جستیم از دست اجل ۔۔۔ وادریغا ما غلط پنداشتیم

۸ رجب ۷۹۲ھ کو سر درد کی تکلیف سے وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ جب خانقاہ معلیٰ کے صحن میں جنازہ کی نماز پڑھ کر تابوت اُٹھانے لگے تو یہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور اس کو اُٹھا نہ سکے۔ لوگ حیران ہو گئے، تابوت خود بخود ہوا میں پرواز کر کے محلہ لنگر ہٹہ میں اپنے محل میں اُترا۔ پھر انہیں وہیں دفن کیا گیا۔

یہ روایت اگرچہ بڑی جگہوں پر نقل ہوئی ہے، لیکن اہلِ نظر کے نزدیک اس کا مستند ہونا محلِ نظر رہا ہے۔

سید محمد قریشی

سید محمد قریشی بعہدِ سلطان قطب الدین گزرے ہیں۔ اس دور میں جب بُت خانہ بجبہاڑہ کے مالک و متولی مسلمان ہوئے تو اس بُت خانہ کو انہوں نے توڑا اور مسجد تعمیر کی۔

بجبہاڑہ میں سکونت اختیار کر کے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ وشی شر کے عالیشان مندر کو جس میں چاندی اور سونے کی ۳۶۰ چھوٹی موٹی مورتیں تھیں، مسمار کر کے جامع مسجد تعمیر کرلنے کے بعد اس کے قریب ہی مدفون ہوئے۔ سید عزیز اللہ اور سید مراد آپ کے باکمال خلفاء گزرے ہیں۔ دونوں حضرات آپ کے روضہ کے گنبد کے نیچے ہی آسودۂ خاک ہیں۔

سید احمد قریشی

آپ سید محمد قریشی کے بھتیجے تھے۔ صاحب علم و فن گزرے ہیں۔ دینی اور دنیاوی علوم سے مزین تھے۔ احکامِ شریعت کے سخت پابند تھے۔ تبلیغ میں ساری عمر گزار دی، پرگنہ شادرہ کے گاؤں لِتر میں مدفون ہیں۔

حضرت سید میر محمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت امیر کبیر کے صاحبزادے تھے۔ محدث و فقیہہ و صاحبِ عرفان تھے سلطان سکندر کے عہد میں بائیس ۲۲ برس کی عمر میں تین سو مریدوں کے ساتھ

۸۰۶ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ بارہ سال کشمیر میں مقیم رہے۔ ۸۱۸ھ میں کشمیر میں ہی وفات پائی۔ آپ کے دستِ حق پرست پر لوگ اس قدر ایمان لائے کہ مورخ لکھتے ہیں ،

"مشہور است کہ بہ خروار رشتہ ہائے زنار مردمے کہ مسلمان شدند سوختہ ہر جا بتخانہ بود آنرا برہم زدہ"۔

بادشاہ کا وزیر سید بٹ برہمن بھی اپنے اہلِ کنبہ کے ہمراہ مسلمان ہو گیا اور اپنی بیٹی حضرت کے عقد میں دی۔ صاحبِ مکمل تاریخ کشمیر نے اس مریم صفت خوش قسمت خاتون کا نام ایک جگہ بارعہ اور دوسری جگہ بارہہ لکھا ہے۔ یہ دونوں نام ہندوستانی قسم کے نہیں۔ سید بٹ کی بیٹی کا نام لچھمہ دیوی تھا مسلمان ہونے کے بعد غالباً بارعہ (یعنی خوبصورت) رکھا گیا ہوگا۔ سید بٹ کا نام سیف الدین رکھا گیا۔ حضرت نے علاوہ اسلام کی اشاعت کے اس وقت کے مسلمانوں کی بھی اصلاح کی کشمیر میں جس قدر بدعات رائج ہو گئی تھیں سب کو موقوف کر دیا۔

تاریخ حسن میں میر محمد ہمدانی کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت سید کے نکاح میں پہلے سید حسن کی بیٹی بی بی تاج خاتون تھیں اور اس کے بعد ملک سیف الدین کی بیٹی بی بی بارعہ نکاح میں لائی۔ بی بی بارعہ کرالپورہ میں مدفون ہیں اور آجکل ڈوماجی کے نام سے مشہور ہے۔ تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ حضرت سید مرحوم دین اسلام کی اشاعت کے لئے ایک مدت تک تبت خورد میں تبلیغ کی خدمت میں مصروف رہے۔ بلتستان کے ایک علاقے میں اور لیہہ لداخ کے علاقے میں خانقاہیں تعمیر کیں اور تبلیغِ اسلام کی کہتے ہیں کہ سلطان سکندر حضرت میر محمد کی محبت میں دل و جان سے قربان تھے، اِس

لئے سید محمد حصاری کے دل میں تھوڑی سی کدورت پیدا ہو گئی۔ یہ بات محض فتنہ پرور اور کینہ پرور مشرکین نے مشہور کی ہے۔ دراصل علم منطق اور علم فقہ پر جو سید محمد حصاری اور سید میر محمد کے درمیان بحث و مباحثے ہوا کرتے تھے، لوگ اس سے غلط فہمی میں کچھ سے کچھ بات کا بتنگڑ بناتے رہتے، وہ ہمیشہ شیر و شکر رہے، صرف معتقدین نے اپنی اپنی جگہ یہ مفروضے قائم کئے۔

حضرت میر محمد ہمدانی نے علم تصوف کے ۴۵ رسالے تصنیف کئے۔ حضرت میر محمد ہمدانی بروز منگل ۷ اربیع الاوّل ۸۵۴ھ کو اس دُنیا سے رحلت فرما گئے۔

سیّد حسین منطقی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسن بیہق کے رہنے والے تھے (بیہق خراسان کے قریب ایک گاؤں ہے۔ یہ اور ان کے والد سید حسن منطقی جامع کمالات ظاہر و باطنی تھے۔ باپ اور بیٹا دونوں پچاس مریدوں سمیت سلطان سکندر کے زمانے میں کشمیر آئے۔ ان پر بادشاہ کے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا گیا، یہ دہلی چلے گئے اور سلطان زین العابدین کے زمانے میں پھر کشمیر آئے۔ سلطان ان کا مرید ہو گیا۔ علم منطق میں خاص کمال حاصل تھا اس لئے منطقی مشہور ہوئے۔

سیّد ہلال ؒ

سید بلال نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ سلطان سکندر بُت شکن کے دَور میں گزرے ہیں۔ امیر تیمور کی ملک گیری اور جبر و تشدد کے زمانے میں

اپنے مبارک قدموں سے کشمیر کو رونق بخشی۔ ان کو تمام مؤرخین خواجہ بہاؤالدین والحق کا طالب مانتے ہیں۔ کشمیر میں سید محمد مدنی سے کبرویہ سلسلے کی بیعت کی اور ۴ اربیع الاوّل ۸۶۱ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔ اُن کی زیارت مانسبل جھیل کے کنارے واقع ہے۔

سید محمد امین منطقی رح

سید محمد امین منطقی بابا میر اویسی مشہور تھے۔ اویسی تخلص تھا۔ سید حسن منطقی بیہقی بن سید نورالدین بن سید تاج الدین بیہقی کے بیٹے تھے۔ ان کا یہ شعر بہت مشہور ہے ؎

گناہِ ما زعدم گر نیامدے بوجود — وجودِ عفو تو در عالم عدم بودے

حاجی ادہم کے مرید تھے۔ سلطان زین العابدین کی بڑی بیگم نے ان کو متبنیٰ کیا تھا۔ اگرچہ بادشاہ اور بادشاہ کی بیگم نے بہت رغبت دلائی، پھر بھی یہ دنیاوی جاہ و حشمت کی طرف راغب نہ ہوئے۔ خلوت گزین ہوئے۔ چند کینہ پرور لوگوں نے ان کو شہید کیا۔ مرنے سے پہلے یہ شعر کہے تھے ؎

نہ بینید در روزِ محشر گزند — غلامانِ شطاریٔ ارجمند

سید کمال الدین اوّل نائید کھٹی

سید کمال الدین حضرت سید امیر کبیر کے دور کے سید ہیں۔ صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ نائید کھٹی میں مدفون ہیں۔ یہ جگہ بادہ مولا سے تین چار میل کے

فاصلے پر واقع ہے۔ دُور دُور سے لوگ اس روضہ کی زیارت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ حضرت امیر کبیر کے دوستوں میں سے تھے۔ جب حضرت امیر کبیر نے آخری دَورِ زندگی میں حج پر جانے کا ارادہ کیا، یہ بزرگ کافی معمر تھے، ان کے ساتھ واپس نہ جا سکے اور نائیدکھٹی میں ہی انتقال کر گئے۔

سیّد جلال الدین عطائیؒ

سید جلال الدین عطائی حضرت علی ثانی کے رفیقوں میں سے تھے۔ صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ اپنے اہلِ کنبہ کے ساتھ کشمیر میں تشریف آور ہوئے۔ موضع چھتر جو کھہامہ کے نزدیک ہی ہے، سکونت پذیر ہوئے اور یہاں ہی اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ یہ صاحبِ حال وقال گزرے ہیں۔ جناب حسن شاہ صاحب نے ان کی جائے اقامت موضع شیر پرگنہ کھاورہ بتائی ہے ایہ درست نہیں ہے۔ ابو محمد حاجی محی الدین تاریخ کبیر میں چھتر ہی بتاتے ہیں۔

سید کمال الدین ثانی

حضرت امیر کبیر کے خالو سید کمال الدین قطب الدین پورہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ مرد کامل اور مقتدر بزرگ تھے۔ آپ جناب حضرت امیر کبیر کے حکم سے عالی نسب شاہ قطب الدین کی تعلیم و تربیت اور احکام شریعت کی پابندی کے لئے کشمیر روانہ ہوئے اور یہاں ہی قطب الدین پورہ میں آخری نیند سو گئے۔

سید جمال الدین محدث

سید جمال الدین بھی سید حضرت امیر کبیر کے خالو تھے سلطان قطب الدین کی دوستی اور التماس کی بنا پر حضرت سے اجازت لے کر کشمیر میں دریائے جہلم کے کنارے جو آجکل آروٹ کے نام سے مشہور ہے، سکونت اختیار کی اور آخری دم تک یہاں ہی تبلیغ و تدریس میں مشغول رہے۔ چونکہ اہل تشیع جناب سید جمال الدین کو اپنے پیشواؤں میں شمار کرتے ہیں۔ اس لئے عالمگیر کے زمانے میں اور شیخ غلام محی الدین کی حکومت کے وقت میں ان کے مقبرے کے قابض ہو گئے تھے۔ سنیوں نے حکومت کے پاس مقدمہ دائر کیا اور مقبرہ کا قبضہ پھر حاصل کیا۔

سیّد رکن الدین

سید رکن الدین سید فخر الدین دو بزرگ اور با کمال صوفی گزرے ہیں۔ دونوں حضرت امیر کبیر کے مریدوں میں سے تھے۔ تمام زندگی عزلت اور خلوت نشینی میں گزار دی۔ پرگنہ ولر کے ایک گاؤں آون پورہ میں ان کی زیارت ہے۔ اسی جگہ مدفون بھی ہیں۔ نظم

درآں دہ بنا مسجدی ساختند	چو رختِ اقامت بیند اختند
بطاعات ایزد کمر بستہ اند	بآزادی از جملہ وارستہ اند

۷ ربیع الثانی ۷۹۲ھ میں سید رکن الدین انتقال کر گئے۔ ان کے

بزرگوار سید فخرالدین نے سلسلہ کبرویہ کی تعلیم وسلوک اپنے بھائی سے حاصل کیا تھا اور اپنے بھائی بزرگوار کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

سید محمد کبیر بیہقی رح

سید محمد کبیر سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کے قریب ترین مصاحبوں میں سے گزرے ہیں۔ آپ کے کشف وکرامات زبانِ زد خلائق ہیں۔ زندگی بھر عبادت اور تبلیغ میں مصروف رہتے۔ آپ مخلص اور نیک سیرت مومن تھے۔ محلہ خواجہ بازار میں خواجہ شاہ نیاز کے گھر کے پاس عالی نسب سیدوں کے ساتھ مدفون ہیں۔

سید محمد علین پوش

سید محمد علین پوش، سید محمد آہن پوش کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ تزکیۂ نفس عمر بھر کرتے رہے، نفس امارہ کو مارتے رہے، سرینگر میں محلہ گنہ کدل میں مدفون ہیں۔

بود روضہ اش رشکِ خُلدِ بریں　　　ز حق باد رحمت بجانش قرین

سید شہاب الدین

سید شہاب الدین حضرت امیر کبیر کے پیروکاروں میں سے گزرے ہیں۔ آپ سید امیر کبیر کے مشن کے سرکردہ رہنماؤں میں سے ہیں۔ رنگ مسجد ملک پورہ

میں مدفون ہیں۔

سید بہاؤالدین ثانی رح

حضرت امیر کبیر کے پیروؤں میں سے تھے۔ شوپیاں کے قریب متصل آرہ ہامہ ان کا مقبرہ ہے۔ سید جلال الدین بخاری سے طریقہ سلوک سیکھا۔ تاریخ رحلت اس طرح ہے:

زہجرت ہفصد دہشتاد و نہ بود
بہاؤالدین ولی رحلت بفرمود

سید محمد و سید احمد

حضرت امیر کبیر کے مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کے حالات زندگی حیران کن ہیں۔ آپ لوگ پاکیزہ کمالات والے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ حضرات نے حضرت حاجی پیر محمد سے طریقت و سلوک کے آداب سے استفادہ کیا تھا حضرت جناب امیر کبیر کے انتقال کے بعد کز سواد سے غور جا کر لوگوں کی رہبری شروع کر دی، غلبہ تیمور پر غور سے ہجرت کر کے کشمیر آئے۔ کتابوں کی ایک بڑی تعداد تھیلوں میں باندھ کر ساتھ لائے تھے۔ چوروں نے مال و جائیداد کے خیال سے دونوں کو شہید کیا۔ تذکرہ اولیائے کشمیر میں حسن شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ صفحہ ۲۲

(یہ دونوں بزرگ کاٹے ہوئے سروں کو ہاتھوں میں اٹھا کر

پیر حاجی محمد کے دروازے پر صفہ پر کھڑے ہو گئے۔ یہ واقعہ دیکھ کر دس ہزار کے قریب شہر کے لوگ جمع ہو گئے اور سلطان کے حکم کے موجب اسی صفہ پر سپرد خاک کئے گئے)۔

اس واقعہ کے بارے میں تاریخ کشمیر کے مصنف ابو محمد حاجی محی الدین لکھتے ہیں:

"پس ہر دو بزرگوار سر مبارک خود، در دست گرفت بر دروازہ حضرت پیر حاجی محمد قاری بر صُفہ ایستادند۔"

یہ محیر العقول واقعہ کس حد تک درست ہے اس کے بارے میں کوئی مستند رائے نہیں ملتی۔

سید محمد حصاری

سید محمد حصاری بلخ کے قریب ایک گاؤں ساماں کے رہنے والے تھے چونکہ سید محمد اپنا آبائی وطن چھوڑ کر حصار میں رہائش پذیر ہوئے تھے اس لئے حصاری کہلائے۔ حضرت امیر کبیر کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ آپ سلطان سکندر بُت شکن کے زمانے میں سکندر پورہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ بادشاہ ہمیشہ ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

ایک دن دیکھا گیا کہ حضرت سید بیہوش ہو کر گرے ہیں اور ان کی پوستین کے دامان اور آستینوں سے پانی جوش سے بہہ رہا ہے۔ جب اس حال سے ہوش میں واپس آئے تو دوستوں کے اصرار پر فرمایا کہ ہمارے مریدوں میں سے ایک شخص جہاز میں تھا، سمندر میں سخت طوفان آیا اور جہاز ڈوب گیا۔

مرید نے میری طرف رجوع کیا، میں نے اپنی ہمت سے اُس کو گرداب بلا سے رہائی دلائی۔ اس طرح اس کی زندگی ساحلِ مراد تک پہنچی اور پانی جو میری پوستین سے جوش مار رہا تھا، سمندر کا پانی تھا۔ جب وہ مرید سفر سے واپس آیا تو اس نے من وعن یہی کیفیت بیان کی۔ حضرت سید عمر بھر بغیر نکاح کے رہے۔ محلہ نوہٹہ میں مدفون ہیں۔

سید محمد کرمانی

کرمان کے رہنے والے سید محمد کرمانی ہجرت کے بعد مدتوں ہند میں مقیم رہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ کشمیر میں اہلسنت والجماعت کے لوگ دوسرے فرقوں کے ظلم وستم کے شکار ہو رہے ہیں تو آپ نے کشمیر ہجرت کی اور کوٹر تنگ پرگنہ اچھہ میں سکونت اختیار کی۔ بدعات کی بیخ کنی فرمائی۔ حضرت ۱۰ شوال ۹۸۲ھ میں انتقال کر گئے۔ بیچھ کوٹ میں آپ کی زیارت ہے۔

سید احمد کرمی آپ کے بھائی صاحب کمال وصاحب روشن صفات بزرگ گزرے ہیں، وہ بھی آپ کے دوش میں بیچھ کوٹ میں ہی مدفون ہیں۔ آپ بھی اپنے برادر بزرگوار کے ساتھ کشمیر تشریف لائے تھے۔

خواجہ اشان خاوند محمود نقشبندی

خواجہ خاوند محمود نقشبندی سلسلہ کے صوفی گزرے ہیں۔ سادات خوارزم سے تعلق تھا۔ بخارا کے بڑے سیدوں میں سے میر سید شریف کے بیٹے تھے جن

کا نسب پانچ پشتوں سے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار تک پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ نے چڑھتی جوانی میں ہی خدا کی یاوری سے خواجہ محمد اسحٰق سے بیعت کی، اور اُن کی مریدی کا شرف پایا۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کی روح پاک سے سلوک کے راستے میں باطنی مدد پا کر وقت کے خدا رسیدوں پر سبقت لے گئے۔ تصوف اور سلوک کے مرحلوں کو طے کرنے کے بعد سفر کا سامان باندھ کر بخارا سے نکلے اور کچھ مدت کے لئے گجرات میں قیام کر کے کشمیر کی سیر کا خیال دل میں آیا۔ ایک مدت تک اس ملک میں راہ خدا پر چلنے والوں کے راہنما رہے۔ پھر ہندوستان کے شہروں کی سیاحت کا خیال آیا اور ہندوستان کی سیر کر کے واپس کشمیر آئے اور حسن شاہ چک کے باغ میں، جو آجکل خواجہ بازار کے نام سے مشہور ہے، بال بچوں کے ساتھ سکونت اختیار کی۔ جب خاص و عام اور حکام انکی خدمت میں کثرت سے آنے لگے اور فیض پانے لگے تو سید امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار سے خانقاہ کی تعمیر کی اجازت ملی۔ اس زمانے میں حضرت محمد ابن اویسی کی خانقاہ موضع اشم میں بیکار پڑی تھی مفتیوں کی تجویز سے وہاں سے اٹھا کر مذکورہ باغ میں نئے سرے سے تعمیر کی۔ اس وقت کے ۴۵ ہزار روپے صرف ہوئے۔

اسی عرصے میں شیعوں اور سنیوں میں فساد ہو گیا۔ حضرت خواجہ کو اس جھگڑے کی تہمت لگا کر شاہجہان کے پاس دہلی بھیج دیا گیا۔ بادشاہ سے ملاقات کے بعد اس کے حکم کے تحت لاہور میں مقیم ہوئے اور اپنے فرزند ارجمند خواجہ معین الدین کو اپنے سلسلے کے رواج اور خانقاہ کے انتظام کے لئے بادشاہ کے حکم سے کشمیر روانہ کیا۔ حضرت خواجہ خاوند محمود ۱۰۵۰ھ میں ۱۱ر شعبان کو لاہور میں وفات پائی۔

سال تاریخ رحلتش ہاتف بود و صاحب فضائل گفت۔

میر حمزہ کریری رح

سید حاجی مراد کی اولاد اور شیخ یعقوب صرفی کے مریدوں میں سے تھے۔ میر محمد خلیفہ ان کے پیر صحبت تھے اور بابا والی سے بھی فیض پایا تھا۔ بہت بڑے عالم اور سلوک کے احکامات سے باخبر تھے۔ مرشد کامل کے دنیائے فانی سے رخصت کرنے کے بعد لوگوں کو راہِ خدا دکھانے میں مشغول ہو گئے، اور بیشمار لوگوں کو مقامِ شہود تک پہنچایا۔ ایک چھوٹا سا رسالہ حضرت یعقوب صرفی (جن کا عرف ایشاں ہے) کے حالات میں لکھا ہے۔ موضع کریری میں ۱۰۳۹ھ میں اپنے جدِ امجد کے قریب ہی دفنائے گئے ہیں۔

سیّد باقر

میر باقر حضرت حمزہ کریری کے بیٹے تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ حضرت میر محمد خلیفہ کی صحبت سے بھی بہرہ یاب ہوئے اور حضرت صرفی کی نظرِ عنایت بھی ان پر تھی۔ حضرت صرفی جب کھیل کی سیر کو تشریف لے گئے، یہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ مقبولِ خدا و بندگانِ خدا تھے۔ نیک عملوں اور اچھے شغلوں میں زندگی بسر کر کے اپنے آباؤ اجداد کے قریب ہی دفن ہوئے۔

میر محمد یوسف

میر حمزہ کریری کے بھتیجے تھے۔ میر محمد خلیفہ سے بیعت کر کے طریقت کے کاموں

کے عامل ہو گئے۔ جب حضرت ایشان حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور واپسی پر اکبر آباد پہنچے۔ میر محمد خلیفہ نے میر یوسف کو خط دے کر حضرت ایشان کے پاس روانہ کر دیا۔ راستے میں غیب سے ان کو کھانا پہنچتا تھا۔ جب اکبر آباد وارد ہوئے تو حضرت ایشان کی پہلی نظر سے ہی عالمِ ملکوت کا کشف حاصل ہوا۔ چالیس دن کی چلہ کشی کے لئے مامور ہوئے۔ کہتے ہیں کہ خلوت نشینی کے دنوں میں ہی ان کی ایک آنکھ بے نور ہو گئی، انہوں نے اس کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔ جب کشمیر آئے تو حضرت ایشان نے خلیفہ کو لکھا، آپ نے میر یوسف کو بھیجا ہم نے سونے کی کسوٹی پر پرکھا، ایسا کھرا نکلا کہ لاکھوں صراف اس کے سونے کی چمک سے اچنبھے میں رہ جائیں۔ میر حمزہ کو میر یوسف کے لئے ارشاد کا خط لکھ دیں۔ جب میر یوسف وطن آئے راستے میں غیب سے کھانا ملتا تھا اور سات پیسے جو سفر خرچ کے لئے تھے واپس لائے۔ جب وفات پائی تو جد بزرگوار کے مزار کے احاطے میں دفنائے گئے۔

میر شمس الدین اندرابی

سید ابراہیم کے بیٹے صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ سلطان زین العابدین کے زمانے میں کشمیر آ کر محلہ ملارٹہ میں سکونت اختیار کی۔ سلطان ان کو علم و عمل اور کشف و کرامات والے بزرگوں میں سے پاکر بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کے خادموں کے لئے محلہ مذکور میں ایک خانقاہ تعمیر کی۔ خانقاہ کے لنگر کے اخراجات کے لئے کئی گاؤں وقف کئے۔ جب حضرت سید نے انتقال فرمایا، قلعہ کے اندر مسجد ملا شاہ کے قریب ہی دفن کئے گئے۔

شاہ نعمت اللہ قادری

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ شیخ درویش قادری کے خلیفہ تھے۔ چکوں کے عہد میں ہند سے آکر خطۂ کشمیر کو رونق بخشی۔ چھتہ بل کے محلہ میں کچھ مدت کے لئے آرام پذیر ہوئے اور بہت سے لوگوں (میر میرک اندرابی، حاجی بابا قادری) جیسے افراد کو درجہ کمال و ارشاد تک پہنچایا۔ زیادہ وقت عبادت و ریاضت اور معنوی مشاغل میں گزارا۔ کبھی کبھی سماع کی طرف بھی رغبت فرماتے تھے۔ حاکموں اور دولتمندوں کی صحبت کا کبھی خیال نہ کرتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ کئی دفعہ کھانا کھانے کے لئے لوگوں کی دعوت قبول کی اور اپنے آپ میں کچھ کمی کے نشان محسوس کئے۔ ایک دن میر نازک قادری کے گھر جاکر اپنے باطنی حال میں کمی آنے کی اُن کے پاس شکایت کی۔ حضرت میر نے رات کے کھانے کا اپنا حصہ جو عورتوں کے چرخہ کاتنے کی کمائی سے تھا، انہیں دے دیا۔ کھانا کھاتے ہی ان کو پھر باطنی صفائی حاصل ہوئی۔ پھر حضرت میر نے انہیں فرمایا کہ اپنی نسبت کی حفاظت میں خبردار رہنا چاہیئے اور مشتبہ چیزوں (جن کے حرام اور حلال میں شبہ ہو) سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ مختصر یہ کہ حضرت سید محلہ چھتہ بل میں کچھ مدت رہ کر واپس ہند تشریف لے گئے۔

میر میرک اندرابی

میر افضل منطقی کے پوتے اور سید شمس الدین اندرابی کے بیٹے تھے۔ پہلے

اویسی سلسلہ کے تھے، پھر شاہ نعمت اللہ حصاری قادری کا دامن پکڑ لیا۔ ان کے مرید بن کر مشاہدہ اور معائنہ کے مقام کو حاصل کر لیا۔ چالیس برس تک شب بیدار اور دن کو روزہ دار رہے۔ اکثر وقت پر سرورِ دو عالم ؐ اور خلفائے راشدین رضؓ چہار یار باصفا کی خاص صحبت سے مستفیض ہوئے تھے اور اولیائے کبار کی روحوں کی صحبت رکھتے تھے۔ نیکیوں کے مجسّمہ تھے۔ ان کی دعائیں بارگاہِ ربّ العزت مقبول تھیں۔ آخری عمر میں سید محمد حسن قمی کے بیٹے سید عبداللہ کی بیٹی سے نکاح کیا اور تین بیٹے اور چھ بیٹیاں ان سے پیدا ہوئیں جن میں ایک بیٹی شیخ بابا داؤد خاکی کی زوجہ تھیں۔ ان کا پہلا بیٹا سید محمد جو محلہ ملارٹہ میں باپ کا جانشین ہوا تھا۔ اپنے بزرگوار باپ کے مزار میں آرام پایا، اس کی اولاد محلہ ملارٹہ رتن پورہ اور لولاب میں موجود ہے۔ ان کے دوسرے بیٹے سید احمد قاسم نے موضع پیرحل میں وفات پائی۔ ان کے پوتے نواسے بھی وہیں ہیں۔ تیسرا بیٹا گیرو کے گاؤں میں بسا اور وہاں ہی وفات پائی۔ ان کی نسل اس گاؤں میں ہے۔ حضرت میر اپنے عہد میں لاثانی مرد کامل تھے۔ ۵ صفر ۹۹۰ھ کو وفات فرمائی۔ محلہ ملارٹہ میں ان کی زیارت ہے۔

جو سید زدنیائی دوں نقل کرد ۔۔۔ زاو تا دا بدال بود است فرد
پے سال تاریخ آں نام جو! ۔۔۔ بگفتا فردِ شیخ وسید بگو!

میر شاہ بابا

میر میرک کے پوتے تھے۔ انشاء اور خوش نویسی کے عالم اور فاضل تھے۔ بعض شعبوں کا علم ملا باقر نارہ للو سے حاصل کئے تھے۔ ان کا شغل علومِ دین پڑھانا تھا۔ عین جوانی میں رحلت فرما گئے۔

سید حسن شاہ قادری

آپ سید بزرگ شاہ قادری کے فرزند ارجمند تھے۔ راجہ تیغ سنگھ والیٔ کشتواڑ جب ایمان لائے تو اُن کی نیک سیرت اور خوش قسمت بیٹی سے عقد کیا۔ گیارہ سال تک سجادہ نشین رہے۔ اُٹھتی جوانی میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفنائے گئے۔

؎ شب بود شب برات و تاریخش دل باآہ گفت
آزاد شد آں بزرگ سید زوجود در روز حسن

میر حسین قادری

آپ میر بہاؤالدین کے فرزند تھے۔ بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔ جوں ہی ہوش سنبھالا، راہ تصوف اختیار کی اور مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ایک روایت ہے کہ آپ کے والد کو میر حسین کی پیدائش سے قبل ہی شاہ عبدالرحمٰن قلندر نے فرمایا تھا کہ آپ کو اللہ ایک فرزند ارجمند سے نوازے گا جو غوث الاعظم کے نام کا ڈنکا دنیا جہاں میں بجائے گا اور چند ماہ بعد ہی میر حسین پیدا ہوئے جو بعد ازاں آباؤ اجداد کی گدی پر بیٹھ کر خدمتِ خلق اور اطاعتِ رسولؐ میں مشغول ہوئے۔

آپ نے صدقہ جاریہ کے کام کر کے پُل، مسجدیں، خانقاہیں تعمیر کیں۔ آپ کے پاس کوئی جاگیر نہ تھی۔ غم فردا غور والے صوفی تھے۔ آخری عمر میں اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت حج پر روانہ ہوئے۔ بیت اللہ کی زیارت کی۔ حج کی

رسومات ادا کرنے کے بعد ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۳۱ھ کو ہیضہ کی وبا سے رحلت فرما گئے اور خانہ کعبہ کے نزدیک ہی راحت کی نیند سو گئے۔ مصنف حسن کی تاریخ:

چوں میر حسین بکعبہ از شوق بمود ا و اہمہ مراسم
پیوست بُرب کعبہ آنجا فرمودہ خلیفہ میر قاسم
جستم برائے ہر د تاریخ از رائی ازیں و فکر راسم
دِل گفت زمعبد خلافت برخاست چنیں نشستم قاسم

میر عبد العزیز بخاری

میر عبد العزیز کے جدِّ امجد جناب مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری تھے۔ وہ کبیرویہ، قادریہ، سہروردیہ سلسلہ اور سلوک کے عالم فاضل تھے۔ ریاضت اور زہد و تقویٰ ان کی زندگی کا شغل رہا۔ اس زمانے کے خدا رسیدہ بزرگوں سے طریقہ تصوف اختیار کیا اور ان سے بیعت لی۔ ۹۵۰ھ میں ۱۳ صفر کو اس عالم فانی سے کوچ کر گئے۔ کاٹھل میں جو جبنیکی پورہ کے نام سے مشہور ہیں، مدفون ہیں۔ یہاں ہر سال میلہ لگتا ہے اور زیارت کے لئے ان کے تبرکات دکھائے جاتے ہیں۔

میر ایوب بخاری

میر ایوب بخاری مقتدر صوفیوں میں سے تھے۔ تمام زندگی سیر و سیاحت اور دینی تبلیغ میں گزار دی۔ آپ نے ہندوستان سے فرخ سیر کے عہد میں کشمیر کی طرف رُخ کیا۔ سید شریف کچکینی سے دینی اور دنیاوی علوم حاصل کیا۔ آپ شریعت کے سخت پابند تھے، لیکن ہندوستان میں آکر میاں عبد النبی سیارم چوراہی

کی خدمت میں آکر تصوف اور سلوک کے تمام مراحل طے کئے۔ حضرت عبدالنبی سلیم اُس وقت کے بزرگ ترین مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت نے میر ایوب بخاری پر تصوف کے گہرے نقوش ڈالے۔ اُن کے فرمان کے مطابق میر ایوب بخاری ان کے عزیز ترین مرید گزرے ہیں۔

سید اکبر ثانیؒ

سید اکبر ثانی بہت اعلیٰ پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ صحیح النسب سید تھے۔ بلخ شریف سے کشمیر تشریف لائے تھے۔ ان کے سامنے بھی تبلیغ کا نصب العین تھا۔ شیخ کامل کو ملنے آئے، شیخ کامل سید فاضل سے علم سلوک و شریعت سیکھا۔ ایک دن شیخ کامل کے پاس گئے اور فرمایا کہ مجھے اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دیں۔ کیونکہ میری عادتِ ثانیہ ہے کہ روز اپنے بزرگوں کی قبروں پر جاکر فاتحہ پڑھتا ہوں اور یہ بات یہاں ممکن نہیں۔ شیخ کامل نے دعا مانگی اور اُن کے بزرگوں کا مقبرہ اسی حالت میں درختوں سمیت پہکھ پورہ پہنچ گیا۔ صاحبِ تحقیق اس بات پر یقین نہیں کرتے مگر مدعا یہ ہے کہ شیخ کامل بہت ہی صاحبِ کرامات تھے اور سلطان زین العابدین جان و دل سے ان پر قربان تھے۔ پرگنہ ناگام سے دو قطعے اراضی ان کے لئے مقرر کئے تھے۔ ۱۴ صفر کو اس دنیا سے زین العابدین کے دور میں انتقال کر گئے۔ پکھ پورہ میں مدفون ہیں۔

میر عزیز اللہ اندرابی

میر عزیز اللہ اندرابی، اندرابی سیدوں میں سے تھے۔ آپ کے دل میں

بچپن سے ہی دنیاوی زندگی سے نفرت تھی۔ چنانچہ دینی قدروں کو دو بالا کرنے کے لئے جوانی میں ہی لدھیانہ کا سفر کیا اور خواجہ امیرالدین پکھلی وال، جو اُس وقت کے بلند پایہ کے صوفی مانے جاتے تھے، کے زیرِ تربیت رہے۔ تھوڑے عرصے میں سلوک کی منزلوں اور مرحلوں کو طے کرکے اپنے مرشد کی اجازت سے کشمیر واپس آئے۔ آپ نے کشمیر میں موضع پاریگام میں سکونت اختیار کی۔ شادی کرنے کے بعد قناعت اور ریاضت کی زندگی بسر کی۔ ماہ شعبان ۱۲۰۸ھ میں انتقال کر گئے۔ میر عزیز اللہ موضع پاریگام میں ہی دفن ہیں۔ شعبان کے مہینے میں یہاں باضابطہ میلہ لگتا ہے۔ دُور دُور سے لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔

سید احمد ثانیؒ

سید احمد سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ہانجی ویرہ میں سکونت پذیر تھے۔ شمی رینہ جو غازی چک کا دشمن تھا۔ سید احمد سا سے منسلک تھا۔ سید احمد اور شمی رینہ کے اچھے مراسم تھے۔ شمی رینہ کی دوستی کے سبب غازی چک کے فرمانرواؤں نے انہیں شہید کیا۔ وہ بہت ہی مخلص اور پارسا بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی شہادت کا سن کر کشمیر میں قیامت برپا ہوئی۔ اُن کے مریدوں اور چاہنے والے مخلص دوستوں نے ان کی لاش اٹھائی اور سرینگر لاکر نوا بازار میں دفن کر دی۔ اس وقت یہ جگہ سید حمید پورہ کے نام سے مشہور ہے۔ سنِ شہادت ۹۸۴ھ ہے۔

***

سید اسمٰعیل زانیگامی، اوّل

سید اسمٰعیل سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تصوف اور شرعی علوم و سلوک سے متعلق گھر میں ہی تربیت پائی۔ دنیاوی اور دینی حیثیت سے شہرۂ آفاق بزرگ گزرے ہیں۔ بیروہ میں ایک گاؤں ہے جو زانیگام کے نام مشہور ہے، یہیں مدفون ہیں۔

سیّد اسحٰق

سید اسحٰق کامل بزرگ تھے۔ باطنی علوم سے مزین اور دنیاوی شہرت میں یکتا تھے۔ علم ظاہر و باطنی میں بے شک یگانہ تھے۔ تمام ہندو اور مسلمان اُن کی زیارت کے لئے آتے تھے اور اپنی مرادیں حاصل کرتے تھے۔ موضع سجن تحصیل ناگام میں پیدا ہوئے اور یہاں ہی انتقال کر گئے۔ ان کی زیارت پر لوگ دُور دُور سے آتے ہیں۔

سید ابراہیم خان بیہقی رح

سید ابراہیم خان بیہقی میر محمد خان بیہقی کے بیٹے تھے۔ سید ابراہیم صاحب کے سلطان محمد شاہ کے ساتھ بہت ہی قریبی تعلقات تھے، انہی تعلقات کی وجہ سے چند سال حکومت چلانے میں ان کا بھی ہاتھ رہا۔ بہت ہی جاہ و حشم کے مالک تھے۔ محیر العقول کرامات کے مالک تھے۔ ۹۷۳ھ میں انتقال کر گئے۔ سلطان کے مزار کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

میر محمدؒ اندرابی

میر محمد اندرابی حاجی عتیق اللہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ حافظِ کلام اللہ تھے۔ عبادت و ریاضت کے سختی سے پابند تھے۔ محلہ ملارٹہ میں پیدا ہوئے۔ وہ سوتیلے باپ کے زیرِ سایہ پروان چڑھے، لولاب میں پلے بڑھے۔ جب سنِ بلوغت کو پہنچے تو بابا داؤد نروری نے، جو قریب کے ایک گاؤں کنکہ پولیہ کے عالم فاضل تھے، انہیں گھر داماد کی حیثیت سے لے گئے اور اسی گاؤں کے قریب جہاں ان کے بزرگوں کی جائیداد اور جاگیر تھی اور کانٹھ پورہ کے نام سے مشہور رہے، یہیں شہرت حاصل کر لی۔ تمام عمر یہاں ہی بسر کر دی۔

مظفر آباد میں اُن کے ایک مرید نے، جو گل محمد کنگال کے نام سے مشہور ہے، سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ کی اجازت ان سے حاصل کی، جہاں ان سلاسل کا بعد میں ظہور ہوا۔ ۳ ذلقعدہ ۱۲۳۸ھ میں کانٹھ پورہ لولاب میں انتقال کر گئے۔

سیّد احمدؒ

سید احمد بہت بڑے ولی گزرے ہیں۔ بہت بڑے موحّد تھے۔ نام و شہرت سے بہت نفرت تھی۔ دنیاوی جاہ و حشمت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے شروع ہی سے عزلت نشینی اور گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔ آپ کی قبر کا نام و نشان تک کسی کو معلوم نہ تھا۔ ان کی قبر شہر سے باہر وڈرماں کے پُل کے متصل ایک مدت تک پوشیدہ تھی۔ شیخ بابا داؤد دیٹہ ماؤ نے

اپنے وقت میں اس قبر کو ظاہر کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت سید قبر کی علامت (تعویذ قبر) کو قبول نہیں کرتے تھے۔

سید اسمٰعیل شامی

سید اسمٰعیل شامی سید محمد قادری کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے بچپن سے ہی زہد و تقویٰ حاصل کرنے کے لئے تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔ پاک اور حلال روزی کی تلاش میں ہمیشہ رہے۔ پرہیز گاری میں کامل تھے۔ بہت ہی خدا ترس اور خدا شناس بزرگ گزرے ہیں۔ فاقہ، قناعت ان کا شعار تھا۔ آپ نے دُور دُور کی سیاحت کی اور ۹۹۲ھ میں کشمیر آئے اور تبلیغ اور اصلاح کا کام شروع کیا۔

بابا داؤد خاکی نے جب ان کی باطنی قوت کا مشاہدہ کیا تو اُن کے یارِ غار ہو گئے۔ دونوں ایک دوسرے کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اپنے اپنے سلسلوں کی اجازت ایک دوسرے کو دے دی۔ کہتے ہیں کہ حضرت سید نے بابا داؤد خاکی سے ایک طالب کو مانگا تو انہوں نے عارفوں کے رہنما میر نازک شاہ کو ان کے حوالے کر دیا۔ کچھ مہینے رہ کر حضرت سید واپس ہند چلے گئے۔

میر سید محمد قاسم بخاری

سید محمد قاسم بخاری سیاحت و تبلیغ کے لئے کشمیر آئے۔ سید صاحبؒ کہاں سے تشریف لائے اس کا علم نہ ہو سکا۔ وہ قریہ قریہ کی سیر کرتے رہے۔ روایت ہے کہ ایک گاؤں کے قریب سے جب شاہ صاحب کا گزر ہوا تو لوگ ایک نالے پر پُل تعمیر کر رہے تھے۔ پُل بہت لمبا چوڑا بنانا

تھا اور شہتیر چھوٹے تھے۔ لوگ بہت پریشان تھے کہ کیا کیا جائے۔ شاہ صاحب ایک طرف ہو گئے اور کہا۔ آپ لوگ پریشان کیوں ہیں؟ لوگوں نے سبب بتایا تو آپ نے فرمایا جس طرف میں کھڑا ہوں شہتیر کا رُخ اس طرف کریں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہتیر لمبا ہوتا چلا گیا اور پُل تعمیر ہوا۔ اس دوران شاہ صاحب نے اپنا چہرہ دوسرے سمت کیا ہوا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران و پریشان رہ گئے۔ شاہ صاحب کے معتقد اور مرید ہو گئے اور پھر انہیں اپنے گاؤں سے جانے ہی نہیں دیا۔ شاہ صاحب بھی عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ ۹۸۳ھ لوہ کے مہینے میں انتقال کر گئے۔ آپ اسی گاؤں میں جو گومرن کے نام سے مشہور ہے اور متصل چشمہ پرگنہ اچھ کے قریب ہے، مدفون ہیں۔

سید انور

حضرت سید انور مشہور و معروف سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ عہدِ شباب ہی میں عبادت و ریاضت میں ہمہ تن محو ہو گئے۔ آپ نے تمام زندگی خدمتِ خلق اور تبلیغ اسلام میں گزار دی۔ سنِ وفات معلوم نہیں البتہ تذکرہ نویسوں نے تین ماہ پھاگن ان کی تاریخ وفات بتائی ہے۔ آپ کا انتقال ہری گام پرگنہ دیوسر میں ہوا ہے۔ آپ اسی گاؤں میں مدفون ہیں۔ ہری گام میں آپ کی زیارت کے لئے ہر سال دُور دُور سے لوگ آتے ہیں۔ اور یہاں باضابطہ میلہ بھی لگتا ہے۔

سید احمد بیہقی

آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔ سید احمد بیہقی خلف سید ابراہیم خان

بیہقی بن سید مبارک خان بن سید ابراہیم ثانی خلف وخلیفہ سید محمد بیہقی بن سید تاج الدین بیہقی اسکندر پور کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے عقد میں دوازکیہ سیدزادی تھیں۔ آپ بابا نصیر الدین غازی کے مرید ہوئے اور ان کا سلسلہ سہروردیہ اختیار کیا۔ تمام عمر سہروردیہ سلسلہ کی تبلیغ اور تدریس کرتے رہے۔

سید اسمٰعیل بخاری

سید اسمٰعیل بخاری، سید میر علی ہمدانی کی اولاد میں سے تھے۔ وہ سید شاہ عباس کے مریدوں میں سے تھے۔ شاہ عباس صوبہ سرحد (پشاور) کے مشہور مشائخ میں سے تھے جو شیخ سعد الدین گجراتی کے خلیفہ گزرے ہیں۔ کشمیر کے بارے میں انہوں نے سنا کہ وہ شرک وکفر کا گہوارہ ہے جہاں دین اسلام کی تبلیغ کے لئے ان کی خدمات ضروری ہیں، اسوئے کشمیر روانہ ہوئے۔ ۱۰۴۰ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ آپ نے باقی تمام زندگی اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہی کشمیر میں گزار دی اور صبرو قناعت کے ساتھ اسی سرزمین میں واصل اجل ہو گئے۔

سید اسمٰعیل

سید اسمٰعیل حضرت سید زکریا کے بیٹے تھے۔ آپ بہت ہی بڑے زاہد اور پاکباز بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ جب تک روزی کے حلال ہونے اور اس کی پاکیزگی کا یقین نہ آتا ہرگز نہ کھاتے۔ باباتے گونڈھ ڈیور میں انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات کافی تحقیق کے باوجود معلوم نہیں ہوسکی، صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ ۱۵ رجب کو انتقال کر گئے ہیں۔

سید اسحٰق

سید اسحٰق مردِ کامل بزرگ گزرے ہیں۔ تصوف کے تمام طریقوں سے واقف تھے۔ دُور دُور سے ان کے پاس لوگ راہِ طریقت اختیار کرنے کے لئے اور قدم بوسی کے لئے آتے تھے۔ انہوں نے ظاہری اور باطنی علوم میں بے مثال ترقی کی تھی۔ موضع لجن تحصیل ناگام میں انتقال کر گئے۔

سید باقر

حضرت سید حسین سمنانی کے جلیل القدر رشتہ داروں میں سے تھے۔ بڑے صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ جب رحلت فرمائی تو پرگنہ وچین پارہ کے ویری سرن گاؤں میں ایک ٹیلے پر دفنائے گئے۔

سید بزرگ شاہ

سید بزرگ شاہ قادری گیلانی بن سید غلام شاہ آزاد بن سید محمد شاہ بن سید عبدالصمد بن سید شاہ محمد برادر خورد سید ابوالحسن والد ماجد شاہ محمد غوث گیلانی لاہوری ہیں۔ سید بزرگ شاہ نے کافی سیر و سیاحت کرنے کے بعد کشمیر کا رخ کیا اور تبلیغی خدمات انجام دیں۔ خانیار میں ایک خانقاہ، ایک مسجد اور ایک حمام کی بنیاد ڈالی اور موی مبارک حضرت محبوب سبحانی جو انہوں نے حاصل کیا تھا، خانیار میں محفوظ کیا۔ آجکل بھی عرس مبارک پر بندگانِ خدا دُور دُور سے اس کی زیارت کے لئے آجاتے ہیں۔ آپ کے بیٹے سید حسن جوانی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ بہرحال سید بزرگ شاہ کی

ان کی ظاہری و باطنی خدمات کشمیر میں جو کیے گئے تھے اتنی ہیں کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔

سید برخوردار

بزرگ سادات میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی کمالات کے مالک تھے۔ ذوق و شوق، ذہنی استغراق اور ذہنی جذب کے لئے مشہور تھے۔ ان کا وطن معلوم نہیں ہو سکا۔ سلطان زین العابدین کے زمانے میں کشمیر آئے اور محلہ [illegible] میں جو شہر کشمیر میں بادشاہی تھا سکونت اختیار کی۔ خدائی بھیدوں کے واقف تھے [illegible]۔ سلطان نے ان کے خدمت گزاروں کے لئے ایک خانقاہ آباد کی جو بھونچال کے حادثہ سے منہدم ہو گئی اور چکوں کے عہد حکومت میں دوبارہ تعمیر ہوئی اور آج تک موجود ہے۔ سید بزرگوار کی وفات ۱۲ ربیع الاول نعمی ہے۔ ان کا مزار شریف خانقاہ کے قریب ہی موجود ہے۔

سید محمد بیہقیؒ

آپ سید تاج الدین کے بیٹے اور سید حسین منطقی کے چچا تھے۔ آپ نے سلطان سکندر بت شکن کے دور میں کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ باضابطہ طور پر آپ کاندہامہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ سلطان، امیر غریب سب ان کی قدردانی میں مصروف رہتے۔ سلطان زین العابدین بڈشاہ نے اپنی بیٹی ان کے فرزند کے عقد میں دی تھی اور علاقہ بانگل میں ان کے لئے جاگیریں مقرر کیں۔ زین العابدین بڈشاہ کا کہنا ہے کہ حضرت سید محمد ظاہری و باطنی علوم کے کمالات میں مرد ثانی نہیں رکھتے تھے۔ طبیعت موزوں پائی تھی۔

آپ شعرو شاعری میں کمال کا درجہ رکھتے تھے۔ بے ساختگی اور روانی سے کلام لبریز تھا۔ ان کے شعروں کا دیوان چالیس ہزار اشعار پر مبنی ہے جو تصوف کے مضامین کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ آپ کا ندعامہ میں ہی مدفون ہیں۔ یہاں ہر سال بلا ناغہ میلہ لگتا ہے۔ آس پاس کے دیہات کے لوگ مرقد مبارک پر آکر زیارت کرتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں۔ قوالیاں، درُود، نعت خوانی ہوتی ہے۔ اس طرح حضرت کے تقدس کی یاد کو تازہ کیا جاتا ہے۔

سید محمد بیہقی ثانی رح

آپ سید حسن بیہقی کے بیٹے تھے۔ آپ نے تعلیم تصوف اور شریعت حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ عمل بھی تھے، گویا عالم با عمل صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے والد کے قتل کے بعد آپ نے ظالموں کا بدلہ بہت جرأت مندی بلند حوصلگی اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کے تحت لیا۔ آپ نے بیشتر عمر سلطان محمد شاہ کے ساتھ گزاردی۔ فتح شاہ کے ہاتھوں سلطنت کے معاملات کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کیا۔

سید برہان

سید برہان حضرت سید جلال الدین بخاری کے مرید تھے۔ آپ اسلامی آئینِ زندگی کے آئینہ تھے۔ تمام زندگی اسلام کے مقدس نام پر اور شریعت بنویہ پہ صرف کردی۔ سید تاج الدین بیہقی کی مصاحبت میں تمام معروف ممالک کی سیر کی، اس طرح ان کے ساتھ ہی کشمیر تشریف لائے۔

سکندر پورہ میں سکونت اختیار کی اور سکندر پورہ میں ہی داعئ اجل کو لبیک کہا۔

سیّد بہرام

سید بہرام سید حسین سمنانی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ خیطرہ میں مدفون ہیں۔ آباواجداد سمنان سے دہلی آئے۔ یہاں ایک قصبہ سادمان میں سکونت اختیار کی۔ پھر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے ساتھ ۷۷۵ھ میں کشمیر میں رونق افروز ہوئے۔ سید بہرام اس گھر کے چشم و چراغ رہتے ہیں۔ تمام عمر سید امیر کبیر میر علی ہمدانی کے نقشِ قدم پر عمل پیرا رہے۔

سید باقر ہارونی

سید باقر مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ آپ صاحبِ کمالات و برکت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا تقدس و تقویٰ زبان زدِ خلائق تھا۔ دنیاوی ہوس و طمع سے مبرا تھے۔ جب اس دنیائے ناپائیدار سے کوچ کر گئے تو ہارون میں ندی کے کنارے مدفون ہوئے۔ یہ جگہ نہایت دلکش ہے۔

میر باقر (علاؤالدین پورہ)

حضرت میر باقر ان صوفیاء میں سے ہیں جو کشمیر میں مبلغین کی حیثیت سے آئے۔ آپ نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ حضرت میر باقر نے خود ہجرت نہیں کی تھی بلکہ ان کے بزرگ سلطان زین العابدین کے وقت میں کشمیر آئے تھے اور محلہ علاؤالدین پورہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ یہاں ان کی

نسل پروان چڑھی اور میر باقر جیسے بلند مرتبہ مومن پیدا ہوئے۔ میر باقر علاؤالدین پورہ میں ہی مدفون ہیں۔

میر بہاءالدین

سید میر بہاؤالدین میر نجم الدین کے نیک سیرت فرزند تھے، اور اپنے جد میر عبداللہ کے مرید تھے۔ آپ نے شاہ عبدالرحمٰن قلندر اور میر کمال الدین اندرابی جیسے بزرگوں سے سلوک و طریقت کی تربیت پا کر تصوف کے تمام مراحل طے کئے۔ رسالہ "مواہب السادات" کے مؤلف میر قاسم ان کے نسب نامہ کو سید حسن ونتی پورہ سے ملاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میر بہاؤالدین لاہور تشریف لے گئے اور ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ کو اس دُنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ بمقبرہ شاہ محمد غوث قادری میں مدفون ہیں۔ تاریخ

جبرئیل خرد وحی وفاتش چہ خوش آورد
فردوس بریں است وطن گاہ محمد خواجہ

سید تاج الدین

حضرت سید تاج الدین جناب حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے چچیرے بھائی تھے۔ سلطان شہاب الدین کے دَور میں سید مسعود کے ارشاد پر ۷۶۲ھ کشمیر تشریف لائے۔ سیر و سیاحت کے بعد محلہ شہاب الدین پورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اپنی مخلصانہ کوششوں، راست جذبات، کشف و کرامات سے سلاطین کشمیر اور ساکنانِ کشمیر کو حیران کیا اور ہر شخص کی توجہ کے مرکز بنے رہے۔ سلطان شہاب الدین نے آپ سے بیعت کی اور مریدوں کے حلقہ میں

مل ہو گئے۔

۔کی خدمت میں بادشاہِ وقت نے کوئی کسر اُٹھائے نہ رکھی۔ بادشاہ نے ان کی قیام گاہ اپنے محل کے قریب تعمیر کرادی اور ان کے خادموں کے لئے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کی۔ بادشاہ سلطنت کا کام اُن کے مشورے سے کرتا تھا اور کوئی کام اُن کی مصلحت کے بغیر سرانجام نہیں لاتا۔

مقدمات کی سماعت اور فیصلوں درون اور بیرون ملک کے جھگڑوں اور جنگوں کے بارے میں انہیں خبردار رکھتے اور جیسے سید تاج الدین فرماتے اسی طرح آپ عمل فرماتے۔ ناگام کا پرگنہ ان کی خانقاہ کے خادموں اور مریدوں کے جاگیر کے طور پر دے رکھا تھا۔ جب انتقال کیا شہاب الدین پورہ ملہ کواہ کی طرف دفنائے گئے۔ مادہ تاریخ یہ ہے۔

خرد گفت تاریخ تشریف او
قدم رنجہ سید نیک رُو چے

سید جعفر اوّل

سید جعفر اوّل سید بہاؤ الدین کے بھائی تھے۔ آپ پرہیزگار اور صاحبِ صدق و صفا بزرگ گزرے ہیں۔ تمام زندگی ریاضت و عبادت میں گزاری۔ دنیاوی حرص و ہوا سے مبرّا تھے۔ قناعت اور ریاضت ان کی زندگی کا شعار تھا۔ آرہ ہامہ پرگنہ لاہور میں مرقد مقدس ہے۔

سید جانباز ولی

خضرِ راہ و اہلِ نیاز حضرت سید جانباز ولی کا اصل نام محمد اصفہان اور طریقہ

رفاعیہ تھا۔ مشہور سید یوسف تھے۔ آپ حضرت سید جلال الدین بخاری کے مرید تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں سید جانباز ولی بے مثال تھے۔ آپ سلطان زین العابدین کے زمانے میں کشمیر آئے۔ ابتداء میں سید رفاعی کے نام سے مشہور رہے۔ اس کے بعد ریاضت کاملہ کی وجہ سے سید جانباز مشہور ہوئے۔

بادشاہ کے اصرار سے دارالخلافہ (نوشہرہ) کو اپنا وطن بنایا، لیکن جب لوگ کثرت سے آپ کی خدمت میں شب و روز آنے لگے اور آپ کی عبادت اور ریاضت میں مخل ہونے لگے تو بادشاہ کو مجبور کر کے اپنی قیام گاہ تبدیل کر دی۔ اس طرح آپ بارہ مولہ میں مقیم ہوئے۔ بادشاہ سوپور تک کشتی میں آپ کے ساتھ آیا بلکہ زینہ لنک کی تعمیر کے لئے آپ سے دعا کرائی۔

آپ گوسائیں ٹینگ کے نیچے دریائے جہلم کے اُس طرف خانپورہ پل براری کے قریب محلہ خانپورہ میں آباد ہوئے۔ بادشاہ نے حضرت کے خدام اور لنگر کے اخراجات کے لئے تین گاؤں جاگیر میں دیئے اور ساتھ ہی ایک وسیع چراگاہ خدام کے گھوڑوں کی پرورش کے لئے بخش دی۔ اس چراگاہ کے نام پر جانباز پورہ آجکل ایک چھوٹا سا گاؤں مشہور ہے۔ جو جاگیر خاندان شاہمیری، چکوں، مغلوں اور افغانوں کے دَور میں اس زیارت کے ساتھ وقف تھی، سکھوں نے اپنے زمانۂ حکومت میں ضبط کر لی۔

خانپورہ میں ہر سال جانباز ولی کے تبرکات دیکھنے کے لئے تمام لوگ دُور دُور سے آتے ہیں بلکہ تمام کشمیر سے عقیدت مند حضرات اس میلہ پر جو ان کی تاریخ وفات کی تقریب کے سلسلہ میں منعقد ہوتا ہے، اکثر تبرکات کی زیارت جمعرات اور جمعہ کے روز کرائی جاتی ہے۔ میلہ گیارہ دن

لگتا ہے۔ پہلی رات شب بیداری، عبادت و ریاضت میں لوگ گزارتے ہیں، اور اُن کی روح کو ثواب بخشا جاتا ہے۔

جانباز ولی کے ہاں ایک دیگ چڑھائی جاتی ہے جس میں چاول پلاؤ وغیرہ پکا کر بطور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس دیگ میں کم از کم دو من چاول پکتا ہے۔ اسے ایک دفعہ چور چرا کر لے گئے تھے، لیکن جب کشتی میں لے جائی جا رہی تھی وہ ڈوب گئی اور دیگ واپس خانپورہ میں آ کر رُک گئی اور رشیوں نے اٹھا کر واپس دربار میں رکھی۔

تحصیل بارہ مولہ کے آس پاس کے رہنے والے لوگ جن میں کانلی باغ، رنگوار، چیرہ وادی، گوہن، اوشکرہ بالا، اوشکرہ گھاٹ، خواجہ باغ، دِلنہ کالن پورہ، بارہ مولہ، دریائے جہلم کے گوسائیں ٹینگ کے لوگ جب کسی مرد کی شادی کرتے ہیں تو دُلہا کو پہلے گھوڑے پر سوار کر کے اس زیارت پر حاضری کے لئے لایا جاتا ہے اس کے بعد ہی وہ بارات لانے جاتا ہے۔ اس زیارت پر باضابطہ فاتحہ خوانی کے بعد نذر و نیاز پیش کر کے شادی کی باقی رسومات پوری کی جاتی ہیں۔ کبھی قحط سالی کا خطرہ ہو، بارش نہ ہو تو جانباز ولی کے نام کی دیگ پکا کر تقسیم کی جاتی ہے اور اللہ ملک پر رحم کرتا ہے۔

سید جعفر نوشہری

حضرت سید جعفر، سید میر علی ہمدانی کے ہمراہ تیمور کے وقت میں ایران سے کشمیر تشریف لائے۔ یہاں اپنے بزرگ مرشد کے حکم کے مطابق ریاضت و تبلیغ میں زندگی بھر مصروف رہے۔ نوشہرہ احمد اکدل میں ابدی نیند سو گئے۔

سید جعفر ثالث چھتر ہامی

آپ سید محمد حصاری کے مریدوں میں سے تھے۔ سید محمد حصاری حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے عزیزوں میں سے تھے۔ سید جعفر ثالث صاحب کشف و کرامات والے بزرگ گزرے ہیں۔ انتقال موضع چھتر ہامہ پرگنہ پھاک میں ہوا۔ آپ کا مزار مقدس بھی اسی جگہ ہے۔

سید جعفر رابع راولپوری

سید جعفر، سید منصور کے برادر تھے۔ سادات کبار سے تعلق تھا آپ نے تمام عمر گوشہ نشینی اختیار کی۔ فقط کنج تنہائی تھی اور آپ کی ریاضت تھی۔ ۱۴ رجب کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ راول پورہ پرگنہ اچھ میں مدفون ہیں۔ قریہ گرند پرگنہ بیروہ سے ایک بڑا طائفہ پرہیزگاروں کا ان کا مرید ہوا۔ اس گروہ نے باضابطہ سلوک و طریقت کے منازل طے کئے اور باکمال صوفی بن کر اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ یہ حضرت خانقاہ معلیٰ کے صحن میں آسودۂ خاک ہیں۔

سید جعفر خامس

آپ سید النسل تھے، اعلیٰ صفات کے مجسمہ، حسنِ اخلاق کے پیکر تھے۔ آپ نے زہد و تقویٰ میں زندگی میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ مکمل حالاتِ زندگی معلوم نہ ہو سکے۔ ٹینگوں ے گاؤں، جو لار کے پرگنہ میں شامل ہے، آخری مسکن اختیار کیا۔

سید جلال الدین بخاری

سید جلال الدین بخاری، سید علی ہمدانی کے فرزند سید محمد ہمدانی کے ساتھ ایران سے کشمیر آئے۔ سید محمد ہمدانی کے قریب ترین رفیقوں میں سے تھے۔ آپ سید محمد ہمدانی کے حکم سے کشمیر ہیں ہی سکونت اختیار کر گئے۔ آپ نے سلطان سکندر کی تربیت کے لئے کشمیر میں قیام کیا تھا۔ ان کا ظاہر و باطنی فیض بے شمار لوگوں تک پہنچ گیا۔ آپ مزار سلاطین میں ہی دفن ہیں۔ آپ حضرت شیخ عبدالوہاب سے بھی جو باصفا پیران طریقت تھے، سے باطنی فیوض و برکات حاصل کر چکے تھے۔

سید جمال الدین حافظ

سید جمال الدین سید کمال الدین کے بیٹے تھے اور سید تاج الدین کے پوتوں اور نواسوں میں سے تھے۔ آپ اپنے بزرگوں کے ساتھ شہاب الدین پورہ ملاکپواہ میں مدفون ہیں۔

سید جلال شاہ

سید غلام شاہ آزاد بن محمد شاہ بن سید عبدالصمد سید بادشاہ کے نام سے مشہور تھے۔ شاہ محمد فاضل کے گھر میں ۱۱۸۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی کم عمری ہی میں تھے کہ اپنے نانا شاہ محمد غوث سے دینی علوم سے استفادہ کیا، اور کشمیر میں افراسیاب خان کے دور میں تشریف لائے۔ آپ اپنے تقویٰ، بزرگی و اخلاق کی وجہ سے جلد ہی شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کر گئے۔

آپ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے اور آپ نے اپنا تخلص آزاد رکھا تھا۔
۱۶ جمادی الثانی ۱۲۰۳ھ کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے جنازے میں دس ہزار لوگ شامل ہوئے تھے۔ مادۂ تاریخ یہ ہے:
محوِ بذاتِ الٰہی است۔

میر جمال الدین اندرابی

سید میر جمال الدین اندرابی میر کمال الدین اندرابی کے فرزند گزرے ہیں اور کشف و کرامات کے مالک تھے۔ آپ نے طریقہ سلوک شاہ حفیظ اللہ نوری سے حاصل کیا۔ لاکھوں لوگ ان کی بزرگی سے فیضیاب ہوئے ... ۱۲۷۱ھ میں شعبان المعظم میں اپنے اسلاف کے مزار میں دفنائے گئے۔ تاریخ شرف النبی لالہ طلعوا بنور جمالہ حل الجمال سیدی فلک الصفا بخصالہ الہم تاریخ وصالہ بلغ العلیٰ بکمالہ۔

سید حسین خوارزمی

سید میر محمد ہمدانی کے رفیقوں میں سے تھے۔ ان کے ارشاد سے محلہ مُتوالر میں سکونت اختیار کی اور اپنی اکثر عمر تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزاری خلق خدا کو راہ خدا دکھا کر فیض پہنچایا اور اس جگہ کے مندر کو، جو ہندوؤں کے پوجا پاٹ کا گھر تھا مسمار کر کے مسجد بنائی۔ سلطان سکندر کے حکم کے مطابق پنڈتوں کو مسلمان بننے کے بعد سید حسین خوارزمی دینی تعلیم مدت تک دیتے رہے۔ جب انتقال فرمایا تو وہیں دفن کیے گئے۔ ان کے بھائی کی نسل آج تک چل رہی ہے۔

حضرت میر حسین منطقی

حضرت میر حسین منطقی کا تعلق سادات بیہقیہ سے ہے۔ سلطان سکندر بُت شکن کے دَور میں کشمیر میں رونق افروز ہوئے۔ آپ صاحب کرامات اور مظہر تجلیات بزرگ تھے۔ آپ کے دونوں بیٹے سید محمد حسن اور سید محمد امین بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ جب کشمیر پہ ہندوستان نے لشکر کشی کی تو آپ نے ہند کے لشکر کو لشکر کشی سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب انہوں نے حملہ کرنے سے گریز نہ کیا تو میر حسین بزرگوار خود شاہی فوج کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوئے اور ہندی لشکر کو شکست فاش دی۔ آپ مخدوم مولانا عثمان کشمیری کے قریب ہی مزار کلان سلاطین میں مدفون ہیں۔

سید حاجی مراد

سید فخر الدین بیہقی کے فرزند ارجمند تھے۔ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اپنے چچا سید ضیاء الدین زیرک سے تربیت پائی۔ سلوک کی منزلوں کو طے کرنے کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ اسی سفر میں شیخ ابو الاسحاق شطاری سے، جو کہ شطاری حضرات کے سرکردہ تھے، بیعت کی اور فیض حاصل کیا۔ پھر ایران کے راستے جموں کے اس پار کے علاقے (توران) میں میر عبداللہ برزش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میر عبداللہ اس وقت سلسلہ کبرویہ کے سر حلقہ تھے، اُن سے خطِ خلافت حاصل کر کے پھر دوسری بار حج پر گئے۔ اس کے بعد روم، شام وغیرہ

کے دُور دراز ملکوں، شہروں اور دیہاتوں کی سیاحت کر کے تیسری بار پھر حج کر کے کشمیر آئے اور پرگنہ کروہن کے ایک گاؤں کریری کو گوشہ نشینی کے لئے پسند فرمایا۔ جب ظہر کی نماز کا وقت آیا۔ وضو کے لئے پانی کی تلاش کی، ہر طرف دوڑے لیکن پانی نہ پایا، نہایت غمگین ہو گئے! اچانک ایک باریش بزرگ ایک طرف سے نمودار ہوئے، حضرت سید نے ان سے پانی کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ اس جھاڑی کو اکھاڑنا چاہیئے تاکہ پانی نکلے حضرت سید نے جھاڑی کو اکھاڑا تو پانی نکل آیا۔ دونوں بزرگوں نے وضو کر کے نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نورانی چہرے والے باریش بزرگ نے فرمایا۔ حاجی مراد نے مراد پائی، اچھی جگہ ہے، مبارک ہو۔ پھر آپس میں باتیں ہوئیں اور دوستی قائم کی۔ وہ نورانی چہرے والے بزرگ حضرت خضرؑ تھے۔ اس کے بعد حضرت سید نے اس جگہ پر کھیتی باڑی کے لئے ایک دن کی مسافت کی دُوری سے پہاڑ سے نہر لا کر اس گاؤں کو آباد کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت بابا پیام الدین ریشی کبھی کبھی ان کے پاس آکر ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے اور طریقت کی باتیں دریافت کرتے تھے۔ حضرت سید کو ان دنوں نکاح کرنے کا خیال آیا۔ حضرت ریشی منع کرتے تھے۔ آخر کار حضرت سید نے شادی کی اور ایک بیٹا پیدا ہوا۔ ایک دن حضرت ریشی آئے اور دیکھا کہ لڑکا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ حضرت سید نے کہا۔ آپ کا انکار اس لڑکے سے تھا۔ حضرت ریشی نے معذرت کی۔

الغرض حضرت میر وقت کے یگانہ مرد کامل تھے۔ جب رحلت فرمائی تو اسی گاؤں میں ۸۸۹ھ میں دفن ہوئے۔

⁂ ⁂ ⁂

سید حبیب کاسانی

سید حبیب کاسانی بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ تمام عمر بندگی میں گزار دی۔ آپ نے ساگ، گھاس اور پتوں پر زندگی بسر کی ہے۔ ترکِ لذات ان کی زندگی کا شعار تھا۔ آپ کسی واقعہ میں شہید ہوئے۔ ان کے بارے میں اس سے زیادہ واقعات میسر نہیں آئے۔ نگارستان کشمیر میں لکھا ہے کہ سلطان زین العابدین کے عہد میں گزرے ہیں۔

سید حبیب اللہ سرخابی

سید حبیب اللہ سرخاب جو تبریز میں واقع ہے، کے رہنے والے تھے۔ آپ طریقت وسلوک میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ کشف وکرامات میں وہ بہت ہی مشہور ہیں۔ یادِ الٰہی ان کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ آپ کا روضہ مبارک جلالی تھا۔ کہتے ہیں بلکہ مشہور ہے کہ ایک شب کسی شخص نے اپنے سر پر قیمتی پگڑی باندھی اور آپ کے روضے میں سو گیا۔ صبح اُس کا تن سر سے جُدا تھا۔ لوگ اس واقعے سے ہراساں ہو گئے اور سید حبیب اللہ کی قبر سے ڈرنے لگے۔ العلم عند اللہ۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ آپ کشمیر میں دیگر بزرگوں کی طرح آئے اور کافی دینی خدمات انجام دیں۔

میر سید حسن شاہ

میر سید حسن شاہ خلف سید جلال شاہ مرحوم اندرابی رتنی پورہ کے کشمیری تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو اپنے مُلک وقوم کے لئے وقف کیا تھا۔ خدمتِ خلق

کی وجہ سے آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ میر سید حسن شاہ کا شجرۂ نسب غوث الاعظم سے ملتا ہے۔ میر حسن شاہ اور محمد شاہ سید جلال شاہ کے بیٹے تھے۔ آپ لوگوں کا سلسلہ قادریہ ہے۔

حاجی سید حسین پکلی رح

سید حسین پکلی میر محمد خلیفہ کے خلیفوں میں سے تھے۔ شریعت کے حد سے زیادہ پابند تھے۔ تمام عمر خلافِ شریعت کسی بات کو گوارا نہ کیا۔ مگر صاحبِ حال اور کمال ضرور رہتے، عاشق رسولؐ تھے۔ کشمیر میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حرمین شریفین سے جب واپس آئے تو کچھ ایام دہلی میں قیام کیا۔ دہلی میں قیام کے دوران شاہ عالم بہادر سے ملاقات ہوئی اور خاص مراسم قائم ہوئے۔ کشمیر واپس آئے۔ ۱۲۲۲ھ میں جب کشمیر دوبارہ آئے تو کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد شاہ عالم نے طلب کیا۔ ملاقات کے لئے جا رہے تھے کہ بادشاہ کے لشکر میں پہنچے ہی تھے کہ بیمار ہوئے اور اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ ۱۲۲۳ھ میں کشمیر میں دفنائے گئے۔ آپ بالوف کے رہنے والے تھے۔

سید حسین بلادوری

آپ کا نام سید حسین تھا۔ چند رفیقوں بابا عثمان اور چپ گنائی کے ہمراہ مکہ معظمہ سے کشمیر تشریف لائے۔ ان کی نسبت شیخ بہاوالدین اور شیخ اسحاق شکاری سے رہی اور دونوں ہی حضرات ان کے پیرِ طریقت رہے ہیں۔ ان کی ذات مبارک سے ایسی روشن نشانیاں اور ایسے بڑے حالات ظاہر

ہوئے تھے کہ ملک کے بڑے بڑے لوگ تمام ظاہری اور باطنی مشکلات کے حل کے لئے اُن سے رجوع فرماتے۔ یہ محلہ راجویر کدل میں مدفون ہیں۔ یہ جگہ عرفان والوں کے طواف کی جگہ ہے۔ حضرت سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ بارہ برس تک لگاتار رات کو ان کی زیارت سے مستفید ہوتے رہے۔ تاریخ وفات ۷ رجب ۸۶۰ھ ہے۔

سید حیدر اوّل

سید حیدر، سید حاجی مراد کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے علم معنوی نور اپنے والد سے حاصل کیا تھا اور سید حاجی مراد ہی ان کے پیر طریقت تھے۔ روایت ہے کہ جب حضرت حاجی مراد رح نے کشمیر کے لئے رخت سفر اپنے اہل خانہ سمیت باندھا تو سید حیدر راستے میں ہی پیدا ہوئے چونکہ ان کی والدہ راستے میں بیماری کی حالت میں تھی۔ حضرت سید نے ان کو اپنی آستین میں رکھا اور جب کشمیر پہنچے تو حضرت نے انہیں اپنی آستین سے نکالا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت سید حیدر کو بچپن سے ہی ان کے والد بزرگوار نے راہ سلوک و طریقت پر لگادیا۔ جس کی وجہ سے تمام عمر انہوں نے سخت ریاضت کی۔ آپ کریری میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ مدفون ہیں۔

سید حیدر ثانی رح

سید حیدر، سید حسین سمنانی کے چچیرے بھائی تھے۔ آپ بڑے عارف باللہ تھے۔ اللہ کی خدمات کی بجا آوری میں تن من سے کوشش کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت سید کے باورچی خانہ میں ہر روز دو تین من چاول پکتے

تھے۔ سید حیدر اپنے ہاتھ سے چمچہ استعمال کئے بغیر یہ چاول بانٹ دیتے تھے اور ان کے دستِ مبارک کو گرمی سے کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی، اور ایک ہی دیگ سے قسم قسم کے کھانے خشکہ، پلاؤ، متنجن، شوربا جو بھی کوئی چیز ان سے مانگتے تھے، نکال کر دیتے تھے۔ ان کے کمالات بے شمار ہیں۔ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت سید کی قبر کے پہلو میں دفنائے گئے۔

سید حبیب اللہ آڈونی

سید حبیب اللہ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ معرفت اور طریقت و سلوک کی تمام تر منزلوں سے آگاہ تھے۔ تمام تر زندگی کے لمحات آپ نے یادِ الٰہی میں گزارے۔ ۱۰ رجب ۹۷۶ھ میں آڈون میں انتقال کر گئے۔ اسی جگہ یہ مدفون بھی ہیں۔ ہر سال یہاں میلہ لگتا ہے۔ نعت خوانی اور درود خوانی ہوتی ہے۔ کئی دنوں تک بہت دھوم دھام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

میر حسین کاٹھلی

میر حسین دلبند میر عبدالعزیز کاٹھلی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے پرہیزگار، متقی مومن کی حیثیت سے عمر گزاری۔ ہمیشہ ہی اللہ کا کلام زبان پر ہوتا تھا۔ جب انتقال کر گئے تو اپنے والد کے مرقد کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔

٭ ٭ ٭

سید محمد حسن قمی

آپ قم کے رہنے والے تھے۔ کشمیر دوسرے بزرگوں کی طرح تبلیغ کے سلسلے میں آئے اور شرہ پورہ بانگل میں رہائش اختیار کی۔ شرہ پورہ میں آپ نے کافی سماجی بہبود کے لئے کام کیا۔ آخر پانچ ماہ رجب اس دُنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

سید حسین قمی رضوی

آپ بڈشاہ کے عہد میں اپنے وطن قم (ایران) سے تشریف لائے، آپ کے بے مثال علم وفضل، زہدوتقویٰ، عظمت وفضیلت اور کشف و کرامات کا علم ہُوا تو بڈشاہ نے زینہ گیر کی آبادی وبرکت کے لئے باغ زینہ گیر ہی میں آپ کی اقامت کا انتظام کیا۔ وُلر کو آپ نے بہت پسند کیا۔ بادشاہ نے بھی آپ کی سیروتفریح کے لئے چاکوارہی (ہاؤس بوٹ) پرندہ اور شکارے بنوا دیئے۔

کشمیر میں سادات تو پہلے سے بھی موجود تھے اور بڈشاہ کے زمانہ میں بھی آئے لیکن کشمیر میں خاندان سادات رضویہ کا سلسلہ آپ ہی سے چلا ہے۔ جو امام علی الرضا کی طرف منسوب ہے، جن کا روضہ مشہد مقدس میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ کے خاندان کے کئی افراد کربلائے معلیٰ میں تحصیل علوم کے لئے گئے، جنہوں نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ان میں آغا سید حسن کاشمیری مجتہد عراق کے نام سے مشہور رہے ہیں۔

غرض بڈشاہ ابھی زندہ ہی تھے کہ سید صاحب ۶ شعبان ۸۷۱ھ کو انتقال فرما گئے اور زینہ گیر میں آپ ہی کے نام پر مشہور گاؤں سید پورہ میں دفنائے گئے۔ اگرچہ بڈشاہ سُنی اور سید صاحب شیعہ تھے، لیکن کبھی آپس میں دنیوی معاملہ میں کوئی تفریق پیدا نہیں ہوئی، ایک دوسرے کی کافی عزت کرتے تھے۔

میر محمد حنیف

میر حنیف شاہ ابوالبقاء کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنے والد سے ہی طریقت اور سلوک سیکھا اور زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مدارج طے کئے۔ مولانا امان اللہ سے آپ نے دینی مذہب اور فقہ پڑھا۔ مدت تک آپ خانقاہ چلاتے رہے۔ چونکہ آپ کو باطنی طور پہ کافی درجہ حاصل تھا۔ اس لئے حکام کی مجلس اور محفل آپ کی ذات سے منور رہتی تھی۔ ۱۱۶۱ھ میں اپنے والد صاحب کے مقبرہ میں آرام پایا۔

سید محمد خاوری

سید محمد خاوری صاحب کمالات بزرگ تھے۔ آپ نے تصوف پر ایک ناگزیر کتاب کی شرح لکھی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے "خاورنامہ" بھی لکھا ہے۔ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ آپ زمانے کے بہت بڑے انشاپرداز اور شاعر تھے۔ آپ نے مثنوی کے علاوہ غزل اور رباعیات بھی تحریر کی ہیں۔

سید حسین خوارزمی

سید حسین، سید محمد ہمدانی کے ہمراہ کشمیر آئے۔ آپ خوارزم جو ایران میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، کے رہنے والے تھے۔ آپ نے تمام عمر پرہیزگاری میں گزاری۔ گھر بار بالکل نہ تھا۔ فاقہ، قناعت اور ریاضت ان کا شعار زندگی رہا۔ عزلت نشینی اختیار کر چکے تھے۔ سلطان سکندر بت شکن ان سے قواعد قرآن مجید سیکھتے تھے۔ جب آپ نے انتقال کیا تو خنواری میں مدفون ہوئے۔ محلہ شنوار میں تمام مندروں کو تہس نہس کیا اور اسلام کو فروغ دیا۔

سید خلیل

سید خلیل مقتدر بزرگ خاندان سادات سے منسلک تھے۔ آپ کی زندگی کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار میں ذکر ہوا ہے ؎

زہی در علو مراتب جلیل — سرافراز سادات سید خلیل
خلیل خدا بود و مقبول رب — کہ عالی نسب بود و والا نسب
رسیدہ بکشمیر ایں نیک نام — بہمراہ میری کہ ہمدان مقام
بتالاب ڈل سدرہ بل شد قرین — مکان بود و خوش گشت آنجا مکین
شنید ار جی چوں ز رب جلیل — ز دنیا سفر کرد و سید خلیل

بتاریخ ۲۰ رمضان میں رحلت فرمائی اور موضع سدرہ بل پرگنہ پھاک میں مدفون ہیں۔

میر خداداد نوشہری

میر خداداد میر شمس الدین کے بیٹے تھے۔ آپ نوشہرہ کے رہنے والے

تھے۔ میر خداداد صاحب نے علوم ظاہری و باطنی مولانا مہدی علی کبروی سے حاصل کیے۔ آپ کی زندگی میں ریاضت اور عبادت پسندیدہ اشغال رہے۔ آپ نرم گفتار، خلیق اور شفیق مزاج تھے۔ ۱۱۰۹ھ میں رحلت کر گئے۔ آپ نے خانقاہ اور مسجد تعمیر کی اور نوشہرہ میں ہی آپ کا مرقد مبارک ہے۔

سید داؤد واصلی

سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ سید کرم اللہ سے راہ طریقت وسلوک سیکھا۔ آپ نے تحصیل دوسر موضع پریگام میں ایک عرصہ تک گوشہ تنہائی میں زندگی گزار دی۔ اس کے بعد جب لوگوں کو اُن کے زہد و تقویٰ اور بزرگی کا پتہ چلا تو دور دُور سے ان کی خدمت گزاری میں آئے اور مرید ہو گئے۔ آپ کی خدمت میں ہر طبقے کے لوگ حاضر ہوتے۔ موت کے بعد بھی آپ پریگام میں ہی مدفون ہیں۔

سید ذوالفقار

سید ذوالفقار کے بارے میں تاریخِ کبیر کشمیر سے کچھ مواد حاصل ہوا ہے اور کسی تاریخ میں ان کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔ تاریخ کبیر کشمیر کے مصنف ابو محمد حاجی لکھتے ہیں:

"در تفرید و تجرید نادر روزگار مقبول حضرت کردگار بود۔"

تذکرہ اولیائے کشمیر میں حسن شاہ صاحب صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں کہ پرگنہ بانگل میں مدفون ہیں۔

❁ ❁ ❁

میر رضی الدین

میر رضی الدین عالم فاضل اور اعلیٰ قدروں کے حامل بزرگ تھے۔ مرزا حیدر کے زمانے میں قطب پورہ میں مدرس ہوئے لیکن بابا داؤد خاکی اور مولانا شمس الدین پال، اُن کے شیعہ ہونے کی وجہ سے ان سے ناراض ہوئے۔ میر رضی الدین صاحب کے پاس ہر قسم کی کتب موجود تھیں، انہیں دینی اور دنیاوی علوم پر قدرت حاصل تھی۔ ۹۵۶ھ میں قطب الدین پورہ میں ہی انتقال کر گئے۔

سید رسول شاہ

سید رسول شاہ جناب سید محمد عابد شاہ صاحب کے بیٹے تھے۔ ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت شاہ محمد غوث جیسے بزرگ آدمی سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ ۲۵ شعبان ۱۲۱۵ھ میں رحلت فرما گئے۔ آپ اپنے والد سید عابد شاہ کے ساتھ قلعہ شاہی جوار غار شیخ عبدالرشید چکنی میں مدفون ہیں۔

سید زندہ شاہ

سید زندہ شاہ ایک سچے اور حقیقی توحید پرست بزرگ تھے۔ اللہ سے اس قدر پیار تھا کہ بچپن سے ہی دنیا چھوڑ دی اور سہروردیہ سلسلہ اختیار کیا۔ ریاضت و عبادت بہت ہی مشقت سے کی اور جلد ہی آپ نے تمام مراحل تصوف طے کیے۔ آپ نے بہت جلد بزرگانِ وقت سے سبقت

حاصل کی۔

آخری وقت میں جذبہ الٰہی اُن پر اس قدر طاری ہُوا کہ وہ مجذوب مطلق ہوئے اور سوائے اللہ ہُو اور حق سِرہٗ کے اور لفظ زبان سے نہ نکلتا۔

سید محمد زندہ پوش

سید محمد زندہ پوش سید ضیاء الدین زیرک کے بیٹے تھے۔ آپ کاندہامہ میں مقیم تھے۔

علاؤ الدین سید جد اُو — رقم ساختم وصف آں نیک خُو
بخلوت نشینی دلش بود شاد — نکرد اختلاطی بہر دم نہ یاد
ریاضاتِ شاقہ کشیدہ بسی — چہ او در ریاضت بود کم کسی
باآخر زُنیا سفر کردہ است — بقربِ الٰہی مقرر کردہ است

سلاطین کے قبرستان میں تا ابد گوشۂ تنہائی اختیار کر گئے اور کاندہامہ میں ہی مدفون ہوئے۔

میر سید محمّد عابد

میر سید محمد عابد خلف شاہ محمد غوث بن شاہ ابو الحسن قادری متقی اور پرہیزگار صوفی گزرے ہیں۔ آپ اندرون قلعہ متصل غار شیخ عبدالرشید قادری مدفن ہیں۔ آپ کے بزرگوار بہت ہی بڑی جاگیر کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر زندگی ریاضت میں گزاری۔ آپ نے لوگوں کے ساتھ بہت بڑی نیکیاں کیں اور احسن سلوک کئے ہیں۔ اوّل ربیع الاول ۱۱۹۶ھ میں انتقال کر گئے۔

خواجہ سعدالدین نقشبندی

خواجہ کمال الدین شہید کے بیٹے تھے۔ والد بزرگوار کی شہادت کے وقت ان کی عمر بارہ برس کی تھی۔ خدا کی مدد سے خواجہ عبدالرحیم شیخ کمال الدین کے مرشد ہوئے، اور اپنے بزرگوں کے طریقے سے عبادات، ریاضات، مجاہدات اور کمالات سے لوگوں میں نئی زندگی بخشی۔ عقل والے، ہدایت والے علم اور استحکام رکھنے والے لوگوں سے ہمیشہ صحبت رکھتے تھے۔ تقریباً پانچ برس تک قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا رہے۔ ۱۲۱۲ھ کو اس دُنیا سے رخصت فرمائی اور والد ماجد کے پاس دفنائے گئے۔ تاریخ

مرید صادقش از بہر تاریخ　　بگفتار پیر کامل سعدالدین رفت

سید سعید ثانی رح

سید سعید ثانی سرینگر میں قیام پذیر تھے۔ بہت بڑے بزرگ اور پرہیزگار تھے۔ لوگ عقیدت سے ان کو شاہ خواجہ کے نام سے جانتے ہیں اور یاد بھی کرتے ہیں۔ آپ جامع مسجد سرینگر کے قرب وجوار میں مدفون ہیں۔ کشف وکرامات میں بے مثال تھے۔

سید سلیمان

حضرت سید سلیمان بہت بڑے متقی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا سلسلہ شریفہ کبرویہ سے تھا۔ ہزاروں لوگ آپ کی وساطت سے بہرہ ور ہوئے اور ہزاروں لوگ آپ کی دعاؤں سے قدر و منزلت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچے۔

گنڈ کے قریہ میں جو ہیروہ کے پرگنہ میں شامل ہیں، انتقال کر گئے، وہاں ان کا مزار بھی ہے۔ ۷ شعبان سنہ ھ کو انتقال کر گئے۔

سید سیف الدین خان

سید سیف الدین خان بخارا کے سادات خاندان سے منسلک ہیں۔ ان کا نسب نامہ میر بابا حیدر تیلہ مُولی نے کتاب سلطانی سے اس طرح نقل کیا ہے۔

سید سیف الدین خان بن میر حسن بن سید حیات بن سید رستم خان بن سید بہرام خان بن سید یعقوب خان بن سید یوسف خان بن سید احمد بن سید غیاث الدین بن سید شمس الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید محمد حسین بن سید علی بن سید علی دوئم بن سید جعفر بن سید علی ثالث بن سید محمد بن سید احمد بن سید موسیٰ بن سید احمد بن سید محمد بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسینؑ بن علی مرتضیٰ رضؓ۔

خان کا خطاب سید یوسف کو انگریزوں کے دور میں اپنی بزرگی اور پرہیزگاری اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کے عوض ملا تھا۔ سید یوسف خان کو کشمیر بحیثیت سفیر بھیجا گیا اور وہ کوہ ماران کے دامن میں سلاطین کے ساتھ دفن ہیں۔ سید سیف الدین خان شیعہ مسلک کے حامی تھے۔ روایت ہے کہ ایک دن ابوالفقر بابا نصیب الدین غازیؒ چیوڈارہ کی طرف چہل قدمی یا سیر و سیاحت کی غرض سے نکلے۔ چیوڈارہ، جو بیروہ ماگم کے قریب ہی ہے، میں ایک پُل تھا۔ نصیب الدین غازی جو ایک جیّد بزرگ تھے، کا گذر اس پُل سے ہوا۔ سید سیف الدین خان نے اس پُل کو دُھلوایا اور پاک و صاف کیا، کیونکہ سید سیف الدین خان کا مسلک اہل تشیع سے تھا اور بابا نصیب الدین غازی

سُنی تھے۔ جب بابا نصیب الدین غازی نے یہ قصہ سُنا تو انہوں نے فرمایا۔ حضرت نے پُل کو دھویا ہے۔ ہم ان کے دل کو رفض کی ناپاکی سے منزہ اور مُصفا کر کے ہیں۔ آخر سید سیف الدین خان کسی وجہ سے بابا نصب الدین غازی سے اُن کے روحانی فیوض اور کشف و کرامات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک روز انہوں نے شیعہ مسلک سے توبہ کی اور امام ابو حنیفہؒ کے مسلک اہل السنت والجماعت کے دائرہ عقیدت میں حلقہ بگوش ہوئے اور ہمہ تن ریاضتِ الٰہی و سنتِ نبویؐ پر جان نثار ہوئے۔ انتقال کے بعد چیوڑارہ میں ہی سکونت دوام اختیار کی اور پھر ان کے فرزندوں کے بارے میں اس طرح ذکر آتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِی مَن یَّشَاءُ۔

سیف الدین خان کے بیٹے سید علاؤالدین المعروف سید علی خان چیوڑارہ کے ساکنان میں سے تھے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کے مُرشد بابا نصیب الدین غازی کی اجازت اور حکم سے بارہ سال خلوت کے ایک غار میں گزارے اور کسی شخص سے ملاقات نہ کی۔ ٹھیک بارہ سال گزر جانے کے بعد آپ کے مُرشد کامل اس غار میں آئے تو دیکھا کہ سید علی خان کے جسم سے گوشت پوست اُتر چکا تھا اور بوسیدہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ چلنے پھرنے اور اُٹھنے کے قابل نہ رہے تھے۔ مُرشد کامل نے روئی میں رکھ کر ان کو اٹھایا اور غار سے نکال کر اپنا خرقۂ خلافت پہنایا اور اپنی جگہ خلیفہ مقرر کر دیا۔

اس طرح سید علی خان نے باقی ایام زندگی خدمتِ خلق اور ریاضتِ الٰہی میں گزار دیئے۔ تبلیغ و تدریس کا کام شروع کیا اور ہزاروں بے دین اور گمراہ لوگوں کو راہِ شریعت و سنت پر لگایا۔ مصنف کتاب سلطانیہ

نے لکھا ہے ؛

بُود تا بود سید السادات — دراو قبلہ ذری الحاجات
بود ہفتاد و یک فزون ز ہزار — کہ بعد رجبان گرفت قرار
ہمہ اولاد شان چو ماہ پارہ — ہست در دہر من بجو وارہ
باد ہر یک بمعرفت ہمدم — بالنبی و آلہ الاکرم

۱۰۷۱ھ میں رحلت فرما گئے۔ اپنے والد سید سیف الدین خان کے دوش میں مزار مقدسہ میں مدفون ہیں۔ ان کی اولاد کشمیر میں رنگوآر، بارہ مولہ چھوداڑہ، یارہ بل، دہرمنہ، غوطہ پورہ، بیروہ، سید پورہ، بابا لعلپورہ، زینہ گیر، وترحیلہ میں موجود ہیں۔ پنجاب میں لاہور، راولپنڈی، لدھیانہ، اور امرتسر میں بالخصوص آباد تھے۔ راقم الحروف کے جدِ امجد ہیں۔

میر سعد اللہ شاہ آبادی

میر سعد اللہ شاہ آبادی، بقا بابا قی شاہ آبادی کے بیٹے تھے میر سعد اللہ کو علوم عربی اور فارسی پر کمال کا عبور حاصل تھا۔ آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی بہت کیا ہے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں تاریخ کشمیر منظوم، مغازی النبی، رسالہ گُلِ بُلبُل جو تصوف پر ہے، اس کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی ہے۔ آپ نے شعر و شاعری بھی کی ہے اور بہت ساری نعتیں اور غزلیں لکھی ہیں۔ آپ موضع منڈاہ پرگنہ شاہ آباد میں مدفون ہیں۔

میر سید غوث

میر سید غوث روم کے رہنے والے تھے۔ باطنی اشارہ کی وجہ سے کشمیر

آئے۔ کشمیر آتے ہی آپ سید حبیب اللہ نوشہری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے سلسلہ کے مریدوں میں آپ منسلک ہو گئے۔ تمام راہ طریقت و سلوک ان کی سرپرستی میں طے کرنے کے بعد ان کو خرقہ خلافت سید حبیب اللہ نوشہری کی طرف سے ودیعت ہُوا۔ آپ اپنے پیر بزرگوار سید حبیب اللہ نوشہری کے ساتھ دفن ہیں۔

حضرات سادات پارسا

سات حضرات سادات خاندان سے منسلک کوہ ماران سرینگر میں ایک ہی جگہ دفن ہیں۔ یہ جگہ شیخ حمزہ مخدومی کے قریب ہی ہے۔ تاریخ اعظمی کے مصنف نے لکھا ہے کہ تمام بھائی نوشہرہ میں مدفون ہیں۔ بھائیوں کے نام یہ ہیں:

سید خواجہ جلال بخاری، سید خواجہ محمد بخاری، سید خواجہ احمد بخاری، سید خواجہ باقر بخاری، سید خواجہ حسن بخاری، سید خواجہ ابراہیم بخاری اور سید جعفر بخاری۔

سید محمد گوجری

سید محمد جو حلبی کے نام سے مشہور ہیں، صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ زندگی کے تمام اوقات یادِ الٰہی میں گزار دیئے۔ آپ موضع گوجر پرگنہ دیوسر میں مدفون ہیں۔ آپ کے بارے میں اس سے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

⁂ ⁂ ⁂

سید محمد افضل

سید محمد افضل صاحبِ جذبات و کمالات بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی پارسائی کے چرچے زبانِ زدِ خلائق رہے ہیں۔ آپ نے تبلیغ و تدریس کا کام بہت ہی یکسوئی سے کیا ہے۔ حلال روزی میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ حضرت سید محمد مدنی کی قبر شریف کے ساتھ ہی مدفون ہیں جو نوشہرہ میں واقع ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی قبر قطب الاقطاب شیخ بہاؤالدین گنج بخش رح کی قبر کے شمال کی طرف موجود ہے۔

سید محمد شطاری

سید محمد شطاری شیخ ابو اسحٰق شطاری کے مرید تھے، چونکہ آپ سلسلہ شطاریہ سے متعلق تھے، اس لئے شطاری کہلائے۔ آپ حاجی مراد کبرویؒ کے ساتھ کشمیر آئے۔ زندگی خدمتِ خلق میں گزاری۔ ماموسہ جو پرگنہ بانگل میں واقع ہے، مدفون ہیں۔ تین ماہ ہائے تاریخ وفات معلوم ہو سکی ہے۔

سید شمس الدین اوّل

سید شمس الدین سید نعمت اللہ، سید تاج الدین کی اولاد سے تھے۔ آپ نے اپنے بزرگ سید تاج الدین سے ابتدائی تعلیم طریقت حاصل کی تھی اور آپ سید تاج الدین کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

سید شمس الدین ثانی

سید شمس الدین ثانی میر سید حاجی احمد کے فرزند تھے۔ آپ سید علی ہمدانی

کے چچازاد بھائیوں کی اولاد میں سے تھے۔ تصوف اور سلسلہ طریقت وسلوک کی تعلیم گھر سے ہی حاصل کی تھی۔ حضرت حبیب اللہ نوشہری سے بھی باطنی تعلیم حاصل کی۔ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ ۱۰۹۲ھ میں رحلت کر گئے۔ اپنے بزرگوار مرشد کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔ تاریخ "نہال گلستان" ہے۔

سید شریف راہونی

سید شریف راہونی شیخ عبدالاحد سرہندی کے مرید تھے۔ راہ سلوک میں آپ نے اپنے تمام دوسرے ساتھیوں سے سبقت حاصل کی اور اپنے مرشد کے ساتھ کشمیر آئے۔ شیخ مراد ننگ کی وساطت سے شیخ عبدالاحد سے بیعت حاصل کی اور اس طرح سید شریفؒ نے ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

میر شمس الدین دوارکی

میر شمس الدین دوارکی سید لطف اللہ دوارکی کے بھائی تھے۔ بہت ہی سادہ طبیعت اور سادہ زندگی کے مالک تھے۔ ہر قسم کی تشہیر سے نفرت کرتے تھے۔ عزلت نشینی پسند تھی۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ مدفون ہیں۔

سید شاہ محمد سندی

سید شاہ محمد کا اصل وطن مالوف تھا۔ ۱۳۱۰ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ آپ نظام الدین درداہ کے طالبعلموں میں سے تھے۔ آپ نے خانقاہ نقشبندیہ میں تربیت حاصل کی اور اسی جگہ آپ نے قیام کیا۔ اور بہت سے لوگوں کی تربیت کی۔ چند سال قیام کرنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹے۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ کی تعلیم دیتے رہے۔

صدرالدین خراسانی

اولیاء کبار میں سے تھے۔ ان کے حالات اور کمالات لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل تھے۔ حقیقت شناسائی اور معرفت آگاہی کو پردہ میں رکھے ہوئے تھے۔ معماری کے فن میں کمال کی مہارت رکھتے تھے۔ سید محمد نورستانی کے ساتھ بغیر مزدوری مفت میں مسجد کی تعمیر کا کام کرتے تھے۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۸۲۱ھ کو وفات پائی۔ محلہ زینہ کدل میں مسجد بدرالدین کے بالمقابل انکی قبر شریف ہے۔

سیّد صالح

سید صالح، سید محمد بٹہ پورہ کے رفیقوں میں سے تھے۔ آپ کامل بزرگ تھے۔ کافی ریاضت و عبادت گزار تھے۔ آپ صاحبِ کرامات تھے۔ ۱۵ رصفر المظفر ۔۔۔ھ کو انتقال کر گئے اور موضع نادہ بل پرگنہ ہانگل میں مدفون ہیں۔

سید صدرالدین پاریگامی

سید صدرالدین، سید میرک اندرابی کے مریدوں اور تابعین میں سے ہیں۔ آپ نے ان کی سرپرستی میں منازل سلوک طے کئے اور ان کی اجازت سے ہر قریہ اور ہر پرگنہ کی سیر و سیاحت کی۔ ان کی کشف و کرامات کا ڈنکا قریہ قریہ، نگر نگر بجا ہے۔ آپ کا انتقال ۱۵ رشعبان المعظم ۱۰۸۰ھ میں پاریگام

میں ہوا۔ آپ پاریگام پرگنہ چہراٹ میں اپنے اقرباء سمیت مدفون ہیں۔

خواجہ محمد صادق

خواجہ محمد صادق نقشبندیہ سلسلہ کے مردِ مومن تھے اور ترکستان سے بحیثیت مبلغ کشمیر آئے تھے۔ آپ مشہور بزرگ خواجہ شاہ نیاز نقشبندی کے داماد تھے۔ تمام عمر یادِ الٰہی میں گزار دی۔ خواجہ عبدالرحیم نقشبندی کے مزار میں مدفون ہیں۔

میر محمد صادق

حضرت میر محمد صادق، میر فخر الدین کے بھائی اور شیخ اکبر ہادی کے مرید تھے۔ آپ سراپا زہد و تقویٰ کی تصویر تھے۔ ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگ ان سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ ہر دُکھی انسان کی مدد کرنا آپ کا نصب العین رہا ہے۔ آپ بارہ مولہ کے قصبہ میں مدفون ہیں۔

سید صدر الدین سوپوری

سید صدر الدین ریہٹینگ کے سادات سے متعلق ہیں۔ آپ نہایت ذہین و فطین بزرگ گزرے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے اور خوب شعر کہتے ۔کافی عمر سوپور میں بحیثیت مفتی اعظم کے گزاری۔ ۷ا شعبان سنہ ۱۰۵ھ میں اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ سوپور میں ہی مدفون ہیں۔

سید عبداللہ

حضرت سید عبداللہ بڑے باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ آپ بحیثیت مبلغ

کے اندر آب سے آئے اور کشمیر میں پرگنہ بھاگ کے ایک چھوٹے سے گاؤں جنگت میں آباد ہوئے۔ تمام عمر یادِ الٰہی میں گزار دی اور جنگت میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کے بارے میں مزید حالاتِ زندگی میسر نہ ہو سکے۔

میر عنایت اللہ

حضرت میر عنایت اللہ بہت بڑے صاحبِ کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بہت بڑے مدح خواں تھے۔ آپ امیر کے پیروؤں میں سے تھے۔ قصبہ پانپور میں خواجہ مسعود کے مقبرہ سے ذرا اوپر ان کا مزار ہے۔

سید علی مُراد

سید علی مراد، سید اسحٰق کے ساتھی تھے۔ دونوں کا پیر ایک، دونوں کا مسلک ایک اور دونوں ہم خیال تھے۔ سیر تنگ جو اب سوٹھینگ کے نام سے مشہور ہے، میں مدفون ہیں۔

خواجہ علاءالدین نقشبندی

خواجہ علاؤالدین، خواجہ سید نظام الدین کے بیٹے تھے۔ اپنے بھائی خواجہ نورالدین آفتاب کے انتقال کے بعد سجادہ نشینی اختیار کی۔ خواجہ بزرگ کے نام سے معروف تھے۔ آپ نے اپنی بیشتر عمر شریعت اور طریقت کی تعلیم و تبلیغ میں گزار دی۔ ان کی زندگی میں کشمیر میں قحط پڑا۔ لوگوں نے غلہ داروں پر حملے کئے۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوا۔ افراسیاب صوبہ دار

نے شہر میں فوج بھیج دی۔ اس طرح خواجہ کو شورش پسندوں کا سرکردہ ہونے کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور بادشاہ کے سامنے ان کے ساتھیوں سمیت انہیں پیش کیا گیا۔ کئی سال شاہجہان آباد میں گزارے۔ جب کشمیر واپسی کا ارادہ کیا تو انتقال کر گئے۔ ۱۱۵۹ھ میں انتقال ہوا اور آپ خواجہ باقی باللہ کے قریب ہی دفنائے گئے۔

میر محمد عابد

سید محمد عابد، شاہ ابوالحسن قادری کے پوتے اور شاہ محمد غوث کے بیٹے تھے۔ آپ صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ سید میر محمد عابد متقی اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ مردم شناس اور با اخلاق بزرگ تھے۔ آپ کی جاگیر کشمیر میں تھی۔ اس خطۂ ارضی پر یادِ الٰہی میں بے حد لطف اندوز ہوتے رہے۔ آپ محتاجوں کی حاجت روائی، بے کسوں کی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ الیشک رقاصی کی رسم کو کشمیر میں ختم کر دیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ شیخ عبدالرشید کے غار کے متصل دفن ہیں۔

میر عبدالخالق

میر عبدالخالق ملارٹہ سرینگر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد میر نعمت اللہ اندرابی تھے۔ میر عبدالخالق نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ ۱۲۰۲ھ میں رحلت کر گئے۔ اپنے جدامجد کے مزار میں مدفون ہیں۔

میر عظیم الدین

میر عظیم الدین، شیخ اکبر ہادی کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ دہلی

گئے تو وہاں کا بادشاہ ان کا معتقد ہوگیا۔ بادشاہ قلندر کی اطاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے اور ان کی وضع قلندری کو احسن نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب غدر ہوا آپ اس وقت دہلی میں موجود تھے۔ غدر کے فرد ہونے کے بعد آپ لدھیانہ چلے گئے جہاں ان کا انتقال ہوا۔

خواجہ عبدالاحد نقشبندی

خواجہ عبدالاحد نقشبندی خلف و خلیفہ خواجہ محمد شاہ تھے۔ عالم باعمل اور زاہد اور پرہیزگار گزرے ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد خود باپ کی جگہ مسند نشین ہوئے۔ تمام عمر خانقاہ کے انتظام میں گزاری۔ حاکمانِ وقت آپ کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے ہند کا بھی سفر کیا۔ کچھ وقت لاہور میں گزارنے کے بعد بانہال کے راستے سے واپس کشمیر میں داخل ہوئے۔ کافی بیمار رہے۔ ۱۲۶۷ھ میں انتقال کر گئے۔ اپنے اسلاف کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ تاریخ

یکجائی نفس قدسی با روح قدس پیوست

میر عبدالغنی اندرابی

میر عبدالغنی اندرابی، سید میرک اندرابی کے بیٹے تھے۔ پانپور کے مشہور و معروف صوفی ننده صاحب کے مرید تھے۔ آپ بہت زیادہ پرہیزگار اور پابندِ شریعت تھے۔ آپ ۵ جمادی الثانی ۱۲۶۲ھ میں اس دنیا سے رحلت کر گئے۔

سید عبدالقادر اندرابی

سید عبدالقادر طارہ کے اندرابی سید خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ کے والد کا اسم گرامی میر عبدالغنی اندرابی تھا۔شاہ عبدالقادر نے اپنے والد سے ہی تصوف اور سلوک سیکھا۔آپ نے تمام عمر عبادت وریاضت میں گزاری۔کوئی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پانپور سے اپنے رشتہ دار کے ایک لڑکے کو لاکر متبنیٰ قرار دیا اور اُسے اپنا جانشین بنایا۔۲۷ شوال ۱۳۱۰ھ کو انتقال کر گئے اور اپنے جد میر میرک اندرابی کے مزار میں مدفون ہوئے۔

شاہ عبدالغنی بقائیؒ

شاہ عبدالغنی بقائیؒ، سید شاہ یوسف بقائیؒ کے نیک سیرت بھائی تھے۔ آپ شاہ آباد موضع زملگام میں رہتے تھے۔سید شاہ یوسف کی وفات کے بعد شاہ عبدالغنی کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔

سید غیب شاہ

سید غیب شاہ اپنے بھائی سید نیک شاہ کے ساتھ نیدیار سے آئے اور موضع وہہ تھورہ میں سکونت پذیر ہوئے۔آپ نے وہہ تھورہ میں کافی دینی خدمات انجام دیں۔موضع کے دینی حالات کو سدھارنے اور دنیاوی بندھن درست کرنے میں آپ کا اہم حصہ تھا۔ ۱۵ھ کو انتقال ہوا اور وہہ تھورہ کے پُل کے نزدیک دفن ہیں۔

سید غلام شاہ آزاد

سید غلام شاہ آزاد، سید عبدالقادر معروف بہ سید بادشاہ کے بیٹے سید محمود کے فرزند تھے۔بچپن ہی میں اپنے نانا شاہ محمد غوث سے تصوف

اور شریعت کی تعلیم پشاور جا کر حاصل کی۔ اس کے علاوہ اس ملک کے دوسرے خدا دوستوں سے فائدہ اٹھایا اور افراسیاب کے عہد میں کشمیر کو رونق بخشی۔ یہاں آ کر شاہ عطاء اللہ سے ملے اور ان کی تربیت اور صحبت میں سلوک کے انتہائی مقام کو حاصل کر کے لوگوں کی رہنمائی، فائدہ رسانی اور فیض رسانی میں مشغول ہو گئے۔ خداداد موزوں طبیعت رکھتے تھے۔ آزاد تخلص تھا۔ یہ رباعی نمونہ کلام ہے۔

یارب بسر شک گرم و خونیں جگرے　　　از چشم ترحم سوی عاصی نظرے
نقد کرمت جنس گناہ مے خواہد　　　این جنس بہ از بندہ ندارد دگرے

ایک دفعہ بابا قائم تپلونی کو حرز یمانی پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ وہ کونسر ناگ جا کر اس کے نصاب میں (وظیفہ کو مقررہ وقت تک مقررہ تعداد میں مقررہ جگہ میں پڑھنا) مشغول ہو گئے۔ حضرت سید وقت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ ۱۸ ر جمادی الاوّل ۱۲۰۳ھ کو رحلت فرمائی۔ دس ہزار کے قریب افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اپنے بزرگوار جد کے مزار میں دفن ہوئے۔ خاتم الصلحاء تاریخ وفات ہے۔

سید فیروز

سید فیروز، سید جلال کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کے رفیقوں میں سے تھے۔ آپ اعلیٰ مرتبہ اور اعلیٰ ستائش کے مردِ مومن تھے۔ جب وقت نزاع آیا۔ موضع سمپورہ دریائے بہت وہو کے پرگنہ میں مدفون ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂

میر سید فضل اللہ

میر سید فضل اللہ، سید حسن منطقی کے بیٹے تھے۔ صاحب ارشاد کشف و کرامات بزرگ تھے۔ جب سجادہ نشین ہوئے تو لوگ ان سے ہر قسم کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ سید حسن کے آستانہ میں اپنے پانچ بیٹوں سمیت، سید کمال، سید فرید، سید بایزید، سید نعمت اللہ اور سید ناصر مدفون ہیں۔

سید فیروز دوم

سید فیروز، سید رکن الدین کے شاگردوں میں سے تھے اور سید رکن الدین سید فیروز کے روحانی استاد بھی تھے۔ انہیں کوہ و دمن کی سیر و سیاحت کا بھی بہت شوق تھا۔ ۱۲ ر جیٹھ سنہ کو انتقال کر گئے۔ موضع بایہ پورہ پرگنہ ناگام میں مدفون ہیں۔

سید فرید

سید فرید بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ صاحب دل و صاحب ہمت بزرگ تھے۔ جہاں دنیوی زندگی میں آپ ہمہ تن مصروف تھے، وہاں خلق خدا کی خدمت اور مدد میں آپ نے اپنی زندگی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ آپ سید ظہیر الدین کے برادر عینی بھی تھے اور مرید بھی تھے۔ آپ سید ظہیر الدین کے ساتھ پرگنہ چراٹ موضع پلوامہ میں مدفون ہیں۔

سید فیروز سوم

سید محمد فیروز، سید محمد شطاری کے رفیقوں اور شاگردوں میں سے تھے۔

آپ نے تمام زندگی روزہ دار اور شب بیدار کی حیثیت سے گزاری۔ جو شخص بھی بصدقِ دل کسی مطلب یا حاجت کے لئے ان کے پاس حاضر ہوا حاجت اور مطلب اُس کا پورا ہوا۔ ۱۳ ارکتک مکہ ہامہ بیروہ میں مدفون ہیں۔

میر فاضل

میر فاضل بہت بڑے صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ اپنے والد کے مرید اور خلیفہ رہے ہیں۔ والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ میر باقر کے فرزند تھے۔ ان کے مرید برگزیدہ لوگ تھے۔ موضع نیوہ میں مدفون ہیں۔

خواجہ فخرالدین اوّل

خواجہ فخرالدین، خواجہ معین الدین چشتی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ میاں عبدالقادر، جو امیاں کنگال کے خلیفہ تھے، آپ نے علم باطن حاصل کیا اور اس کے بعد گوشہ عزلت اختیار کیا۔ آپ نے پرگنہ اوتر میں تمام زندگی گمنامی کی حالت میں گزار دی۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ نیند سے فرار اور یادِ الٰہی میں بیداری کی خاطر بعض اوقات درخت پر بیٹھ کر عبادت کرتے تھے۔ آخری عمر میں گمنام رہنے کی خاطر پنجاب چلے گئے اور وہاں ہی انتقال کر گئے۔

سید فخرالدین ثانی

سید فخرالدین زمانے کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ خدا کے کلام اور سنتِ نبوی کے تحت ساری عمر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ آپ بہت بڑے خدا پرست تھے۔ سلطان سکندر کے وقت

میں بحیثیت مبلغ کے کشمیر آئے۔ پرگنہ چھراٹ کے گاؤں نیوہ میں مدفون ہیں۔

قمرالدین اوّل

سید قمرالدین، سید نورالدین کے بھائی اور سید حسین منطقی کے خاص خلیفہ تھے۔ بڑے صاحبِ حال اور صاحبِ کمال تھے۔ پرگنہ لار کے سالورہ گاؤں میں دفن ہیں۔ ماہ صفر میں انتقال ہوا۔

میر فخرالدین اندرابی سوئم

سید فخرالدین اندرابی، میر عتیق اللہ اندرابی کے بیٹے تھے اور شیخ اکبر بادی کے بیٹے تھے۔ تمام عمر ریاضت میں گزار دی۔ آخری ایام زندگی میں گلگت کی طرف روانہ ہوئے اور گلگت میں ہی آپ کا انتقال ہوا اور آپ خاص گلگت میں مدفون ہیں۔

سید قاسم اوّل

سید قاسم تبلیغ کے سلسلہ میں سید محمد ہمدانی فرزند سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کے ساتھ کشمیر آئے۔ آپ سلطان سکندر بت شکن کے دور میں کشمیر میں رونق افروز ہوئے۔ آپ نے ابتدا میں اپنے والد سید خلیل سے سلسلہ کبرویہ پر راہ طریقت و سلوک سیکھ لیا۔ باطنی اجازتِ و ظائف لینے کے بعد آپ لوگوں کے دینی حالات درست کرنے اور تبلیغ و تدریس میں مصروف ہوئے۔ آپ کی تربیت سے بہت سے لوگ فیضیاب ہوئے۔ سید قاسم بذاتِ خود کشف و کرامات کے بحرِ بیکراں تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ۲۹ شعبان کو

لوگوں کی ایک جماعت آپ کے سامنے حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا حضرت آج آسمان گھٹا ٹوپ بادلوں سے آلودہ ہے اور ماہِ صیام کل سے شروع ہے اور ہلال اس موسم میں نظر نہیں آسکتا۔ آپ نے فرمایا کل پہلا روزہ ہوگا اور آپ ہر حال میں آج بعد غروب آفتاب ہلال دیکھ لیں گے۔ چنانچہ آفتاب غروب ہوتے ہی چاند روزِ روشن کی طرح درخشاں ہوا اور لوگوں نے آنے والے روز روزہ رکھا۔ آپ اس قدر عبادت کرتے کہ ۳ ماہِ صیام میں بہت لاغر ہو گئے اور بیمار پڑ گئے۔ ۸۹۶ھ میں موضع بگرو پرگنہ اچھہ میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہیں۔ لوگ یہاں آکر ان کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

سید قزید

سید قزید زمانے کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ بہت ہی خوش مزاج، لطیف جذبات اور اعلیٰ اقدار کے بزرگ تھے۔ جب بھی کوئی شخص مطلب براری کے لئے آجاتا آپ ہمہ تن اس کی خدمت اور خوشنودی کے لئے حاضرِ خدمت ہوتے اور شرعی احکام کے تحت نصیحت فرما کر دلجمعی سے اسے الوداع کہتے۔ آپ کی زیارت سرینگر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جمالٹہ خاص ان کی جائے آسودگی دوام ہے۔

سید قاسم دوئم

سید قاسم، سید فخرالدین نیوہی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ نے سید فخرالدین سے تمام راہِ طریقت و راہِ سلوک سیکھ کر ریاضت و عبادت

میں زندگی گزارنے کے بعد لوگوں کی تکلیفیں دُور کرتے رہے اور تبلیغ میں مصروف رہے۔ آپ ۱۵ ربیع الاوّل سنہ ۹۸۶ھ میں موضع لولوگ پرگنہ چھراٹ میں انتقال کر گئے۔

سید قاسم سوم

سید قاسم عالم باعمل تھے۔ آپ سید موسیٰ کے بھائی تھے۔ آپ علم اور عمل میں بے مثال تھے۔ آپ کی باطنی قوت کی برکت سے لوگوں نے بہت فائدہ اُٹھایا۔ ابتدائی عمر میں آپ اپنے بزرگوں کے ساتھ دنتی پورہ میں مقیم ہوئے۔ موضع الکو پرگنہ بانگل میں اپنے بھائی سید موسیٰ کے ساتھ مدفون ہیں۔

سید قاسم بخاری چہارم

سید قاسم بخاری کامل بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کامل بزرگ ہونے کے ساتھ عامل اور فاضل بزرگ تھے۔ آپ کا انتقال ۸ شعبان سنہ ھ کو ہوا اور موضع تیلہ گام پرگنہ بانگل میں آسودۂ خاک ہیں۔

سید قمرالدین ثالث بشیر گڑھی

سید قمرالدین خوارزم سے دوسرے بزرگوں کی طرح کشمیر تشریف لائے اور کشمیر میں اصلاحِ دین کا کام شروع کیا۔ پہلے پہل موضع اچھ میں مقیم رہے اور تبلیغ کرتے رہے۔ پھر سرینگر کی طرف رخ کیا اور ملک سیف ڈار کے باغ میں، جو اُس زمانے میں بشیر گڑھی کے نام سے

مشہور تھا اور اب شیر گڑھی کہلاتا ہے، میں تبلیغ و تدریس شروع کی اور باقی عمر یہاں ہی گوشہ نشینی میں گزاری۔ ۲۴ محرم الحرام ۱۰۹۷ھ میں اسی جگہ انتقال کر گئے۔

سید قاضی دولت شاہ بخاری

سید قاضی دولت شاہ بخاری نے بخارا میں پرورش پائی۔ اسی دور میں آپ شریف الدین کھکھنی کے پاس ظاہری علوم اور باطنی صفائی حاصل کرنے کیلئے روانہ ہوئے۔ یہاں آپ نے علوم ظاہری و باطنی پر عبور حاصل کیا۔ آپ نے محمد شریف الدین سے ہی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ پھر ترکستان کی حدود طے کر کے بارادہ حرمین شریفین روانہ ہوئے۔ کاشغر کی طرف سے کشمیر میں ۱۱۲۳ھ میں پہنچے۔ آپ تین سال تک یسویہ سلسلہ کی تبلیغ کرتے رہے۔ ہزاروں لوگ ان سے روحانی فیض و برکات حاصل کر گئے۔ جب آپ یہاں سے حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے تو مُلا محمد مقیم کو اپنی جگہ سجادہ نشین مقرر کیا۔ آپ ہند کے راستے حج کرنا چاہتے تھے۔ دہلی پہنچے تو یہاں کے امراء و رؤساء نے قیام پر اصرار کیا اور آخر اسی جگہ ۱۵ شوال ۱۱۲۶ھ میں انتقال کر گئے۔

میر قدرت اللہ

حضرت میر قدرت اللہ، میر لطف اللہ قادری کے بڑے بھائی تھے۔ آپ صاحبِ ورع و تقویٰ تھے۔ تمام عمر عبادت الٰہی میں گزاری۔ بھائی کی وفات کے بعد رحلت فرما گئے۔ آپ سرینگر میں اپنے بزرگوں کے

ساتھ ریٹہ ٹینگ میں مدفون ہیں۔

سیّد کمال

سید کمال بہت عظیم بزرگ گزرے ہیں۔ اسم بامسمیٰ، صاحب کمال، نام آور سیدوں میں سے تھے۔ ریاضت اور عبادت برگزیدہ روزگار تھے۔ محلہ اہل مرہیں دفن ہیں۔

میر کرم اللہ

میر کرم اللہ، سید عنایت علی کے پوتے تھے۔ آپ نے سید عنایت علی سے ہی روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ پرہیزگار اور خدا کے خوف سے ڈرنے والے عظیم بزرگوں میں سے تھے۔ نوشہرہ صورہ میں رہائش تھی۔ سرکارِ دوجہاں محمدؐ کا موئے مبارک اور دوسرے تبرکات جو اُن کے والد بزرگوار نے جمع کئے تھے۔ خواجہ منور شاہ دیوانی رئیس شہر کی تحریک سے اپنے گھر سے نکال کر مسجد میں رکھا اور ان کو مشتہر کرنے کی بڑی کوشش کی۔

سید کمال الدین حافظ

سید کمال الدین حافظ، سید حسن بہادر کے بیٹے فیروز شاہ کی بیٹی کے کے بطن سے تھے۔ بچپن سے ہی والدین کا سایہ سر سے اُٹھا۔ سلطان قطب الدین نے ان کی پرورش کی۔ حضرت سید محمد حصاری سے روحانی تربیت پائی اور نہایت ہی اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ اپنے والد بزرگوار

کی طرح دلاور اور جرار تھے۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفنائے گئے۔

خواجہ کمال الدین نقشبندی

خواجہ نورالدین محمد آفتاب کے بیٹے تھے۔ دنیاوی اور دینی، ظاہری و باطنی علموں میں اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے۔ شیخ کمال خواجہ عبدالرحیم سے طریقت کی تربیت پا کر دل کی پیاس بجھانے کے لئے ہندوستان گئے اور بڑے بڑے خدا دوستوں کی ملاقات اور صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اس ضمن میں ان کے والد بزرگوار کی وفات کا واقعہ وقوع میں آیا۔ جس کے موجب کشمیر واپس آئے۔ جب خواجہ علاؤالدین نقشبندی نے شاہجہان آباد میں رحلت فرمائی تو حضرت خواجہ طریقت کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر خانقاہ چلانے اور شریعت کے امرونہی کو ہمت اور جرأت سے جاری کرنے میں مصروف ہوئے۔ حافظ عبداللہ کی گردن سَبِّ صحابہؓ (یارانِ رسول اللہؐ کو بُرا بھلا کہنا اور گالیاں دینا) ثابت کر کے خانقاہ نقشبندی کے چبوترے پر اپنے ہاتھ سے ماری۔ اس واقعہ کے بعد کشمیر کی حکومت ایک شیعہ امیر خان کے ہاتھ میں تھی۔ اس سخت گیر ظالم نے حسد اور تعصب کی بنا پر حافظ عبداللہ کا قصاص (بدلہ) لینے کے لئے خواجہ کو صبح کی نماز کے وقت نور ملک جلاد کے ہاتھ سے ۱۱۸۸ھ ۳۰ رجب کو شہید کروایا۔ تاریخ شہادت ہے

شد شہید آن سید دستی کمال الدین حسین

میر کمال الدین اندرابی

حاجی عتیق اللہ قادری کے دوسرے بیٹے تھے۔ والد بزرگوار کی

شہادت کے وقت گیارہ سال کی عمر تھی۔ حاجی عبدالسلام وکیل سے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا شرف حاصل کیا اور عشقِ الٰہی میں کوشش کا راستہ کھول دیا۔ ان کے انتقال کے بعد سید غلام شاہ آزاد کے اشارہ سے شیخ عبدالوہاب نوری کے پاس سلوک کے مرحلے کو طے کر کے لوگوں کو راہ خدا دکھانے اور ہدایت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ جوشِ عشقِ الٰہی اور حال میں صاحبِ کمال تھے۔ آخری عمر میں بڑھاپے کی کمزوری کے باوجود سماع کی مجلسوں میں دلیرانہ اٹھتے اور رقص کرتے تھے۔ جب اس حال سے واپس آتے تھے تو بے طاقت ہو کر گر پڑتے۔ ۲۵ ذلقعدہ ۱۲۳۸ھ کو انتقال فرمایا اور اجداد کے مقبرے میں دفن ہوئے۔

سالِ وصل سید ما ہاتفی　　　اکمل شیخان کمال الدین بگفت

میر لطف اللہ دوارکی

آپ علامہ داؤد دوارکی کے پوتوں میں سے تھے۔ شیخ عبدالرشید سہروردی کے مریدوں میں سے تھے۔ عظیم زاہد، عابد، ساجد اور عارف تھے۔ سلسلہ کبرویہ کی اجازت شیخ اعظم کبروی سے حاصل کی اور سلسلہ قادریہ کی تعلیم خواجہ عبدالرحیم کاشجو سے پائی۔ سال میں ایک دفعہ سنتِ رسول ؐ کی خاطر گوشت کھاتے! ایک دفعہ برکات خان حاکمِ کشمیر نے ایک ہزار روپیہ کی تھیلی نذر کی، انہوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا جو میں مانگوں مجھے دیجیئے۔

حاکم نے پوچھا۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: میری جاگیر ضبط کریں۔ کیونکہ مجھے ضرورت نہیں۔ ۱۱۷۸ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ محلہ قلاشپورہ

سرینگر میں مدفون ہیں۔

میر لطیف اللہ قادری

زمانے کے بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ میر محمد تقی قادری کے رفقاء میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے مزین تھے۔ سخاوت اور شرافت سے لدے ہوئے تھے۔ آخری عمر میں ہندوستان کی سیاحت کے لئے گئے اور ہند کے اُس وقت کے تمام مشائخ سے فیض حاصل کیا اور ان کی روحانی برکات کی وجہ سے بے شمار ہندو کسان مسلمان ہوئے۔ آپ امرتسر شہر کے قریب مدفون ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ہے۔ آپ کی قبر پر تاریخ اس طرح کندہ ہے۔

ایں نبارا عقل درج گوہری یکدانہ گفت
سالِ تاریخ بنائش را زیارت خانہ گفت

سید مسعودؒ

حضرت سید مسعود، سید تاج الدین کے رفقاء میں سے تھے۔ صاحب حال و کمال تھے۔ آپ نے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق قریہ قریہ اور ملک در ملک کی سیر کی۔ آخر اسی دوران کشمیر میں جلوہ افروز ہوئے۔ ان دنوں سلطان شہاب الدین کے فرزند میرزا حسن خناق کی بیماری میں مبتلا قریب المرگ تھے۔ حضرت کی دعا سے شفاء پائی۔ بادشاہ نے کافی منت سماجت کی کہ آپ کشمیر میں قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مرشد کے حکم کے بغیر میں کہیں بھی قیام نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب وقتِ اجل آیا تو مرشد بزرگوار

کے مقبرے اندقان میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

سید محمد نورستانی

سید محمد نورستانی، سید محمد ہمدانی کے رفقاء میں سے تھے۔ علم و عمل میں لاثانی تھے، لیکن کسی کو اپنے بزرگ ہونے کا شک نہ ہونے کی وجہ سے مزدوری کرتے تھے۔ جب سلطان سکندر بت شکن ایک بہت بڑے تاریخی مندر کو منہدم کرنے کے بعد اس جگہ ایک عظیم جامع مسجد تعمیر کرنے میں مصروف تھے تو مسجد کا ایک مینار جو تعمیر ہوتے ہوتے پھر گر جاتا تھا اور دوبارہ تعمیر پر بھی قائم نہ ہوتا تو سید محمد نورستانی نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا اور قبر کی نشاندہی کرنے کے بعد کہا کہ اس مینار کو چند گز پیچھے کر کے تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور مسجد تعمیر ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد سید محمد نورستانی کی کنج تنہائی اور عزلت نشینی کا راز کھل گیا اور آپ مقبولِ عام صوفی ہو گئے۔ اس کے بعد مدت تک زرِ کثیر آپ نے اس مسجد کی تعمیر پر خرچ کیا اور بغیر اجرت کام کیا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ حضرت سید محمد نے خزانہ پایا ہے۔

کہتے ہیں کہ اگر کسی سائل نے اس وقت جب آپ معماری کے کام میں لگے ہوئے تھے، کثرتِ عیال اور تنگیٔ حال کی شکایت کی، حضرت سید محمد نے اس سائل سے فرمایا، دامن پھیلاؤ اور مٹی سے بھرے ہوئے ہاتھوں کی مٹی کو اس کے دامن میں جھاڑ دیا اور فرمایا، جب تک اپنے گھر میں داخل نہ ہو جاؤ دامن نہ کھولنا۔ جب سائل گھر پہنچا اور دامن کھولا تو دیکھا کہ دامن خالص سونے کے ذروں سے بھرا ہوا ہے۔ مٹی کے ذروں کا سونا

بنا ہوا تھا۔ ۳ ربیع الثانی ۸۱۹ھ میں رحلت فرمائی۔ جامع مسجد کے ساتھ ہی اپنے پیروؤں اور رشتہ داروں کے ساتھ مدفون ہیں۔

سید محمد مدنی

سید محمد مدنی، حضرت میر محمد ہمدانی سے منسلک بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ بھی بحیثیت مبلغ کے کشمیر آئے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد امیر تیمور گورگانی کے سفیر کے ہمراہ سلطان سکندرؒ کے عہد میں کشمیر میں رونق افروز ہوئے۔ کشمیر کو اپنے لئے پُرکیف، پُراسرار روحانی پاکر یہاں کے ہی ہوکر رہ گئے۔ کچھ سفارتی کام کی وجہ سے ترکستان کا دورہ کرنا پڑا۔ واپسی پر سرینگر رعنہ واری میں آباد ہوئے۔ جب سلطان سکندر نے ان کی بزرگی کی خبر سنی تو نہایت عجز وانکساری سے اُن کو شاہی محل کے قریب بسایا۔ اور ایک خوبصورت خانقاہ اُن کے خادموں کے رہنے کے لئے بنوائی۔ بادشاہ رات دن ان کی مصاحبت اور مجالس میں رہنا پسند کرتے تھے۔

ایک دفعہ کسی حاکم نے سلطان کو ضیافت دینا چاہی اور ضیافت پر کلنگ پیش کیا۔ بادشاہ نے پکا پکایا کلنگ واپس کیا۔ جب بادشاہ نے کلنگ والے سے پوچھ گچھ کی اور ڈرایا دھمکایا تو معلوم ہوا کہ کلنگ خود مُردہ تھا۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ کام سلطان کے ملازموں نے حضرت سید محمد کی آزمائش کے لئے کیا تھا۔ سید محمد مدنی ۱۱ رجب ۸۹۴ھ کو انتقال کر گئے اور آپ نوشہرہ کے قریب دفنائے گئے۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ سید محمد مدنی ایک دفعہ اپنے مُلک واپس چلے گئے تھے۔ واپسی پر سلطان زین العابدین نے ان سے التماس کی اور نوشہرہ

کی حدود میں سکونت اختیار کی۔ اس طرح اس جگہ اللہ کو پیارے ہوئے اور اسی جگہ یعنی نوشہرہ میں ان کا مزار مقدس ہے۔ یہ روایت درست معلوم ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا مقبرہ علمبردار خان کی حکومت کے زمانے تک خاص و عام کی زیارت گاہ تھا۔ پیر اور جمعرات کے روز لوگ جوق درجوق یہاں تشریف لاتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے وہاں سیاہ کاری کی اور اُسی وقت اندھا ہوگیا۔ چونکہ سید محمد مدنی کی زیارت پر علیؓ ولی اللہ لکھا ہوا تھا اس لئے اہل تشیع حضرت سید محمد کو اپنے بزرگوں میں شمار کرتے تھے۔ چنانچہ علمبردار خان اور اس کے بیٹے نے ان کے روضہ مبارک کی تعمیر اور مرمت میں بدرجۂ اتم حصہ لیا اور اس کی آمدنی شیعوں کے لئے مقرر کی۔ ۱۲۸۹ھ میں ایک فساد کی وجہ سے راجہ رنبیر سنگھ نے زیارت ہی مقفل کردی اور لوگوں کی آمدورفت بند ہوئی۔

سید ماہ روشن

سید ماہ روشن، حضرت میر محمد خلیفہ کے خلیفہ اور سید حسن بہکلی کے چچا تھے۔ عرصۂ دراز تک سیر و سیاحت کرتے رہے۔ بڑے بڑے خدارسیدہ بزرگوں سے آپ کے روابط تھے۔ کئی برس تک حضرت امیر کبیر کے روضہ مطہرہ پر مجاوری کی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد کشمیر آکر بارہ مولہ قصبہ میں قیام پذیر ہوئے اور یہاں ہی آخرت کی نیند سو گئے۔

سید محمد اوّل

سید محمد، باباحاجی ادھم بلخی کے مریدوں اور طالبعلموں میں سے تھے۔

آپ نے تمام عمر اپنے مرشد کامل جناب حاجی ادھم بلخی کے فرمان کے مطابق زہد و تقویٰ میں گزاری۔ آپ بہت صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ شاعرواری جو آجکل شہیدواری کے نام سے مشہور ہے، میں مدفون ہیں۔

سید محمد عربے

سید محمد عربےؒ نے زہد و تقویٰ میں سید محمد منطقی کے نقشِ قدم پر پیروی کر کے اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ آپ حاجی بابا ادھم کے مرید تھے۔ سید محمد حاجی بابا ادھم کی وفات کے بعد ان کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ اپنے مرشد کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

سید محمد

سید محمد بغداد کے رہنے والے تھے۔ آپ بحیثیت مبلغ کے کشمیر آئے۔ اور شاہ آباد، جو اسلام آباد کشمیر میں واقع ہے، آباد ہوئے اور سید موسیٰ شاہ سے فیض حاصل کر کے اعلیٰ صوفیانہ مرتبہ تک پہنچ گئے۔ انتقال کے بعد شاہ آباد میں ہی آپ کو سپردِ خاک کیا گیا

سید محمود

حضرت سید محمود بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ صاحبِ حال و قال تھے۔ آپ نے بہت ہی جانفشانی سے دینِ اسلام کی تبلیغ کے لئے کام کیا۔ کشف و کرامات کے مالک تھے۔ آپ عیدالفطر کے روز انتقال کر گئے۔ آپ پانپور کے قصبہ محلہ کدلہ بل میں دریائے بہت کے

کنارے مدفون ہیں۔ آپ کا روضہ دھوبی مسجد کے قریب ہے۔

سید محمد منطقی

سید حسن منطقی کی اولاد سے سید حسن ثانی کے پوتے تھے۔ نیک سیرت، خوش خصلت، صاحبِ فضل و کمال تھے۔ عمر شریف کو عبادت، ریاضت اور پرہیزگاری میں گزارا۔ محلہ چھتہ بل میں دریائے جہلم کے کنارے دفنائے گئے۔ کہتے ہیں کہ دو سو برس گزرنے تک ان کی قبر مبارک کا علم کسی کو نہ تھا۔ اچانک دریا کا کنارہ گر گیا اور پانی سید محمد کی قبر کے قریب پہنچ گیا۔ محلہ کے باشندوں میں سے ایک شخص کو حضرت میر نے خواب میں بتایا کہ میرے جسم کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دو۔ میرے قبر کے نشان یہ ہیں کہ بارش کے وقت گیلی نہ ہوگی۔

دوسرے روز محلہ کے لوگ جمع ہو گئے اور نعش مبارک کو قبر سے نکال کر دیکھا کہ کفن پر صرف گرد لگی ہے اور وہ پرانا ہو گیا ہے۔ جسم مبارک کسی اثر کے بغیر اپنے حال پر ہے۔ سینکڑوں برس گزرنے کے بعد بھی گویا ایسے معلوم ہوا کہ ابھی سوئے ہیں۔ پھر ان کو مسجد کے صحن میں دفن کیا گیا۔

میر محمد منطقی ثانی رح

سید حسن منطقی دنتے پورہ کے پوتوں میں چار پشتوں سے تھے۔ بڑے مرتبے اور بڑے حال والے بزرگ تھے۔ سلطان حسن شاہ کے عہد میں پرگنہ بانگل میں جاگیر رکھتے تھے۔ افغانوں کی حکومت تک ان کی اولاد

اس جاگیر پہ قابض رہی۔ محلہ تاشون میں ملہ قتو کے مزار کے قریب ان کا مقبرہ ہے۔

سید محمد خوازمی

سید محمد خوارزمی سید خرم کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ خوارزم ایران سے تشریف لاکر شیورہ پرگنہ بانگل میں سکونت پذیر ہوئے۔ ریاضت و عبادت میں تا زندگی محو رہے۔ ۷ ربیع الاوّل کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کا روضہ مبارک شیورہ میں ہے۔

سید منصور

سید منصور، سید جعفر راولپوری کے بھائی تھے۔ آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کی اور سیر و سیاحت کے دوران بہت سارے اولیاء کی بھی زیارت کی اور عالمانِ دین سے علومِ دینیہ اور باطنیہ حاصل کئے۔ تمام زندگی زہد و تقویٰ میں بسر کی۔ آخر موسیٰ رینہ کے ہاتھوں موضع ہانجی ویرہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ محلہ زالڈگر کٹہ کل کے کنارے مدفون ہیں۔
مولوی ہدایت اللہ نے تاریخ میں لکھا ہے:

"چون پرہ خان در محلہ ھفت چنار لقتل رسید در محوطا سید منصور مدفون شد۔"

سید محمد

سید محمد فاضل و کامل بزرگ گزرے ہیں۔ آپ محلہ نواکدل میں

سکونت پذیر تھے اور نواکدل میں ہی مدفون ہیں۔ اس کے علاوہ مزید کوئی معلومات میسر نہ آسکیں۔

سید محمد نوری

سید محمد نوری خوارزم شہر سے آکر کشمیر میں آباد ہوئے۔ کشمیر میں گوجوارہ میں آکر رہائش اختیار کی۔ آپ بلند مرتبہ کے بزرگ تھے اور صاحبِ حال صوفی تھے۔ آپ کا مقبرہ گوجوارہ میں موجود ہے۔

سید محمد کرمانی دوئم

آپ قابلِ قدر سید بزرگ گزرے ہیں۔ آپ سلطان سکندر کے زمانے میں کشمیر آئے۔ تبلیغ و تدریس کے سلسلہ میں کافی خدمات انجام دی ہیں۔ محلہ تاشون میں ملا نازک کے مقبرہ کے متصل سپردِ خاک ہیں۔

سید محمد کرمانی سوئم

سید محمد کرمانی، کرمان کے رہنے والے تھے۔ زاہد اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے اس قدر پابند تھے کہ ہمیشہ نماز با جماعت ادا کرتے رہے۔ آپ کرمان سے ہجرت کرنے کے بعد سوپور میں سکونت پذیر ہوئے اور بایہ گامہ سوپور میں آپ کا مقبرہ مرجع خاص و عام ہے۔

سید محمد بخاری

سید محمد بخاری، سید قاسم بخاری کے بھائی تھے۔ سید محمد بہت بڑے زاہد اور پرہیزگار بزرگ گزرے ہیں۔ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ھ کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کرالہ پورہ پرگنہ بانگل میں مدفون ہیں۔ لوگ دُور دُور سے اُن کے مقبرہ پر آتے ہیں اور ہر سال میلہ لگتا ہے۔ لوگ روضہ پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور باضابطہ درود خوانی، نعت خوانی اور شب بیداری ہوتی ہے۔

خواجہ معین الدین نقشبندی

خواجہ معین الدین نقشبندی، خواجہ خاوند محمود کے بیٹے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں کمال حاصل تھا۔ اپنے والد بزرگوار سے سلوک و طریقت کے تمام طریقے اور سلسلے طے کر کے یکتائے زمانہ بزرگ بن گئے۔ آپ مبلغ بھی تھے اور مدرس بھی۔ والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہو گئے۔

شیعوں کے فساد کے زمانے میں وہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ دہلی چلے گئے اور جب حضرت خواجہ کے والد بادشاہ کے حکم پر لاہور میں سکونت کرنے لگے تو یہ والد کے حکم سے اپنے سلسلہ عالیہ کو رواج دینے اور خانقاہ کی جاگیر اور لنگر وغیرہ کے انتظام کے لئے کشمیر آئے اور خانقاہ کو زینت بخش کر نقشبندیہ سلسلہ کو رواج دینے میں مصروف ہو گئے۔ عالموں اور فقیہوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حسنِ صورت اور سیرت دونوں سے مالا مال تھے۔ بادشاہ نے جب ان کی شکل اور ادب وغیرہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔

کہتے ہیں کہ تمام عالم، فاضل، حاکم اور عدالت کے لوگ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے۔ باریک نکتوں اور دقیق مسئلوں کو اُن سے حل کرتے تھے۔ وقت کے بزرگ فاضل مُلّا محمد طاہر، مُلّا ابوالفتح کلو، مُلّا یوسف مدرس، مُلّا عبدالنبی اور شیخ احمد مفتیؒ وغیرہ ان کی مجلس اور صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ نے ان کی معاونت سے فتاویٰ نقشبندی تالیف فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی کئی کتابیں ہیں۔ اپنے والد بزرگوار کے حالاتِ زندگی پر ایک رسالہ بھی تصنیف کیا ہے اور اپنے نسب کو خواجہ علاؤ الدین عطار کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ ۷۰ برس کی عمر میں ماہ محرم الحرام ۱۰۸۵ھ کے آخری دن انتقال کر گئے۔ اور خانقاہ کے صحن میں راحت کی نیند سو گئے۔ چونکہ ان کے بڑے تین بیٹے ان سے پہلے چل بسے اور باقی ایک فرزند مسند نشینی کے لائق نہ تھا اس لئے اُن کی بیگم، جو خواجہ عبدالرحیم بیدی کی پاکدامن بیٹی اور عالمگیر بادشاہ کی بہن کے بطن سے تھی، خانقاہ کا بندوبست خود سنبھالا۔

سید میر محمد ملوک

سید میر محمد ملوک قادری سلسلہ سے منسلک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ سید عبدالرزاق جیلانی کے پوتوں اور نواسوں میں سے تھے۔ آپ زمانے کے اولیاء اور عرفانوں میں سے تھے۔ آپ نے بڑی بڑی کرامات اور کشف کئے ہیں۔ آپ بابا شکورالدین ریشی کے مزار کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔

ان کی تاریخِ وفات کے بارے میں صحیح معلوم نہیں ہو سکا۔

خواجہ معین الدین ثانی

خواجہ معین الدین ثانی، خواجہ محمد یوسف نقشبندی کے فرزند تھے۔ آپ نے حج کا ارادہ باندھا اور کابل کے راستے حرمین شریفین گئے۔ حج بیت اللہ کے بعد ہندوستان پہنچے، یہاں کافی عرصہ گزارنے کے بعد انتقال کر گئے۔ خواجہ مصطفےٰ شاہ اُن کے بھائی ہیں۔ آپ کی اولاد بلبل لنگر میں ہے اور آپ کا روضہ بھی یہیں ہے۔

سید مُبارک شاہ

سید مبارک شاہ، میر عبدالرشید بیہقی کے پوتوں اور نواسوں میں سے تھے اور ولایت شاہ کے مرید تھے۔ تمام عمر ریاضتِ الٰہی اور خدمتِ خلق میں گزار دی۔ ۱۲۸۵ھ میں انتقال کر گئے۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ تاریخ "غفر" ہے۔

سید محمد شاہ

سید محمد شاہ، شاہ محمد حنیف کے بیٹے تھے۔ آپ نے ابتدائی طور پر علوم ظاہری و باطنی زمانے کے مشہور بزرگوں سے حاصل کی۔ جب آپ کامل فنِ طریقت و معرفت ہوئے تو اپنے آباء کی جگہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ۱۲۰۱ھ میں انتقال کر گئے۔

سید نصیر الدین خان پاری

آپ بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ محلہ خانیار میں آپ کی قبر مبارک

ہے۔ ان کی قبر کی ہمسائیگی میں ایک قبر کا لوح مزار (تعویذِ قبر) نمودار ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک پیغمبر کی قبر ہے جو پرانے زمانے میں کشمیر کے لوگوں پر بھیجا گیا تھا۔ مصنف "واقعات کشمیر" نے لکھا ہے کہ میں نے تاریخ کی کتابوں میں سے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ یہ پیغمبر بادشاہ زادوں میں سے تھا۔ جب خدا ترسی اور پرہیزگاری کے راستے کو اختیار کیا تو کشمیر کے لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے رسول مقرر ہوئے اور کشمیر آکر لوگوں کو دعوتِ حق دی اور وفات کے بعد انزمر کے محلے میں دفنائے گئے۔ اس کا نام یوز آصف پیغمبر تھا۔ لیکن مصنف "وقائع کشمیر" — جو سلطان زین العابدین کے وقت میں تھا۔ روایت کرتا ہے کہ سلطان نے سید عبداللہ بیہقی کو بے شمار نفیس چیزیں اور تحفے دے کر بادشاہ مصر کے پاس دوستی اور محبت کے رشتہ کو مضبوط بنانے کی غرض سے بطور سفیر بھیجا۔ بادشاہ مصر نے اپنی طرف سے یوزاسپ نام ایک شخص کو جو حضرت موسیٰؑ کی اولاد میں سے تھا اور ظاہری و باطنی کمالات میں یکتائے زمانہ تھا۔ سلطان زین العابدین کے پاس سفیر مقرر کر کے بھیجا۔ جب یہ سفیر کشمیر پہنچا اور سلطان کے ساتھ دوستانہ تعلق کو دوستی سے قائم کیا تو پھر سفارت کا کام انجام دے کر واپس چلا گیا۔ کچھ مدت کے بعد سید نصیرالدین بیہقی جو کہ سید علاؤالدین بیہقی کے پوتوں نواسوں میں سے تھا اور شریف مکہ کے پاس بطور سفیر اور وکیل گیا تھا، کے ساتھ واپس آئے اور شریف مکہ کی طرف بھلائی کی باتوں اور نصیحتوں سے بھرا ہوا ایک خط لے آئے۔ اس خط کے بیچ میں "سورہ واقعہ" جو امید بیم کی باتوں سے پُر ہے، لپٹا ہوا تھا۔

شریفِ مکہ نے سلطان کو لکھا تھا کہ اسی "سورہ شریف" کے مضمون کے مطابق کام کرنا چاہیئے اور خدا سے ڈرنا چاہیئے۔

یوزاسپ نے سید نصیر الدین کی دوستی اور ہم نشینی میں اپنی عمر یہیں گزار دی۔ "وقائع کشمیر" کے مصنف نے ان کی وفات کی جگہ کے بارے میں کوئی بات نہیں لکھی، کہاں وفات پائی اور کہاں دفنائے گئے، اس کی طرف کوئی اشارہ نہ کیا۔

عبدالرسول شیوا فرماتے ہیں کہ میں طالب علمی کے دنوں میں اپنے اُستاد مُلا عبید اللہ کے ساتھ سلیمان پہاڑی (تختِ سلیمان ہنکرآچاریہ) پر گیا تھا اور مندر کی دیوار کے پتھر پر خطِ ثلث میں لکھا ہوا دیکھا اس وقت یوزاسپ نام ایک نوجوان مصر سے آکر پیغمبری کا دعویٰ کرتا رہا ہے۔ کچھ مدت کے بعد جب لاہور کے سکھ کشمیر پر قابض ہو گئے تو مخالف لوگوں نے ذاتی تعصب کی بنا پر پتھر پر جو عبارت لکھی تھی، مٹا دی۔ چنانچہ اس عبارت کے حرفوں کے نشان ابھی تک موجود ہیں۔ ان پسندیدہ حرفوں کا لکھنے والا غلام حسن کہتا ہے کہ سلطان زین العابدین نے اس مندر کی مرمت کرائی اور پتھر کے چار ستون اس کی چھت کے پائے بنوائے۔ ممکن ہے کہ دیوار پر جو عبارت پتھر پر کھُدی ہوئی تھی اسی وقت میں لکھی گئی ہوگی اور یہ بات مصنف "وقائع کشمیر" کی تحریر کو استحکام بخشتی ہے۔ کشمیر کے شیعوں کا اعتقاد ہے کہ یوز آصف امام جعفر صادق کی اولاد میں سے ہے اور اسی لیئے وہاں زیارت کے لیئے آتے جاتے ہیں اور ان کی نسبت لمبے قصے لکھتے ہیں۔ روشن ضمیر اور صاحبِ دل لوگ کہتے ہیں کہ اس قبر سے نبوت کا نور جلوہ گر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سید ناصر الدین بیہقی رح

سید ناصر الدین، سید محمد کاندہامی بن سید تاج الدین بیہقی کی اولاد سے تھے۔ آپ کے جدِ امجد سادات بیہقی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ لوگوں کی تمام برادری سید حسن منطقی کے ارادت مندوں میں سے تھی سلطان سکندر سید ناصر الدین سے راہِ طریقت سیکھتے تھے اور آپ سید امین منطقی ویسی رح کی شہادت پر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے لیکن حسن شاہ کی استدعا پر دوبارہ قصدِ کشمیر کیا، اور کچھ عرصہ بعد بھمبر میں انتقال کر گئے آپ بھمبر میں ہی مدفون ہیں۔

سید نور محمد

سید نور محمد اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تبلیغ کی نیت سے کشمیر آئے۔ آپ نے کشمیر کے قریہ قریہ، شہر شہر کی سیاحت کے بعد لال پورہ لولاب میں سکونت اختیار کی۔ لالپورہ میں آپ عبادت و ریاضت میں مصروف ہوئے لوگ راہِ طریقت اور سلوک سیکھنے کے لئے ان کے سامنے زانوئے تصوف تلمذ کر کے مکمل صوفی بن کر نکلتے۔ آخر آپ اسی قریہ لالپورہ میں انتقال کر گئے۔ آپ کا روضہ یہاں موجود ہے۔

خواجہ نور محمد آفتاب نقشبندی

خواجہ نور محمد آفتاب بن سعادت و تقوی آئین خواجہ نظام الدین بن خواجہ محمد اشرف بن خواجہ معین الدین نقشبندی رح ۱۰۸۵ھ میں پیدا ہوئے آپ نے

تیرہ سال تک اکتسابی علم حاصل کیا۔ ان تیرہ سالوں میں نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی علوم سے بھی آپ بہرہ ور ہوئے۔ اس کے بعد آپ خواجہ احمد یسوی کے پاس گئے۔ ان کی خدمت میں حاضری دے کر علومِ باطنیہ سے فیضیاب ہوئے اور خطِ ارشاد اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس طرح ہزاروں لوگ آپ کے شرفِ ملاقات کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اگرچہ آپ بڑے جاگیردار تھے، لیکن پھر بھی آپ نے دنیاوی جاہ و جلال کی طرف کبھی توجہ نہ کی اور تمام اوقات زہد و تقویٰ میں گزار دیئے۔ ۶ شعبان ۱۰۵۶ھ کو انتقال کر گئے۔ تاریخ وفات

مصرعہ آں سیادت مآب آفتاب راشد کسوف گفتہ اند

میر نظام الدین اندرابی

میر نظام الدین اندرابی، صاحبِ کمال و جمال و مرکب صفات بزرگ تھے۔ نور اللہ، جو اُس وقت کے باکمال عالمِ دین تھے، سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کئے اور اس کے بعد زمانے کے مشہور بزرگ ابوالبقائی قادری کے مرید ہوئے اور اُن سے خرقۂ خلافت بھی ملا۔ اپنی خانقاہ تھی اور تمام عمر خانقاہ چلانے اور عبادت گزاری میں گزاری اور اپنے والد بزرگوار سے ہی سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ جب اس دنیائے ناپائیدار سے کوچ کر گئے تو اپنے اسلاف کے ساتھ ہی مدفون ہوئے۔

میر نظام الدین بیہقی

سید میر نظام الدین، میر عبدالرشید کے پوتے تھے۔ آپ نے اپنے

بزرگ ترین والد ماجد عبداللہ بیہقی سے تعلیم سلوک و طریقت سیکھی۔ آپ نے بہت سے رسالے لکھے اور تصنیف کئے۔ ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۰۱ھ کو انتقال کر گئے۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں آسودۂ خاک ہیں۔ تاریخ "آسودہ خاص خدائی"۔

سید نعمت اللہ حصاری

سید نعمت اللہ حصاری چکوں کے دور میں کشمیر آئے اور بچہ بل میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد عبادت و ریاضت میں زندگی گزارتے رہے کبھی محفلِ سماع میں وجد میں آتے تھے۔ آپ کبھی حکام اور دولتمند لوگوں کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیتے۔ آپ حضرت میر نازک قادری کے معتقدین میں سے تھے آپ بچہ بل میں مدفون ہیں۔

میر ولی اللہ اندرابی

حضرت میر ولی اللہ، میر مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ آپ نے شیخ احمد یسوی سے بیعت کی تھی، اس طرح آپ نے کمال حاصل کیا۔ ۴ شوال ۱۲۱۰ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ ناگام نادہ واڑ میں مدفون ہیں۔ تاریخ یہ ہے: رضی اللہ عن ولی اللہ۔

سید یعقوب

سید یعقوب ایران کے مشہور شہر سیستان سے سلطان زین العابدین کے دور میں واردِ کشمیر ہوئے۔ آپ کا مشن تبلیغ اسلام تھا۔ جس وقت آپ کشمیر آئے آپ کے ساتھ تین سو فدایانِ اسلام تھے۔ آپ میں سے ہر شخص صوم وصلوٰۃ

اور زہد و تقویٰ سے آراستہ تھا۔ آپ نے کشمیر میں اپنے احباب سمیت موضع کہور پرگنہ بانگل میں سکونت اختیار کی۔ ۱۶ ربیع الاول سنہ ھ کو انتقال کر گئے۔ آپ کا مقبرہ کہور میں آج بھی ہر شخص کے فیض و برکات کے لئے موجود ہے۔

سید یوسُف

حضرت سید یوسُف، میر تاج الدین کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ سید تاج الدین کے ساتھ ہی کشمیر آئے۔ صداقت ان کی زندگی کا شعار تھا۔ پرہیزگاری اور حلال روزی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ آپ شہاب الدین پورہ میں ملہ کوہ کی طرف اپنے پیر بزرگوار سید تاج الدین کے ساتھ ہی دفنائے گئے ہیں۔ سید تاج الدین کے نامور اور ہردلعزیز مریدوں میں سے تھے۔ ان کی ہردلعزیزی کی وجہ ان کا اتقاء اور ریاضت تھی۔

میر سید محمد یوسُف

میر سید محمد یوسف، سید میر میرک اندرابی کے تیسرے بیٹے تھے۔ آپ صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے مرشد کے حکم سے موضع گیرو میں گوشہ نشینی اختیار کی اور آخری عمر میں حسبِ ارشاد شہر کی طرف رجوع کیا تو درگجن میں انتقال فرمایا اور وہیں ان کا مقبرہ بھی موجود ہے۔ ان کے بزرگ اور ان کی اولاد موضع گیرو، موضع ستیل، موضع جرورہ اور موضع چھراٹ میں آباد اور آسودہ ہیں۔

خواجہ محمد یوسف نقشبندی

سید خواجہ محمد یوسف، خواجہ معین الدین ہادی کے بیٹے تھے۔ آپ

بڑی قدر و منزلت اور بزرگواری کے مالک تھے۔ آپ کو حسنِ صورت اور سیرت دونوں سے اللہ نے فیضیاب کیا تھا۔ بزرگوں کے مزار میں آسودۂ خاک ہیں۔

شاہ یوسف بقائی

آپ بہت ہی متقی اور پرہیزگار بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں کی تحصیل کی تھی۔ وقت کے مفتیٔ اعظم تھے اور اپنے آباؤ اجداد کے احکامات پر عمل پیرا رہے۔ آخرکار دنیاوی زندگی چھوڑ کر کرم شاہ آبادی، جو اُس وقت کے جید بزرگ اور پرہیزگار تھے، سے استفادہ دینوی کرتے رہے۔ اس کے علاوہ دوسرے وقت اور زمانے کے اہم بزرگوں سے بھی فیض حاصل کرتے رہے۔ درُود خوانی میں ان کا جواب نہ تھا، عاشقِ رسولؐ تھے۔ آپ نے تسخیر عالم ارواح کیا تھا۔ کشف و کرامات کے مالک تھے۔ جناب شاہ یوسف کامراج کی طرف سیاحت کے لیے نکلے اسی اثنا میں آپ کا انتقال ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ میں ہوا۔ مریدوں اور آپ کے احباب واقرباء نے آپ کو اپنے اسلاف کے مزار نواب بازار میں دفنایا۔ خالص خدائی تاریخ است۔

میر یاسین شاہ قادری

میر یاسین شاہ قادری، سید بزرگ شاہ کے رفقاء میں سے تھے۔ آپ سید حسن قادری کی وفات کے بعد ان کی وراثت اور جاگیر کے مالک تھے۔ بڑے سخی تھے۔ پرلے درجے کے حلیم، متوکل اور صاحبِ تواضع تھے۔

جو بھی رقم نذر و نیاز اور جاگیر سے آجاتی، چاہے ہزاروں روپے ہی کیوں نہ ہوتے فوراً محتاجوں، مسکینوں اور درویشوں کی نذر ہوتے اور خود قرضدار زندگی بسر کرتے۔ ان کا مشہور مقولہ تھا۔

"غم فردا مخور"

جناب میر کو حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کی زیارت سے بھی کافی استفادہ راہِ طریقت میں ہوا جس چیز کا خیال بھی ان کے دماغ آجاتا وہی چیز من وعن ان کی خدمت میں یا ان کی طبیعت کے مطابق ہو جاتی۔ ۱۳ ر جمادی الاوّل ۱۳۰۵ھ کو انتقال کر گئے۔ اپنے اجداد کے مزار میں دفن ہوئے۔ تاریخ

آوخاں ایں چہ فلک کرد ملک غمگین رفت
پیر ما ہادی ما میر بزرگ آئین رفت

چوں شد آزاد ازیں قید وجود ظاہر
بو طاہا نجبان در پئے یاسین رفت

چوں پئے سال وصالش قلم از نون برید
واہ یاسین بجاں در طلب یامین رفت

ایضاً

ہاتفی گفت از سر حسن خُلق
خاستہ یاسین و بنشتہ حسن

سید محمد علین پوش

سید محمد علین پوش ایک بہت ہی بلند حوصلہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ کچھ لوگ ان کو آہن پوش کہتے ہیں۔ حیران کن حالات والے تھے محلہ کنہہ کدل سرینگر میں مدفون ہیں۔

قاضی حسین شیرازی

قاضی حسین شیرازی علوم طریقت اور معرفت میں یکتا تھے۔ آپ کچھ مدت

شیراز کے بہت ہی بڑے ایماندار منصف قاضی گزرے ہیں۔ میر ہمدانی کے ہمراہ کشمیر آئے اور یہاں ہی کے ہو کر رہ گئے۔ سلطان سکندر ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ نے شریعت کی پیروی کے لئے حاکمِ وقت سے بہت کام لیا۔ آپ محلہ نر پرستان میں مدفون ہیں۔ آج تک قاضی ولی کے نام سے مشہور ہیں۔

سید ضیاء الدین

سید ضیاء الدین بڑے متقی پرہیزگار بزرگ گزرے ہیں۔ سید زیرک کے نام سے مشہور ہیں۔ کاندہامہ میں مدفون ہیں۔ ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

سید حضور اللہ

سید حضور اللہ، سید نور الدین کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ ان کے ساتھ ہی انہی کے مزار میں دفن ہیں۔ متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔

سید کالو

شاہ کالو جن کو سید کالو کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ حضرت شیخ فرید شکر گنج رح کی اولاد سے تھے۔ بہت بلند مرتبہ کے بزرگ گزرے ہیں شاہ کالو بھی کشمیر اُسی مقصد کے تحت وارد ہوئے جس نصب العین کے تحت دوسرے بزرگ آئے تھے۔ آپ سلطان زین العابدین کے وقت میں کشمیر آئے۔ آپ

کی قبر عدالت مسجد سرینگر کے قریب ہی سید محمد مدنی کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔

سید محمد عالی

سید محمد عالی بہت بڑے جید بزرگ تھے۔ متقی اور پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ ملنسار، خلیق، بے لوث اور مخلص مردِ مومن تھے۔ آپ ریاضت اور عبادت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ آپ سلطان زین العابدین کے زمانے میں ہی خراسان (ایران) سے ہجرت کر کے کشمیر آئے اور موضع بھکر پورہ میں سکونت اختیار کی۔ حضرت شیخ نورالدین ولی سے طریقت کی تعلیم میں اور اضافہ کیا۔ سلطان زین العابدین نے پرگنہ ناگام سے جاگیریں مقرر کیں۔ آپ اپنی آل اولاد سمیت بھکر پورہ میں ہی مدفون ہیں۔

حضرت سید مسافر

حضرت سید مسافر، سید احمد کرمانی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے سلوک میں بلند مقام حاصل کیا تھا۔ پرہیزگاری میں اپنے والد کی مثال تھے۔ سرورِ کائنات ؐ کا علم مبارک اور نعلین شریف اور دوسرے تبرکات جو میر سید احمد کرمانی حرمین شریف سے ساتھ لائے تھے اور ان کے سپرد کئے تھے، اپنے خلیفہ بابا مسعود نروری کے حوالے کئے جو محلہ نروره میں موجود ہیں۔ یوم عاشورہ ۱۰ محرم کو لوگوں کو ان کی زیارت کراتے ہیں۔

اخوند مُلا طیب

اخوند مُلا طیب، بابا نصیب الدین غازی کے تربیت یافتہ خلیفوں

میں سے تھے۔ بابا نصیب الدین غازی کے علاوہ ایک اور بزرگ سے نقشبندیہ سلسلہ کی تربیت پائی۔ آپ کی دوستی بہت ہی بلند، خدا رسیدہ بزرگوں سے تھی۔ ان کی ملاقات آخری زمانے میں ایک قلندر سے ہوئی، جس کی وجہ سے حال اور قال ہی بدل گیا۔ مستی اور جذب کا غلبہ ہوا۔ نماز پنجگانہ کی ادائگی کے ہوش بھی باقی نہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد پھر ہوش میں آگئے اور مسندِ ارشاد پہ رونق افروز ہوئے۔

کہتے ہیں کہ یہ اس قدر صاحبِ کشف و کرامات کے مالک تھے کہ بیان تحریر کرنے سے باہر ہے۔ ایک طرف بہت بڑے صوفی اور پرہیزگار تھے تو دوسری طرف طبیعت بھی موزوں پائی تھی۔ ان کا دیوان صوفیانہ، تغزل، سوز و گداز اور راز و نیاز سے بھرا ہوا ہے۔ ان کے بارے میں سادات سے تعلق کے سلسلے میں کوئی شجرۂ نسب نہیں ملا ہے۔ البتہ "تاریخ حسن" کا مصنف لکھتا ہے کہ انہوں نے اُن کے طبع زاد دیوان کا مطالعہ کیا ہے جس میں کئی جگہوں پر انہوں نے اپنے سید ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ ان کی وفات ۲۴ ذوالحجہ ۱۰۸۶ھ میں ہوئی اور واتل کدل سرینگر میں ان کا مقبرہ ہے۔

تاریخ۔ اے کہ پرسی ز وصلِ سیدِ ما   شیخ دیں ہادئ انام بگو

شہنشاہ اورنگ زیب نے ان کی قبر پہ پتھر کا روضہ تعمیر کرایا۔ تاریخ

سال تاریخ ایں خجستہ مکان   روضۂ طیب امام بگو

شیخ غلام محی الدین نے از سرِ نو اس کی تعمیر کی۔

میر عبدالوہاب

میر عبدالوہاب، میر محمد ہاشم کے بیٹے تھے۔ آپ عالم باعمل اور کامل

صفات بزرگ گزرے ہیں۔ شیخ محمد مراد تنگ کے معتقدین میں سے تھے۔
صدق وصفا والے لوگوں میں سے تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے مزار میں
مدفون ہیں۔

میر عبدالرشید

میر عبدالرشید بن احمد بن محمد بن سید ابراہیم مبارک خان بیہقی خاندان
سے منسلک تھے۔ آپ کا نسب حضرت سید تاج الدین بیہقی تک پہنچتا ہے۔
والدہ کی طرف سے آپ دوارکی سیدوں سے منسلک ہیں۔ آپ ظاہری
اور باطنی علوم میں یکتا بزرگ اور مردِ کامل گزرے ہیں۔ خوش کلام اور خوش گفتار
صوفی تھے۔ شروع میں اپنے والد سے راہ طریقت وسلوک کی تربیت پائی،
لیکن سہروردیہ سلسلہ اختیار کر کے چرار شریف میں ایک غار میں بارہ سال تک
گوشہ نشینی اختیار کر کے یادِ الٰہی میں محو اور مشغول رہے۔ آپ نے عظیم
اولیاء سے ملاقات کا شرف پایا تھا۔

عزلت نشینی کے بعد شہر آکر شیخ محمد مراد تنگ سے سلسلہ قادریہ اور
نقشبندیہ سلسلہ کے طور طریقے سیکھ کر ریاضت کا سلسلہ شروع کیا، دل پھر
بھی مطمئن نہ ہوا تو شاہ علی سرہندی کی خدمت میں حاضر ہو کر کبروی اور سہروردیہ
سلسلہ کے دائرہ میں داخل ہوئے۔ زمانے کے مشہور بزرگ عبدالصبور تستل
اور دوسرے بزرگوں کے ساتھ دوستی تھی۔ سادہ وضع اور بے تکلف تھے۔

ایشک آقاصی

اہلِ دل اور اہلِ معرفت کہتے ہیں کہ یہ اپنے وقت کے قطب عالم تھے۔

"اسرار الاخیار" کے مصنف لکھتے ہیں کہ افغانوں کے تسلط کے عبداللہ خان ایشک اقاصی کے سپاہی شہر کے لوگوں پر ظلم کرنے لگے۔ حتیٰ کہ میر عبدالرشید کے گھر میں بھی فوجی گھس آئے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے ان کے سردار پر قہر کی نگاہ ڈالی اور وہ وہیں بے جان ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے جب یہ حال دیکھا تو میر صاحب سے منت سماجت کی۔ آپ نے پھر رحم کی نگاہ ڈالی اور وہ زندہ ہو گئے، اپنے کئے پر شرمندگی کا اظہار کیا۔ حضرت نے اس سے کہا کہ ظلم و ستم بند کرو، جب وہ باز نہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص بہت جلد اس ملک سے نکالا جائے گا اور سکھ جیون، جو اس کا نوکر ہے، اس مُلک کا حاکم بنے گا۔ کچھ دنوں کے بعد ایسا ہی ہوا۔ ایک اور قصہ ہے کہ ایک عورت بیوہ تھی، اس کا گھر داماد کہیں حیدرآباد کی طرف بھاگ گیا تھا اور گھر نہیں آتا تھا۔ عورت روتی پیٹتی حضرت کے پاس آئی اور عرض کی۔ حضرت نے کہا کہ جاؤ اپنی بیٹی سے کہو کہ نہا دھو کر زیور اور پوشاک پہنے، کیونکہ اس کا خاوند پہنچنے والا ہے۔ جب بیوہ گھر پہنچی اور بیٹی پہلے ہی نہا دھو کر پوشاک اور زیور سے مزین ہو رہی تھی کہ اُس کا داماد آ گیا۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت اپنے وقت کے بے مثال بزرگ تھے۔ ۵ محرم پیر کے روز ۱۱۸۰ھ میں انتقال کر گئے۔ تاریخ

سید برحق رشید پاک زاد — بود اندر اولیائے غوث فرد
گفت تاریخ وصالش ہاتفی — قطب عالم جان بحق تسلیم کرد

شاہ ابوالبقاء

شاہ ابوالبقاء، شیخ عبدالوہاب لاہوری کے مرید تھے۔ حضرت عبدالوہاب

سے بیعت کر کے ایک مدت تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہو کر زندگی ریاضت و عبادت میں گزار دی، اس کے بعد میاں محمد دار سے تصوف اور سلوک کی تربیت لے کر مدارج باطنی طے کئے۔ آپ نے نقشبندیہ سلسلہ میں تربیت پانے کے بعد حافظ عنایت اللہ قادری سے سلسلہ قادریہ نوشہرہ جا کر سیکھ لیا۔ آپ تا دم زلیست ریاضت میں محو رہے۔ آپ بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے۔ مُلا عطاء اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے چار ضربی قادری کی تعلیم دی، نفی و اثبات چار ضربی قادری کو ایک سانس میں، ایک سو تک برابر کرنا ناممکن ہے۔

ایک دن ایک شخص نے سونے اور چاندی کی بنی چیزیں ان کی نذر کیں تو آپ فرمایا کہ یہ چیزیں فلاں سیف الدین کو پہنچا دو جو کہ مالِ دنیا حاصل کرنے کے لیے دُعا سیفی پڑھتا ہے، میرے لئے یہ چیزیں کسی کام کی نہیں ہیں۔

برسگاں بگذار ایں مُردار را　　　خورد بشکن شیشۂ پندار را

۱۱۳۶ھ میں انتقال فرمایا۔ محلہ بوز گر کدل میں دفن ہوئے۔

شاہ اسد اللہ

شاہ محمد حنیف کے بیٹے تھے، بابا عثمان رادو سے طریقت اور سلوک کی تربیت ہوئی۔ کچھ عرصہ مفتی کے عہدے پر مامور رہے۔ عبداللہ خان کے عہد میں سید منصور کے مدرسہ کے مدرس اعلیٰ تھے۔ ۱۲۲۷ھ میں وفات پا گئے۔ اپنے بزرگوں کے احاطے میں دفن ہیں۔

خواجہ عبدالنبی

خواجہ عبدالنبی، خواجہ کمال الدین کے پوتے تھے۔ ریاضت اور عبادت گذار

مومن تھے۔ درویش محمد بخاری سے تصوف اور سلوک کی تعلیم پاکر اعلیٰ مرتبے تک پہنچے۔ خانقاہ واری میں عمر گزاری۔ ۳ر جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۳ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے جدامجد کے مزار میں مدفون ہیں۔

مولانا صوفی علی

مولانا صوفی علی، حضرت شیخ حمزہ مخدوم کے مرید تھے۔ عالم باعمل تھے۔ آپ ان کے دربار میں برتن مانجھتے تھے، اپنی ہستی ختم کرکے نیستی اور ندامت سے ظاہری علوم کا وسوسہ ختم کیا۔ مجاہدہ اس قدر کیا کہ مشاہدہ حاصل ہوا۔ یہ طے مکان بھی کرتے تھے۔ چنانچہ دُور دراز ملکوں سے اپنے مرشد کے لئے نئی سوغات لاتے تھے۔ بسم اللہ کرکے دیگ میں ہاتھ ڈال کر سینکڑوں لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ آپ تادمِ زیست حضرت شیخ مخدوم حمزہ کے ساتھ ہی رہے اور ان کے حضور میں ہی دفن ہوئے۔ آپ کوہ ماران میں دفن ہیں۔

خواجہ صالح غریب

خواجہ صالح غریب عشقِ الٰہی میں لڑکپن سے ہی سرگردان رہے۔ چنانچہ پیر کامل حضرت مخدوم حمزہ مل گئے۔ اُن کی نگاہ نے مٹی کو سونا بنا دیا۔ دنیا چھوڑ کر پیر کامل کی تربیت میں زہد و تقویٰ اختیار کرکے صاحبِ حال و قال ہو گئے۔ آپ وفات کے بعد کوہ ماران میں دفنائے گئے۔

صوفیائے کشمیر دور دوئم

جیسے میں نے صوفیار دورِ اول کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ صوفیار کی ادوار بندی زمانے یا وقت کے لحاظ سے نہیں کی گئی ہے بلکہ مکتب فکر کو سامنے رکھ کر اُن کو تین ادوار میں ذہنی، روحانی، فکری لحاظ سے مندرج کیا گیا ہے صوفیار دورِ اول میں ہم نے صرف سادات کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ مبلغین تھے اور ان کا مشن ہی تبلیغ اور دینی اصلاح کرنا تھا، یہ ہندوستانی تصوف سے متاثر نہیں تھے اور اگر تھے بھی تو بہت کم۔ دوسرے دور میں تصوف اسلام برہمنیت اشراقیت، رواقیت اور پارسی تصوف کے اصول وعقائد اور طریق ریاضت کا انتخابی مجموعہ نظر آتا ہے۔ رواقین دل کی صفائی اور مکاشفہ سے لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کرتے تھے۔ اس سے ہم ہندوانہ تصوف کی تقلید کہہ سکتے ہیں جس کے بارے میں ڈریمر لکھتے ہیں:

The sankhya yoga is taught in second chapter of the Gita.The cardinal principle the one requisite for this Yoga is right discrimination .the result of the eyes of the sorl opening through balance in the inner nature and through the acquirement of a true sense of proportion among things . This right discrimination comes with the

dim cognition of the thinking centre in man as distinct and separate from the vehicles of the ego .The higher self ,the individual the I- as its is variously called in contradistinction to its phenominal images cast in the fields of the lawn up as d his.It comes with the recogni-tion , in thought of least , of an I in us which is unafected by the changes in the 60 dies. the sankhya purusha, who is the "silent watcher " of the workings of the prakriti"

یہی سنکھیا یوگا یا روافیت یا اشراقیت مدتوں سے تصوف کے روپ میں کشمیر میں قبل از اسلام رائج تھا۔ ایک گروہ بت پرست بودوباش میں ایسا تھا جس کے افراد

یہی سنکھیا یوگ یا روافیت یا اشراکیت مدتوں سے تصوف کے رُوپ میں کشمیر میں قبل از اسلام رائج تھا۔ ایک گروہ بُت پرست بُودوباش میں ایسا تھا جس کے افراد غاروں، گپھاؤں اور جنگلوں کے درختوں کے خولوں میں اکیلے اور تنہا بیٹھ کر بندگی کرتے تھے۔ تمام مزے دار خوش ذائقہ چیزوں، نفسانی، جسمانی اور شہوانی چیزوں سے پرہیز کر کے جنگلی سبزی دہندتہ ڈُپل ہاک (کڑوے میوے کھا کر تپسیا میں مشغول ہوتے، چنانچہ ان کے قصے اور کہانیاں ہندوؤں کی کتابوں میں بہت ہی مبالغہ کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ مثلاً سب دیوتاؤں میں مہادیو جٹا سے نکلی گنگا۔ لوگ ان کو ریشی کہتے تھے۔ تاریخ کبیر کشمیر کے مصنف محمد حاجی محی الدین ریشی کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"حضرت ریشیاں ذی شان تشریح و توضیح محی لفظ ریشی از لفظ رکھی کہ

I Studies in the Bhagarad gite by Dreamer Cahapter VI page 57.

دراصطلاح سنسکرت تارک الدنیا و مشغول بیاد خدارا گویند[1]" یعنی یہ رکھی سے ریشی بن گیا۔ ان اشراقیین نے مراقبہ اور مکاشفہ سے اس قدر باطن کی صفائی حاصل کر لی تھی کہ غیب ہی سے تعلیم و تعلم کیا کرتے تھے۔ ان کی ریاضت کا دارومدار گرسنگی، تنہائی، خاموشی اور بیداری یا دیزداتی انہی پانچ باتوں پر تھی، یہ طریقہ تصوف قدیم پارسیوں کا بھی تھا۔ ان کے ہاں صوفی بننے کی پہلی شرط اعتدال النفس ہے۔ مبتدی کو چاہیئے کہ کسی حکیم کے پاس جاکر اپنے نفس کی کدورتوں اور آلائشوں کو اعتدال میں لائے پھر دینی اور مذہبی عقائد کی الجھنوں کو چھوڑ کر اپنا مسلک صلح کل بنا کر تنگ و تاریک جگہ بیٹھے خوراک بتدریج بند کر کے سیر وجود میں محو ہو جاتے۔ مختصر یہ کہ ریشی سنسکرت لفظ راکھی سے ماخوذ ہے ۳۰۰ھ کی حدود سے لے کر ۹۰۰ھ کی حدود میں مسلمان خدا پرستوں اور مبلغوں کی آمد و رفت کشمیر میں جاری ہوئی۔ یہ حضرات اپنے اطوار، کردار گفتار، حالات کمالات و کشف سے اس ملک کے برہمنوں اور ریشیوں کو مسلمان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان بزرگان اسلام کو بھی کشمیر کے لوگ "ریشی" کا نام دے کر پکارنے لگے۔ محمود غزنوی کے ہند اور کشمیر پر حملے کے دوران بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں آ گئے اور ریشیوں کی تعداد کچھ زیادہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ ۷۲۵ھ میں تمام ریشی، پنڈت اور مسلمان ذوالقدر خان کے غدر میں مارے گئے۔ ریشیوں میں سے کچھ لوگ غاروں میں اور پہاڑوں میں باقی رہ گئے۔ اس کی تصدیق یہ شیخ نورالدین ولی کے اس شلوک سے ہوتی ہے۔ اول ریشی احمد ریشی دوئم ریشی حضرت اویس آ ئے۔ تریم ریشی زلکھا ریشی چوتریم ریشی حضرت میران آ ئے۔ پانژم ریشی رُدمہ

---

[1] تاریخ کبیر کشمیر از ابو محمد حاجی محی الدین صفحہ ۸۷

ریشی شیم حضرت پلاس آؤ، سمس کرہم دشناہ ہشی۔ بہ کس ریشی میہ کیاہ ناؤ۔
یعنی پہلا احمد ریشی دوسرا حضرت اویس، تیسرا زکھار چوتھا حضرت میران پانچواں
رُمہ ریشی، چھٹا حضرت پلاس۔ ساتویں کو ریشیوں کے زدہ میں لگاتے ہیں۔ خدا
کے لیے بتاؤ میں کون سا ریشی ہوں اور میرا کیا نام ہے۔ ایسے شلوک جو کسی کتاب
میں درج نہیں زبانی لوگ بیان کرتے ہیں" دندہ بارتا کہلاتی ہیں" غر قابل اعتبار
نہیں ہوتیں۔ بہرحال یہ شلوک زبانی کلامی ضرور سہی لیکن کچھ اس میں حقیقت
بھی ہے جس کی تصدیق حسن شاہ صاحب نے کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں لیکن مجھے
(حسن کو) حضرت شیخ نورالدین کے کلام سے چند شعر جو ریشی نامہ میں درج ہیں نظر
سے گزرے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے یہ چاروں ریشی اسی ملک کے باشندے
ہیں۔ ان میں اول ریشی حضرت محمد صلعم کی طرف اشارہ دوم حضرت اویس قرنی
سے مراد۔ باقی پانچ ریشی جن میں پانچواں حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین خود ہیں
کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں[1]" یہ پانچ باقی ریشی جن کا تذکرہ حسن شاہ صاحب نے
کیا ہے اور فرمایا ہے کہ کشمیری ہیں۔ درست سہی لیکن اسلامی تصوف سے
ان کا کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں رہا ہے کیونکہ یہ سنکھیا جوگ، کے قائل ضبط نفس
رُوح وغیرہ کے قائل نظر آتے ہیں اور نہ ہی ان کے نام سے ہی اسلام کی عکاسی
یا ترجمانی نظر آتی ہے۔ احمد اور اویس درست توضیح ہے لیکن اس کے بعد ان کا
میران ریشی، رمہ ریشی، پلاس ریشی۔ شاہ صاحب بھی ان کے معتقد نظر آتے ہیں
اور شاہ صاحب شیخ نورالدین کے حوالے سے لکھتے ہیں" کہ کشمیر کے کچھ ریشی ایسے
گذرے ہیں جنھوں نے پانچ پانچ سو برس تک سانس کو بند رکھا ہے۔ شیخ العالم

---

[1] تاریخ حسن جلد سوئم از حضرت حسن شاہ صفحہ ۱۰۵

فرماتے ہیں کہ یہ ریشی پرانے زمانے میں تھے۔ انہوں نے خدا کی بندگی جیسے چاہی تھی کہ میں ان پر فدا ہوں۔ؔ اب ہمارے سامنے یہ واضح ہوتا ہے کہ باضابطہ ریشی جو روحانی فیض اسلام سے اور نورِ ایمان سے مشرف یاب ہوئے ہیں وہ شیخ نورالدین ولی ہی ہیں۔ اس کے بعد باقی ریشی آجاتے ہیں۔ جن کے اسمار گرامی اس طرح سے ہیں۔

افضل ریشی، آدت ریشی، اہلہ ریشی، اللہ داد ریشی، آدر ریشی، ایہہ ریشی احسن ریشی، حاجی ابراہیم ادہم، احمد خوشخوان، بابا اسماعیل زاہد، احمد مالک صاگری ملک احمد تیو، ملک آرغوش، ملک آل پال، ملک اسماعیل، ملا الماس گنائی، خواجہ اسحاق قاری، شیخ احمد چاگلی، خواجہ ابراہیم کول افضل میر، صوفی اللہ داد خواجہ ابوالحق سمرقندی، خواجہ اشرف کول، خواجہ علی ابوالفتاح، خواجہ اسماعیل کانجو، قاضی ابراہیم۔

حضرت بابا بام الدین، بابا بدرالدین، بابا بہی ریشی، بہت بی بی، بنگر ریشی شیخ بدل بخاری، ملک بلند، بصیر مکہ بابا، شیخ بہرام گورماہنگی، شیخ بایزید شمنا گی خواجہ بہرم۔ بہادر شیخ، مرزا بیگ منصبدار، بابا بیام الدین ریشی، بیتی ریشی پلاس ریشی، شیخ پُرباز، جوگی ریشی بابا جیندہ ریشی جنید ریشی بابا جوہرالدین ملک جلال ٹھاکور۔ ملاجوہر گنائی مولوی بابا ہردی ریشی مولانا حافظ۔ خواجہ حسن قاری، شیخ حسن متولی، ہادی شیخ خواجہ حیدر، ملا حبیب اللہ، خواجہ حسن اول خواجہ حسن ثانی۔ میاں حبیب راجپوت، خستہ ریشی، مولانا خاکی۔

رتی ریشی دتہ بی بی، بابا دلہ ریشی بابا دریا ریشی، داؤد ریشی، درہ ریشی،

۱؎ تاریخ حسن جلد سوئم صفحہ ۱۰۵

شیخ داؤد، ملا داؤد طوسی، بابا داؤد خاکی، خواجہ داؤد، رامو ریشی، ردیہ ریشی، بابا رجب الدین، حاجی ریشی رتن ریشی، ریگی ریشی، روپی ریشی رتی ریشی ریگی ریشی رنیور ریشی، ریپی ریشی، دروپی ریشی، مولانا زین علی۔ زنکا ریشی، زمینی ریشی، زدگی ریشی، زدنی ریشی۔ ملک ژوگی دینہ۔

سورن ریشی سوزن ریشی۔ سنگرام ڈار۔ سدرہ ریشی۔ سدہ شیر کھنہ سنگہ بی بی۔ بڑی سلاّ بی بی۔ سوزن ریشی ثانی۔ سنت ریشی۔ سماں ریشی۔ سنگی ریشی بابا اللہ ریشی۔ سنگہ بی بی۔ سہہ ریشی۔ سونتی ریشی۔

بابا شمس الدین۔ شوگر ریشی۔ بابا شمس الدین۔ بابا شکور الدین۔ شیخ شریف اشوار۔ شکر ریشی۔ شوگر ریشی۔ شنگر ریشی۔ بابا صدر الدین۔ صفی ریشی۔

فیروز ریشی اول۔ فیروز ریشی ثانی۔ بابا فخر الدین۔ فقیر ریشی۔ بابا قطب الدین بابا قیام الدین۔ کسی ریشی۔ بابا گلاب ریشی۔ گنگہ ریشی۔ گنگی ریشی۔ لچھم لاہ مل لنگرمل بابا اللہ ریشی۔ لدی گنائی، لدی کٹور۔ لولی ریشی۔ لدی ریشی۔ لالہ ریشی نمبرا۔ لالہ ریشی ثانی۔ تندی کچنی۔ بابا نصر الدین۔ بابا نیکی ریشی۔ بابا نوروز ریشی نمبرا۔ بابا نوروز ریشی ثانی۔ بابا نمی ریشی۔ لونی ریشی۔ وتر بٹھا گور۔ یاسمین ریشی۔

شیخ نور الدین ولی

شیخ نور الدین ولی کی پیدائش کے بارے میں سب مورخین نے بالاتفاق ۷۵۷ھ بیان کی ہے۔ بارہ سال تک آپ پہاڑوں کی غاروں میں صرف کاسنی یعنی کشمیری حند کے پتے کھا کر گذارہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ۱۲ سال تک کاسنی یعنی حند کو ترک کر کے دودھ کے ایک پیالہ پر گذر بسر کرتے رہے۔ اس سے بھی لذت نفس جان کر ترک کیا اور دو اڑھائی سال تک قدرے

آب جو پر گذارہ کیا۔ غرض گوشہ تنہائی اختیار کرنے کے بعد بقول تاریخ اعظمی "بست و شش سال نان و غلہ نخورد" ؎

قوت جبرئیل از مطبخ نبود
بود از دیدار خلاق ودود

تاریخ اعظمی کے حساب سے ۲۰ سال وہ جنگلوں میں رہے اور ۳۰ سال کی عمر تک انہوں نے راہزنی اختیار کی تھی۔

مورخ لکھتے ہیں کہ کشتواڑ کے راجاؤں میں سے اوگر سنز نام والا ایک راجہ بدنصیبی کی وجہ سے کشمیر آیا کشمیر کے بادشاہ نے ترس کھا کر جلاوطن راجہ کو ایک گاؤں بطور جاگیر ودیعت کیا۔ اوگر سنز اس طرح روپہ وان کے گاؤں میں سکونت پذیر ہوتے۔ اوگر سنز کے بیٹے درپتا سنز نے مہاراجہ وقت کے قریب رہ کر اقتدار و اختیار حاصل کیا۔ درپتا سنز کا بیٹا زنگا سنز تھا۔ اس کے عہد میں ذوالقدر خان نے کشمیر میں قتل عام کیا اور اسی قتل عام میں زنگا سنز بھی مارا گیا۔ مال و دولت گھر و بار سب اُجڑ کر رہ گیا۔ اس کا بیٹا ہمز سنز پہاڑوں کے غاروں میں چھپ گیا تھا۔ غارت گری اور خونریزی ختم ہونے پر موضع گدھسھتو میں آکر رہنے لگا۔ ہمز سنز کا بیٹا گرزا سنز تھا۔ گرزا سنز کا بیٹا سکر سنز آوارہ گرد تھا جو آوارہ گردی کی حالت میں یاسمین ریشی کی خدمت میں بیجہاڑہ پہنچا۔ ریشی کی صحبت اور نظر سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور اس کا نام شیخ سالار رکھا گیا۔ اور اُس کا کام ریشوں کی گائیوں کو گھاس چرانے کے لیے چراگاہ لے جانا تھا۔ اُسی زمانے میں اوگر سنز کے پوتوں میں سے ایک متمول صاحب ثروت آدمی کو جو پرگنہ آڑدن کے ایک گاؤں موضع کیہہ میں رہتا تھا ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اُس زمانے کی رسم کے موجب یہ لڑکی پرورش دودھ پلانے کے لیے گاؤں کے چوکیدار کے حوالے ہوئی۔ تقدیر کے

کے موجب لڑکی کے تمام قریبی اور دور کے رشتہ دار تین چار برسوں کے اندر اندر تباہ ہو گئے۔ اور لڑکی نے اُن ہی کے پاس پرورش پائی۔ اور بالغ ہونے پر رضائی باپ نے اُس کی شادی کیموہ کے چوکیدار کے گھر میں کی۔ جہاں اُسے دو بیٹے ششش اور گندٹر پیدا ہوئے۔ دوسرا بیٹا پیدا ہونے کے بعد ہی لڑکی بیوہ ہو گئی۔ لڑکی کا رضائی باپ یاسمن ریشی کا بڑا معتقد تھا اور اکثر اُن کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے یاسمن ریشی کو لڑکی کے بیوہ ہونے کا قصہ سنایا اور عرض کی کہ لڑکی راجوں کے خاندان سے ہے۔ اُس کا متوفی خاوند اد نے لوگوں میں سے تھا۔ اب میں چاہتا تھا کہ لڑکی کی شادی کسی شریف کے گھر میں ہوتی لیکن کوئی ملتا نہیں۔ ریشی نے فرمایا کہ لڑکی کی شادی شیخ سَلر سے کر دو وہ بھی راجوں کے خاندان سے ہے۔ پھر کیا تھا شیخ سلر نے مان لیا اور لڑکی کی شادی ہو گئی۔

شیخ سلر کیموہ چلا گیا اور وہیں بسنے لگا۔ مُلا احمد جو حضرت شیخ العالم کے ہمعصر تھے لکھتے ہیں ایک دن شیخ سلر اپنی بیوی سدّرہ ماجی کے سمیت یاسمن رشی کی تیمار پرسی کو گئے اور وہ ایک چشمے پر بیٹھے تھے۔ اچانک للہ عارفہ ہاتھ میں گلدستہ لے کر وہاں پہنچی۔ یاسمین ریشی نے اُس سے پھولوں کا گچھہ لے کر سدرہ ماجی کو دے کر کہا سر پر لگاؤ خداوند کریم تم کو ایک بیٹا عطا کرے گا۔ جو ہماری حقیقت اور حال کا وارث ہوگا۔ یاسمین ریشی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ للہ عارفہ حمل کے دنوں میں شیخ العالم کی والدہ سُدرہ ماجی کی خبر گیری کرتی رہی اور بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سناتی رہی۔

حضرت شیخ العالم کی والدہ سدرہ ماجی کی خبر گیری کرتی رہی اور بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سُناتی رہی۔ حضرت شیخ العالم جب ۷۵۷ھ کو بڑی عید کے دن یعنی (عید قربان) پر پیدا ہوئے تاریخ پیدائش خاصُ اللہ ہے۔

اپنے کلام میں جو نسب نامہ بیان کیا ہے وہ اس طرح ہے:

آونہ ترگ رزگت ڈم ولاسی   یتھہ مال سہم تراسی پو
کیت ہن مہ دنیسک زنجیر کاسی   شیوہ زنمہ آشس گورو ماندو
تتھے پ وڈ مہتہ گرلجتس داسی   یتھہ کرالہ گرہ آس پانژ پانڈو

تیسرے شعر میں اپنے حسب نسب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں ڈم کے ہاں ملازم کی حیثیت سے کام کرتا رہا حالانکہ میں ذاتِ الٰہی سے گُردبنا ہوا تھا میری مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ پانچ پانڈو کے بیٹے پردیس میں یعنی کشمیر میں آکر کمہار کے گھر ٹھہر کر کمہار کے بچے مشہور ہوئے۔

تنزی چھُوم مول تہ سنزی چھم موج
کل تھاو کل میان سنزی ہو

سنز راجاؤں کے خاندان سے میرا باپ ہے اسی خاندان سے میری ماں ہے دھیان رکھو میری مہنز(نسب) سنزی ہے۔

شجرہ نسب

(۱) وگرا سنز (۲) درتپا سنز (۳) زنگا سنز (۴) مہتر سنز (۵) گرزا سنز (۶) شلر سنز (۷) نندہ سنز حضرت شیخ نورالدین ولی۔

حضرت شیخ العالم نے ولادت کے بعد دُودھ نہ پیا۔ اُس کی والدہ کو تشویش ہوئی للہ عارف پہنچ گئیں اور بچے کو گود میں لے کر دودھ پلانا شروع کیا۔ شیخ صاحب نے پہلے احتراز کیا تو للہ نے کہا پیدا ہونے سے شرمائے نہیں دودھ پینے سے کیوں شرماتے ہو۔ اس طرح بچہ دودھ پینے لگا۔ شیخ بالغ ہوئے تو دنیاوی کاموں میں لگ گئے لیکن بندگی اور یادِ خدا سے کبھی محروم نہ رہے۔

یہ شیخ نورالدین ولی اوباش بھائیوں کی وجہ سے بچپن میں اُن کے ساتھ راہزنی اور ڈاکہ زنی میں شریک رہے۔ لیکن ہمیشہ اگر کسی غریب کو چوری کرتے وقت بغیر چادر کے ننگا سوتے دیکھا تو اپنی چادر بچھا دی۔ ایک جگہ مالدار گھر میں بھائیوں کے ساتھ گھُس گئے۔ سوتے چاندی کا سامان اٹھانے کی جگہ اوکھلی اُٹھا کر بھائیوں کو دی۔ بھائیوں نے غصّے میں کہا ہلکا اور قیمتی سامان لاؤ۔ انہوں نے پُرانی چھلنی دے دی۔ اس پر بھائیوں نے سرزنش کی۔ آخر اپنی ماں کو کہا میں اپنے بھائیوں والا کام اب نہیں کروں گا۔ مجھے رزق حلال چاہیئے۔ مَیں بھائیوں کو چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ چنانچہ ماں نے جولاہے کے سپرد کر دیا۔ جولاہے کے اوزاروں سے اُس نے اللہ کے اسم گرامی کو سمجھ کر اس کام کو بھی چھوڑ دیا اور تیس برس کی عمر میں ماں سے کہا مجھے خدا کی عبادت کے لیے چھوڑ دو تمہارے اور میرے رزق کا مالک خدا ہے۔ یہ کہہ کر گھر سے نکلے۔ ایک دن پرگنہ آڈون کے ایک گاؤں کیھم میں پہنچے۔ رات کو آنحضرتؐ کو معہ چہار یار باصفا دیکھا۔ رسولِ کریمؐ کشتی میں سوار شیخ کو بلاتے ہیں اور اسم گرامی پوچھتے ہیں۔ شیخ نندہ اپنا اسم شریف بتاتے ہیں۔ رسول صلعم فرماتے ہیں اگر نندہ کے معنی خوبصورت ہیں تو پھر بُرائی سے بچنا اور کندھوں پر ہاتھ سے تھپکی دے کر دُعا فرمائی اور صحابہ نے آمین کہی۔ جب شیخ جاگے تو دیکھا نگاہ باطن میں انقلاب برپا ہوا ہے۔ اس طرح پاتال سے لے کر عرش تک اُن کی نگاہ کھل گئی۔

مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے شیخ نورالدین کا سلسلہ شیخ العالم کا سلسلہ اویسی تھا۔ لیکن وقائع کشمیر کا مصنف لکھتا ہے کہ حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے واپسی کے دنوں میں مٹن میں بیٹھے تھے۔ شیخ العالم اسی جگہ حضرت سید علی ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت کی تعلیم سے فیضیاب ہوئے اور مزید تربیت کے لیے سید حسین سمنانی کے سپرد کیے گئے تھے اور انہیں خلوت نشینی کا حکم ملا اور

حضرت شیخ کیموہ کے گاؤں میں ایک بڑا غار کھود کر خلوت میں بیٹھ گئے۔ شیخ جب اعتکاف میں بیٹھے تو اُن کی والدہ غار میں گئیں اور اپنے دودھ کا دعویٰ کیا۔ شیخ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور ایک پتھر سے دودھ بہنے لگا اور ماں سے کہا: پیاری اماں! جو آپ نے دودھ پلایا ہے یہ لو! حیران ہوئیں اور دودھ بخش دیا اس کے بعد ان کی بیوی زنی غار میں آگئی اپنے اور بچوں کے خرچ کے لیے شیخ سے جھگڑنے لگی۔ حضرت نے نصیحت کی وہ نہ مانیں تو حضرت ببول کی کانٹے دار جھاڑی لائے اور اُس پر سو گئے۔ جسم خون میں ہو گیا۔ بیوی رونے لگی اور التماس کی اے شیخ میرا نہیں تو اپنے بچوں کے رزق کا بندوبست کر۔ شیخ نے اس پر فرمایا آج رات بچوں کو اپنے ساتھ رکھو کل میں خدا سے ان کی چارہ سازی کے لیے کہوں گا۔ اللہ سے التماس کی اے اللہ مجھے اپنی بندگی کے لیے چھوڑ دے اور دوسرے دن دونوں بچے بستر میں مرے پڑے تھے۔ دونوں کو ایک قبر میں دفنایا گیا اور اس کے بعد ۱۲ سال تک گپھا میں عبادت کرتے رہے۔

ایک دفعہ سلطان زین العابدین بڈشاہ بیمار پڑ گیا۔ جب سخت بیمار ہوئے تو نجومیوں اور حکیموں کو بلایا اور علاج معالجہ اور دُعا کے لیے کہا۔ نجومیوں نے کہا کہ جناب آپ کے دور میں کوئی پنچ قوم کا شخص ولی بننے کی کوشش کر رہا ہوگا کیونکہ ایک دفعہ زمانہ سلف میں ایک بڑھیا کسی بادشاہ کے پاس گئی اور کہا اُس کا بیٹا بہت زیادہ علیل ہے۔ بادشاہ نے نجومیوں کو بلایا تو پتہ چلا کہ کوئی قصائی شیخ اور ولی بنا پھرتا ہے اور لوگوں کو اُس کی اصلیت کی خبر نہیں اور بادشاہ اپنی رعایا سے غافل ہے۔ بادشاہ نے فوراً اُسے پیش کرنے کا حکم دیا اور قصائی قتل کروا دیا

تاریخ العلم حصہ سوئم صفحہ ۱۲۰

گیا۔ زین العابدین کا پیغام جب شیخ صاحب تک پہنچا تو وہ خود بنفس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اُن کی صحت مندی کے لیے دُعا فرمائی۔ اللہ نے بادشاہ کو شفا بخشی۔ نجومیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ڈوم کے گھر میں پلا ہوا نوکر ولی بننے کا دعویٰ کرتا ہے اور ولی بنا پھرا ہے۔ آپ نے اُس کو قتل کیوں نہیں کیا؟ بادشاہ نے کہا وہ تو ولی ہے اُس کو اُس کی بزرگی کے الزام میں کیا میں قتل کروں۔ نجومی شرمندہ ہو گئے اور اس طرح بڈشاہ نے شیخ نورالدین ولی کی زیادہ سے زیادہ عزت کی اور اُس کی بزرگی کا لوہا منوایا۔

ایک دن گپھا کے پاس ہی دو عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک بولی دیکھنا حضرت شیخ میدانی کاسنی کے سوا کچھ نہیں کھاتے لیکن اُن کی جسمانی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دوسری بولی تو نہیں دیکھتی کہ چوپائے گھاس کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے پھر اُن میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ سن رہے تھے۔ ان باتوں کو غیبی خوشخبری جان کر نکل گئے اور کشمیر کے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کی سیر کی۔ اور گائے کے دودھ کے علاوہ کچھ نہیں کھایا پیا اور کچھ مدت خانقاہ معلیٰ کے چبوترے پر ریاضت میں گذارے اور کچھ دیر کے لیے وچار ناگ میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ انہی دنوں الیشہ بری میں ایک نفس کُش سخت تپسیا کرنے والا سادھو لوگوں کا ٹھکانہ بنا ہوا تھا لوگ ان کے درشن کے لیے جاتے اور مُرادیں پاتے تھے۔ ایک دن شہزادہ مرزا شکاران کی ملاقات کے لیے گیا۔ سادھوؤں نے ملاقات کی اجازت نہ دی۔ شہزادہ اس کو نیک سمجھ کر ناراض ہو گیا اور یاون مژھی کو جو حد درجہ کی خوبصورت۔ اور چالاک مکار کنجری تھی۔ سادھوں کی کٹیا میں بھیجا۔ یاون مژھی نے ناچ نخروں طراری اور عیاری سے سادھو کو پھنسا کر اپنے ساتھ حرام کاری میں ملوث کر دیا۔ اس بات کی تشہیر ہوئی۔ ہندو جن کو اپنے

دھرم پر بڑا ناز تھا۔ سادھو کی اس حرکت پر بڑی ندامت کا سامنا کرنا پڑا بہرحال انہوں نے ایک خطیر رقم جمع کی اور یاون مڑھی کو رقم دے کر شیخ نور دین ولی کو گناہوں میں ملوث کرنے کے لیے اصرار کیا۔ یاون مڑی شیخ کے پاس گئی لیکن جونہی وہاں پہنچی، شیخ صاحب نے نظر قہر اُس پر ڈالی اور اس طرح اُس کی صورت مسخ ہو گئی۔ لوگوں نے یاون مڑھی کو آگاہ حال کیا۔ نادم ہو کر دائرہ مریدی میں شامل ہو گئی اور گناہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئی۔

ایک دفعہ اپنی جائے عبادت سے دُور سنگرام گنائی کے جو متول چوپان تھا چلے گئے۔ مالکن کو دودھ دوہتے دیکھا، دیکھا گئی گائیوں کا دودھ دوہنے کے بعد ایک گائے کا دودھ نہ دوھا گیا۔ مالکن سے پوچھا کیوں بی اس گائے کو کیوں چھوڑا۔ بڑی بی بولیں حضرت اس نے تو کئی سال سے دودھ دینا چھوڑ دیا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر دودھ دوھنا شروع کریں پھر دیکھیں گائے دودھ دیتی ہے یا نہیں۔ ایسا ہی ہوا اور دودھ گائے نے دینا شروع کیا اور چھ سال تک بغیر بچہ جننے کے گائے دودھ دیتی رہی۔

ایک دفعہ سنگرام گنائی معہ بال بچہ کہیں چلے گئے۔ گھر میں ایک کم سن لڑکی چھوڑی وہ شیخ صاحب کے لیے دودھ لائیں۔ دیکھا کچھ نورانی لوگ اللہ کی طرف سے شیخ صاحب کے پاس بیٹھے ہیں۔ بچی دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ راز کسی کو نہ بتائے۔ چنانچہ جب اُس کے گھر والے آ گئے اُس نے اپنے والدین سے اس بات کا ذکر کیا۔ اسی جگہ رحلت کر گئی۔ اس کے پاس سنگرام گنائی کی بیوی نے دودھ دینے سے غفلت اور بخل سے کام لینا شروع کیا۔ شیخ صاحب نے اس بات کو بھانپ لیا اور مغموم ہو کر وہاں سے نکل گئے۔ حضرت شیخ سات برس تک رو پہ دن اور چرار شریف میں لوگوں کو

راہِ خدا دکھاتے رہے۔

مصنف فتحیاب لکھتا ہے حضرت میر امیر کبیر سید علی ہمدانی ۲۵ ماہ رجب ۷۸۱ھ کو اپنے مریدوں کی جماعت لے کر شیخ نور الدین ولی کو ملنے کے لیے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب زالوستہ تک استقبال کو آئے۔ جب حضرت ہمدانی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بہت گفتگو، سوال و جواب کے بعد حضرت شیخ نے امیر کبیر سید علی ہمدانی سے بیعت لی اور خطِ ارشاد بھی حاصل کیا۔ جس کی نقل فتحات کبرویہ نے لکھی ہے۔ ترسیٹھ برس کی عمر میں نزع کے وقت بابا نصیر الدین نے پوچھا یا حضرت شیخ کسی چیز کی تمنا ہے تو شیخ نے فرمایا حق تعالیٰ کی! پوچھا آپ کے سامنے کون ہے فرمایا "حق" آپ کس کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں "حق"۔ شربت پی لیں گے۔ ساری عمر رضائے الٰہی کے لیے نہ پیا اب کیونکر پیوں۔ پھر پانی کا ایک گھونٹ پی کر حق کہا اور راہِ حق میں جان حق تعالےٰ کو سپرد کر دی۔

تاریخ وفات ۲۶ رمضان ۸۲۰ھ ہے۔

تاریخ :۔

بے سروپا شد ز فوت شیخ آہ
اصل و فرع و شرع و ورع و عقل و دین

حضرت زلکا ریشی

پرانے زمانے کے بڑے ریشیوں میں سے تھے اور اُن صوفیاء میں سے ہیں جن کے بارے میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُن کا مسلک کیا تھا۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ اللہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ پرگنہ حمل کے جنگل میں ڈنڈک نام والے گاؤں میں رہتے تھے۔ بقول شیخ العالم یہ پکے عاشق خدا

تھے۔ ساری عمر ریاضت اور عبادت کرتے رہے۔ جنگلی میوے کھا کر افکار کرتے تھے۔

حضرت میران ریشی

صفار پور کے پہاڑ پر ریشی ونی کے مقام پر تپسیا کرتے تھے۔ یہ بھی ریشیان دورِ اول میں سے تھے۔ جن کے مسلک کے بارے میں علم نہیں۔ ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے اور ایک چلو پانی سے روزہ کھولتے تھے۔ ۸۳ برس عمر پائی۔ حضرت شیخ ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

رش ون ہند میران ریشی   چندرہ ساس اَن جُل چُوی
اوہ دیہ ہت آکاش گوی   تُت پہ درو تو دِوے

حضرت راموہ ریشی

راموہ ریشی جو رُمہ ریشی کے نام سے مشہور ہے ریشیان دورِ اول سے تعلق رکھتے ہیں، نفس کُشی اور تپسیا میں ممتاز تھے۔ وقائع کشمیر کا مصنف لکھتا ہے راموہ ریشی دریائے جیحوں کے اُس پار کے لوگوں میں سے تھے۔ دنیا کی سیاحت کی سات دفعہ حج کو چلے گئے۔ بے شمار بڑے بڑے خدا پرستوں سے ملاقات تھی جب راجہ حسکر ہندوستان مسخر کرنے روانہ ہوئے تو یہ بھی اس کے لشکر کے ساتھ کشمیر کی سیر کو آئے اور راموہ کے گاؤں میں جو آج تک انہی کے نام سے مشہور ہے غار میں خلوت نشین ہوئے۔ تزکیہ نفس کیا عبادت سے ان کے جسم سے گوشت پوست ختم ہو گیا تھا۔ ان کی خدمت میں شیبان اور انگوں ریشی تھے جو ان کی خدمت کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ دونوں مر گئے۔ رُمہ ریشی اکیلے

رہ گئے۔ کوئی جنگلی بکری آجاتی اُسے دودھ ضرورت کے مطابق حاصل کرکے وقت گذارتے۔ آپ پنجاب میں نگرکوٹ میں بھی رہتے ہیں۔ تاریخ حسن کے مصنف لکھتے ہیں ”جب محمود غزنوی نے کشمیر میں چھاؤنی مقرر کی تو ان کے کمالات کا شہرہ سُن کر محمود خود راموہ ریشی کے دروازے پر بیٹھے اور غار کے دہانے پر یہ آیت کریمہ زور زور سے پڑھنے لگے واطیعو اللہ واطیعو الرسول واولا الامر منکم۔ اس کے بعد ریشی اور محمود کے درمیان باتیں ہوئیں۔ سلطان نے عرض کی فتح کانجرا کے لیے میرے حق میں دُعا فرماتے۔ ریشی نے کہا فتح کانجرا کے بعد سومنات کی کنجی تجھے بخشی گئی ہے۔ پھر اپنی گدڑی سے چھوٹا سا ٹکڑا کاٹ کر بادشاہ کو دیا اور فرمایا اسے اپنے جھنڈے کے ساتھ لگاؤ تو تمہاری تلوار کسی جگہ کند نہ ہوگی۔“[1] کہتے ہیں کہ انہوں نے ۳۲۲ سال کی عمر گذاردی رمہ ریشی کے بارے میں مشہور ہے کہ کافی عمر بسر کی ہے کشمیری زبان میں گیت بھی ہے ؎

رُمہ ریشینو لگیو آئی مدنو

ولہ کر لولو لہ مت لائیہ مدنو

لیکن اس کی حقیقت کی تحقیق نہیں ہے۔

لدّرمن ریشی

گرٹھ شُحقو کے رہنے والے تھے۔ چڑھتی جوانی میں عزلت نشینی اختیار کی۔ اپنے بھائی یلاس من ریشی کے سمیت راموہ ریشی کی عنایت سے حلقہ اسلام میں شامل ہوئے۔ کافی ریاضت کی۔ چالیس سال تک جنگلی گھاس پر

---

[1] تاریخ حسن حصہ سوئم صفحہ ۱۱۰

گذارہ کیا اور کسی سے نہ ملے۔ رامو رلیشی کے غائب ہونے کے بعد ہندوستان کی سیر کو چلے گئے اور کوہِ شوالک میں سرہنگ رلیشی کی خدمت میں کچھ برس گذارے۔ واپسی پر ایک جماعت کے ساتھ ایک غار میں رہنے لگے۔ یہاں اسی غار میں ۱۳۰ برس کی عمر پاکر واصل حق ہوئے۔

پلاس من رلیشی

لدر من رلیشی کے چیلے تھے اور زُمہ رلیشی سے بھی ان کے تعلقات تھے۔ کافی ریاضت اور تپسیا کرتے رہے۔ درخت سفیدہ کے چھلکے کو چاٹ کر روزہ کھولتے تھے۔ برسوں کے لیے غاروں میں چھپ جاتے اور کسی کو منہ نہ دکھاتے تھے کبھی کبھی تُومہ زوہ کے غار میں گوشہ نشین ہو جاتے تھے۔ اور لوگ کثرت سے ان کے درشن کو آتے تھے۔ پلاس من رلیشی کریوہ بیجبہارہ میں دفن ہیں۔ مسلک کا پتہ نہیں۔ رلیشیان دورِ اول میں گذرے ہیں۔

خلاص من رلیشی

پلاس من رلیشی کے بیٹے تھے۔ خداترس پرہیزگار بزرگ تھے۔ عمر کا زیادہ تر حصہ دورِ اول کے رلیشیوں کی طرح گذارا۔ ان کے مسلک کا علم نہیں۔ اپنے مرشد کے انتقال کے بعد کوہ شوالک جاکر سرہنگ رلیشی کے چیلوں سے جو بڑے کمال والے رلیشی تھے۔ مزید تربیت پاکر کشمیر واپس آئے۔ تارک الدنیا اور لذات تھے۔ سلطان شمس الدین کے زمانے میں وفات پاکر کریوہ بیجبہارہ میں باپ کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

یاسمین ریشی

یاسمین ریشی خلاص من ریشی کے بھائی خدا ترس پرہیزگار تھے۔ ریشیانِ دورِ اول کی طرح ان کا بھی مسلک معلوم نہیں زیادہ تر زندگی کا حصہ عزلت نشینی میں گذارا۔ جنگلی جانوروں کے ساتھ زندگی گذارتے تھے۔ شیر کی سواری کرتے سلطان علاءالدین کے آخری دور میں وفات پاکر بھائی کے پہلو میں دفن ہوا۔

سورن ریشی

سورن ریشی خلاص من ریشی کے چیلوں میں سے تھے۔ ریاضت عمدہ رجہ کرتے تھے۔ چالیس برس جنگلی گھاس پر خلوت نشینی میں گذار دیے۔ ایک دن سلطان شمس الدین کا بیٹا سلطان جمشید شکار کھیلنے نکلے تھا۔ اچانک ریشی کے غار کے دہانے تک پہنچا۔ دیر تک دہانے پر انتظار کیا لیکن ریشی نے بالکل توجہ نہ دی۔ شہزادہ نا اُمید ہو کر واپس شہر آیا اور ریشی کو ذلیل کرنے کی ترکیب سوچی۔ ایک بلبیوا کنجری کو جس کا نام نندہ پچن تھا حُسن جمال ناز و ادا میں لاثانی تھی کو لالچ دی اور کہا جیسے بھی تجھ سے ممکن ہو ریشی کو اُس کے مرتبے سے اُتارو۔ نندہ پچن ریشی کے دروازے پر گئی اور اُسے آواز دی کہ میں جنت کی حُور ہوں دروازہ کھول دو مَیں ملنے آئی ہوں۔ مجھے بالخصوص آپ کی خدمت گذاری کے لیے بھیجا گیا ہے۔ تو ریشی مکر و فریب میں آکر دروازہ کھولتا ہے اس کے بعد مکر و فریب کے دامن میں آکر ریشی اپنا تقدس کھو دیتا ہے۔ نندہ پچن سویرے بھاگ کر اپنی کامیابی پر ناز کرتے ہوئے جمشید مرزا کے پاس گئی اور اپنی کامیابی کا صلہ حاصل

کر گئی۔ سوُرن ریشی کو جب اس المیہ کا پتہ چلا کہ عورت نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ فریب کیا گیا۔ وہ سات روز تک بغیر کھائے پیئے روتا پیٹتا رہا اور اسی حالت میں ساتویں روز اللہ کو پیارا ہوا۔ ریشی کی اس طرح کی موت پر سلطان بھی اور سندھی بھی بہت پشیمان ہوئے۔ دونوں نے توبہ کی اور ترک دنیا کی اور سلطان جمشید نے کفارے کے لیے تندی مرگ کے میدان کو خرید کر سوُرن ریشی کے نام پر وقف کر دیا۔ اور دریائے ویشو سے نندی کوہل ضلع نا ندی کے دیہات کی آبیاری کے لیے بہت سارو پیہ خرچ کر کے نکلوائی اور خود کریوہ بیجبہاڑہ پر جا کر یاسین ریشی کے دروازے پر جا کر مجاور ہو کر بیٹھ گئی۔ سلطان آخر تپ دق کی بیماری میں مبتلا ہو کر زینہ پورہ میں مر گیا۔

(ماخوذ از وقائع کشمیر)

اہلہ ریشی معروف بہ عالہ بابا

اہلہ مرہامہ کے ایک کمہار کے فرزند ارجمند تھے۔ بچپن میں گاؤں کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اچانک ایک گھپا میں بچوں کے ساتھ گھس گئے۔ اتفاق سے غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ مٹھائی اسی جگہ تقسیم کی گئی اس طرح غار کا دروازہ کھل گیا۔ غار کا دروازہ بھی کھلا اور اہلہ ریشی کے لیے معرفت کے دروازے بھی کھل گئے۔ بابا ہردے ریشی کی خدمت میں جا کر سلوک کے راستے کی تعلیم پائی۔ ریاضت اور مجاہدوں میں بے نظیر تھے۔ حضرت رشی کے انتقال کے بعد خواجہ مسعود پانپوری کی خدمت میں چلا گیا۔ اور کمال کا درجہ حاصل کر کے ارشاد کی سند حاصل کی صاحبِ حال اور قال تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص مسجد میں تھا ریاح خارج ہوئی تو اہلہ ریشی نے کہا مسجد کی عزت کا خیال نہ رکھا تمہارا پیٹ

پھٹ جائے۔ اُسی وقت اُس کا پیٹ پھٹ کر زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کے بارے میں بہت ساری کرامات مشہور ہیں۔ وفات کے بعد آپ بیجبہاڑہ میں دفنائے گئے۔

ایبہ ریشی عرف ٹھگ

ایبہ ریشی کھونہ موہ گاؤں کے رہنے والے تھے اور بنگر پانپوری کے مرید پانپور کے قریب پیل کے مقام پر دریا کے کنارے تکیہ بنایا تھا۔ بہت ریاضت وعبادت کی۔ ترک لذات کیا تھا۔ اپنے خاص خلیفہ خواجہ علی سوُد کے ساتھ چھتہ بل آئے اور چھتہ بل میں ہی مدفون ہیں۔

شیخ اکیدار ریشی

شیخ اکیدار ریشی باکمال بزرگ گذرے ہیں آپ بابا زین دین کے خلیفہ تھے۔ آپ پاکباز روشن خیال، عابد، زاہد، نفس کش غرض کہ بڑے صاحب حال بزرگ تھے۔ اپنے مُرشد بزرگوار کے مقبرے میں دائمی نیند سوئے ہوتے ہیں۔

افضل ریشی

افضل ریشی بھی شیخ اکیدار ریشی کے ساتھ تھے۔ پاکباز اور صاحب کشف وکرامات تھے۔ آپ بھی بابا زین دین کے خلیفوں میں سے تھے آپ بھی اپنے مُرشد بزرگوار کے مقبرے میں مدفون ہیں۔

آوت ریشی

پرگنہ پیردہ کے گاؤں وانگو پورہ کے باشندوں میں سے تھے۔ بچپن

میں سے شیخ پچھم ریشی کی صحبت سے بہرہ ور ہوئے۔ بہت ہی صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ بابا نے پہلے دن خدمت گذاروں کو کہا کہ بچے کے لیے کھانے کا انتظام رکھیں بہت ہی معصوم ہے روزہ نہیں رکھ سکے گا۔ آوت ریشی نے ریشیوں سے پوچھا؛ تم چاشت کا کھانا نہیں کھاتا ہو، انہوں نے کہا ہم عمر بھر روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا میں نے بھی عمر بھر کے لیے روزہ رکھنے کی نیت ہمیشہ کے لیے کی ہے۔

کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اُن کے والدین کو اطلاع ملی کہ لڑکا بابا کے پاس ہے وہ آئے اور نہایت عاجزی کر کے اس کی واپسی کی درخواست کی۔ بابا نے توجہ کی۔ اور انہیں معلوم ہوا کہ اُس کے دل کا آئینہ اب صاف ہو گیا ہے۔ ان کو اجازت دی کہ اُس کو گھر لے جایا جائے۔ ریشی والدین کے ساتھ وانگر پورہ جا کر وہیں رہنے لگے تمام عمر ریاضت الٰہی میں بسر کر کے راہِ آخرت اختیار کر گئے۔

اللہ داد ریشی

اللہ داد ریشی صاحب کشف و کرامات ریشی گذرے ہیں۔ ہردے ریشی کے چہیتے رشیوں میں سے تھے۔ صاحب حال و قال تھے۔ آپ نے خواجہ مسعود پانپوری جیسے مشہور صاحب حال و قال بزرگ سے سلوک و طریقت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ کا مقبرہ بیجبہاڑہ میں ہے۔

شیخ احسن مشہور بہ نونہ ہاکہ بابا

شیخ احسن حضرت ابو الفقرا کے مرید تھے۔ نمکین ساگ سے روزہ کھولتے تھے۔ ریاضت اور پرہیزگاری میں بڑی شان رکھتے تھے۔ خدا شناس اور صاحبِ عرفان تھے۔ پرگنہ نود کے گاؤں دسن میں آرام پاتے ہوئے ہیں۔

آودر ریشی

آودر ریشی آڈون میں پیدا ہوئے۔ آپ شمس الدین ریشی کے مرید تھے آپ عبادت گذار اور صاحب کرامات بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کی زیارت آڈون ہیں اور آڈون میں ہی شمس الدین ریشی مُرشد کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔

بابا بام الدین

بابا بام الدین یعنی بومہ سادھو تپسیا کرنے والے ایک برہمن کا بڑا گرو تھا۔ جس کے پاس بڑے مندر کے آس پاس تین سو ساٹھ بُت تھے جن کی وہ پُوجا کرتا تھا۔ صبح سویرے طے مکان کرکے پانچ پُرتھوں سے اشنان کے بعد سُورج نکلنے سے پہلے اپنی کٹیا میں وہ واپس جا پہنچا تھا۔ اور وہ پانچ تیرتھ یہ ہیں۔ چندرہ پار بجبہاڑہ میں شیو پارہ کوہ سلیمان کے دامن میں چھترہ پار، چشتہ بل میں، اُولر ناگ ڈلر جھیل میں، کھادینار بارہ مولہ میں، کسی ایک تیرتھ کو مرکز جان ان تمام تیرتھوں کی مسافت کئی سو میل بنتی ہے۔ اس کے علاوہ اشنان اور پوجا کا وقت کا بھی شمار کرنا ضروری ہے۔ یہ سارا کام پُو پھٹے سے سورج نکلنے تک پورا کرتا تھا۔ حضرت شیخ اس کے حال اور کمال سے واقف ہوئے۔ انہوں نے ایسے راہ کمال اختیار کئے ہوئے برہمن کو راہ مستقیم پر لانے اور شمع ہدایت سے منور کرنے کے بارے میں سوچا۔ انہوں نے اس کی روحانی طاقت چھین لی اور لہُو میں لتھڑا ہوا گائے کا چمڑہ کندھے پہ لئے مندر میں داخل ہوئے۔ برہمن نے شور مچایا اور بابا بام الدین سے کہا اے بدذات

مندر کو چھونا نہیں اور گائے کا چمڑا لا کر تم نے اس مندر کے تقدس کو بھرشٹ کر دیا۔ شیخ ریشی نے کہا اے برہمن جب پیشاب اور گوبر سے تم اور تمہارا مندر بھرشٹ نہیں ہوتا تو اس چمڑی کا کیا قصور؟ سادھو اشاید آپ نندہ ریشی ہیں۔

جی ہاں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں چاہتا ہوں آپ مشرف باسلام ہو جائیں۔ سادھو یہ سُنکر آپے سے باہر ہو گیا اور لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوا۔ شیخ "ذرا توقف کریں یہ مورتیاں کس نے گڑھی ہیں؟ سادھو جی سُنکر اشنے" برہمن یہاں سے تشریف لے جایئے۔ شیخ چلا ہی جاتا ہوں "کچھ کھانے کو تو دو"

سادھو "میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ دیگچی خالی پڑی ہے"

" جھوٹ کیوں بولتے ہو؟ پتیلی بھری پڑی ہے" پتیلی سامنے لائی تو دیکھا پکے ہوئے چاولوں سے بھری پڑی ہے۔

برہمن "کس منتر سے اس پتیلی کو بھر دیا"

شیخ نے کہا "یہ تو میرے خدا نے بھر دی وہ نابود سے بُود کرنے والا خدا ہے۔ تیرے یہ بُت نہ تم کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ تم خدا کی "وحدانیت" کیوں تسلیم نہیں کرتے" سادھو " میں ان چکنی چپڑی باتوں میں آکر بُت شکنی نہیں کر سکتا" "اچھا اگر تمہارے یہ بُت اللہ کی وحدانیت تسلیم کریں گے تو پھر ایمان لاؤ گے؟" سادھو "یقیناً"

شیخ مورتیوں سے خطاب کر کے "قابلِ پرستش کتنے خدا ہیں؟" مورتیاں لا الہ الا اللہ۔ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ پتھر کی مورتیوں کے اقرار سے مندر گونج اُٹھے۔ برہمن نے شیخ کے پاؤں پکڑے اور اسلام قبول کیا۔ اھ

کے بعد بومہ سادھو کا نام بام الدین پڑ گیا۔ اس کے بعد بام الدین نے شیخ سے پوچھا "آج کے بعد کس سے افطاری کروں (شیخ نے پتھر کی طرف اشارہ کیا تھوڑا سا پتھر گھسا کر افطاری کیا کرو) یہ پتھر آج تک موجود ہے"۔ اس کے بعد بابا بام الدین ۱۲ سال تک زندہ رہے۔ جب وقت نزع آیا زین الدین دار کو ڈھونڈا وہ لداخ میں تھے آ گئے اُن کے سرہانے بیٹھ گئے خود غسل دیا اور بومہ زدہ میں اپنی کوٹھڑی میں دفن کیا۔

بابا بدرالدین

بابا بدرالدین حضرت شیخ العالم کے خلیفہ تھے۔ آپ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ مخلص اور خدا ترس بندے تھے۔ پرگنہ بانگل کے گاؤں سابی میں مدفون ہیں۔

بہرام ریشی

نوری ریشی کے خلیفہ تھے۔ بڑی شان والے بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ نوری ریشی ہر جمعہ کو اسکندر پورہ جا کر کھانا پکوا کر مسکینوں اور فقیروں محتاجوں میں بانٹ دیتے تھے۔

ایک دن بہرام ریشی کو کہا کہ میرے اسکندر پورہ سے آنے تک اپنے خود کاشتہ باغ کی نگرانی کرے تاکہ پرندے میووں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اُس نے اپنی سمجھ اور دانائی کے موجب اس بات کے معنی یہ سمجھے کہ اپنے خود کاشت

تاریخ حسن جلد سوئم صفحہ ۱۲۸

باغ سے مراد "اپنا وجود" ہے۔ اور اس کی نگرانی نفس کو گناہوں سے پاک رکھنا ہے
اور جانور (یل دپرندوں) سے مراد خوبصورت عورتیں ہیں جو یہاں سے گذرتی
ہیں اور ایسا نہ ہو کہ نیک عمل اور پاکی مجھ سے چھین لیں۔ چنانچہ اسی وقت
اپنے عضو مخصوص کو کاٹ ڈالا اور بیہوش ہو کر گرے۔ بابا نوری خطبہ پڑھ رہے
تھے اور خطبہ پڑھنے کے دوران ہی نعرہ لگایا۔" افسوس! تونے مجھے مار دیا"
اور نماز ادا کرنے کے بعد کھانا کی تقسیم کسی اور کے سپرد کی۔ اور خود روانہ ہوگئے۔
جب اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ بہرام ریشی بے ہوش گرا ہوا ہے اور جلدی جلدی
اس کو اٹھا کر اپنی چپلی دیکھ کر کہا۔
"پاؤں میں لگاؤ" جب اس نے چپلی لگائی اس کی باطنی آنکھیں کھل
گئیں اور ملکوت کے حالات نظر آنے لگے اور اسی وقت دیکھا جو دیکھنا تھا۔
اس کے بعد ساری عمر بابا نوری کی خدمت میں گذاری جب رحلت فرمائی
ان کے مقبرے کے احاطے میں دفن ہوئے۔

بابا زین الدین

شیخ نورالدین ولی کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ اصل وطن کشتواڑ تھا
اور راجگان کشتواڑ کی اولاد سے تھے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ دشمنوں نے ان
کے باپ کو قتل کر کے یتیم بنا دیا۔ ان کی بیوہ ماں نے اُن کو دریتیم بنا کر رکھا۔
ایک خواب کے مطابق ان کی والدہ ان کو کشمیر لے آئی اور شیخ بابا بام الدین
کے پاس جو شیخ نورالدین کے خلیفہ تھے پہنچی۔ اتنے میں شیخ نورالدین ولی بھی
آگئے۔ ان کی ماں نے کہا۔ بس یہی بزرگ تھے۔ یہی شکل اور یہی صورت تھی جو عالم
خواب میں میرے پاس تشریف لائے تھے۔ آخر ماں بیٹا حضرت شیخ نورالدین

ولی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے اور نام آپ کا زین الدین رکھا گیا۔

آپ عیش مقام میں برسوں تک عبادت وزہد میں مصروف رہے اور یہیں آپ کا مزار مبارک بھی بنا۔ لیکن آپ شمالی کشمیر میں بھی مختلف مقامات میں سیر و سیاحت کرتے رہے۔

ایک مرتبہ شیخ بابا زین الدین علاقہ زینہ گیر میں تھے۔ موضع ہر دوشیوہ میں ان کا قیام تھا۔ سلطان زین العابدین بھی زینہ گیر کی آبادی اور نہر کی کھدائی اور تیاری کے سلسلہ میں اسی علاقہ میں بادشاہ ایک دن موضع ہر دوشیوہ میں ان سے ملنے کو گیا۔ شیخ عبادت میں مصروف تھے۔ بادشاہ کی تعظیم وتکریم جیسی کہ چاہیئے نہ کر سکے۔ بادشاہ سجادہ پر بیٹھ گیا اور کچھ دیر انتظار کرتا رہا۔ جب حضرت نے کوئی توجہ نہ کی تو ملول خاطر ہو کر وہاں سے اٹھ آیا۔

بادشاہ کے جانے کے بعد جب حضرت بابا صاحب عبادت سے فارغ ہوتے۔ حکم دیا سجادہ آلودہ ہو گیا ہے اس کو دھو ڈالو۔ بادشاہ کو ملاقات اور زیارت سے محروم ہونے کا بہت رنج تھا۔ بعض لوگوں نے نمک مرچ لگا کر سجادہ دھلوانے کا واقعہ بھی بیان کیا۔ جب یہ سنا کہ میرے بیٹھنے سے وہ جگہ بھی ناپاک سمجھی جانے لگی ہے تو اور بھی برافروختہ ہوا۔ حکم دیا کہ اگر میں ایسا ہی ناپاک ہوں تو میرے ملک سے کیوں نہیں چلے جاتے۔ بلکہ بعض تذکروں میں تو لکھا ہے کہ ملک سے نکل جانے کا حکم ہی دے دیا۔ بادشاہ شدت زمستان کے آپ مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ کوہستان تبت کی طرف چلے گئے۔

چونکہ یہ زمانہ نالہ پوہرو کی کھدائی اور تعمیر کا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۸۵۹ھ یا اس سے ایک دو سال پہلے کا ہے۔ کیونکہ نہر کی تعمیر کی وجہ سے ان ایام میں بادشاہ اس طرف اکثر آیا کرتا تھا۔

حضرت کے ملک بدر ہونے یا ترک وطن کرنے کے بعد جو واقعہ زین العابدین کو پیش آیا اس کے بارے میں تذکروں میں بہت کچھ اختلاف ہے۔
صاحب خوارق السالکین لکھتے ہیں۔ چند دنوں کے بعد بادشاہ کا بیٹا پاؤں کے درد میں مبتلا ہو گیا۔ جب علاج معالجہ بے سود ثابت ہوا تو بادشاہ کو خود ہی خیال آیا کہ یہ سزا بابا زین الدین کو ملک بدر کرنے کے نتیجہ میں مل رہی ہے۔ ادھر بابا زین الدین بھی تھوڑے عرصہ کے بعد خود بخود ہی مراجعت وطن پر آمادہ ہو گئے۔ بادشاہ نے ان کے آنے کی خبر سنی تو بیمار بیٹے کو استقبال کے لیے بھیجا۔ جس کو رستہ ہی میں اس شدتِ درد سے نجات مل گئی۔
صاحب اسرار الابرار لکھتے ہیں۔ بادشاہ اس واقعہ کے بعد خود درد پا میں بیمار ہو گیا۔ جب حکماء و اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے تو اہل دربار سے فرمایا میرے درد کا علاج صرف اس درویش کی رضا ہے جس کو زمستان اور برف و باراں کے شدید موسم میں میں نے محض شاہانہ تکبر کی وجہ سے جلا وطن کیا ہے۔ جب تک وہ بزرگ واپس تشریف نہ لائیں گے مجھے شفا کی امید نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے ایک فرزند اور بقول صاحب فتحیات الکبرویہ شہزادہ حیدر خان کو کوہستان تبت کی طرف بھیجا کہ سمجھا بجھا کر اور عذر و معذرت کر کے ان کو ہمراہ لے آئیں۔ چنانچہ شیخ نے شہزادہ کی التجا قبول کی اور کشمیر کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ باوجود اس دردِ عظیم کے مع امراء و وزراء استقبال کو نکلا۔ لکھا ہے کہ جوں جوں شیخ نزدیک آتے تھے بادشاہ صحت یاب ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بالکل تندرست ہو گیا۔

علیش مقام میں انتقال فرمایا۔ رحلت کے وقت وصیت کی کہ مجھے کو غسل دے کر کفن پہنا دو اور تابوت رکھ دو اور دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا

ہے۔ چنانچہ جب تابوت دیکھا گیا تو اندر کچھ بھی نہ تھا آخر تابوت ہی کی جگہ قبر بنائی گئی۔

فانی نہ خود و بہ دوست باقی
این طرفہ کہ نیستند و ہستند

آپ کے مریدین اور خلفاء میں بابا دریا دین، بابا شکر الدین، بابا پم ریشی اور بابا حنیف الدین اور چند اور بزرگ بہت مشہور گزرے ہیں بابا شکر الدین کا مزار ڈلر کے عین کنارے ایک پہاڑی پر زینہ گیر کے علاقے میں واقعہ ہے۔ اس مزار سے ڈلر اور گردونواح کا دلفریب نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ بابا پم ریشی علاقہ لار کے امیرزادے تھے۔ ایک دن شکار کو جا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک چیونٹی منہ میں دانہ لئے جا رہی ہے اور زمستان کے لیے ذخیرہ جمع کر رہی ہے۔ دل میں خیال آیا کہ مور ضعیف کو تو آئندہ کے توشہ کی یہ فکر اور میں صاحب ثروت اور اہل منصب ہو کر توشۂ آخرت سے غافل۔ چنانچہ منصب شاہی کے ساتھ ہی دنیا کو بھی ترک کر دیا اور آخر شیخ زین الدین کی نظر صاحب اثر سے صاحب کمال ہو گئے پرگنہ بانگل میں آپ کا مدفن ہے۔

بابا ریشی

بابا ریشی بابا زین الدین قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ نہایت ہی پاکباز اور روشن دل بزرگ تھے۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ نفس کشی یہ بھی کرتے تھے۔ صاحب حال و کمال تھے۔ آپ پرگنہ بانگل میں اپنے مرشد کامل زین الدین کے ساتھ مدفون ہیں۔

خواجہ بابا

خواجہ بابا للدی گنائی کے دوستوں میں سے تھے۔ بڑے باکمال بزرگ گزرے ہیں آپ نے سلوک و طریقہ تصوف کی تربیت شیخ لطیف الدین سے حاصل کی۔ آپ نے پرگنہ بانگل میں بدرکوٹ کے مقام پر انتقال فرمایا اور اسی جگہ آپ مدفون بھی ہیں۔ باضابطہ سال میں ان کے یوم وفات پر میلہ لگتا ہے اور ان کے نام پر شب بیداری درود خوانی نعت خوانی ہوتی ہے۔

بہی ریشی

بابا بہی دین ریشی بابا سدہ ریشی کے خلیفہ تھے۔ آپ کامل اور عارف بزرگ گزرے ہیں۔ مزید معلومات بہم نہ ہو سکیں۔ آپ اپنے مرشد کامل سدہ ریشی کے ساتھ ہی ان کے مقبرے میں ضلع کھل نارہ واؤ میں مدفون ہیں۔

بنگہ ریشی

بنگہ ریشی خواجہ مسعود پانپوری کے مریدوں میں سے تھے شوگہ بابا کے ساتھ بھی ان کے مراسم تھے۔ ساری عمر عزلت نشینی اختیار کی۔ ایک غار میں ان کا مسکن تھا۔ زعفران کاشت کر کے روزی کماتے تھے۔ ہمیشہ روزہ پابندی سے رکھا۔ مزار پانپور میں مرجع خاص و عام ہے۔

بابا پیام الدین ریشی

بابا پیام الدین ریشی بابا زین الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ آپ

لار کے ایک مشہور گاؤں چھند نو میں پیدا ہوئے۔ آپ بادشاہ کے قریبی مصاحبوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ بکار سرکار کہیں جا رہے تھے۔ گھوڑے پر سوار بڑے طمطراق سے سفر جاری تھا کہ کہیں قیام ہوا۔ دیکھتے ہیں کہ آس پاس چیونٹیاں ہزاروں کی تعداد میں بل کی طرف دانے لے جا رہی ہیں۔ یہ تماشہ شام تک دیکھتے رہے۔ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ یہ چیونٹیاں اپنے زمستانی زندگی کے لئے اناج کی ذخیرہ اندوزی کر رہی ہیں۔ اور جب اپنی عاقبت پر نظر ڈالی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ آخرت کے لیے کوئی پونجی پس انداز نہیں کر رہے۔ اسی دن سے تہیہ کیا کہ اب خالق برحق کے لیے کام کرنا ہے یہ دنیا فانی ہے اور کوئی سود اس دنیائی زندگی میں نہیں، چنانچہ اسی دن بابا زین الدین کے پاس گئے جو اس وقت کے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ چنانچہ حکومت کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر پرگنہ بانگل کے ایک گاؤں زنبوہ میں چلے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں بھوت پریت کی آبادی تھی بابا پیام الدین اور جنوں میں تصادم رہا۔ جن مُصر تھے کہ وہ اس جگہ سے منتقل نہیں ہوں گے اور انہوں نے کہا کہ جب تک خدا کا حکم نہ ہو، ہم اس جگہ سے ترک مکان نہیں کریں گے۔ بابا پیام الدین نے اللہ کے حضور دُعا کی۔ ایک کاغذ غیبی آیا۔ جب جنوں نے اس دستاویز کو پڑھا تو اس جگہ سے ترک مکان کر گئے۔ اس جگہ بابا گوشہ نشین رہے۔ کہتے ہیں جن دنوں بابا گوشہ اعتکاف میں تھے اُن کی اہلیہ اُمید سے تھیں جب بیٹا ہوا اور وہ سنِ بلوغت کو پہنچا تو انہوں نے ایک گاؤں میں اعتکاف میں بیٹھنے کو کہا جہاں ان کے فرزند پر سیاہ کاری کا الزام لگا۔ بابا پیام الدین دست بدعا ہوئے کہ اگر یہ درست ہے تو اللہ اس کا دانا پانی دنیا سے اٹھائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چند دنوں کے اندر بابا کا فرزند اس دارِ فانی سے اپنے والد بزرگوار کے صدقے کوچ کر گئے۔ آپ کی وفات ۳ ذی الحجہ ۸۸۹ھ زنبوہ میں دفنائے گئے۔ جن نتاہ

صاحب نے ان کی تاریخ وفات اس طرح نکالی ہے۔

فردِ تاریخ سال رحلت او

بگفتا تے پیام الدین ولی رفت

بابا پیام الدین کشمیر میں ریشی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے نام پر سرکار نے جنگلات وقف کئے ہیں۔ لنگر ہر خاص و عام کے لیے ہے۔ ہر قسم کی کھانے پینے کی سہولتیں حاضر ہیں۔ گلمرگ کے قریب ہی ان کا مقبرہ ہے۔ دور دور سے لوگ نذرانے دینے آتے ہیں۔

پتی ریشی

پتی ریشی بابا زین الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ پاک سیرت اور ریاضت و عبادت کا مجسمہ تھے۔ آپ اپنے مرشد بابا زین الدین کے مقبرہ میں ہی مدفون ہیں۔

شیخ پرُباز

آپ پرگنہ اچھ کے رازہ دین گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جب شیخ العالم رو یہ دن میں عبادت کرتے تھے آپ کی خدمت گذاری شیخ پرُباز کرتے تھے کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ پرُباز شیخ العالم کے وضو کے لیے گھڑا لے کر پانی لانے روانہ ہوئے۔ پانی لانے کے لیے پرُباز کے راستے میں شیر آیا اور اُن کا راستہ روک لیا۔ شیخ پرُباز نے شیر سے کہا اگر شیخ کے وضو میں تاخیر سے نماز میں خلل پڑا تو قیامت کے دن جواب دہ ہوگے۔ شیر نے راستہ دے دیا۔ جب شیخ العالم کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ شیر نے چھیڑا تو نہیں۔ پرُباز صاحب

نے جواب دیا جس کا مرشد اس قدر طاقت والا ہو اُسے شیر کیا کر سکتا ہے۔ آخر شیخ العالم نے شیخ پُرباز سمیت بابا لطف الدین، شیخ شریف کو حکم صادر فرمایا کہ وہ پرگنہ اچھ کے دودھ پھکرن گاؤں میں خلوت نشین ہو جائیں اور ریاضت شاقہ کریں۔ یہاں آپ لوگ ڈیل ہاک پر گذر بسر کرتے تھے۔ ایکدن ڈیل ہاک گھلا نہیں تو بابا شریف نے کہا میں سبزی لاتا ہوں جو فوراً گھل جاتا ہے لیکن پر باز خشک! یہی وجہ ہے کہ گھلا نہیں اور جب کھانے کا وقت ہو تو پگڑی سے کچھ نکال کر اس کے ساتھ کھاتے ہیں۔ بابا لطف الدین نے کہا کیوں بھئی پُرباز کیوں سبزی۔ ڈیل ہاک آپ جنگل سے لاتے۔ پُرباز نے جواب دیا۔ ایک اس لئے کیونکہ سبز گھاس ہمیشہ یادِ خدا میں مصروف ہوتی ہے دوئم یہ کہ اس کے کاٹنے سے خون نکلتا ہے تیسرے اس لئے کہ اُبال آنے پر فریاد کرتا ہے مجھے کیوں مارتے اور جلاتے ہو جب کھانے کا وقت آیا تو لطف الدین نے پُرباز کا ہاتھ پکڑا دیکھا تو اندرا پن کا پھول (کاچن) پُرباز کھاتے ہیں۔ پوچھا کتنے عرصہ سے کھاتے ہو؟ پُرباز نے کہا ۱۲ برس سے شیخ لطف الدین نے سلوک میں اس کی اس قدر استعداد اور قابلیت دیکھ کر خط ارشاد دے کر اپنی خدمت سے فارغ کر دیا۔ اور وترحیلہ کے متصل چوترہ سیال میں خلوت نشین ہو کر اپنے کام میں مشغول ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد وترحیل والے عاجزی سے اپنے گاؤں میں لے آئے۔

ان کے ساتھیوں میں سے دو ریشی ان کے ساتھ نہ آئے اور چوترپال ہی میں رہے۔ جب دونوں صبح منہ ہاتھ دھونے لگے تو دونوں کی داڑھیاں اُن کے ہاتھوں میں آگئیں دونوں پریشان ہو گئے اور ندامت کے ساتھ شیخ پُرباز کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے اپنے لئے ایک کوٹھڑی بنائی اور اس کے بیچ میں ہی قبر کھدوا دی۔ جب وفات پائی تو اسی میں آرام پایا۔ اُن کے ایک خلیفہ بھی اسی

حجرہ میں دفن ہیں۔

بابا جندہ ریشی

بابا جندہ ریشی نوری ریشی کے خلیفوں میں سے تھے۔ بڑے باکمال ریشی گذرے ہیں۔ ساری عمر مرشد کی خدمت گذاری میں گذار دی۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا اور فوت ہو گئے۔ مُرشد کہیں گئے ہوئے تھے۔ دوسرے اصحاب نے جب غسل کے لیے پانی کی تلاش کی تو دیکھا تمام گھڑے سانپوں سے بھرے ہیں۔ جب ان کے مُرشد پہنچے تو آپ نے فرمایا جندہ ریشی کو غسل دینا ہے جاؤ ڈھکن گھڑوں کے اُٹھاؤ۔ دیکھا تو سانپ چلے گئے ہیں پانی صاف ہے۔ چنانچہ غسل دے کر دفنایا گیا آپ اپنے مُرشد بزرگوار کے مقبرے کے ساتھ مدفون ہیں۔

جنید ریشی

حضرت جنید ریشی نستہ ریشی کے مرید تھے۔ پرہیزگاری اور ریاضت میں ان کا ثانی نہ تھا۔ آپ اپنے پیر بزرگوار نستہ ریشی کے مزار میں ہی مدفون ہیں۔ ان کے پوتے نواسے آجکل آستانے کے مجاور اور خادم ہیں۔

بابا جوہرالدین

بابا جوہرالدین بابا نصیرالدین ریشی کے خلیفوں میں سے تھے زاہد اور کامل بزرگ تھے۔ مخلص اور بے باک خداترس اور مردم شناس بزرگ تھے۔ بابا نصیرالدین کے روضہ عالیہ میں دفن ہیں۔

بابا تازدین ریشی

سلطان کے کوتوالی کے محکمہ کے افسروں میں سے تھے بڑا قہر اور غضب والا آدمی تھے۔ جب حضرت شیخ کی بی بی نے اپنے اور بچوں کے نان نفقہ کے لیے سلطان کے پاس استغاثہ کیا تو سلطان نے تازدین کو شیخ کی کچہری میں لاکر حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب تازدین گپھا کے دروازے پر پہنچا حضرت شیخ غار کے دروازے پر نکلے اور اس پر جلال (غصہ کے ساتھ بزرگی) کی نظر ڈالی۔ کوتوال بے ہوش ہوکر گرا۔ جب ہوش میں آیا۔ حضرت کے پاس جاکر توبہ کی۔ اور عہدے سے استعفٰے دے دیا۔ وردی اتار دی۔ ریشیوں کی گدڑی زیب تن کی۔ عبادت الٰہی میں ایسا مصروف اور مشغول ہوگیا کہ بلند مرتبہ ریشیوں کے زمرہ میں داخل ہوگیا۔ جب رحلت فرمائی وترہ ہیل میں دفن ہوئے۔

بابا حنیف الدین حیدر، اکہالی

بابا حنیف الدین اکہال میں پیدا ہوئے۔ نیک صورت نیک سیرت بزرگ گزرے ہیں بابا بام الدین سے بیعت ہوکر تقویٰ اور راہ تصوف اختیار کیا جہاں سے آپ اعلیٰ درجہ کمال تک پہنچے۔

آپ کا اصلی نام حیدر بٹ تھا۔ لیکن مُرشد بزرگوار نے حنیف خطاب دیا۔ اپنے مُرشد کے پاس کچھ وقت گذارنے کے بعد پھر وطن واپس لوٹے۔ آپ نے اپنی بیشتر زندگی سوریچ گاؤں میں یادِ الٰہی میں گذاری۔ سوریچ گاؤں میں کچھ ناپسندیدگی حالات کی وجہ سے ہجرت کی اور اکہال میں سکونت اختیار کی۔ صرف دودھ پر گذارہ کرتے۔ اکہال گاؤں میں ایک شخص نے ان کی روزی کا بندوبست کر دیا تھا۔

، جمیع الاول ۸۹۰ھ میں موضع یار میں انتقال کر گئے۔

بابا حنیف الدین

جناب حضرت بابا حنیف الدین بابا زین الدین کے رفقاء میں سے تھے۔ بہت ہی اعلیٰ مرتبہ کے بزرگ تھے۔ بابا حنیف الدین بابا زین الدین کی مدتوں خدمت کرتے رہے ہیں۔ زندگی بھر ریاضت اور عبادت میں مشغول رہے ہیں۔ آپ ماچھامہ کے دارارش پہاڑ میں اعتکاف میں بیٹھے رہے ہیں۔ مدتوں تک آپ نے کسی کو اپنی صورت نہ دکھائی۔ جنگلی گھاس پر گذارا کرتے رہے۔ ہاتھی کی کھال کی طرح ان کے جسم کی کھال سخت ہو گئی تھی۔ جب ایک دفعہ خلوت سے جلوت میں آئے تو ایک گڈریا ان کی صورت سے فیض یاب ہوا۔ گڈریے نے سوچا کر کوئی غیب سے بندہ اُس کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ گڈریا نے پوچھا آپ کون ہیں بابا نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ گڈریے نے پوچھا کتنے عرصہ سے یہاں مقیم ہیں تو انہوں نے عرصہ بتایا۔ پس کیا تھا چرواہا شہر یا گاؤں چلا گیا اور لوگوں سے کہا۔ لوگ دیدار کے لیے جوق در جوق آئے۔ آپ نے اندر غار سے ہی آواز دی کل تشریف لائیں۔ کل لوگ آئے تو اندر سے ایک بہت بڑا اژدہا نکلا۔ جس کو دیکھتے ہی لوگ بھاگے۔ سہ بارہ التماس کی اور دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اس کے بعد ریشی غار سے نکلے اور لوگوں کو اپنے باطنی فیوض سے سرفراز کیا۔ آپ ماچھامہ کے دارارش پہاڑ کے درہ میں جہاں خلوت نشین رہتے تھے وہیں انتقال کر گئے اور وہیں دفن بھی ہیں۔

بابا حاجی ریشی

بابا حاجی ریشی بابا بام الدین کے مریدوں میں سے تھے۔ بہت بڑے زاہد متقی اور صاحب کشف و کمال تھے آپ کی زندگی سراپا عجز و انکساری کا مجسمہ تھی۔ نفس کُشتی میں اپنے پیر کے سچے پیروکار تھے۔ آپ اپنے مرشد کے ساتھ ہی لُوم زوہ میں ان کی کوٹھڑی میں مدفون ہیں۔

میر حسین ریشی

میر حسین ریشی بہت ہی بڑے صاحب کمال صوفی گذرے ہیں۔ آپ مور ریشی کے خلیفہ تھے۔ عبادت خدا، نفس کُشتی اور خلوص میں بے نظیر تھے۔ ۹۱۰ھ میں مرشد بزرگوار کے پہلو میں ابدی آرام پایا۔

حاجہ ریشی

حاجہ ریشی بابا لطیف الدین کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے بے مثال ریاضت اور عبادت کی ہے۔ حد درجہ پارسا۔ اور پاکدامن بزرگ گذرے ہیں۔ آپ بابا لطیف الدین کے ساتھ تا زیست خدمت گذاری اور اطاعت شعاری میں ہمہ تن مصروف رہے انہی کے ساتھ پوشکر بیردہ میں مدفون ہیں۔

خواجہ بابا

خواجہ بابا لدی گنائی کے رفقاء خاص میں سے تھے۔ آپ باکمال بزرگ تھے۔ آپ نے شیخ لطیف الدین سے بھی سلوک کی تربیت حاصل

کی تھی۔ آپ پرگنہ بانگل کے گاؤں بدرکوٹ میں مدفون ہیں۔

ختنہ ریشی

ختنہ ریشی بہت بڑے ریشی گذرے ہیں۔ آپ ریپی ریشی کے مرید تھے۔ پیر بھائی گنگی ریشی، امیری ریشی، سگے ریشی، شیخو ریشی جیسے بزرگ لوگ تھے۔ آپ اپنے پیر بزرگوار کے ساتھ مدفون ہیں۔

وتی ریشی

باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ آپ شیخ العالم کے خلیفہ تھے پرگنہ بانگل کے ایک گاؤں سابی میں مدفون ہیں۔

بابا دریا دین

بابا دریا دین زین دین کے خلیفہ تھے۔ بابا فخرالدین سے بھی آپ کی ملاقات تھی۔ آپ کو اپنے پیر سے پھاگ کی پہاڑیوں کے درمیان جنگل میں عبادت گزاری اور خلوت نشینی کی اجازت ملی تھی۔ ایک دفعہ چوروں نے آپ کی گپا میں چوری کی اور سارے چوروں کی آنکھیں بے نور ہوگئیں۔ ریشی کے قدموں میں گرے اور دوبارہ اُن کی روشنی بحال ہوگئی۔ غار سے اُوپر ایک پتھر تھا جو پلنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی پلنگ پر ایک ہفتہ تک متواتر روزہ رکھتے اور عبادت کرتے تھے۔ ایک دفعہ چالیس دن کے لیے غار میں بیٹھ گئے۔ خادموں سے کہا چالیس دن کے بعد دروازہ کھولنا۔ چالیس دن کے بعد کھانا پکائیں اور لوگوں کو پیٹ بھر بھر کر کھلائیں اگر زندہ ہوا تو میں باہر نکلوں گا ورنہ مجھے فاتحہ پڑھ کر

ایصالِ ثواب پہنچائیں۔ دروازہ چالیس روز کے بعد جب کھولا تو دیکھتے ہیں کہ غار میں دریادین کی گدڑی اور کلاہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں حیران پریشان ہو گئے۔ کافی گریہ زاری کی۔ حضرت بابا نے ایک شخص کو خواب میں کہا کہ میرا مقبرہ غار کے اوپر درست کریں اور اسی طرف فاتحہ پڑھیں۔ دوستوں نے ایسا ہی کیا اس وقت سے ان کا مقبرہ مشہور زیارت گاہ ہے۔

بابا دِلہ ریشی

بابا دِلہ ریشی بابا حنیف کے خلیفوں میں سے تھے۔ زہد و عبادت و بندگی خدا میں اُن کی شان کے بہت کم مردِ مومن تھے۔ بابا حنیف کو یہ تمام خلیفوں میں سے عزیز تھے اور ان کی پاکبازی کو سراہتے تھے۔ آپ موضع اکہال میں مدفون ہیں۔

دریا ریشی

حضرت دریا ریشی بابا شکور الدین کے رفقا میں سے تھے۔ اصلی نام درہ سادھو تھا۔ پرگنہ ادتر کے ایک گاؤں وڑکھنی (متصل درگولہ) کے مندر میں تپسیا کرتے تھے اور پرانے غیر اسلامی طریقہ تصوف کے تحت جپ تپ کے زور سے صاحب کشف و کرامات ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ سری نگر کی جامع مسجد کو آگ لگ گئی۔ سادھو چشمہ سے پانی پھینک رہا تھا۔ شہر کے لوگوں نے دیکھا کہ ایک سادھو مسجد کے بام سے پانی پھینک رہا ہے۔ حتیٰ کہ آگ بجھ گئی۔ دریا ریشی اور جامع مسجد کے درمیان فاصلہ ۵۲ میل کے قریب ہے۔

ایک دفعہ سادھو بابا شکور دین کے پاس آئے اور حضرت نے ان کو

عبادت گاہ میں آنے نہ دیا۔ سادھو نے کہا ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے تو جھگڑا کس بات پر۔ حضرت نے فرمایا اگر جھگڑا نہیں تو اندر آجاؤ۔ جس وقت بابا شکور دین صاحب سے ملاقات سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا اس قدر اُن کی روحانی شخصیت سے متاثر ہوئے کہ فوراً مشرف باسلام ہوئے۔ بعد میں طریق سلوک اور طریقت سیکھ کر عالم لاہوتی کے درجات تک پہنچ گئے۔ ان کا نام دُرّہ سے دریا رکھا گیا۔ آپ اپنے مرشد بزرگوار بابا شکور الدین کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

دنت ریشی

دنت ریشی بابا بام الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ خدا رسیدہ اور صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ خدا ترسی اور نفس کشی ان کا شعارِ زندگی تھا۔ اپنے پیر کی مکمل پیروی کی ہے اور انہی کے ساتھ مدفون ہیں۔

داؤد ریشی، درہ ریشی

داؤد ریشی اور درہ ریشی بابا زین الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ زُہد و ورع کا مجسمہ تھے۔ نفس کشی اور ریاضت میں بابا زین الدین کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ اپنے مُرشد بزرگوار کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔ عیش مقام میں دونوں حضرت بابا زین الدین کے مقبرہ میں آسودہ حال ہیں۔

رتن ریشی

رتن ریشی بھی داؤد ریشی اور درہ ریشی کی طرح بابا زین الدین کے

خلیفوں میں سے تھے۔ آپ کی صفات اور کمالات بھی انہی لوگوں کی طرح تھیں اور طریقہ تصوف میں نفس کشی اور ریاضت شاقہ شامل ہے۔ اپنے پیر بزرگوار کے ساتھ علیش مقام میں مدفون ہیں۔

رُوپہ ریشی

رُوپہ ریشی آپ شیخ العالم کے مُریدوں میں سے تھے۔ بڑے ریاضت کش اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ پاک طینت اور سیرت کے مالک تھے۔ زندگی بھر عبادت میں تغافل نہ ہوا۔ پرگنہ وتر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

بابا رجب دین

بابا رجب دین بابا بام الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ بابا رجب دین کے تین بھائی تھے اور تینوں بھائی فوجی افسر تھے۔ آپ پرگنہ مارتندہ کے ایک گاؤں ناگہ نارن کے رہنے والے تھے۔ ایک دن شراب کا مٹکا ساتھ لئے کہیں جا رہے تھے، راستے میں اتفاق سے بابا بام الدین مل گئے۔ اور فوراً ہی شراب کا مٹکا بابا بام الدین پر لاد دیا۔ جب راہِ مقصود پر پہنچے تو بابا بام الدین سے کہا کہ اب ساقی گری کا فرض انجام دو اور شراب پیالیوں میں ڈالو۔ جس جس پیالی میں شراب انڈیلتے گئے پیالی دودھ سے لبریز ہوتی گئی۔ انہوں نے بھانپ لیا۔ یہ بندہ خدا خدا کا دوست ہے۔ پوچھا اے بھائی آپ کا نام کیا ہے جواب دیا "بام الدین"۔ اسی وقت تینوں بھائیوں نے معافی بھی مانگی اور توبہ کر کے راہِ اسلام اور شریعت اختیار کی۔ بابا نے ایک کا رجب دین دوسرے کا شکور دین، تیسرے کا فخر الدین نام رکھا۔ شیخ رجب دین آریگام ناگ نارن میں گوشہ نشین

ہو گئے۔ متقی اور پرہیزگار بن کر بے شمار لوگوں کے لیے شمع ہدایت بن گئے۔ ناگہ مارن میں ان کا مقبرہ ہے۔

ریگی ریشی

ریگی ریشی بہت بزرگ صوفی منش ہستی کے طور پر بابا شکورالدین کے مریدوں میں سے گذرے ہیں۔ آپ نے اپنے مرشد کی اطاعت اور خدمتگزاری میں تا زیست کوئی لمحہ اٹھا نہ رکھا۔ شیراکوٹ پہاڑی کی چوٹی پر مسکن تھا اور حال یہ تھا کہ ڈلر سے اس چوٹی تک پانی پہنچاتے تھے۔ بابا شکوردین کے بعد ان کے جانشین ہو گئے۔ صاحب حال وقال بزرگ گذرے ہیں۔ انتقال کے بعد شیراکوٹ پہاڑی پر ہی بابا شکوردین کے مقبرے کے نیچے شمال میں ہمیشہ کے لیے آرام پذیر ہوئے۔

رُوپی ریشی اوّل

رُوپی ریشی نے اپنا پیر کامل ریگی ریشی کو بنایا تھا۔ آپ نے بہت بلند مرتبہ حاصل کیا تھا۔ ایک دفعہ کچھ ریشی ان کے ساتھ ڈلر جھیل میں کشتی میں بیٹھ کر اناج سوئے مسکن لے جا رہے تھے۔ مچھلیاں اُچھل اُچھل کر کشتی میں گرتی پڑتی تھیں رُوپی ریشی نے منع کیا کہ کوئی مچھلی نہ پکڑے۔ لیکن ان میں سے ایک ریشی نے خاموشی سے مچھلی پکڑی اور گھر پہنچ کر مچھلی کھائی۔ رُوپی ریشی خشم آلود ہوئے۔ ریشیوں سے ان کے لباس اُترو اکر اپنے دائرہ عمل وتصوف سے خارج کر دیا۔ وفات کے بعد مرشد کے برابر میں دفن کیے گئے۔

بابا رتی ریشی

بابا رتی ریشی بابا ریگی ریشی کے منجھے ہوئے شاگرد یا مرید تھے۔ پرہیزگاری اور ریاضت میں بے مثال تھے۔ پرگنہ کھویہامہ کے گاؤں منگنے پورہ میں ان کا مقبرہ ہے۔

ریپو ریشی

ریپو ریشی پتہ چھرات کے ایک چھوٹے سے گاؤں لاجورہ کے باشندے تھے۔ بابا لولی حاجی سے سلوک اور طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ عبادت۔ ریاضت اور مجاہدہ پر اپنا مقام پیدا کیا۔ جب کاشغر کا لشکر مرزا حیدر ملک کی افسری میں کشمیر کو لوٹ مار رہا تھا اور غارت کر رہا تھا تو لولی حاجی کا گھوڑا بھاگ گیا۔ ریپو ریشی اس کی تلاش میں میدان میں چلا گیا۔ وہاں نماز پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میدان میں فوجی سپاہی تھے۔ انہوں نے ریشی کو دیکھا اور خیال کیا کہ یہ ہمارے حق میں بددعا کر رہا ہے چنانچہ ان میں سے ایک اُٹھ کر ریشی کے پاس آیا اور انہیں شہید کر دیا۔ ریشی کی نعش وہی پڑی رہی۔ ایک کتا آیا اور نعش کی حفاظت کرتا رہا۔ لوگوں کو خبر ہوئی۔ نعش اُٹھا کر لائے اور چکو کے قریب دفن کر دیا۔

ریپی ریشی

بلبا رکن دین کے نام سے مشہور تھے۔ ریپی ریشی کے بھائی تھے۔ بابا لولی حاجی کے پاس طریقت اور ریاضت کے وسیلے سے ابدی دولت حاصل کی

عشق الٰہی میں مست اور سرشار تھے۔ حاجی کے انتقال کے بعد چرار کی خلافت کے مسند پر بیٹھ کر خلقِ خدا کی رہنمائی کرتے رہے۔ زمینداری کر کے اپنی روزی حلال طریق سے کماتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سخت بادل چھائے ہوئے تھے اور بادل خطرناک شکل اختیار کر گئے۔ ریشی نے اپنے خادموں سے کہا کہ کھیتوں سے کاٹی ہوئی شالی کے انبار اُٹھا کر لاؤ ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ انہوں نے تغافل سے کام لیا۔ یہ اُٹھ کر کھیت چلے گئے۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد شالی کے پُولوں کے گٹھے اُٹھانے لگے اور ساری رات میں ۷۰۰ گٹھے خرمن میں پہنچا دیئے۔ اور ہر گٹھا پہنچانے پر نماز کی دو رکعت ادا کرتے تھے۔

ایک دن ایک خادم کو نمک کے لیے ٹھٹہ روانہ کیا پیر پنچال کی چوٹی پر پہنچ کر اُس کا پاؤں پھسل گیا اور نیچے لڑھکنے لگا۔ بچنے کی اُمید نہ رہی ریشی کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اچانک ایک آدمی سامنے آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو گھاٹی میں گِر کر مرنے سے بچا لیا۔ جب خادم ٹھٹہ سے نمک لے کر واپس آیا۔ انہوں نے پوچھا گالیاں کیوں دیں؟ کیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھا جو تمہیں مرنے دیتا۔ وہ بڑا ہی شرمندہ ہوا۔ اور حادثہ کا قصّہ یاروں کو سنایا۔ یاروں نے کہا۔ ریشی یہاں سے کبھی بھی کہیں نہ گیا۔ ریشی کا مقبرہ موضع چکویں ہے۔ بابا میری ریشی۔ سگے ریشی۔ معروف بہ کبہ ریشی۔ شیخہ ریشی مشہور یہ ہا کہ ریشی اور نستہ ریشی۔ ریپی ریشی کے مریدوں میں سے ہیں۔ سب کے سب روشن دل۔ صاف ضمیر۔ اہلِ حال و قال اور صاحبِ کمال تھے۔ شیخ بزرگ کے روضہ میں آرام پائے ہوئے ہیں۔ خدا کی رحمت ان سب پر ہو۔

شیخ رُوپی ریشی ثانی

شیخ رُوپی ریشی ایک مدت تک استردن کی چوٹی پر جو جھیل ڈلو کے گرد پہاڑوں پر واقع ہے تنہائی میں عبادت کرتے رہے۔ برف کا موسم تھا۔ زمستان کے موسم میں وضو کرنے کے لیے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں ایک بزرگ آدمی ریش سفید سفید کپڑوں میں ملبوس نورانی چہرہ آپ کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ شیخ نے اپنی رُوحانی وسعت نگاہ سے بھانپ لیا کہ کوئی بزرگ ان کی جائے رہائش کو رونق بخشنے والا ہے۔ بزرگ آپ کے قریب پہنچے حال و خیریت دریافت کرنے کے بعد رُوپی ریشی نے اپنی عقیدتمندی ظاہر کی، شیخ نے کہا آپ شہر آکر کلام کریں۔ روپی ریشی نے عرض کی کہ حضرت گھر کا مجھے معلوم نہیں تو فرمایا کہ شیخ حمزہ کے نام سے معلوم کر لینا۔ شیخ حمزہ چلے گئے۔ شیخ روپی ریشی اُن کے ہاتھ پر دست بیعت کرنے کے لیے بے چین تھے۔ شہر روانہ ہوئے اور پتہ کرتے کراتے ان کے گھر تک پہنچ گئے۔ گھر پہنچنے پر رُوپی ریشی سے حضرت شیخ حمزہ نے پوچھا کہ آپ کو گھر کا پتہ کس نے بتایا۔ فرمایا گھر والے نے۔ مریدی کے حلقے میں شامل ہو گئے اور اجازت پا کر شیخ حمزہ نے خورد و نوش کی کفالت اپنے سر لے کر قریب ہی ایک کوٹھڑی ان کو عبادت اور ریاضت کے لیے دے دی۔ ایک دفعہ ریشی عبادت میں مصروف تھے۔ اُن کو شیر نظر آیا اور خوف سا طاری ہوا۔ یہ ماجرا شیخ حمزہ کو کہا۔ شیخ حمزہ نے فرمایا کہ یہ تو شیر وغیرہ نہیں تھا آپ نے اس جگہ کو بھی پہاڑ سمجھا ہے۔ یہ تو شہر ہے یہاں شیر کہاں سے آتے۔ ابھی آپ کا حوصلہ بلند نہیں ہوا ہے۔ آپ واپس پہاڑ پر جا کر اور محنت کر کے اپنا حوصلہ بلند کریں۔

آپ واپس حسب ارشاد پہاڑ پر گئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔
جب اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے تو خطِ ارشاد حاصل کیا۔ شہر دوبارہ آ گئے اور عبہ کدل میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ لوگوں کی دعا اور خیریت کے لیے دُعا گوئی میں مصروف ہوئے۔ بابا نصیب الدین فرماتے ہیں۔ شیخ روپی ریشی کی وساطت سے اللہ نے مجھے راہ تصوف دکھائی اور فقر کا مرتبہ انہی کی وجہ سے مجھے حاصل ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ریش کا ہمعصر ایک زاہد کامل تھا جو کچھ نہ کھاتا اور غیب سے اس کو کھانا پہنچتا تھا۔ ایک دن حضرت نے اُسے کہا کہ آپ کیا کھاتے ہیں فرمایا غیب سے کھانا آتا ہے۔ رُوپی ریشی نے فرمایا اے شخص اللہ سے ڈرو۔ ہو سکتا ہے شیطان تمہیں حرام رزق کھلاتا ہو۔ جب یہ غیبی دسترخوان پہنچے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا۔ جب رات کو کھانا آیا تو آپ نے جونہی یہ کلام پڑھا لانے والا بھی غائب اور پتہ چلا کہ یہ کُن پلیدی اور نجاست کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ مرد زاہد سخت پشیمان ہو گیا۔ شیخ کے پاس آکر توبہ کی اور نئے سرے سے عمل شروع کیا۔ جب وقت نزع قریب آیا تو دوستوں نے شربت پیش کیا۔ تو فرمایا کہ میں نے عہد کیا ہے اللہ کے سامنے روزے دار کی حیثیت سے پیش ہو جاؤں۔ بیس برس میں تو نو برس آپ نے روزہ داری میں گزارے۔ ابتدا میں ہر تیسرے روز روزہ کھولتے تھے۔ آخر چالیس چالیس دن کے روزے کے بعد ایک گھونٹ پانی سے روزہ کھولتے۔ ساری عمر ایک ہی خرقہ پہنتے رہے۔ اور کبھی نیا کپڑا نہ پہنا۔ کہتے ہیں اسرون پہاڑ پر ایک مردم خور شیر نے ۱۲ آدمیوں کو کھا لیا۔ آپ نے مراقبہ فرمایا تو آواز آئی کہ یہ چور آپ کے گھر ڈاکہ ڈالنے آئے تھے۔ حضرت نے دُعا کی اے اللہ یہ تو امید لے کر آئے تھے۔ ان کو زندگی بخش دے۔ اللہ نے اُن کی دُعا قبول کی اور اُن کو دوبارہ زندگی بخشی سب کے سب چوروں نے معافی مانگی اور آپ کی برکت

سے ابدال کے مقام پر فائز ہو گئے۔

تاریخ : ۷ محرم الحرام ۹۹۷ھ میں انتقال کر گئے۔ آپ کا مقبرہ محلہ کاٹل میں ہے

رُوپی ریشی رفت وسال وصل او
گفت ہاتف بودہ شیخ اہل دین

رُوپی ریشی

رُوپی ریشی پرگنہ اولر کے لورہ گام میں رہتے تھے۔ کمال درجے کے صوفی اور بزرگ تھے۔ اہل وعیال سے برداشتہ خاطر ہو کر دنیادی زندگی ترک کر کے دینوی زندگی کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ آپ دُور ایک جنگل میں گوشہ نشین ہو گئے۔

اویسی طریقے کے ریشی تھے۔ حضرت بابا نصیب الدین شیخ بٹہ مالو اور لودریشی سے دوستی اور محبت رکھتے تھے۔ آخر کار پرگنہ اولر کے کوچھ مولہ گاؤں میں ایک چشمے پر اپنے ہاتھ سے مسجد بنا کر پچاس برس تک اسی جگہ تنہائی میں گذارے اس زمانے میں کبھی کبھی دو دو تین تین مہینے کے لیے جنگل میں جاتے اور واپس آتے۔ ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے۔ گوشت کبھی نہ کھاتے تھے اور کسی تھوڑی سی چیز سے روزہ کھولتے تھے۔ کبھی دو دو تین تین دن کے لیے روزہ وصال (روزہ ہی نہ کھولنا بغیر افطار کے روزہ لگاتار رکھنا) رکھتے تھے۔ کبھی نو سیر کھانا یک وقت کھاتے تھے۔ حضرت شیخ العالم کے شعر زبانی یاد تھے۔ مزے لے لے کر پڑھتے تھے۔ جب دنیا کو الوداع کہی وہیں دفن ہوئے۔

زینی ریشی

بابا زینی ریشی مشہور نفس کُش بزرگ گذرے ہیں۔ چوٹی کے عارف اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ بابا زینی ریشی اور فیروز ریشی دونوں بزرگ بابا سیدہ ریشی کے خلفاء گزرے ہیں آپ اپنے مُرشد سدہ ریشی کے ساتھ ضلع کھل نار داؤ ہیں دفن ہیں۔

زوگی ریشی

حضرت زوگی ریشی مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ بابا نصیر الدین کے یاروں میں سے تھے۔ لکھتے ہیں کہ ایک دن شیخ العالم نے اُسے راستے میں دیکھا اور پوچھا کہ یہ کس کا بیٹا ہے؟ کسی نے کہا آپ کو اس سے کیا غرض ہے؟ فرمایا کہ میرے تکیہ اور میری زیارت کرنے والوں کی خدمت اسی لڑکے کے نصیب ہوگی اور اس کے بیٹے پوتے ہمیشہ اس تکیہ کے خدمت گذار رہوں گے۔ کچھ مدت کے بعد اس لڑکے کی شادی پرگنہ ناگام کے رئیس سنگرام ڈار کی لڑکی سے ہوئی۔ اور لڑکا سسرال ہی کے گھر بطور خانہ داماد گیا۔ سنگرام ڈار کے دو بیٹے بابا اسماعیل ڈار اور بابا یوسف ڈار چراری پورہ گاؤں میں کھیتی باڑی کے کام میں لگے تھے۔ اور آستانہ کی مجاوری جوگی ریشی کے حوالے کی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ حسن ریشی، حسین ریشی اور صالح ریشی اپنے دونوں بھائیوں کی رضامندی سے حسن ریشی مجاور آستانہ ہوا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ الیاس بابا، کریم بابا، ہاشم بابا اور نظام بابا اور دو لڑکیاں ہاجرہ بی بی اور رابعہ بی بی تھیں۔ ان میں سے ہاجرہ بی بی عیش مقام کے سیدوں کے گھر میں بیاہی گئی۔ رابعہ بی بی کی

شادی عبدالرحیم بابا کے ساتھ کی گئی اور اس کے دو بیٹے تھے۔ رستم بابا اور قادر بابا۔

جب حسن ریشی نے وفات پائی تو الیاس بابا نے آستانہ کی نذر و نیاز جاگیر وغیرہ آمدنی پر اپنا تصرف جمایا اور بابا سنگرام کے دوسرے وارثوں میں سے کسی کو کچھ نہ دیا۔ اِدھر سے آستانہ کی رونق اور آمدنی روز بروز بڑھتی گئی اور ہاشم ڈار نے سنگرام ڈار کے باقی وارثوں کے ساتھ اتفاق کر کے الیاس بابا کے ساتھ جھگڑا کیا اور تنازعہ اتنا بڑھا کہ صدر کشمیر شیخ حسن کو اس کا فیصلہ کرنا پڑا۔ شیخ حسن صدر کشمیر کی تجویز پر یہ قرار پایا کہ آستانہ کی آمدنی از قسم نذر و نیاز و مدد معاش گیارہ حصوں میں تقسیم ہو۔ دو حصے اسماعیل ڈار کے وارثوں کو اور دو حصے یوسف ڈار کے وارثوں کو جو آج کل چراری پورہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ ایک ایک حصہ حسین ریشی اور صالح ریشی کے وارثوں کو ایک ایک حصہ ہاشم بابا، کریم بابا، نظام بابا اور عبدالرحیم بابا کو اور دو حصے اس الیاس بابا کو جس نے سارے پر قبضہ کیا تھا۔ اور یہ گیارہ حصے آمدنی نذر و نیاز اور مدد معاش کے اکاسی حصوں میں پھر منقسم ہوئے۔ جب زوگی ریشی نے اس دنیا سے انتقال کیا تو مقبرہ عالی میں دفن کیا۔

زُونی ریشی

زُونی ریشی ہردے ریشی کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ روشن ضمیر اور صاف دِل خاصانِ خدا میں سے گزرے ہیں۔ آپ اور رگی ریشی ہُونتی ریشی، زیتی، اللہ داد ریشی سب بابا نصیب الدین غازی کے یاروں میں سے تھے آپ قصبہ اسلام آباد میں کریوہ کی چوٹی پر دفن ہیں۔

ستی ریشی

ستی ریشی بہت ہی باکمال صوفی گذرے ہیں۔ نفس کُشی جو اس دور کے ریشیوں کا خاصہ اور زُہد و تقویٰ کا اہم عنصر رہا ہے۔ اُس سے بھی مزین تھے۔ ڈبل ہاک اور کشمیری ملی کا لسی کھا کر گذارہ کرتے رہے ہیں۔ بابا حنیف الدین کے خلیفہ رہے ہیں۔ اپنے مرشد کامل کی اطاعت شعاری اور خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آپ اپنے مُرشد بزرگوار کی طرح مدتوں مانچھیامہ کے دارائش پہاڑوں پر عبادت کرتے رہے۔ بالآخر اللہ کو پیارے ہو گئے اپنے مرشد باکمال کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

سُوزن ریشی نیگرواری

سوزن ریشی کو بچپن ہی سے یادِ الٰہی کا شوق تھا۔ آپ پلر شاہ آباد میں ایک درخت کی کھوہ میں بیٹھ کر کا کام کرتے تھے۔ زاہد خشک تھے اور اور اپنی عبادت پر تکبّر تھا۔ حضرت شیخ کو ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ درخت بے ثمر ہے۔ ریشی نے حضرت شیخ کے ساتھ بحث و مباحثے کیے۔ آخر ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر نادم ہوئے اور اپنے گزشتہ کردار پر توبہ کی۔ شیخ کی بیعت کی اور مُرید ہو گئے۔ باقی عمر پران پورن میں گوشہ نشینی اختیار کر کے ساری عمر عبادت کرتے رہے۔ نیگرواری میں آپ کی زیارت گاہ موجود ہے۔

سنگرام ڈار

سنگرام ڈار چرار کے باشندہ تھے۔ آپ بہت بڑے نامور صاحب ثروت

بزرگ گزرے ہیں۔ اللہ کی مہربانی سے شیخ العالم کے ذریعہ راہ مستقیم پر آنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بہت سخت عبادت کرنے کی وجہ سے شیخ صاحب ان کو روپہ ون سے چرار شریف لے آئے۔ پھر انہی کے باغ میں سات سال گزارے۔ اس دوران روپہ ون بھی کبھی کبھار جاتے اور کبھی کشمیر کے دوسرے علاقوں کی سیر کرتے! لیکن مستقل قیام گاہ چرار شریف ہی تھا۔ سنگرام ڈار نے ہر طرح سے ان کی خدمت کی۔ آپ کا روضہ شریف چرار میں ہی ہے اور ہر شخص اس درگاہ پر آتا ہے۔

سدہ ریشی

سدہ ریشی باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت شیخ العالم کے خلفاء میں سے تھے۔ فاضل کامل عامل اور عارف تھے۔ ان کے خلیفہ بھی دین رشی زینی ریشی فیروز ریشی جیسے بزرگ گذرے ہیں۔ آپ ضلع کھل نمار واؤیں دفن ہیں، آپ کے خلیفہ بھی آپ ہی کے قریب مدفون ہیں۔

سُدہ شیرہ کنٹھ

پانپور میں ایک برہمن تھا جو بہت ہی زیادہ نفس کش اور عبادت گذار مانا جاتا تھا۔ ایک دن للہ عارفہ اس کے مندر میں آگئیں اور اُس نے کہا کہ ہم نے یہاں پیشاب کرنا ہے۔ شیرہ کنٹھ نے کہا۔ پگلی یہ تو ایشور کا گھر ہے۔ للہ عارفہ نے کہا اچھا ایسی جگہ بتا دو جہاں خدا نہیں ہے تاکہ میں ٹٹی پھیر دوں اُس جگہ، للہ عارفہ سے تصور الٰہ پر بحث کے بعد اسے قائل کیا۔ برہمن کے ساتھ بڑی بحث ہوئی آخر للہ عارفہ کی باتوں سے قائل ہو گئے۔ شیخ العالم کے پاس گئے

اور مشرف باسلام ہوئے۔ اور اسلام ریاضت طریقت اور راہ سلوک تصوف اختیار کیا آپ پانپور میں ہی دفن ہیں۔

سنگی ریشی

حضرت سنگی ریشی بابا دریادین جیسے بے مثال بزرگ عبادت گذار شخصیت کے خلفاء میں سے تھے۔ بہت بڑے ایماندار صدق وصفاءِ دل کے مالک تھے۔ آپ اپنے مرشد کی طرح سوائے جنگلی ساگ پات کے اور کچھ نہ کھاتے۔ پرگنہ پھاگ میں دریادین کے مشرق کی طرف دفن ہیں۔

سہیہ ریشی

سہیہ ریشی بابا اسحاق نوری کے مرید تھے۔ آپ رزقِ حلال کے بہت پابند تھے۔ خود کاشتکاری کرتے تھے اور جب تک انہیں رزق حلال کا یقین نہ ہوتا کبھی کسی چیز کی تمنا نہ کرتے۔ خود اپنے لیے رزقِ حلال کمانے کی سعی ہمیشہ کرتے رہے۔ بابا داؤد مشکواتی لکھتے ہیں کہ ایک دن سہیہ ریشی شالی کوٹ رہے تھے۔ سہیہ ریشی نے داؤد مشکواتی سے کہا آؤ بھائی کام کرو۔ مشکواتی نے کہا میں تو ریش ہوں۔ سہیہ ریشی نے کہا ارے بھائی میں بھی ریشی ہوں۔ لیکن رزق حلال کھائے بغیر ریشی بننا اچھا نہیں۔ حضرت مشکواتی نے فرمایا آپ کو معلوم ہے آپ نے کتنے جاندار شالی کوٹتے مارے ہیں۔ یہ سُن کر زور سے سہیہ ریشی چلایا اور کہا نہ معلوم کتنے جاندار اُس نے مارے ہیں اور اب اللہ کے سامنے کیا جواب دیں گے۔ یہ کہہ کر بیمار پڑا اور اسی غم میں بیمار رہ کر ۱۰۴۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ دارا سید پورہ میں پہاڑ کے دامن میں دفن ہیں۔

تاریخ :- خرد گفت از بہر تاریخ او
کہ شیر بیابان عشاق گو

شونتی ریشی

شونتی ریشی نجی ریشی بابا کے مرید تھے۔ آپ ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے۔ اور نفس کشی دوسرے بزرگوں کی طرح ان کا مسلک زندگی تھا۔ گوشت خوری سے پرہیز کرتے تھے۔ تمام عمر عزلت نشینی میں گذار دی، نجی ریشی کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

بابا شکور الدین اوّل

بابا شکور الدین زاہد اور عابد بزرگ تھے۔ آپ رجب الدین کے بھائی تھے۔ پہلا نام شوکہ میر تھا۔ جب بابا بام الدین سے تربیت حاصل کی۔ بابا شکور الدین کا خطاب پایا۔ کچھ عرصہ بھائی کے ساتھ کو اریگام میں خلوت نشین ہوئے اور جنگلی ساگ کے علاوہ کچھ نہ کھاتے۔ پرہیزگاری اور خدا ترسی میں بڑی شان رکھتے تھے۔ آخر میں مٹن ٹوڑ چلے گئے اور معرفت کے عمل میں عمر بسر کی اور اسی گاؤں میں دفن ہوئے۔

بابا شمس الدین اوّل

بابا شمس الدین کا گھر مرد واڈ دن میں تھا۔ جب حضرت بابا بام الدین سے بیعت لی تو موضع کردن میں آئے۔ یہاں عبادت ریاضت کی نفس کشی سے اتنے لاغر اور کمزور ہو گئے۔ اُٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ خدمت گذاروں

نے اُن کو ایک تابوت میں رکھا اور اُسی میں اپنی طاقت کے موجب عبادت کرتے تھے۔ کہتے ہیں ایک سپاہی ان کا مرید ہو گیا تھا اور وہ کسی لڑائی میں چلا گیا۔ ایک دن اُس کے گھر والوں کو اُس کے مارے جانے کی خبر ملی اُس کی بیوی فوراً حضرت بابا کے پاس آئی اور نہایت عاجزی کی۔ بابا نے فرمایا تم وسواس اور اندیشہ مت کرو۔ انشاء اللہ جو گولی اُس کے بدن میں لگی ہے میں نے اُس گولی کو اپنی گدڑی میں لے لیا۔ سپاہی کی بیگم نے یہ بات لوگوں کو سُنا دی اور راز افشاء ہو گیا۔ حضرت بابا نے سُنا ناراض ہو گئے اور اُس گاؤں سے ڈیرہ اُٹھا کر تاریگام چلے گئے۔ جب سپاہی واپس گھر آیا تو اُس نے بابا کی بات کی تصدیق کی اور کہا جو گولی میرے بدن پر آئی تھی حضرت بابا حاضر ہو کر اپنی کلاہ میں لے لیتے تھے۔ سپاہی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر اُس کے گاؤں میں بہت آنے کی منت سماجت کی۔ بابا نے منظور نہ کیا اور سپاہی سے کہا کہ وہ ہر ہفتہ ملاقات کے لیے آئے اور خیال رکھے کہ میں تمہارے ہی گاؤں میں ہوں۔ اُن کی زیارت تاریگام میں مشہور ہے۔

بابا شمس الدین

زین الدین کے پیاروں میں سے تھے۔ پاکیزہ حال اور صاحب کمال تھے۔ بہت سا وقت ان کی خدمت میں گذارنے کے بعد حج کو چلے گئے۔ مکہ شریف میں ایک بزرگ نظر آیا۔ چاہا کہ اس کی بیعت کر لیں۔ مرد بزرگ نے پوچھا کہ آج سے قبل کس کی خدمت میں رہے۔ شمس الدین نے کہا کشمیر میں ایک ان پڑھ آدمی زینہ ریشی ہے اس کی خدمت میں تھا۔ اس خدا کے پیارے نے کہا آج رات صبر کرو کل جو ہونا ہے ہو گا۔ اتفاق کے موجب یہ رات جمعہ کی

رات تھی۔ حضرت شیخ زین الدین مکہ شریف میں وارد ہو کہ اس خدا کے پیارے سے ملے۔ اور اُس کو کہا میں وہی ان پڑھ کشمیری ہوں۔ جس کی باتیں بابا شمس الدین نے سنائیں۔ اور میں ہمیشہ جمعہ کے دن اس مسجد میں نماز پڑھتا ہوں جب صبح ہوئی بابا شمس الدین آ گئے۔ اس بزرگ آدمی نے اس سے پوچھا تم اس اَن پڑھ آدمی کو پہچان سکتے ہو۔ شمس الدین نے کہا ہاں! مرد بزرگ اس کا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ لے گئے۔ حضرت شیخ نماز میں مشغول تھے اور شمس الدین نے انہیں پہچان لیا۔ مرد بزرگ نے فرمایا۔ یہ شخص جمعہ کی نماز ہمیشہ یہاں ادا کرتا ہے بتاؤ کس عالم کا یہ کام ہے؟ کس پڑھے ہوئے شخص سے یہ کام ہو سکتا ہے؟ جاؤ اور اُن کی خدمت میں رہو۔ شمس الدین شرمندہ اور پشیمان ہو گیا۔ اور کشمیر واپس آیا جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کا پاؤں ٹوٹ جائے۔ اسی وقت اس کا پاؤں پھسل گیا۔ گر کر گھٹنا ٹوٹ گیا۔ حاضرین نے سفارش کی۔ حضرت شیخ کے سامنے لوہے کی ایک سلاخ تھی۔ فرمایا اسی سلاخ سے اس کے گھٹنے پر تین چوٹ لگاؤ جب تین ضرب لگے۔ تو گھٹنا جڑ گیا۔ اُٹھا اور شیخ کے پاس آ کر پاؤں پڑ گیا۔ نہایت عجز و زاری کی۔ حضرت شیخ نے معافی دی۔ اس کے بعد باقی عمر شیخ اور شیخ کے خادموں کی خدمت گذاری میں گذار کر آخر میں انہی کے پہلو میں ابدی آرام پایا۔

بابا شکور دین

بابا شکور دین بہت ہی بڑے بزرگ گذرے ہیں آپ بہت ہی مال و دولت کے مالک تھے۔ اللہ نے تمام دنیاوی آسائشیں اور دولت

سے آراستہ کیا تھا۔ لیکن ان کا دل ان دنیاوی چیزوں سے برداشتہ خاطر تھا۔ آپ اپنا بیشتر وقت قرآن مجید کی تلاوت میں بسر کرتے تھے۔ پرگنہ مانچھامہ کے ایک گاؤں آرٹ میں سکونت پذیر تھے۔ جب معرفت الٰہی میں مست ہو گئے تو حضرت زین الدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور پرگنہ کھویہامہ کے گاؤں شنگہ ہال کے ایک پہاڑ پر گوشہ نشین ہو گئے۔ آخری عمر میں شیرہ کوٹ کی پہاڑی پر عبادت کرتے تھے۔ تاریخ حسن میں درج ہے کہ شیرہ کوٹ کے دامن میں یہ زیارت ہے اور بڑی ہی خطرناک جگہ محسوس ہوتی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے لئے قبر کھود کر رکھ دی تھی لیکن چونکہ لوگوں نے اس میں قدم رکھا تھا اس لئے آپ نے دوستوں کے پاس وصیت کی تھی مگر دوسری قبر میں جو قریب ہی ہو دفنایا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ان کے مزار کے سلسلے میں مشہور ہے کہ جب ملک پر کوئی آفت وغیرہ آئے تو توپ دغنے کی آواز آتی ہے اور اس طرح کی آواز راقم الحروف نے وہاں سنی ہے واللہ اعلم الصواب۔

جہاں تک توپ کے داغے جانے کا تعلق ہے یہ بات درست ہے کیونکہ بندہ نے خود یہ آواز سوپور سے سنی ہے۔ راقم الحروف کا گاؤں انگوار بارہ مولہ میں ہے۔ بندہ بچپن ہی سے مافوق الحات او خطرات باتوں کو خاطر میں نہ لاتا۔ لیکن اس میں شک نہیں توپ داغے جانے کی آواز یہاں سے ہم نے سنی ہے لیکن یہ ایک ذہن کا طبیعاتی عمل ہے چونکہ یہ زیارت پر واقع ہے اور ظاہر بات ہے کچھ گندھک کا عمل ہے لہذا یہ کوئی غیر العقول بات نہیں بشہو رہ ہے۔ جب یہاں سے اس قسم کی گھن گرج کی آواز نکلے تو سمجھا جاتا ہے خدانخواستہ ملک میں کوئی آفت آنے والی ہے چنانچہ لوگ نیاز نذر و اور بھنڈارہ وغیرہ کا

اہتمام کرتے ہیں اس طرح نجات حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات بہرحال درست ہے زور کی آواز نکلی ہے۔ پنجرے ٹوٹ جاتے ہیں۔ راقم الحروف اپنے دوست ولی محمد وانی زنگواری کے ساتھ اس جگہ گئے ہیں۔ محض اس شوق میں یہ دیکھ لیں کہ یہ قصہ آخر کیا ہے؟

شیخ شریف اشوار

آپ کو اللہ نے راہ ہدایت پر لگایا اور حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین ولی کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اُن سے راہ طریقت وسلوک سیکھا۔ ارشاد ہوا کہ بابا لطف الدین کے ساتھ دُودہ بھکرن جا کر ان کے پاس رہنے پر مامور ہوئے منازل سلوک طے کرنے کے بعد ان کے پاس ہی رہے! اور اس کے بعد چاتر گام میں زندگی کے باقی ماندہ ایام بسر کئے اور بالآخر اسی گاؤں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آرام پذیر ہوئے۔

شنکر ریشی

شنکر ریشی بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں بابا نصیب الدین غازی نے اس بچے کو ایک اُستاد کے سپرد کر دیا اور قرآن مجید کی سورتیں یاد کرائیں۔ کچھ مدت کے بعد آپ اپنے مربی بابا نصیب الدین غازی کے پاس چرار شریف ملنے گئے وہاں جونہی آپ اپنے مرشد کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ شیخ العالم کی زیارت پر جا کر انہیں مطلع کریں کہ وہ ان کے قدموں میں حاضر ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا جب رات کو سو گئے تو چور کرتا بھی اتار کر لے گئے۔ ابوالفقرا جناب بابا نصیب الدین غازی کے پاس پہنچے انھوں

نے سمجھایا کہ شیخ العالم نے کہا ہے کہ کرشتہ بھی ریشیوں کے لیے اچھا نہیں اور خدا کی راہ میں پردہ ہے۔ اس کے بعد اُن کو سلوک کی باتیں سکھا دیں اور گھر بھیج دیا۔ گھر جا کر خلوت نشین ہو گئے۔ غار میں بھوتوں نے ان کو تنگ کیا۔ حضرت محبوب العالم، داؤد خاکی، نصیب الدین غازی کی رُوحیں حاضر ہو گئیں اور بھوتوں کو سخت جھڑکیاں دیں۔ شنکر ریشی کو تسلی دی۔ آپ کو شاہ دولت کی صحبت بھی حاصل تھی۔ ایک دن بابا مشکراتی کو کہا کہ اس سال ہمارا مرشد واصل بحق ہو نگے اُنکے مقبرے کیلئے بیجبہاڑہ میں سلطان زین العابدین کی جگہ مقرر کی گئی ہے۔ اگرچہ ان کے مُرشد نے وصیت کی تھی کہ انہیں محبوب العالم کے احاطے میں دفن کیا جائے۔ لیکن بیجبہاڑہ میں دس ہزار لوگ جمع ہوئے اور انہیں بیجبہاڑہ میں ہی دفن کیا گیا۔

شوگہ ریشی

شوگر ریشی کھویہامہ کے رہنے والے تھے۔ آپ بابا داؤد خاکی کے مریدوں میں سے تھے۔ حلال روزی کھاتے خود کماتے خون پسینہ ایک کرتے تب میسر روزی ہو جاتی تو روزی تھی ورنہ روزہ۔ ان کے بارے میں بھی مشہور ہے جب بھی آفت ملک میں آجاتی تو یہاں سے توپ کی آواز نکلتی ہے۔ ۱۲۲۴ھ میں کالرا پھوٹا تو یہاں سے توپ نکلی تھی۔ آپ موضع سملر کے متصل پہاڑ کے دامن میں دفن ہیں۔

شنگہ ریشی اول

شنگہ ریشی ہردے ریشی کے مرید تھے۔ بہت روشن ضمیر صاف دل اور خاصان

خدا گزرے ہیں۔ آپ نے نفس کشی میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ جنگلی گھاس پات پر عمر بھر گذارہ کرتے رہے آپ معہ اپنے تین ساتھیوں، نُوتی ریشی، زوتی ریشی کے ساتھ اسلام آباد کے قصبہ کریوہ کی چوٹی پر دفن ہیں۔

شنگر ریشی ثانی

شنگر ریشی مولانا شاہ گدا کے خلیفوں میں سے تھے۔ خاصانِ خدا اور عارفوں میں سے تھے۔ محلہ خاندانی میں سڑک پر دفن ہیں۔

صالح ریشی

صالح ریشی بہت بزرگ صالح مردِ مومن گذرے ہیں۔ تاریخ تحائف الابرار فی ذکر الاخیار مصنف ابو محمد حاجی محی الدین نے صفحہ ۱۳۵ پر ان کا تذکرہ کیا ہے اور صرف اِن الفاظ میں ان کی ترجمانی کی ہے۔

"صالح ریشی ہم در صلاحیت مشہور و معروف الخرق مادات وکرامات موصوف بود"۔ اس کے علاوہ کسی تاریخ میں اور کچھ بھی میسر نہیں ہو سکا۔ اب قارئین پر منحصر ہے کہ وہ ان کے بارے میں اطلاع ہم تک پہنچائیں۔ ہم نے حتی المقدور تمام تواریخ کی ورق گردانی کی ہے لیکن پھر بھی مکمل کوائف میسر نہ آسکے۔

بابا صدرالدین

دتی ریشی، بدرالدین بابا صدرالدین کے دوست تھے۔ یہ تینوں حضرات حضرت شیخ العالم کے خلیفہ تھے۔ پرگنہ بانگل کے گاؤں ساجی میں دفن ہیں۔ زاہد اور عابد ریشی گزرے ہیں۔

صبور ریشی

صبور ریشی بابا بام الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ آپ نے ساری عمر ریاضت اور محنت شاقہ میں گذار دی، کامل اور عامل بزرگ تھے۔ آپ نے ۸۷۲ھ میں رحلت فرمائی اور پرگنہ کوہہام کے گاؤں مالسی میں پہاڑ پر دفن ہیں۔

صفی ریشی

حضرت صفی ریشی بابا زین الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ پاکبازی نفس کشی میں پیش پیش تھے۔ دیگر ریشیاں کی طرح یہ بھی جنگلی ساگ پات پر زندگی بسر کرتے رہے۔ آپ اپنے مرشد بزرگوار بابا زین الدین کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

شیخ علی ریشی

شیخ علی ریشی مہدی ریشی کے بڑے بھائی تھے آپ میر محمد نقشبندی کے خلیفوں میں سے تھے۔ مدت تک کریوہ پہاڑی کے دامن میں گوئل گاؤں میں عبادت اور ریاضت کرتے رہے ہیں۔ آخری عمر میں روح اللہ بیگ جو گوئل کے باشندہ تھے کے گھر میں رحلت فرمائی۔ روح اللہ بیگ نے آپ کے نام پر اس گاؤں میں خانقاہ تعمیر کی اور آپ کا مقبرہ بھی بنایا۔ آپ کا ایک مشہور مرید شیخ یعقوب جمالہ میں مدفون ہے۔

بابا غفور الدین

بابا غفور الدین کے بارے میں مجھے کسی تاریخ سے تاریخ اعظمی، تاریخ کبیر

کشمیر، وقائع کشمیر، کشیر، تاریخ کشمیر محمود آزاد، تاریخ حسن، روضۃ الابرار کسی بھی تاریخ سے ان کے بارے میں کوئی تذکرہ میسر نہ آسکا۔ لہذا ان کے بارے میں جو کچھ راقم الحروف کو معلوم ہے سپرد قلم ہے۔ گوسائیں ٹینگ کے پہاڑ کے سلسلہ کے ساتھ ساتھ گانٹ مُلا کے قریب دریائے جہلم کے اُس پار عین پہاڑ کے وسط میں نزد دین پور ایک زیارت ہے جہاں سے گاہے گاہے جب قدرتی آفات کا نزول ہونا بارگاہِ الٰہی سے مقصود ہوتا ہے تو توپ کی گھن گرج اور داغ جانے کی آواز آتی ہے۔ اس وقت اس زیارت کے پنجرے دروازے ٹوٹ جاتے ہیں۔ راقم الحروف خود ۱۹۵۵ء میں اس زیارت پر اپنے دوست ولی محمد زنگواری کے ساتھ گیا ہے، ہم نے یہاں یہ سارا سماں دیکھا ہے۔ مجاوروں سے بات چیت بھی ہوئی۔ توپ کی آواز خود کئی دفعہ سنی ہے۔ ہمارا گھر یہاں سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔ اکثر و بیشتر دفعہ یہاں سے یہ قصہ ہوتا رہا ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ ایک ایسا پہاڑ ہے جو دوسرے پہاڑوں کی نسبت بے آب و گیاہ ہی ہے اس لئے گندھک کے آثار یہاں موجود ہیں میری رائے میں یہ ایک زمین کا طبعی عمل ہے۔ باقی اللہ جانتا ہے۔ گانٹ مُلا میں یہ زیارت مرجع خاص و عام ہے۔

بابا غلام الدین

بابا غلام الدین زاہد اور متقی ریشی گزرے ہیں۔ حضرت میر محمد ہمدانی کے کامل اور مکرم تربیت یافتوں میں سے تھے۔ آپ ہمیشہ حضرت میر محمد ہمدانی کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ جب حضرت میر محمد ہمدانی نے شیخ العالم کو خط ارشاد عطا کیا تو حضرت شیخ العالم نے حضرت میر محمد ہمدانی سے التماس کی کہ وہ

بابا علام الدین اُن کو دیں۔ چنانچہ حضرت میر محمد ہمدانی نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر حضرت شیخ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد بابا علام الدین حضرت شیخ کے ساتھ ہی طریقت کے منازل طے کرتے رہے اور اعلیٰ و ارفع درجہ حاصل کیا۔ شیخ العالم کی وفات کے بعد کوہ پھاک کے دامن میں برین کے ایک گاؤں میں گوشہ نشین ہوئے اور یہیں دفن بھی ہیں۔ صحیح النسب سید تھے۔

بابا فیروز شاہ

بابا فیروز شاہ چوٹی کے عارف اور ریشی تھے۔ آپ حضرت شیخ العالم کے مریدوں میں سے تھے۔ پرگنہ ناگام کے بارپ گاؤں میں دفن ہیں۔ بہت ہی ریاضت اور عبادت کرتے رہے ہیں۔

بابا فخر الدین

بابا فخر الدین بابا رجب دین کے تیسرے بھائی تھے۔ خدا کے راستے میں سرفروش اور جانباز تھے۔ اول تو حضرت بابا بام الدین کے سلوک کے اسرار سے واقفیت حاصل کی۔ بابا زین الدین نے ان کے مشن کو مکمل کر دیا۔ اس کے بعد دریا الدین کے ساتھ پھاگ کے پہاڑ پر عبادت میں عمر گذار دی۔ آپ دریا دین کے مقبرہ سے ذرا نیچے موضع کریوہ میں دفن ہیں۔

فقیر ریشی

فقیر ریشی بابا زین الدین کے خلیفہ تھے۔ نہایت پاکباز، روشن خیال، عابد اور پرہیزگار مومن گذرے ہیں جیسے کہ اس دور کے ریشیوں میں طریقہ

رائج تھا وہ نفس کشی پر زور دیتے تھے یہ بھی اُسی زمرے میں آتے ہیں۔ آپ زین الدین کے ساتھ ہی شہر خموشاں آباد کئے ہوئے ہیں۔

بابا قیام الدین

بابا قیام الدین زمانے کے بہت بڑے صوفی منش آدمی تھے۔ آپ حضرت شیخ العالم کے یاروں میں سے تھے۔ جوانی کے دنوں میں آپ بڑے بڑے بزرگوں کی صحبت اور مشہور مشائخین کے پایئے کے سمجھے جاتے تھے۔ آپ کو اگر راہ تصوف میں کوئی کمی باقی رہ گئی تھی وہ حضرت شیخ العالم نے پوری کی۔ آپ نے پرگنہ دیوسر کے ایک گاؤں منزگام میں ایک ٹیلے پر گوشہ نشینی اختیار کی۔ قریب ہی ایک چشمہ تھا۔ سوکھی شاخوں سے کٹیا بنائی اور یہ شاخیں فوراً سر سبز ہوگئیں۔ ساری عمر جنگلی ساگ پات کھاتے رہے اور ساری ہی عمر ایک گدڑی پہنتے رہے۔ جب وفات پائی تو منزگام میں ہی دفنائے گئے۔

بابائے قطب الدین معروف بہ کٹی پنڈت

کٹی پنڈت جو مشرف باسلام ہونے کے بعد بابا قطب الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ مشہور اور معروف پنڈت تھے جنھیں وید اور شاستروں پر کامل عبور تھا۔ کٹی پنڈت شیخ العالم کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ راہ و رسم اس قدر بڑھ گئی اور شیخ العالم نے اس قدر ان کو روحانی طور پر متاثر کیا تھا کہ یہ پنڈت سے مسلمان بن گئے۔ اسلام قبول کیا اور اپنا اسلامی نام قطب الدین رکھا۔ آپ نے شیخ العالم کے تمام کلام کا ترجمہ سنسکرت زبان میں کیا۔ آپ شیخ العالم کے مزار میں ہی چرار شریف میں مدفون ہیں۔

کنی ریشی

کنی ریشی صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ آپ بابا بام الدین کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ کے پیر بھائی شوگر ریشی، حاجی ریشی سنت ریشی، رتن ریشی چالاک ریشی اور ونت ریشی تھے۔ آپ نفس کشی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اپنے یاروں سمیت بابا بام الدین کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا کنڈل ریشی

بابا کنڈل ریشی بابا زین الدین قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نیک سیرت اور متقی بزرگ تھے۔ ریاضت اور عبادت شاقہ کے عادی تھے۔ آپ بابا زین الدین کے مزار میں دفن ہیں۔ بابا زین الدین کی طرح ہی نفس کشی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ساری عمر ڈیل ہاک سے افطاری کرتے رہے۔

گدا لالہ بابا ریشی

لالہ بابا کے بیٹے تھے۔ گدا نام تھا۔ طریقت اور سلوک کی تربیت اپنے والد بزرگوار لالہ بابا سے پائی۔ نفس کشی اور ریاضت اور عبادت میں لاثانی بزرگ تھے۔ آپ زاہد پورہ میں میرزا اکمل الدین کے مقبرہ کے قریب ہی دفن ہیں۔

گنگی ریشی

گنگی ریشی باکمال صوفی منش ریشی گذرے ہیں۔ شروع میں آپ نے کسی

سے زانوئے تصوف تلمذ نہ کیا۔ آپ نوری ریشی دلہ پوری کے تربیت یافتہ تھے۔ اور آخر میں شیخ داؤد خاکی سے طریقت کے راستے کے مرحلوں کی واقفیت حاصل کر کے کٹھن منزلوں سے گذر کر کمال حاصل کیا۔ اور ارشاد کی سند حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ ایک دن کھیت کھودتے کھودتے (زمین سے) پیسوں کا بھرا ہوا مٹکا نکل آیا۔ سوچنے لگے کہ ان پیسوں کو کیا کیا جائے۔ غور و فکر کے بعد بہتر طریقہ استعمال کا یہ نظر آیا کہ ٹھٹہ سے نمک لاکر خدا کے راستے پر مسکینوں محتاجوں اور غریبوں کو دیا جائے۔ ٹھٹہ گئے اور چھ ترک (تقریباً بتیس ۳۲ سیر انگریزی) نمک گدھے پر (انگریزی) نمک گدھے پر اٹھا کر کشمیر لائے۔ راستے میں لوگوں کے چوپایوں کو پکڑ کر نمک کھلاتے۔ اور مسکینوں اور غریبوں کو مفت میں دیتے۔ جب تک پیسے ختم ہوگئے۔ یہی کام کرتے رہے۔ اس کے بعد جنگلوں سے میوہ دار درختوں کے پودے لاکر اور گاؤں گاؤں میں لگاکر باغ بناتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک ہزار باغ میوہ دار درختوں کے اپنے ہاتھ سے لگائے۔ اس کے علاوہ پلوں اور مسجدوں کی تعمیر اور مرمت اپنے ہاتھوں کرتے تھے۔ سخت محنت اور بارکشی کے باعث ان کے جسم کا چمڑہ سخت اور کھردرا ہوگیا تھا۔ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ چیڑ کا ایک بہت بڑا اور موٹا درخت پل بنانے کے واسطے جنگل سے کاٹا۔ اتنا بڑا کہ ہزار آدمیوں سے بھی نہ ہلتا۔ جب کانٹ چھانٹ کر کے ٹھیک کیا تو آہستہ سے لٹھے کے ساتھ کانا چھوسی کی۔ اسی وقت لٹھا حرکت میں آیا اور نہایت زور اور شور کر کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکتا ہوا راستے میں آنے والے درختوں کو گراتا ہوا میدان میں پہنچ گیا۔ اور پل کی جگہ لگا یا۔ لٹھے کی چوڑائی تین گز (۹ فٹ) تھی۔ آخر عمر میں پوشکر میں گوشہ نشین ہوگئے۔ ایک دن خدمت گزاروں نے لنگر کے لیے نمک خریدنے کے واسطے قصائی

کے ہاتھ ایک گائے بیچی۔ گائے شیخ کی کوٹھڑی کے دروازے پر آئی اور زبان حال سے فریاد کی۔ شیخ نے منع فرمایا اور خادموں کو کہا۔ گائے نہ بیچنا اس کے بعد مرتے دم تک نمک نہ کھایا۔

ایک شخص نے ایک روٹی اور ایک بھُنی ہوئی مچھلی بطور ہدیہ شیخ کے لیے لایا اور عرض کی کہ یہ خود ہی تناول فرمائیں کیونکہ "سنت" ہے۔ شیخ نے کہا میں نمک نہیں کھاتا ہوں۔ مچھلی کو دھوکر اور نمک ہٹا کر لاؤ۔ یہ شخص نہر پر مچھلی لے کر گیا اور مچھلی دھونے لگا۔ مچھلی ہاتھ سے نکل گئی اور بھاگ گئی۔ ایک دن پوشکر میں مسجد کی چھت کے لیے تختوں کا ایک گٹھا کندھے پر اُٹھا کر چل رہے تھے ایک شخص نے پوچھا کنگی ریشی کی کوئی خبر سناؤ۔ کہا کیا خبر سناؤں وہ بدذات آدمی ہے ایسا ہے ویسا ہے۔ شخص ناراض ہو گیا اور لاٹھی سے ان کو پیٹنے لگا۔ تم کیوں مردِ خدا کو بُرا کہتے ہو؟ شیخ کے دوستوں نے دیکھا اور دوڑتے ہوئے آئے اور ان کو چھڑایا۔

زندگی کے آخری دنوں کو ایک قبر کھودی اور رات کو اسی میں بیٹھتے تھے اور واقع ہونے والی باتوں میں مرنے کے بعد کے عذاب اور قبر کی آزمائشوں کی ڈرانے والی باتیں دیکھیں اور قبر سے ڈر گئے۔ پھر ایک صندوق بنوا کر دوستوں سے کہا مجھے اسی صندوق میں رکھیں۔ دفن نہ کریں۔ جب عالموں نے سُنا تو وہ ان کے پاس آگئے اور کہا کہ آج تک آپ نے سنت کی متابعت کی اب کیوں نہیں کردیں گے۔ عالموں کا کہنا مان لیا پھر دوسری قبر کھودی گئی اور اسی میں ان کو دفن کیا گیا۔ ۱۷۰۱ھ میں وفات پائی۔ ان کا مقبرہ علاقہ بانگل کے گاؤں واتی کام میں ہے۔

باباگلاب ریشی

باباگلاب ریشی ترک لذات اور ترک دنیا کر کے ریاضت اور عبادت میں ساری عمر سرگرداں رہے۔ آپ نے حضرت شیخ العالم سے تربیت حاصل کی تھی اور انہی کے تربیت یافتہ مرید تھے۔ آپ کا مرقد مقدس کھل نار وائہ میں ہے۔

شیخ بابالدامل

بابالدامل ہندو برہمن تھے۔ بُت پرستی سے توبہ کر کے حضرت بابازین الدین کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے۔ کہتے ہیں مرنے سے قبل انہوں نے وصیت کی تھی کہ اُن کے انتقال کے بعد اُن کی قبر پر مقبرہ تعمیر نہ کیا جائے کیونکہ اُن کی قبر پہ ایک بہت ہی تناور درخت بار آور ہو گا جو تمام مزار کو احاطہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ درخت واقعی تمام مزار پر سائبان کی طرح چھایا ہوا تھا۔ لیکن جب یہ درخت تباہ ہوا تو ۱۱۴۹ھ میں بابا داؤد مشکواتی کے کہنے کے مطابق مقبرہ تعمیر کرایا گیا۔ آپ موضع صددول پرگنہ کامراج میں مدفون ہیں اور اسی جگہ آپ کے خلفاء بھی دفن ہیں۔

شیخ بابالدی

شیخ بابالدی گنائی بلند مرتبہ کے بزرگ تھے۔ اپنے مرشد کامل شیخ عبداللطیف سے بیابان میں جہاں جنگلی درندے تھے ریاضت اور عبادت کرنے کا حکم ملا۔ مرنے سے قبل وصیت کی تھی کہ وفات کے بعد انہیں چندہ پال میں ہی دفن کیا جائے لیکن

لوگوں نے جنگلی جانوروں کی وجہ سے لشکر میں دفن کیا۔ دوسرے دن کیا دیکھا کہ قبر خالی ہے اور لدی محل چندیال میں دفنائے گئے ہیں۔ آپ آواگون کے چکر کے حامی لگتے ہیں۔ کیونکہ بقول اُن کے لوگ قیامت کے روز حیوانوں کی مختلف شکلوں میں چیونٹیوں، کتوں سوروں کیڑوں کی صورت میں اپنے اعمال کے مطابق ہوں گے اور جنت اپنے اعمال کے مطابق نصیب ہوگی۔

شیخ بابا لطیف الدین

شیخ بابا لطیف الدین کا نام ابتدا میں آدت رینہ تھا۔ آپ میر دواڈون کے حاکم تھے۔ بادشاہ کی سلام کے لیے شہر آیا کرتے تھے۔ شیخ الحاکم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ انہوں نے ان کا نام لطیف الدین رکھا۔ ایک دفعہ شیخ العالم کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا میرے پاس آنے کا مقصد کیا ہے۔ فرمایا۔ آپ کی دوستی۔ انہوں نے فرمایا جب تک ہم ایک رنگ میں نہ رنگے جائیں دوستی ناممکن ہے۔ پوچھا حضرت دوست کا کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا۔ خدا کا حکم! آدت رینہ نے پوچھا خدا کا کیا حکم ہے۔ صراطِ مستقیم اور اطاعت۔ آدت رینہ نے پوچھا اطاعت سے کیا مراد ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ اسلام قبول کرو۔ اور وحدہٗ لاشریک کے بندے بن جاؤ گے۔ آدت رینہ نے کہا میں اپنے خدا کا بندہ ہوں۔ لیکن مسلمان نہیں ہو جاؤں گا۔ شیخ نے فرمایا رزق تو رازقِ مطلق کا کھاتے ہو اور پوجا بت (مورتی) کی کرتے ہو۔ آدت رینہ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گرے۔ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آئے اور مسلمان ہو گئے۔ شیخ کی بیعت کی۔ شیخ نے اس کا نام شیخ لطیف رکھا۔ مال و دولت اہل و عیال جاہ و حشمت اور حکومت چھوڑ کر شیخ کے خاص خدمت گزار ہو گئے۔ عبادت و ریاضت، پرہیزگاری و خداترسی، ترک شہوات و لذات اور ترک دنیا کی باتوں

میں ایسے جانباز، دلیر اور سوز و گداز والے بن گئے کہ راہِ ہدایت اور سلوک کے طلبگار ان سے سبق لیتے تھے۔ لوگوں کو رشک ہوتا تھا کہ ہمیں بھی یہ حال نصیب ہو۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ لطیف الدین نے رجوع کرتے راہ طریقت پہ قدم رکھنے اور معرفت کا جام نوش کرتے کے بعد شیخ العالم کے فرمانے پر پرگنہ اچھبر کے ایک گاؤں دودھ پھکری میں عبادت خانہ تعمیر کیا اور وہیں عبادت ریاضت اور مشقت میں مشغول ہو گئے۔ جنگلی ساگ (ویل ہاک) کے سوا کچھ نہ کھاتے۔ بابا پیر باز اور شیخ شریف اشوار جو پاکباز مرشد کے حکم کے موجب ان کی رفاقت اور خدمت کے لیے سرفراز ہوئے تھے۔ جنگلی ساگ پکا کر افطار کو پیش کرتے تھے۔ ایک دن حضرت شیخ لطیف الدین باورچی خانہ میں آگئے۔ شیخ شریف جنگلی ساگ ابال رہے تھے اور ہانڈی سے بق بق کی آواز آرہی تھی۔ بابا لطیف الدین نے شیخ شریف سے پوچھا شاید تو نے زندہ ساگ (تازہ جو سوکھی ہوئی نہ تھی) ہانڈی میں ڈالا ہے۔ کیونکہ یہ چلاّ رہا ہے میں اس کو نہیں کھاؤں گا۔ شیخ شریف سُن کر ذرا تیز ہو کر بولا۔ پھر کاٹن (اندراین پھل کے پتے) کھاؤ گے۔ شیخ نے جواب دیا ہاں وہی کھاؤں گا۔ اس کے بعد اسی گھاس کو کھاتے رہے (حالانکہ یہ تمام سبزیاں ترکاریوں اور جڑی بوٹیوں میں سے زیادہ زہردار اور کڑوا ہے۔ بلکہ زہر قاتل ہے۔ کچھ برس اس جگہ سے اُٹھ کر وترہیل گاؤں میں ٹھہرے اور وہاں سے بھی کچھ دیر بعد علاقہ بیروہ کے ایک گاؤں پوشکر میں آتے باقی عمر وہیں گذاری۔ رحلت فرمانے پر وہیں دفن ہوئے۔ ان کی زیارت فیض و رحمت کی جگہ ہے۔ پانچ پھاگن کو ان کا عرس منایا جاتا ہے۔

بابا لست ریشی

بابا لست ریشی عامل اور کامل بزرگ گذرے ہیں حلیف الدین کے

چیلے تھے۔ بہت ہی باکمال اور متقی بزرگ تھے۔ آپ نے بابا حنیف الدین کی خدمت گذاری میں تازیست کوئی لمحہ اٹھا نہ رکھا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہو گئے۔

لچھم ریشی اوّل

لچھم ریشی بھی ایک باکمال ریشی گذرے ہیں۔ نفس کشی اور ریاضت میں بے مثال تھے۔ شیخ العالم کے مصاحبوں میں سے تھے۔ آپ نے جنگلی ساگ کے علاوہ زندگی بھر کچھ نہ کھایا۔ آپ چرار شریف میں شیخ العالم کی قبر کے جنوب میں دفن ہیں۔

بابا لچھم ریشی ثانی

بابا لچھم ریشی کامل اور متقی بزرگ تھے۔ عمر بھر دوپل ہاک پر گذارہ کرتے رہے۔ آپ شیخ العالم کے مریدوں میں سے تھے۔ وفات کے بعد آپ ہتجوارہ میں ایک ٹیلے پر دفن ہیں۔

بابا لدہ ریشی

آپ یعنی بابا لدہ ریشی بابا حنیف الدین کے خلیفہ تھے ریشیوں میں عظیم تر متقی اور پرہیزگار تھے۔ خداترسی اور خداپرستی میں آپ اپنی مثال تھے۔ زندگی بھر دوپل ہاک اور جنگلی کاسنی پہ گذارہ کیا۔ آپ اندرون کے گاؤں میں دفن ہیں۔

خواجہ لدی کشور

خواجہ لدی کشور شیخ لطیف کے یاروں میں سے تھے۔ ۱۲ سال تک لنگر

میں خلقِ خدا کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ ایک دن شیخ بولے کہ لدی کشور نے کافی تکلیف اٹھائی اب اسے رخصت مل جانی چاہیئے۔ ایک ساتھی بولے ان کو کیا تکلیف ہے روزہی تو ایک پیالہ دہی کا گوشۂ تنہائی میں نوش فرماتے ہیں۔ شیخ بولے اب کی دفعہ جب نوش فرمائیں تو اس پیالے کو میرے پاس لے آنا تو میں ملاحظ کرتا ہوں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ ریشی جب دہی کا پیالہ نوش فرمانے لگے تو فوراً چھین کر شیخ کے پاس پیش کیا گیا۔ پتہ چلا لدی ریشی یا لدی کشور صاحب اس میں یعنی پانی میں سفید راکھ گھول کر پیتے ہیں۔ کب سے یہ عمل جاری ہے۔ لدی کشور بولے حضرت جب سے لنگر میں خدمت کر رہا ہوں۔ (یعنی ۱۲ سال سے)

کہتے ہیں پچہ کوٹ کا ایک آدمی شیخ کے پاس آیا اور عرض کی کہ بے اولاد ہوں آپ کسی ریشی کو میرے وارث کے طور پہ مجھے دے دیں۔ شیخ نے اقرار کر کے کہا آپ چلے جائیں میں ایک ریشی روانہ کر دوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد لدی کشور کو پچہ کوٹ بھیجا۔ ایک رات جب لدی کشور زینہ گیر پچہ کوٹ کے مالدار آدمی کے گھر میں سویا تھا۔ رات کو صاحب دولت خانہ نے کنڈی لگا کر لدی کشور کو رکھا۔ جب تہجد پڑھنے کا وقت آیا تو لدی کشور نے صاحب خانہ کو آواز دی کہ کنڈی لگی ہے تو اس نے جواب دیا ایک شرط پر کھولتا ہوں تا زیست اس گھر سے باہر قدم نہیں رکھو گے۔ لدی کشور نے تہجد قضا نہ ہونے کے سبب اقرار کیا۔ جب صبح ہوئی تو شیخ کو خط لکھا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے جواب میں کہا کہ اسی گھر میں قرار کیجئے تاکہ دونوں وعدوں کا ایفا ہو سکے تمام عمر اس جگہ گذار دی اور اسی جگہ یعنی پچہ کوٹ زینہ گیر میں انتقال بھی کر گئے۔

بابا لنگر مل

بابا لنگر مل بابا بالدہ مل کے خلیفے تھے۔ ابتدا میں ہندو تھے۔ جاہ و ثروت۔

مال وحشمت کے مالک تھے۔ دنیاوی زندگی سے آراستہ اور پیراستہ تھے۔ اللہ نے ہدایت فرمائی مشرف باسلام ہوئے۔ کفر اور شرک سے توبہ کی اور بابا لدہ مل کے مرید ہو گئے۔ اور آپ نے حد سے زیادہ عبادت اور ریاضت کر کے اعلیٰ وارفع مرتبہ حاصل کیا۔ ہمیشہ سونف کھا کر افطاری کرتے تھے۔ آپ بابا لدہ مل کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

بابا لُومی ریشی

بابا لُومی ریشی آڈرن کے ایک گاؤں چلندر میں پیدا ہوئے۔ دونوں پاؤں سے معذور تھے اور آنکھیں بھی ترچھی تھیں۔ کہتے ہیں جوانی میں جب ان کی شادی کی گئی اور سہاگ رات پر دُلہن کے پاس گئے دُلہن نے ان پر ہنسا۔ اسی وقت کمرے سے باہر نکلے اور حج کی تیاری کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ حج سے واپسی پر بابا نصرالدین سے طریقت اور سلوک سیکھ کر ساری عمر ریاضت اور عبادت میں گزاری۔ آپ حضرت نصرالدین کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

بابا لسّہ ریشی

آپ کافی دولت مند اور دنیادار آدمی تھے۔ لیکن پھر بھی آپ کو دنیاوی زندگی سے کچھ منافرت تھی اور بزرگوں اور ولیوں کی صحبت میں رہتے تھے۔ شیخ زین الدین سے راہ طریقت سیکھا اور بابا پیام کے ساتھ رنبوہ پہاڑ پر خلوت نشینی اختیار کرتے رہے۔ جب پیام الدین اس دنیا سے رحلت کر گئے تو آپ نے پرگنہ وین کے ایک گاؤں کھچوہ میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ ۸۹۷ھ ۹ ذی الحجہ کو انتقال کر گئے۔ آپ کا مقبرہ کھچوہ میں اب بھی مرجع خاص وعام ہے۔ کہتے ہیں کہ لسہ ریشی نے لوگوں سے وصیت کی تھی کہ ان کو انتقال کے بعد اُن کو نہر کے زیریں طرف دفنائیں۔ لوگوں

نے اس خوف سے کہ قبر زیریں طرف بہہ جائے گی بالائی طرف دفنایا۔ اور اس طرح ۸۰ سال تک اس نہر کا سربند ٹوٹتا رہا۔ لوگ بیزار ہو گئے۔ ایک دن ایک روشن ضمیر بزرگ کے پاس لوگ گئے اور ان سے سربند کے ٹوٹنے کے لیے دعا کرنے کو کہا۔ انہوں نے لستہ ریشی کی وصیت یاد دلائی۔ اس پہ لوگوں نے تہیہ کیا کہ کل صبح لستہ ریشی کو نہر کے زیریں حصہ سے نکال کر بالائی طرف دفنایا جائے گا۔ لیکن جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ لستہ بابا اپنی وصیت کے مطابق من وعن بالائی حصہ میں باغ اور نہر کے کنارے کے ساتھ مدفون ہیں۔ لوگ ششدر و حیران رہ گئے اور پانی کا بند پھر کبھی نہ ٹوٹا۔

لالہ ریشی اول

لالہ ریشی نے راہِ طریقت اور معرفت اپنے خالو سے سیکھا۔ ہمیشہ روزہ دار رہتے اور شب بیدار ہو کر ریاضت اور عبادت میں مصروف رہتے۔ نفس کشی میں کوئی کسر اپنے اٹھائی نہ رکھی۔ نجی ریشی کے بھتیجے بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ پرگنہ پھاگ کے ایک گاؤں ذکرہ میں ۸ ماہ ذیقعدہ ۱۱۰۵ھ کو انتقال کر گئے وہیں ان کا مقبرہ بھی ہے۔

لالہ ریشی ثانی

لالہ ریشی کھونہ موہ گاؤں کے باشندے تھے۔ آپ نے پانپور کے قریب گیل کے مقام پر عمر بھر ریاضت کی اور گوشہ تنہائی میں رہے۔ بنگر پانپوری جو اُس وقت کے نامور بزرگ تھے سے راہ طریقت پر عمل پیرا ہوئے۔ روزہ داری سے کبھی غافل نہ کیا آپ پانپور کے قریب دریا کے کنارے موضع گیل میں دفن ہیں یہاں

پر آپ کا روضہ مبارک بھی ہے۔

محمد مقیم شاہ

محمد مقیم شاہ ریشی اویسیہ طریقہ سلوک و معقوف سے منسلک تھے۔ آپ نے تمام عمر ترک لذات کیا۔ روزہ داری اور عبادت گذاری ان کی زندگی کا شعار تھا۔ شب بیداری میں زندگی میں کبھی فرق نہ آیا۔ مرتے وقت بابا نصر الدین نے کہا شربت پیو گے آپ نے فرمایا زندگی میں کبھی نہ پی اور اس وقت نزع یہ کیسے پیوں گا۔ حق کہہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے حضرت شیخ ۷۵ھ کو پیدا ہوئے اور ۸۴۲ھ کو وفات پائی۔

مستہ ریشی

بابا مستہ ریشی واقعی مست ریشی تھے۔ کبھی ملا تو روزی ورنہ روزہ۔ ساری زندگی جنگلی گھاس پات پر گذارہ کرتے رہے۔ آپ دریا دین کے مرید تھے اور یارِ غار بھی تھے۔ ان کی ہمسائیگی میں دفن ہیں۔

میری ریشی

میری ریشی زمانے کے باکمال ریشی تھے۔ ڈیل ہاک اور جنگلی کانسی ان کی خوراک تھی۔ بابا شمس الدین سے راہ طریقت اور سوک سیکھا۔ ایک دن حضرت بابا نے اُسے اذان دینے کے لیے کہا اُس نے ذرا دیر کی اور کچھ توقف سے اذان دی۔ بابا شمس الدین نے تاخیر اور تغافل کی وجہ دریافت کی۔ کہا آسمان کا مرغ بانگ دے رہا تھا۔ بابا نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اُس کا مرید اس قدر باطنی صفائی میں ارفع مقام سے حاصل کر

سکتا ہے۔ آپ بابا شمس الدین کے مزار مقدسہ میں ہی مدفون ہیں۔

مہدی ریشی کاکاپوری

مہدی ریشی میر محمد باقر نقشبندی کے خلیفہ تھے۔ زہد و تقویٰ میں یکتا تھے۔ نفس کُش اور شب بیدار بزرگ نے کبھی زندگی میں آرام و اطمینان کا سانس لیا۔ میر محمد باقر سے خط ارشاد لینے کے بعد چالیس سال تک کاکاپور کی مسجد میں گوشہ تنہائی میں عبادت کرتے رہے۔ بہت شفیق مخلص اور خلیق مردم تھے۔ ۱۰۹۹ میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کاکاپور کی مسجد کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

شیخ محسن معروف بہ ہاکہ بابا

شیخ محسن بابا نصیب الدین کے مرید تھے۔ آپ نے ساری عمر لار کے ایک گاؤں ہاری پورہ کے پہاڑ کے دامن میں ریاضت اور عبادت میں گذار دی۔ ہمیشہ نمکین ساگ کھاتے اور اس کے علاوہ اور کسی چیز کو آپ نے منہ نہ لگایا۔ صرف ساگ کھانے کی وجہ سے یہ ہاکہ بابا مشہور ہیں۔ آپ ہاری پورہ میں دفن ہیں۔ آپ کا باضابطہ عرس منایا جاتا ہے۔ لوگ دور دور سے آپ کی زیارت مقدسہ پر آجاتے ہیں۔

محمد ریشی

محمد ریشی ہردے ریشی کے مرید تھے۔ نفس کُش اور عبادت گذاری میں پیش پیش رہتے ہیں۔ صاحب حال و قال گذرے ہیں۔ آپ حلال روزی کی خاطر زمینداری خود کرتے خود کاشت کرتے اور اپنا رزق حلال کھاتے۔ آپ مرشد بزرگوار کے مقبرے کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

شیخ محسن دوئم ثانی

آپ ہاکہ بابا کے بھائی تھے۔ بابا نصیب الدین غازی کے مرید تھے۔ آپ بھی صرف نمکدار ساگ کھاتے اور اس کے علاوہ کسی چیز کو منہ نہ لگاتے۔ آپ دسن پرگنہ لار میں انتقال کر گئے اور اسی جگہ مدفون بھی ہیں۔

بابا نصر الدین

بابا نصیر الدین حضرت شیخ العالم کے چوتھے خلیفوں میں سے ایک باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ روایت ہے کہ بابا نصیر الدین بہت ہی جاہ وحشمت، دبدبہ اور ولولہ کے مالک تھے۔ والدین کا منظور نظر فرزند بیماری میں مبتلا ہو گیا اور اس قدر پریشانی کے عالم میں مبتلا ہو گیا کہ مرض کا علاج ہی نہ تھا آخر زندگی سے تنگ آگئے۔ علاج معالجہ کے لیے کوئی کسر باقی اٹھائے نہ رکھی۔ آخر ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کھدر پوش معہ اپنے مصاحبین کے بیٹھے ہیں۔ آپ نے خواب میں ہی کسی سے پوچھا کہ یہ حضرت جو سردار محفل ہیں کون ہیں؟ جواب ملا حضرت شیخ العالم معہ دوسرے بزرگانِ دین کے ہیں۔ حضرت شیخ اس وقت کیموہ میں گوشہ نشین ہیں۔ اگر آپ ان کی خدمت میں پیش ہوں گے تو انشاء اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ شفایاب فرمائے گا۔ چنانچہ دوسری صبح ناصر الدین نے یہ خواب اپنے والدین کو سنایا۔ انہوں نے فوراً خواب کی تعبیر کروائی۔ اور سیدھے شیخ صاحب کے پاس کیموہ چلے گئے۔ پہنچتے ہی شیخ العالم نے بچے سے نام پوچھا آپ نے اُدرتو کہا۔ آپ نے کہا کہ کام کیا کرتے ہو۔ لوگ تم کو کیا کہتے ہیں راد تھر (پہلوان) رنگ پیلا کیوں پڑا ہے۔ اُلٹی کی تکلیف ہے۔ اسی وقت شیخ العالم نے کھانا

منگایا۔ ناصر الدین نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور نہ تو کوئی اُلٹی آئی اور نہ کوئی تکلیف دوبارہ محسوس کی۔ انھوں نے ان کا نام بابا نصر الدین رکھا۔ بابا نصر الدین نے والدین کو الوداع کہا اور خود باورچی خانہ کی منتظمی کا کام انجام دیتے رہے اور آنے جانے والے لوگوں کی خدمت گذاری اور مہمانداری میں مصروف ہوتے۔ حضرت شیخ نے طریقت اور معرفت کا اس قدر درجہ حاصل کیا کہ جو کچھ کم یا زیادہ پکتا تمام مہمان کھاتے اور خود راکھ پانی میں گھول کر پی جاتے اور زندگی بسر کرتے۔ ایک دن کسی مرید کے سامنے شیخ العالم نے کہا اب ان کو رخصت دی جانی چاہیئے تو دوسرے ساتھی نے کہا دودھ کا پیالہ پیتا ہے ان کو یہاں کیا تکلیف ہے۔ شیخ صاحب نے کہا جب اس کے پینے کا وقت آئے دودھ کے پیالے کے سمیت میرے سامنے پیش کرنا۔ ایسا ہی ہوا۔ جب اُن کے سامنے پینے لگے تو حلق اس کی گرمی اور حدت سے جلنے لگا۔ حضرت شیخ نے حکم دیا آئندہ چاول سے افطاری کرو گے۔ انگلی کے برابر تھیلی میں ۱۸ دانے چاول روز کھاتے اور عمر بھر اسی پر قناعت کی۔ ایک دفعہ مرشد کے حکم سے چلے میں بیٹھے چار اخروٹ ساتھ اٹھائے۔ ایک دن حضرت شیخ العالم آئے وہ اخروٹ توڑ رہے تھے۔ پوچھا بابا کیا کر رہے ہو۔ جواب دیا حضرت اخروٹ توڑ رہا ہوں۔ شیخ نے کہا میں نے سوچا تھا کہ نفس توڑ رہے ہوں تم تو ابھی تک اخروٹ ہی توڑ رہے ہو۔ اعتکاف سے جب نکلے تو چار اخروٹ واپس اپنے مرشد کے سامنے رکھے آپ لاثانی اور عدیم المثال بزرگ تھے۔ آپ شیخ العالم کے محرم راز تھے۔ کہتے ہیں کہ جب بابا نصر الدین کی عمر آخر کو پہنچی تو ایک رات کو حضرت شیخ نے خواب میں فرمایا تو نے بہت تکلیف اٹھائی۔ اب میرے پاس آجاؤ۔ اور ملک جوگی رینہ کو چرار میں ریشیوں کا ذمہ دار بناؤ۔ جب آنکھ کھلی تو بہت پریشان ہوئے کہ جوگی رینہ کیونکر یہ کام سرانجام دے وہ تو وزیر

ہے۔ لیکن مرشد کامل پر یقین تھا آپ نے جوگی رینہ کو اطلاع بہم پہنچائی۔ اُس نے ذمہ داری قبول نہ کی۔ بابا نصر الدین واپس آئے۔ جوگی رینہ رات کو لرزاُٹھے کپڑے پھاڑے اور صبح ناصر الدین کے پاس گئے۔ وہ بیمار پڑے ہوئے تھے اُن کی تیمارداری کی۔ چند دن زندہ رہنے کے بعد وہ راہ عدم اختیار کر گئے۔ آپ شیخ العالم کے مزار کی حدود میں ہی دفن ہیں۔ تاریخ

سال وصلش باز پرسیدم زوصل
عارف باللہ نصر الدین بگفت

بابا نوروز ریشی اوّل۔ لولہ پوری

بابا لطیف کے مریدوں میں سے تھے۔ لولہ پورہ میں سکونت کرتے تھے۔ ازلی سعادت کی یاوری نے شیخ لطیف الدین کی خدمت میں جانے کی رہنمائی کی اور ان سے طریقت کے راستے کے نشیب وفراز سے مدتوں آشنا ہوتے رہے۔ اور پیر بزرگوار کی خدمت کرتے رہے۔ اُن کے حکم سے لولہ پورہ میں گوشہ نشین ہوئے۔ ایک دفعہ زردہ پلاؤ کے دو تین سیر کسی سے لائے۔ بابا کے پاس ۶۰ آدمی تھے سب نے سیر ہو کر کھایا۔ ایک دفعہ بابا شہر جارہے تھے۔ آپ نے زور سے نعرہ مارا۔ لوگوں نے نعرہ مارنے کی وجہ بتائی فرمانے لگے کہ چور دھان کھٹھار سے چرا رہے تھے ہم نے آواز دی ہے اور وہ بھاگ گئے ہیں۔ جب لولہ پورہ پہنچے تو دیکھا کہ دھان کے گٹھے دُور دُور تک پھیلے ہیں۔ اور چور چراتے چراتے رہ گئے ہیں۔ آپ لولہ پورہ میں ہی دفن ہیں۔ بابا نوروز ریشی کی زیارت لولہ پورہ میں ہے ۲۱ ہاڑ کو میلہ لگتا ہے۔ دُور دُور سے بیروہ، کلی پورہ، کین گندہ وترمیلہ، سعد پورہ، آرو، ساگام سے لوگ اس عرس پر آتے ہیں۔ خوب درود خوانی اور شب بیداری ایک ہفتہ تک

رہتی ہے۔ ہمیشہ ہی لوگ اس زیارت پر دیا جلائے رکھتے ہیں۔

نوروز ریشی

نوروز ریشی بہت حسین اور جمیل مردِ مومن تھے آپ نے بابا رجب دین سے طریقت اور سلوک کا راستہ سیکھا۔ بابا رجب دین نے ان کو کہا تھا کہ وہ کسی صورت میں گوشہ نشینی سے باہر قدم نہ رکھیں۔ ایک دن حسن اتفاق سے گاؤں کی طرف گئے۔ اور گاؤں میں ایک لڑکی ان کو دیکھ کر غش کھا گئی۔ یہ بات ان کے رفقاء نے من وعن اسی طرح بابا رجب دین کو کہی۔ بابا رجب دین نے کہا یا تو ادھر سے نکل جاؤ وگرنہ میں خود یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔ چنانچہ نوروز ریشی یہاں سے بھاگ گئے اور دُور جا کر ایک ہندو کے گھر میں پناہ لی۔

ہندو سے پہلے کہا کہ حج کے لیے مجھے بھیج دو۔ ہندو نے کہا حج پر تو نہیں بھیجوں گا البتہ میرے گھر میں آپ قیام کر سکتے ہیں۔ چھ سال آپ نے سنتی پنڈت کے گھر گذریگام میں گذارے۔ اور سوائے اُس کی بیوی کے اور کسی کو منہ نہ دکھایا۔ چھ سال گزر جانے کے بعد جب بابا رجب الدین کا آخری وقت آیا لوگ پریشان ہو گئے کہ اب کیا ہوگا وارث کون ہوگا اور بابا رجب دین کے بعد مسند نشین کون ہوگا۔ بابا رجب دین نے کہا گذریگام میں سنتی پنڈت کے گھر میں نوروز ریشی ہے اُسے بلاؤ۔ چنانچہ اُسے بلایا گیا خلافت سنبھالی اور بابا رجب دین انتقال کر گئے۔ تین برس تک خلافت کی۔ ایک دن گاؤں والوں نے سنتی پنڈت کو پندرہ لاکھ پیسوں کے خرد برد کی تہمت لگا کر حکام کے پاس مقدمہ دائر کیا اور دعویٰ ثابت کر کے سنتی پنڈت کو رقم کی ادائیگی کے لیے نہایت تنگ کیا۔ سنتی ریشی نوروز بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہیں اس رقم کی ادائیگی سے بری قرار دیں۔ نوروز

بابا روز ریگام خود چلے گئے اور وہاں کے لوگوں سے کہا کہ وہ یہ رقم سنتی پنڈت سے نہ لیں. گاؤں کے لوگوں نے شرط لگائی کہ حضرت اُن کے گاؤں میں آکر کھانا تناول فرمائیں گے تو سنتی پنڈت سے رقم نہیں لی جائے گی۔ حضرت نے فرمایا کل غروب آفتاب سے قبل اُن کے گاؤں کی دعوت پر حاضر ہوں گے۔ دوسرے روز گاؤں والوں نے ضیافت کا انتظام کیا۔ نوروز بابا مراقبہ میں وقت کا اندازہ بھول گئے۔ یاد آنے پر گذریگام روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے کہا حضرت آپ نے اپنے وعدہ کا بھرم نہ رکھا۔ غروب آفتاب سے قبل آپ نہیں آئے اس کے سنتی پنڈت کو رقم دینا پڑے گی۔ آپ نے کہا آپ لوگ دیوانے ہو گئے ہیں۔ آسمان کی طرف نظر دوڑاؤ اور دیکھو سورج ابھی ڈوبا نہیں ہے۔ لوگوں نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور دیکھا سورج ڈوبا نہیں ہے حیران ہو کر قدموں میں گر پڑے معافی مانگی اور سنتی ریشی کی رقم معاف کر دی۔ جب آپ ضیافت سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز کے لیے چلے گئے سجدہ میں رب اعلیٰ کہتے ہوئے راہ عدم سنوار گئے۔ موضع ناگ فارن میں ان کی زیارت مقدس ہے۔

نندہ ریشی

نندہ ریشی بابا نوروز ریشی کے مرید تھے۔ آپ حد سے زیادہ پابند شریعت تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ ۵۴ برس تک گوشہ نشین رہے اور کسی عورت کا منہ تک نہ دیکھا حتیٰ کہ اپنی بہن کو بھی قریب آنے نہیں دیا۔ آپ نے کبھی کسی کی کوئی چیز نہیں قبول کی۔ قناعت اور صبر کی دولت سے مالامال تھے۔ ایک دن ایک صالح خاتون دربار میں حاضر ہوئی اور کہا حضرت میرے پاس ایک فرد ار زمین حق مہر میں آئی ہے جسے میں آپ کی نذر کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت نے لینے سے انکار کر دیا۔ لیکن دوسرے مریدوں نے کہا حضرت لنگر کے لیے

یہ زمین کام آئے گی آخر مریدوں کے اصرار پر یہ تحفہ قبول کیا۔ جب کاشت کا وقت آیا آپ نے حکم دیا اس میں مستی بو دو۔ چنانچہ مستی بو دی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد جب وہ صالح خاتون وہاں سے گذری تو بہت دل برداشتہ ہو کر حضرت کے پاس آکر گلہ کیا کہ آپ نے اس کو بیکار کر دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کل تشریف لا کر دیکھیں صبح جب وہ صالح خاتون آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ساری زمین شالی کے پودوں سے جنت کا ٹکڑا بنی ہے اور ہریالی ہی ہریالی ہر طرف نظر آتی ہے۔ فصل کاٹنے پر ایک سو فرودار شالی لنگر کے لیے اس زمین سے برآمد ہوئی۔ اس دنیا سے انتقال کرنے کے بعد اپنے مُرشد کے پاس ہی دفن ہیں۔

بابا نوروز ریشی سوئم

بابا نوروز ریشی بابا بام الدین کے مرید تھے۔ بہت ہی کامل بزرگ اور پرہیزگار مومن تھے۔ روزہ داری اور شب بیداری آپ کا شعار تھا۔ بیجبہاڑہ میں حیکدر کی اُونچائی پر آپ کا مرقد ہے۔

نیکی ریشی

بابا نیکی ریشی سنگہ بی بی کے خلیفہ تھے۔ بہت ہی پرہیزگار مردِ مومن تھے۔ دت بی بی کے منتظم تھے اور اُن کے فرزند کے مربی رہے۔ دت بی بی کے انتقال کے بعد اُن کے جانشین ہوئے۔ جو کچھ جائداد اور مال و متاع تھا اللہ کے راستے میں قربان کر دیا۔ چار درندوں کو روز اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے۔ ایک دفعہ تبت سے ایک لشکر آیا۔ لشکر تمام مال و متاع نیکی ریشی کا اُٹھا کر لے گئے اور ان کو اور ان کے ریشیوں اور مریدوں کو قیدی بنا کر لے گئے۔ راستے میں نیکی ریشی نے فوج

کے افسروں سے کہا نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ نماز پر دُعا مانگی۔ اللہ کا کرنا سارا لشکر کا لشکر اندھا ہو گیا۔ حضرت کے قدموں میں پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا اسی طرح مال و متاع سمیت بی بی کی قبر پر پہنچو اور وہاں دُعا مانگ لیں۔ انشاء اللہ شرفِ قبولیت بخشے گا۔ ایسا ہی کیا گیا سامان سمیت سارے فوجی قبر پر پہنچ گئے دُعا مانگی دوبارہ آنکھوں کی بینائی بحال ہو گئی۔ جب نیکی ریشی کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے اپنے خلیفہ نوروز ریشی کو کہا مجھے کل مرنا ہے آؤ دونوں قبر ٹھیک سے بنائیں۔ چنانچہ مُرشد اور مرید دونوں نے قبر بنانی شروع کی جب قبر تیار ہوئی تو نیکی ریشی کو نوروز ریشی نے غسل دیا کفن پہنایا اور خود نیکی ریشی قبر میں اُترے اور آپ کے مرید نے قبر کو ڈھانپ دیا۔ فاتحہ پڑھی اور دُعائے مغفرت کی۔

بابا نوروز ریشی

بابا نوروز میر بہت ظالم اور بدخُو آدمی تھا۔ ایک دن نیکی ریشی جنگلی درندوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ریچھ لومڑی کا حصہ کھا گیا۔ نوروز میر جنگلی درندوں کے ڈر سے دیوار کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ جب ریچھ نے لومڑی کا حصہ کھایا تو نیکی ریشی نے ریچھ سے کہا بدبخت تم بھی نوروز میر کی طرح ظالم ہو اور لوگوں کا حق کھاتے ہو۔ جب جنگلی جانور جنگل کی طرف چلے گئے تو نوروز میر نیکی ریشی کے سامنے آئے اور خوب زار و قطار رو کر اپنے پچھلے گناہوں کی توبہ کر کے عابد اور پرہیزگار بن گئے۔ آپ نے نیکی ریشی سے راہِ طریقت سیکھا اور خلوت نشینی اختیار کر کے عبادت اور ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ حضرت سلطان العارفین کے ساتھ دلی دوستی تھی۔ ان کے باطنی فیوض سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ ایک مقام کے تعمیرات کو آگ لگ گئی۔ نوروز میر نے ان کی تعمیرات دوبارہ کی۔ ایک دن تعمیر کے کارخانہ کے لیے خوراک ختم ہو گئی تھی۔

نوروز ریشی نے کہا چولہا گرم کرو خادم حیران۔ اتنی دیر سوپور سے دس خادم چاول اور دوسرا سامان ساتھ لا کر پہنچ گئے۔ اور باقی کھانا حسبِ معمول پک گیا۔ وفات کے بعد حضرت بی بی کے مزار میں ہی دفن ہوئے۔

بابا نمی ریشی

بابا نمی ریشی ہردے ریشی کے خلیفہ تھے۔ آپ بہت ہی کامل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ دن کو روزہ دار اور شب کو یادِ الٰہی میں شب بیدار ہوتے رہے۔

نُونی ریشی

نونی ریشی بھی ہردے ریشی کے مُرید تھے۔ روشن ضمیر اور صاف دل بزرگ گذرے ہیں۔ قصبہ اسلام آباد میں کریوہ کی چوٹی پر دفن ہیں۔ آپ کے مصاحب ژُونی ریشی اور شنگر ریشی تھے۔

وتر ٹھاکور

وتر ٹھاکور۔ ٹھاکور خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت ہی صاحبِ ثروت اور صاحب جائیداد تھے۔ اچانک دیوانہ ہوگیا شیخ زین الدین نے بلوایا۔ بُلاتے ہی جب ان کے سامنے پیش ہوئے تو ہوش میں آئے۔ راہِ طریقت پر عمل پیرا ہوئے باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ آخر عیش مقام میں انتقال کر گئے۔ آپ عیش مقام میں ہی شیخ زین الدین کے ساتھ مدفون ہیں۔

بابا ہردی ریشی

بابا ہردی ریشی نوروز بابا کے مریدوں میں سے تھے۔ اس کے علاوہ

طریقت اور سلوک سیکھا۔ آپ اپنی کوششوں سے باکمال درجہ تقویٰ تک پہنچ کر صاحب حال و قال بن گئے۔ نوروز بابا کی وفات کے بعد اُن کے جانشین مقرر ہوئے۔ حلال روزی کی خاطر خود زمین کاشت کرتے اور اپنی روزی خون پسینہ ایک کر کے کماتے۔ مریدوں کو ہمیشہ تلقین کرتے رہے کہ وہ حلال روزی کما کر کھائیں اور دین کے ساتھ دنیا کو ترک نہ کریں۔ شریعت کے سخت پابند تھے۔ درگاہ اور خانقاہ کا خرچہ خود اپنی زمینداری اور کاشت کاری سے پُورا کرتے تھے۔ سات برس تک سجادہ ارشاد کو زینت بخشی اپنے مرشد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہیں۔

صوفیاء دورِ سوئم

صوفیا کے دورِ اول کا ذکر ہوا۔ ان اصفیاء کا تذکرہ ہم نے سید بلبل شاہ جن کا اصلی نام سید شرف الدین تھا سے شروع کیا ہے۔ اس دور میں سید مہر علی ہمدانی، سید جانباز ولی۔ سید محمد ہمدانی، سید حسین سمنانی جیسے بزرگ اور مقتدر لوگوں کا ذکر ہوا اور اسی طرح دوسرے سادات کا بھی تذکرہ اس دور میں تفصیل سے ہوا۔ یہ دور اُن ساداتِ اصفیاء سے متعلق ہے جو بیرونِ کشمیر سے وارد کشمیر ہوئے۔ جنھوں نے اپنی تمام کوشش کشمیر سے کفر و شرک کی بدعتوں ظلمتوں، اور توہمات کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے میں صرف کیں۔ یہ سراسر تبلیغ و تدریس میں مصروف رہے۔ زیادہ سے زیادہ غیر مسلم اس دور میں مشرف باسلام ہوئے۔ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ خانقاہیں بنیں۔ مدرسے اور مکتب قائم کئے گئے۔

دوسرا دور ریشیوں کا تھا۔ یہ دَور برہمنیت اور اسلام کا معجون مرکب ہے۔ برہمنیت ان ریشیوں کو ورثہ میں ملی تھی اور اسلام سکھایا گیا تھا۔ ان بزرگوار کی تعلیم کا زیادہ حصہ گوشہ تنہائی اور فاقہ کشی، ترک لذت اور رہبانیت کا تھا۔ لیکن وہ خداترس، پارسا اور پاکباز تھے خلوص اور اصول کے پکے لوگ تھے۔ ان کی زندگی نفس کشی اور عبادت گذاری میں گذری۔ دُنیا سے دُور اور اللہ کے بہت قریب رہے۔

تیسرے دور میں اُن شیوخ اور صالحین کا تذکرہ آتا ہے جو دنیا اور دین دونوں چلاتے رہے۔ یہ لوگ اسلام کی روح سے ضرور واقف تھے لیکن پھر بھی دنیاداری سے متنفر تھے۔ اس دور میں شیخ بہاؤالدین گنج بخش، شیخ حمزہ مخدوم، شیخ یعقوب صوفی۔ بابا داؤد خاکی۔ بابا نصیب الدین غازی۔ خواجہ مسعود پانپوری۔ جیسے بزرگ لوگوں کا ذکر ہے ان حضرات نے جن وانس کو اسلام کی رُوح سے آگاہ کیا۔ اسلام پھیلایا تبلیغ کی، مسجدیں بنائیں۔ خانقاہیں تعمیر کیں۔ چشمے نکالے۔ صحراؤں اور ویرانوں کو آباد کیا۔ شب بیداری میں رات گزاری اور دن خدمت خلق میں گذارا۔ ان لوگوں نے دور دوئم کے ریشیوں کی طرح ترک لذات پر اور نفس کشی پر زور نہ دیا۔ رفاہ عامہ کے کام کیے۔ انہوں نے دین کو سیاست کا جزو سمجھ کر اپنے ملک کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے تذکرے میں آپ آگے خود یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان بزرگانِ دین کا کشمیر کے مسلمانوں پر کس قدر احسانات ہیں۔ سراپا خلوص تھے۔ عبادت و ریاضت ان کی زندگی کا شعار تھا۔ اسلامی اخوت برادری، برابری کے مثالی پیکر تھے۔ ان لوگوں نے کشمیر کے قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں دینِ اسلام پھیلایا اور کفر کا قلع قمع کیا۔

بابا حاجی ادہم

بابا حاجی ابراہیم ادہم کے خاندان سے نسبت رکھنے کی وجہ سے ادہمی کہلاتے تھے۔ جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ ترک وطن کر کے پہلے حج کیا پھر کشمیر آئے۔ شیخ بہاؤالدین اور شیخ نورالدین ولی کے مصاحبوں میں سے تھے۔ آپ میرواری کے مقام میں جس کو شاعرواری بھی کہتے ہیں اور جو میر اویسی کے باغ کا نام ہے میں دفن ہیں۔ یہ جگہ قلعہ اکبری سے باہر ہے۔ میر محمد اویسی کی تعلیم و تربیت بادشاہ نے آپ کے ہی سپرد کر دی تھی۔ میر سید حسن منطقی، میر سید محمد اور مولانا حسام الدین

غزنوی اور بڑے بڑے صوفیا بزرگ اہل اللہ حضرت بابا صاحب کے صحبت یافتہ اور مرید تھے۔

سید محمد اویسی جو بادشاہ کی بہتی بیگم کے پروردہ فرزند تھے۔ آپ سے ظاہر علوم حاصل کرتے رہے ہیں۔ سید محمد اویسی آپ کی وفات کے بعد مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے آتے رہے ہیں۔ سید حسین منطقی جو حسن منطقی اور سید محمد امین اویسی کے والد تھے۔ حاجی ادھم سے روحانی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف بھی تھے۔ مقالات اولیائے کشمیر آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

بابا اسماعیل زاہد

شیخ فتح اللہ خوشخوان کے پیارے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ روشن دل پرہیزگار خدا ترس۔ ریاضت کش چھوٹے اور بڑوں کے مطاع اور کشمیر کے شیخ الاسلام تھے۔ مجازی اور حقیقی حقیقتوں کے دریافت کے بعد کوہ ماران (ہاری پربت) کے دامن میں شمال کی طرف راجہ ہرشہ دیو کے بتخانہ کو گرا کر ایک بلند اور وسیع خانقاہ تعمیر کی جس کے تین سو ساٹھ چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ اسی میں لوگوں کو راہ خدا دکھانے میں اور ہدایت کرنے اور ظاہری و باطنی فیض پہنچانے کے لیے ارشاد کی گدی بچھائی اور لنگر جاری کیا۔ ہزارہا فقیر، مسکین اور طالب علم دور دراز ملکوں اور شہروں سے آکر یہاں جمع ہو گئے۔ سب کو لنگر سے روٹی ملتی تھی۔ خانقاہ میں چار سو صوفی روزانہ اوراد پڑھا کرتے تھے اور بہاک کے دیہات کے لوگ جو کئی کئی میلوں کی دوری پر تھے ان کی آواز سنتے تھے۔ طالب علموں کی درسی کتابیں اور دوسری ضرورت کی چیزیں اپنی گرہ سے دیتے تھے۔ ہر آدمی کی ظاہری و باطنی تربیت نہایت خوشدلی سے کرتے تھے۔ مال و جائیداد، زراعت اور

نذر و نیاز، تحفہ و تحائف میں خدا نے بہت ہی برکت کی تھی۔ باغ دولت آباد معروف بہ رینہ داری جو راوان رینہ کے بیٹے دولت رینہ نے بنایا تھا۔ جہانگیر رینہ نے اُسکو انہیں بطور نذر دے دیا تھا۔ اس میں انگور کے بے شمار درخت تھے۔ اور حضرت مخدوم قدس سرہ ایک مدت تک اس باغ کی رکھوالی کرتے تھے اس باغ کی آمدنی خانقاہ کے لنگر پر خرچ ہوتی تھی کو یہ دارہ کا شمس چک حضرت بابا کا مرید صادق تھا اور ان کی دُعا کی برکت سے سلطان محمد شاہ کے زمانے میں وزارت کا عہدہ سنبھالے ہوئے تھا۔ ان کے فرمانے پر وزیر مذکور نے اسلام کو رواج دینے، بت خانوں کو منہدم کرنے اور بتوں کو توڑنے میں بہت سرگرمی دکھائی۔ اور ان کی بندگی کے لیے سید محمد نوربخشی کے مزار کے متصل ایک عجیب دو طبقی خانقاہ جس کے اُوپر اور نیچے کی دونوں طرفوں میں کوٹھڑیاں اور دریچے تھے۔ مضبوطی سے تعمیر کی اور مسافروں مستحق لوگوں کے لیے لنگر بھی جاری کیا۔ موضع بندہامہ اور ہرن پرگنہ لار میں لنگر کے لیے وقف کیے۔ حضرت بابا آخر عمر میں اسی میں قرار پذیر ہو کر خلق خدا کو راہ خدا دکھاتے رہے۔ اسی خانقاہ میں عالمگیر کے وقت تک وقفی کتب خانہ موجود تھا اور جاگیر کے گاؤں اور باغات کی آمدنی سے لنگر جاری تھا۔ ۱۰۹۰ھ میں خانقاہ کو آگ لگ گئی اور لنگر بھی اسی کے ساتھ راکھ ہو گیا۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت بابا اپنے وقت کے لاثانی خدا دوست تھے ہر سال گھر کو لوٹ کراتے تھے اور علاوہ اس کے لاکھوں روپے سخاوت اور داد دہش میں صرف کرتے تھے ایک لمبی عمر پائی تھی۔

۱۲ ربیع الاول ۹۱۶ھ کو دنیائے فانی سے کوچ فرمایا۔ شیخ بہاؤ الدین گنج بخش کے دروازے کے باہر اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ آرام فرمایا۔ کہتے ہیں کہ انتقال کے دن اپنے سارے مال و جائداد اسباب اور سامان کھیت

اور باغات کو خدا کے راستے میں دے دیا۔ اور اپنے بیٹے بابا فتح اللہ کو مستحق لوگوں کے حصے سے کچھ بھی زیادہ نہ دیا اور رینہ واری باغ کو لوگوں کے مزار کے لیے عام وقف کر کے میر محمد ہمدانی کے وقف کی ہوئی زمین کے ساتھ شامل کر دیا۔

صوفی اللہ داد

حضرت صوفی اللہ داد شیخ حمزہ کے خاص خدمت گذار تھے۔ آپ حضرت سلطان العارفین کے گھوڑوں کی نگہداشت رکھتے اور بطور سائیس کام کرتے تھے۔ اس گھوڑے کی تعریف میں بہت کچھ لکھا گیا ہے جس کی سواری شیخ حمزہ کرتے تھے۔ بہرحال کہتے ہیں ایک دفعہ شیخ حمزہ نے اس گھوڑے کو بیچا، گھوڑا مالک کی خدمت گذاری کرتا اور شیخ حمزہ کی خدمت کے لیے بھی خود بخود آجاتا! کبھی کبھار حضرت کشتی میں سوار ہو جاتے! یہ گھوڑا جس کو (جودر) کہتے تھے انتظار کرتا رہتا تھا صوفی اللہ داد مست صوفی تھے۔ انہیں ہر چیز میں اللہ ہی اللہ نظر آتا تھا۔ صوفی اللہ داد نے ایک سوداگر لڑکے کو پالا تھا۔ اُسے بہت پیار کرتے اور لاڈ سے رکھتے تھے۔ اُن کے کمال تقویٰ کی وجہ سے لڑکا بلند پایہ کا صوفی بن گیا خدا نے لڑکے کو ولایت کے درجے تک پہنچایا۔ اللہ داد کوہ ماران میں ہی دفن ہیں۔

حاجی احمد قاری

حاجی احمد قاری حضرت مخدوم عباس ملتانی کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ آپ نے قرآن مجید ابتدائی زندگی میں ہی حفظ کیا اور اس کے بعد علوم ظاہری اور باطنی سے فیض یاب ہو گئے۔ آپ نے طریقہ تصوف و سلوک اپنے والد ہی سے سیکھا۔

آپ شہر شہر اور قریہ قریہ درویشوں اور اللہ والوں کی تلاش میں گھومتے رہے۔ جب دنیا کی کثافتوں اور لطافتوں کو پرکھ لیا تو اللہ کی یاد میں تارک الدنیا ہو گئے۔ کالا کمبل کاندھے پر اوڑھے رہتے تھے۔ یہ مرحلہ گزرنے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ دینی زندگی دنیاوی زندگی کے بغیر ادھوری ہے تو آپ نے شادی کر لی اور گھریلو زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ آپ نے شادی پنجاب میں کی اور مشہور بزرگ شیخ محمد روشن سے علم قرات کے سارے طریقوں کو سیکھا۔ اس کے بعد علم قرات کی تدریس کی۔ آپ لاہور بزرگوں اور متبرک جگہوں کی زیارت کے لیے گئے تو مخدوم احمد قاری سے ان کی ملاقات ہوئی۔ دونوں کی دوستی کا رشتہ استوار ہو گیا۔ حضرت داؤد خاکی کے اصرار پر اس بزرگ نے کشمیر آنے کی درخواست منظور کر دی۔ کشمیر آ کر سلطان شیخ حمزہ کی ملاقات نے کشمیر کے بغیر کہیں کا نہ رکھا۔ اُس وقت کے کشمیری ث ص س، ت ط، ذ ز ظ، ا، ع، غ ق ک، ھ ح میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت قاری کی وجہ سے سینکڑوں لوگ قرات کے علم سے فیضیاب ہو گئے۔ غازی خان چک بادشاہ شیعہ ہونے کے باوجود ان کا زبردست معتمد تھا۔ میرزا ابوالمعالی نے جب حملہ کیا تو انہی سے دُعا کر کے فتح و نصرت حاصل کی۔ بادشاہ نے ایک ہزار اشرفی پیش کی آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت مخدوم احمد قاری وقت کے یگانہ تھے۔

۸ ماہ رمضان ۹۶۹ھ ہجری انتقال کر گئے۔ نو مسجد کے قریب محلہ قطب الدین پورہ میں دفن ہیں۔ تاریخ وفات

توفی اعلم القرای

مولانا الماس گنائی

مولانا الماس گنائی کا اصلی نام مُلا یوسف تھا۔ الماس بادشاہ کی طرف

سے خطاب ملا تھا۔ مُلّا فیروز کے شاگردوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں اُن کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ آپ حاکم وقت کے تحت شرعی فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ ۹۰۷ھ کو شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت مولانا فیروز گنائی کی تہمت سے وقوع پذیر ہوئی اور یوسف منڈو کے قتل کے الزام میں شہید ہوتے۔

ملک آرغوش

ملک آرغوش ملک جلال الدین کے بھائی گذرے ہیں آپ عبادت اور مجاہدہ میں صاحبِ کمال تھے۔ فقر و فاقہ میں بھی بے مثال تھے۔ آپ سات ماہ شوال میں موضع لاسی پورہ پرگنہ شادرہ میں انتقال کر گئے۔

ملک آل پال

ملک آل پال ملک آرغوش کے بھائی تھے۔ بہت ہی اُونچے درجے کے بزرگ تھے آپ آرہ مولہ کشمیر میں مدفون ہیں۔

شیخ اسماعیل چیتی

شیخ اسماعیل چیتی کشمیر کے تاجر حضرات میں سے تھے۔ اللہ کا کرنا تھا آپ نے ہندوستان جانے کا ارادہ باندھا۔ شیخ نور اللہ چیتی کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ طریقہ سلوک اُن سے سیکھنے کے بعد تارک الدنیا ہو گئے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ دونوں حاصل کئے۔ اس کے بعد میر عبداللہ بلخی سے تربیت پا کر صاحبِ کمال ہو گئے۔ اور جب کشمیر واپس آئے تو بالکل خلوت نشین ہو گئے۔ انتقال دس ماہ حرام ۱۰۰۱ھ کو ہوا ملہ گاہ میں قاضی موسیٰ شہید کے قبرستان میں دفنائے گئے۔

شیخ احمد خوشخوان

شیخ احمد خوشخوان شیخ سلیمان کے بیٹے تھے۔ صاحبِ حال بزرگ تھے۔ بچپن ہی سے اپنے والد کی صحبت میں حضرت امیر کبیر کی ملازمت سے بہرہ ور ہوئے۔ اور حضرت کے خاص مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوتے علوم ظاہری اور باطنی کے حاصل کرنے میں سب سے آگے بڑھے۔ حضرت امیر نے ان کو فرزند معنوی قرار دے کر ان کے بیٹھنے کی جگہ اپنے ساتھ صدر عالی پر مقرر کی۔ کچھ مدت کے بعد حضور کے ہمراہ کشمیر آئے اور ہر لحظ آنجہاں کی منظورِ نظر رہے۔ جب آنجناب کولاب واپس تشریف لے گئے تو آپ کو اپنی جگہ خلیفہ بنا کر مسند خلافت پر بٹھایا اور شیخ سلیمان کی تربیت جو اب سفید ریش ہو گئے تھے ان کے حوالے کی اور فرمایا کہ سفید ریش خلافت کی نشانی نہیں۔ باطنی ازلی عنایت سے وابستہ ہوتی ہیں۔ مدعا یہ کہ شیخ احمد صاحب حال وقال والے لوگوں کے اس پیشوا اور رہبر کے انتقال کے بعد کولاب میں کئی سال تک ارشاد کے سجادہ پر بےشمار لوگوں کو ظاہری اور باطنی فیض پہنچاتے رہے۔ چونکہ قرآن مجید کی تلاوت نہایت ہی خوش الحانی سے کرتے تھے۔ اسی لئے خوشخوان کے نام سے مشہور ہوئے تھے۔ آخر عمر میں کشمیر آ کر گوشہ نشین ہوئے اور والد بزرگوار کے مقبرہ میں متصل جامع مسجد سید محمد لورستانی کی قبر کے برابر ان کی قبر ہے۔

ملک احمد ماگرے

ملک احمد ماگرے کشمیری پنڈتوں سے تھے آپ اری ماگرے کے بیٹے تھے۔ جو حضرت امیر کبیر کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت

میں حضرت امیر کبیر کا خاصا حصہ رہا ہے۔ آپ کچھ مدت تک سلطان حسن شاہ کے وزیر رہے۔ جامع مسجد کو جلنے کے بعد پھر تعمیر کیا۔ احمد پورہ باگل میں اپنے والد کے ساتھ دفن ہیں۔

ملک احمد یتو

آپ بھی سلطان حسن شاہ کے دور میں اُن کی سلطنت میں وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ بابا اسماعیل سے آپ نے سلوک کی منازل طے کیں۔ آپ دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ دینی زندگی میں بھی ہمہ تن مصروفِ کار رہے۔ صاحب حال وقال تھے۔ نازی بھٹ کے ساتھ مخالفت ہوگئی اور ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑے ہونے لگے جس سے سلطنت میں رخنہ پیدا ہو گیا۔ سلطان نے دونوں کو قید کیا اور ملک احمد نے قید خانہ ہی میں وفات پائی۔ محلہ چھت بل کے اُس مزار میں جو آپ نے خود بنایا تھا دفن ہیں۔

ملک اسماعیل

ملک اسماعیل ملک جلال کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ بہت ہی متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ موضع چترا گام پرگنہ شادرہ میں دفن ہیں۔

خواجہ اسحاق قاری

خواجہ اسحاق قاری خواجہ حسن قاری کے بھائی تھے آپ حافظِ قرآن مجید بھی تھے اور علم قرارت کے جیّد عالم تھے۔ شروع میں شیخ احمد قلندر سے ملاقات تھی۔ پھر سلطان العارفین کی خدمت میں آکر حلقہ مریدی میں داخل ہو گئے۔ تصوف

اور سلوک کے مشاغل سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ایک دن معمولی بات پر حضرت شیخ حمزہ نے کوڑے مارے آپ نے بالکل بُرا نہ مانا اس پر حضرت شیخ مہربان ہوئے خطا ارشاد دیا۔ ۲۲ برس شیوہ میں اپنے بھائی کے ساتھ عبادت و ریاضت میں گزارے اور اس کے بعد حج کو گئے۔ آپ ڈیڑھ برس تک خانہ کعبہ کے مجاور رہے۔ مزار بقیع میں دفن کئے گئے یہ مصنف بھی تھے اور ان کی تصنیف حضرت محبوب العالم کے بارے میں ہے جس کا نام چلچلۃ العارفین ہے۔

خواجہ ابراہیم کوُل

خواجہ ابراہیم کول عابد اور پرہیز گار تھے۔ آپ کو خوش خطی اور خوش نویسی کی تمام قسموں سے واقفیت تھی، خدا کی توفیق سے حضرت مخدوم کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ ریاضت اور مجاہدات کے سلسلے میں حضرت مخدوم کے قریبی اور عزیز مریدین میں سے تھے۔

مولانا میر افضل

مولانا میر افضل عبادت اور پرہیز گاری میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ عالم با عمل بزرگ تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم شیخ حمزہ کی مریدی کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی سرپرستی میں تمام سلوک کی منازل اور مقامات طے کرنے کے بعد اعلےٰ مرتبہ حاصل کیا۔ انہوں نے ایک دفعہ حج کا قصد کیا۔ رات کو رسول کریم صلعم خواب میں آئے۔ انہوں نے خواب میں سُرخ گھوڑا سیاہی مائل سفید پگڑی اور سبز چھتری دے دی اور حج پر روانگی کے لیے کہا۔ صبح جب آپ جاگے تو حضرت شیخ حمزہ کی خدمت

میں جاکر السلام علیکم کہا تو حضرت حمزہ نے کہا وعلیکم السلام یا حاجی اور یہ کہہ کر سُرخ گھوڑا سیاہی مائل سفید پگڑی اور سبز چھڑی اُن کے ہاتھ میں دے کر کہا لو یہی آج آپ کو خواب میں ملا ہے۔ آپ نے کہا خدا کی قسم یہی تین چیزیں ہیں اس کے بعد اُن سے اجازت لے کر حج کو روانہ ہوئے وہاں پہنچے تو اللہ نے بے شمار نعمتوں سے آپ کو نوازا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ ابوالحق سمرقندی

ابوالحق سمرقند کے تھے۔ مرشد کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ بہت جگہوں کی سیر کرنے کے بعد کشمیر پہنچ گئے۔ یہاں حضرت شیخ حمزہ سے ملاقات ہوئی اور اپنا مرشد کامل بنایا۔ طریقت میں کمال حاصل کر کے دل کا مقصد پورا کیا۔

شیخ اسماعیل قادری

سید اسماعیل قادری سید عبدالخالق قادری کے مرید تھے۔ حضرت عبدالخالق ملتان سے آئے شیخ اسماعیل کی راہ سلوک میں تربیت دی اور خرقہ کلاہ، عصا دے کر ان کو تصوف کی راہ پر لگایا اور خود واپس وطن چلے گئے۔ آپ اپنے مرشد کامل کی نظر عنایت سے درجۂ کمال تک پہنچے۔ قحط کی وجہ سے سوپور میں جائے سکونت کچھ دیر کے لیے اختیار کی۔ پھر بارہ مولا میں خلوت نشینی اختیار کی جہاں خواجہ قاسم زرگر ان کا معتقد ہوا جس کے کہنے پر چھ سال تک آپ شہر میں رہے۔ وہاں سے نکلنے کے بعد تین سال صدر الدین بچھ کے ساتھ گزارے۔ شیخ حمزہ مخدوم اور بابا داؤد خاکی کے ساتھ دوستی تھی ۱۰۲۷ھ میں انتقال ہوا اور مزار خواجہ صدر الدین کے متصل دفنائے گئے۔

مولانا احمد کاتب

آپ کو بچپن ہی سے راہ عرفان کی تلاش تھی۔ اسی تلاش میں مولانا کمال الدین محمود جیسے بزرگ آدمی ملے۔ اُن کی مریدی میں علم تصوف سے آگہی پائی۔ صاحب طریقت کے علاوہ صاحب تصنیف بھی تھے آپ کی تصانیف نظم اور نثر میں موجود ہیں آپ ہادی شاہ کے مقبرہ کے نزدیک دفن ہیں۔

خواجہ احمد ٹوپیگرو

خواجہ احمد ٹوپیگرو مُلا جوہر نانت کے مریدوں میں سے تھے زمانے کے جتنے بزرگ تھے اور کشمیر کے جتنے بھی ولی تھے آپ کے مراسم اُن کے ساتھ تھے آپ اپنے مُرشد خواجہ مُلا جوہر نانت کے ساتھ ہی حرل میں دفن ہیں۔

شیخ ابراہیم

حضرت الشیاں خواجہ خاوند محمود کے چھوٹے بھائی تھے۔ شریعت اور طریقت دونوں طریقوں سے مزین تھے۔ ریاضت اور عبادت شعار تھے اور ریاکاری سے مبّرا مردِ مومن تھے ہرگنہ دیوسر میں ان کا مقبرہ ہے۔

بابا اسحاق

حضرت بابا اسحاق زمانے کے باشریعت بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ مسعود کے نروری آپ کے مرشد تھے۔ آپ صاحب حال وقال تھے۔ صاحب کشف وکرامات بزرگ بھی گذرے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے پرہیزگاروں میں عزت کی نگاہ سے

دیکھے جاتے تھے شرع کی پابندی اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور کاربندی میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اپنے مرشد کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

شیخ ابراہیم ثانی

شیخ بابا مسعود کے فرزند شیخ ابراہیم ثانی وقت کے برگزیدہ بندوں میں شمار ہوتے تھے بابا مسعود نروری کامل بزرگ باپ سے شریعت اور طریقت کی تعلیم نے ان کے کردار میں تکمیل اور اعمال میں پختگی پیدا کی تھی۔ نیک اعمال سے لگن اور بدعتوں سے نفرت کرتے تھے۔ دیوسر کے پرگنہ آکھرن میں وفات پائی اسی جگہ آپ کی مرقد مقدس بھی ہے۔

میر احمد قادری

حضرت میر احمد قادری عالم اور فاضل کے ساتھ عامل اور مخلص مومن تھے۔ دنیائی جاہ وجلال وجاہ وحشمت سے نفرت کرتے تھے۔ والدِ بزرگوار سے مکمل شرعی تربیت سے آراستہ تھے۔ لیکن سجادہ نشینی اختیار نہ کی۔ چار رجب ۱۰۴۲ھ وفات پائی باپ کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

ابیہ بابلو

ابیہ بابلو کے بارے میں کہا جاسکتا ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، ابھی جوانی میں قدم بھی نہ رکھا تھا کہ حضرت بابا نصیب الدین غازی کی خدمت میں حاضر ہوکر سلوک اور طریقت کی تعلیم سے استفادہ کرنا شروع کیا۔ لیکن جلد ہی بابا کے انتقال کے بعد ژرتہ بابا سے جو بابا داؤد خاکی کے خلیفہ تھے مزید تربیت حاصل

کر کے تکمیل کے درجہ تک پہنچنے کی سعی شروع کر دی۔ ۱۱۰۷ھ میں انتقال ہوا اور عنہ واری میں دفن ہوئے۔

شیخ اسماعیل گنڈ ابراہیمی

شیخ اسماعیل صوفی منش آدمی گذرے ہیں باشریعت بزرگ تھے۔ پرہیزگاری اور خدا ترسی میں ان کا ثانی نہ تھا۔ گند ابراہیم میں دفن ہیں۔

محمدؒ امین صوفی

محمد امین صوفی باکمال بزرگ گذرے ہیں تاریخ تحائف الابرار فی ذکر الاخیار الاولیار کے مصنف ابو محمد حاجی محی الدین صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں "از خدا مال و کفش برداران حضرت ابو الفقرار بود" یعنی بابا نصیب الدین غازی کی صحبت میں رہ کر جوتیوں کی حفاظت کرتے تھے سالکوں کے سلوک سے دل پر نور چمک اٹھا۔ جب جوانی میں قدم رکھا تو بابا بزرگوار (مرشد) اس دنیا سے نقل کر گئے۔ لوگ ان کے روحانی فیض سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ کچھ مدت کلوؒں[1] کے گھر میں رہے۔ اس کے بعد کچھ مدت گانکھن میں گذار دی جب آمد و رفت زیادہ ہوتی تو جامع مسجد کے قریب آباد ہوتے یہاں ہی آپ کے نکاح ہو گئے۔ اس کے بعد قریہ قریہ تبلیغی خدمات کے لیے سیاحت کی۔ آپ نے لوگوں کو جگہ جگہ راہ اسلام کے طور طریقے بتائے۔ بدعتوں سے اور رسومات بد سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بیعت کرتے رہے۔ مسجدیں تعمیر کرائیں۔ بے شمار لوگ آپ کے عقیدت مند ہو گئے۔ آخر دوسری شادی

---

[1] ذات ہے

بھی کی اور عیالداری بڑھ گئی۔ پنجگانہ نماز ملک شمی چک کی خانقاہ میں جو حضرت محبوب العالم کی عبادت گاہ تھی ادا کرتے تھے اسمار الٰہی کی دعوت میں کمال رکھتے تھے۔ استخارہ کا بالکل درست جواب دیتے۔ شیخ عبدالاحد سرہندی سے بھی آپ نے بیعت کی تھی۔ اور خطِ ارشاد حاصل کیا۔ آپ کے یارِ غار ریودی بابو، حافظ داؤد خورم حافظ جیسے بزرگ تھے۔ ملہ کھاہ میں کلووں کے مزار میں دفن ہیں۔

اگر شاہ

اگر شاہ بابا نصیب الدین غازی کے مرید تھے۔ معرفت اور تقویٰ الٰہی سے سرشار تھے۔ ان کے حالات کشف و کرامات اتنے زیادہ ہیں کہ بیان نہیں کئے جاسکتے۔ آپ کامراج کے علاقے میں واصل بخدا ہیں۔

شیخ احمد زاہد عرف کوُل

شیخ احمد حضرت خواجہ رفیق الثانی کے مرید تھے۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ایک دن ایک شخص ان کے پاس کدو لایا۔ ابھی دروازے میں داخل ہونے والے ہی تھے آپ نے فرمایا یہ خربوزہ اس موسم میں کہاں سے لائے ہو؟ سائل نے عرض کی حضرت یہ تو خربوزہ نہیں کدو ہے۔ حضرت مصر ہوئے لاؤ چاقو۔ چاقو لایا گیا قاشیں بنائیں اور سب حیران ہوئے کہ حضرت کے کہنے کے مطابق یہ تو خربوزہ ہی ثابت ہوا۔ آپ ریاضت اور عبادت میں عدیم المثال تھے۔ ۱ شوال ۹۹۰ھ کو انتقال کر گئے۔ تاریخ وفات ذوالاکرام ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ احمد زاہد کول خاندان سے منسلک نہیں بلکہ رفیقی خاندان سے آپ کا تعلق ہے۔ سنہ ۱۳۰۱ھ میں کانگڑہ کے ایک آدمی بدرالدین نے جو رفیقی خاندان سے

منسلک تھے اپنے آباؤ اجداد کے سیدوں میں سے ہونے کے ثبوت میں دو رسالے عربی اور فارسی میں لکھے اور اپنے نسب نامہ کو حضرت شاہ نقشبند مشکلکشا سے ملایا ہے حقیقت یہ ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے!

خواجہ احسن اللہ

خواجہ احسن اللہ ریاضت اور عبادت کے شیدائی، زہد و تقویٰ کے پرستار شریعت کے سخت پابند بزرگ تھے۔ کہتے ہیں ان کا مرید تبت مال لے کر چلا گیا راستے میں ایک مزدور جو تاجر حضرت کے ساتھ تھا معہ سامان کے دریا میں ایک پہاڑ سے گر گیا۔ مرید نے اپنے مرشد کی طرف رجوع کیا۔ اتنے میں کیا ہوا کہ ایک شخص دریا کے کنارے پر نمودار ہوا۔ دریا میں غوطہ لگا کر آدمی کو معہ اسباب کے دریا سے نکالا۔ جب مرید تبت سے واپس آئے تو اپنے پیر کامل خواجہ احسن اللہ کی خدمت میں نذرانہ پیش کر کے سارا واقعہ سنایا۔

میاں محمد امین دار

یہاں کے بہت بڑے تاجر تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد لاہور گئے اور شاہزادہ کے داغ و داسپہ کے لیے ملازم ہو گئے۔ پدری وراثت فروخت کر کے آمدنی فقیروں پر خرچ کی۔ اسی ضمن میں ان کے دل میں خدا پرستی کا خیال پیدا ہو گیا اور شیخ عثمان جالندھری کے خلیفہ میاں عبدالوہاب لاہوری کی خدمت میں گئے۔ ان کی صحبت میں ان کی زیر تربیت معرفت کی تعلیم حاصل

کر کے ابدی سعادت حاصل کی۔ صاحب سوز وگداز وحال وقال تھے۔ مُرشد سے خرقہ ارشاد حاصل کرنے کے بعد کشمیر آکر اندرواری کے ایک ملاح کے گھر میں سکونت کی۔ کچھ مدت کے بعد خواجہ طاہر اشائی نے فتح کدل لاکر ان کو اپنے مکان کے ساتھ ایک مکان دے دیا۔ اور کئی برس ان کی خدمت میں حاضر رہ کر ظاہری اور باطنی فیض حاصل کرتے رہے۔

کہتے ہیں کہ خواجہ طاہر کے گھر میں بھی میاں صاحب خاموشی خلوت نشینی اور تنہائی میں یاد خدا میں وقت گذارتے تھے۔ لیکن کہاں تک ان کے حالات اور کمالات چھپے رہتے شہرت عام نے بقائے دوام کا جامہ پہن لیا۔ علما، فضلا، امیر و غریب فیض ظاہری اور باطنی حاصل کرنے کے لیے آنے لگے۔ کہتے ہیں کہ ان کی صحت بگڑ گئی تھی۔ جس کی وجہ سے اکثر اوقات بیمار رہتے تھے۔ اور لوگوں سے کم ملتے تھے۔ کبھی کبھی لوگوں کے ساتھ محفل بھی گرم کرتے تھے۔ لیکن خلوت در انجمن کا گُر انہیں درستی سے معلوم تھا۔ دست درکار و دل بایار والے لوگوں میں سے تھے۔ ان کے سامنے کسی کو بے وقت اور بے محل بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن فاضل علموں کی ایک جماعت ان کے پاس تھی۔ باتوں باتوں میں ایک مسئلہ کی تحقیق پر انہوں نے شور مچایا۔ یہ کچھ ملول ہو کر کوٹھڑی میں جانے کے لیے اُٹھے اور فرمایا "یہ مدرسہ نہیں"۔ ان کو تعلیم کی اشاعت کا بہت شوق تھا۔ اسی بنا پر عالموں اور فاضلوں کی صحبت کو پسند کرتے تھے۔ ان پر مہربانیاں کرتے تھے۔ انہیں اشاعت تعلیم کی ترغیب دیتے تھے۔ حقیقت کی باریک باتیں بتاتے تھے۔ خاص اور عام لوگوں کے ساتھ اُلفت اور خوش دلی سے پیش آتے تھے۔ انہیں اچھی اچھی باتیں سناتے تھے۔ آخر میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ ان کی صحبت سے نہایت خوش ہوئے۔ ستر برس کی عمر میں

۱۰۹۹ھ میں انتقال فرمایا۔ تاریخ ہے:۔ یازدہم ماہ صیم رفت میاں از جہاں۔ اور دل بیک مصرع ۳ تاریخ وصال پیر گفت۔ شیخ واقف۔ ذو معارف۔ صاحب خلق و کرم ان کی قبر فتح کدل میں ہے۔ کتاب قصرات اور رسالہ ضروریہ ان کی تصنیفوں میں سے ہیں۔

میر ابوالفتح قادری

میر ابوالفتح قادری آپ میر علی قادری کے پوتے تھے۔ کشمیر کے تاجر پیشے سے تعلق رکھتے تھے۔ میر علی قادری نے بیٹا بنا کر ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ کیا۔ جب میر علی قادری شاہجہان آباد روانہ ہوئے تو میر ابوالفتح کو اُن کی قابلیت کے موجب باوجودیکہ اُن کی عمر پندرہ برس تھی اپنا قائم مقام بنایا۔ دہلی سے واپسی پر جس طرح سے ممکن تھا اُن کی اصلاح و تربیت فرمائی اور مرض الموت میں اپنے رشتہ داروں کی مخالفت اور ممانعت کے باوجود اُن کو مسند خلافت پر بٹھا کر اپنے سلسلے کا پیشوا بنایا۔ اور میر مذکور نے نہایت عزت کے ساتھ خلافت کے فرائض بجا لائے۔ ریاضت پرہیزگاری اور لوگوں کو ظاہری اور باطنی فائدہ رسانی کی کوشش آخری دم تک کرتے رہے۔ اپنے بچوں کی صلاحیت اور علم پر پوری توجہ دی۔ آخر ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ کو انتقال فرمایا۔ اور گھر کی ہمسائیگی میں ہی دفن کئے گئے۔ خلیفہ شاہ جیلان تاریخ وفات ہے۔

شیخ اسماعیل

حضرت شیخ اسماعیل ان پڑھ آدمی تھے۔ میر علی قادری آپ کے مُرشد تھے۔ آپ کی خدمت میں قبولیت پا کر ریاضت اور عبادت کر کے اعلیٰ مقام تک

پہنچ گئے۔ دونوں دنیاؤں کا کشف حاصل تھا۔ کھانے پینے اور لباس میں جہاں کہیں شبہ ہوتا ان کو پتہ چلتا تھا۔ مولانا ابوالفتح کے ساتھ زیادہ وقت گزارتے تھے۔ بابا حسین خانیاری خواجہ یوسف زرگر اور شیخ حافظ صالح لکھی باری میر علی قادری کے خلیفہ تھے۔

حافظ ابراہیم زرگر

خواجہ ابراہیم زرگر پہلے خواجہ یوسف ڈرو کے مرید تھے۔ اس کے بعد خواجہ حسن بچھ کی خدمت میں آکر سلوک اور طریقت کی منازل طے کیں۔ بڑے صوم و صلوٰۃ کے پابند بزرگ گذرے ہیں۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ کچھ وقت خلوت نشینی گپھاؤں میں اختیار کی۔

شیخ آفتاب

شیخ آفتاب ایک ہندو برہمن تھے۔ اسلام سے لگاؤ پیدا ہوا تو شمس الدین نوشہری کی نظر عنایت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ مسلمان ہو گئے اور تمام طریقت کے مدارج طے کئے۔ خدا ترسی، پرہیزگاری اور ریاضت کے لیے مشہور تھے۔ رینہ واری میں دفن ہیں۔

خواجہ اسحاق ناوچو

خواجہ اسحاق ناوچو شیخ علی بانپوری کے مرید تھے۔ صاحب وجد وصال اور سماع کے شیدائی تھے۔ طبیعت شاعرانہ پائی تھی۔ تخلص سالک تھا مصنف بھی تھے کتاب درجات السادات ان کی تصنیف ہے۔ خواجہ بزرگ قدس سرہ کی رباعی

رد بر سہر سوئے نہالے بنشاں — تا شاخ گشتہ چتر زند گرد جہاں
بر ہر شاخ دو خیل رہوار براں — گر نتوانی زکوے ماگیر کراں

سید امین دلیسی کے روضہ کے عقب میں دفن ہیں۔

خواجہ احمد لیسوی

خواجہ احمد لیسوی ترکستانی تھے۔ اللہ کی تلاش میں عراق، عرب، مصر، شام ایران سے ہوکر ہندوستان تک سیر و سیاحت کی۔ بڑے بڑے اولیاء سے تعلق قائم کیا تھا۔ کوہ ماران کے دامن میں مرزا بشیر بیگ کے مزار پر بیٹھ گئے۔ کئی برس گزرنے کے بعد خواجہ نظام الدین نقشبند نے ان کا حال دیکھ کر گھر لانا مناسب سمجھا۔ نظام الدین کی وفات کے بعد خواجہ آفتاب ان کے فرزند ان کے مرید ہوئے اور دل و جان سے ان کی اطاعت شعاری میں لگ گئے۔ یہ سراپا بزرگ تھے۔ ان کا کلام اور ان کی طبیعت عارفانہ کشش سے لبریز تھی۔ ۲ ذی الحجہ ۱۱۱۲ھ کو جمعہ کے روز وفات پائی۔ حضرت خواجہ نقشبندی کے مقبرہ کے باہر یہ سپرد خاک ہوئے۔ حاجی عبداللہ بلخی ان کے رفیقوں میں سے تھے۔

بابا اسماعیل قادری

بابا اسماعیل قادری خواجہ حبیب اللہ لٹو کے مرید تھے۔ آپ نہایت ہی زاہد اور پرہیزگار مومن تھے۔ آپ نے زمانے کے مشہور ولی مولانا ابوالفتح کلو سے روحانی برکات اور فیوض حاصل کئے اُن سے شریعت اور طریقت کی باریک باتوں سے واقفیت حاصل کی صاحب کشف و کرامات تھے۔ ان پر باطنی راز افشاء ہوتے رہے۔ غنی ہونے کی وجہ سے فقر میں دن گذرے عہد عالمگیر کے وقت میں رحلت فرمائی۔ آنچار کے محلہ میں

دفن ہوئے۔

میرزا اکمل الدین معروف بہ میرزا کامل

میرزا اکمل الدین خواجہ احمد یسوی کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا مشہور نام میرزا کامل بیگ بدخشی ہے۔ ان کے جد بزرگوار تاشقند سے آکر مدت تک بدخشاں میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے بدخشی کہلائے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ہندوستان میں آکر شاہی ملازموں میں شامل ہوئے۔ اور کچھ مدت کے لیے کشمیر کے دیوان مقرر ہوتے تھے۔ ان کے میرزا عادل خان نے کشمیر میں سکونت اختیار کی اور ان کا قابل فخر بیٹا میرزا کامل خان بچپن ہی سے حبیب اللہ گانی مشہور صوفی کے منظور نظر ہو گئے۔ ۱۲ برس کی عمر سے ہی تصوف کی راہ پر عمل پیرا ہوئے ہمت باندھ کر عبادت شاقہ میں مصروف ہوئے۔ ۲۵ برس کی عمر میں مرشد بزرگوار سے خلافت کی خلعت پہن لی۔ اور ارشاد کے مسند پر بیٹھ کر برگزیدہ بندوں کی خدمت کرتے رہے ضرورتمند اور بے سہارا لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ آپ نے طبیعت بھی موزوں پائی تھی۔ خواجہ فریدالدین عطار کی متابعت میں بحرالعرفان کتاب تصنیف کی۔ جس کے ساٹھ ہزار بیت ہیں اور چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ تصوف پر بھی رسالے لکھے۔

اکمل الدین غزل کہ گفت کردعیاں ہمہ نیت
بروئی ازیں جہاں منبر کرد کہ کرد یار کرد

ایک دن مریدوں کی ایک جماعت نے خواجہ حبیب سے چند رمضان کے لیے رخصت حاصل کرنے پر التماس کی اگر حضور اس سال خلوت میں نہیں بیٹھیں گے پھر محمد کامل ہمارے رفیق ہوں گے۔ خواجہ نے نہایت غصے سے فرمایا۔ ایک زمانہ گزر گیا ہے۔ جب سے وہ کعبہ حقیقی میں خلوت نشین ہے۔

خلوت وچلہ بر او لازم نماند

ہیچ غلیمی با دل ہم بر او غالم نماند!

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کو دردہ پورہ گاؤں میں ایک باغ تھا اور اس میں ایک گپھا کھود کر کچھ مدت اس میں خلوت نشین تھے اور پھر ایک مرید کو وہاں رکھا تھا۔ ایک دن اس مرید نے آکر التماس کی کہ باغ میں ایک درویش نے ڈیرہ ڈالا ہے۔ اور وہ لوگوں کا مرجع بنا ہوا ہے۔ مجھے اس کے نکالنے کی طاقت نہیں اور میری جماعت میں تفرقہ پڑ گیا ہے۔ حضرت خواجہ نے کامل سے فرمایا اس کو ہمارے باغ سے نکالیں۔ انہوں نے عرض کی ظاہری زور سے نکالوں یا باطنی زور سے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ہمارا کام ظاہر سے نہیں کامل باغ میں گئے۔ اور باغ کے گپھا کے نزدیک سفیدہ کے درخت پر بھڑوں کا بڑا چھتہ تھا۔ ان کی نظر اس پہ پڑی اور ان کی نظر پڑتے ہی بھڑوں نے درویش پہ دھاوا بول دیا۔ اور وہ غار سے نکل کر بھاگ گیا اور پھر کبھی ادھر کا رُخ نہ کیا۔ جناب اکمل الدین فرماتے ہیں کہ ایک دن پھلواڑی کی آبپاشی کر رہا تھا اور حضرت خواجہ اُدھر نکلے۔ مجھے آبپاشی کرتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کچھ فرما کر مجھ سے پوچھا سنا۔ میں نے عرض کی حضرت نہیں۔ پھر میرے منہ پر ہلکی سی تھپڑ مار کر فرمایئے۔ اب سنو۔ میری شنوائی بند ہو گئی۔ اور اندر سے ایک ایسا نغمہ پیدا ہوا جس کا اثر قیامت تک دور نہ ہو گا۔ اور اس کے متعلق "مخزالاسرار" میں فرماتے ہیں:

راگ گم نغمہ سرا گشتہ چو موسیقار است تار قانون مرا زخمہ زن است اسام

گوشم آنسو ہمت نہ بر مدح نہ بر قدح کسی ہر کہ ہر چیز بمن گوید از آں آزارم

اس نغمہ کو صوفیوں کا معراج کہتے ہیں"۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار اس بارے میں فرماتے ہیں:

دلی دارم کہ دروی غم نگنجد | چہ جای غم کہ شادی ہم نگنجد
چناں پرگشت گوش از نغمہ دوست | کہ دروی بانگ زیر و بم نگنجد

حضرت کامل فرماتے ہیں میں نے ایک روز نماز شروع کی تھی اور شاہ صادق قلندر کے مریدوں میں سے ایک قلندر نے دل لگی کے طور پر کہا شاید خدا کا قبلہ اس طرف کو ہے اور مجھ پر ایک ایسی حالت واقع ہوئی کہ میں دیکھتا ہوں کہ قبلہ میری طرف اُسی طرح متوجہ ہے جس طرح میں قبلہ کی طرف ہوں۔ پھر میں دوسری رکعت میں مشرق کی طرف ہوا۔ اور قبلہ کو اسی طرف دیکھا اسی طرح تمام جانبین میں نے رُخ پر قبلہ کو دیکھا۔ جب میں آخری قعدہ کو بیٹھا ایک شخص نے مجھ پر جلوہ ڈالا اور انگلی دانتوں میں دبائی۔ میں نے یہ واقعہ اپنے مرشد کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا وہ حضرت رسول عربی صلعم تھے۔ انگلی دانتوں میں دبانے سے مقصد یہ تھا کہ اگر اس قسم کے حالات ہو بھی جاتے ہیں پھر بھی شریعت کے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ فرماتے ہیں جس دن حضرت خواجہ نے مجھے ارشاد کی اجازت دی میں صمدیت کی تجلی سے سرفراز ہوا۔ حتیٰ کہ میں کھانے پینے سے بھی بے نیاز ہوا۔ اور دنیا کے حال سے بھی بے خبر ہوا۔ میں صبح گھر سے نکلتا اور مرشد کے گھر جاتا اور شام کو بھی اسی طرح بن کھائے پیئے واپس آتا اس طرح چوالیس ۴۴ دن بیت گئے اور میں فاقہ سے تھا۔ چوالیسویں دن مُرشد نے مجھے کہا آپ کو کچھ معلوم ہے چوالیس دن گذر گئے ہیں اور آپ نے کچھ نہیں کھایا ہے اب جاؤ اور اپنی زوجہ سے صحبت کر کے واپس آجاؤ۔ حضرت کا ارشاد پورا کرنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اب واپس دنیا میں آیا ہوں۔ بے ہوش ہو گیا۔ بھوک سے نڈھال اور کمزور۔ حضرت نے مجھے چاولوں کی پیچ پلادی اور آہستہ آہستہ غذا میں اضافہ کرتے گئے۔ وہ عارفانہ نشہ کافور ہو گیا تھا۔

تیرہویں دن کے بعد مجھے روزمرہ عادت کے مطابق کھانا ملا۔ کہتے ہیں ایک

دن میں اپنی معشوقہ جمی کے پاس تھا افطاری کا وقت قریب تھا۔ اُس سے ناراض ہو کر نکلا۔ جمی بڑی روئی چلائی میں نے ایک نہ سُنی۔ مغرب کی نماز کے لیے چلا گیا۔ فرض کی رکعتیں پڑھ رہا تھا اتنی دیر میں نے دیکھا کعبہ کی طرف سے دو آدمی نمودار ہوئے اور کہنے لگے یہ کیسی نماز ہے کہ کسی کو بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ کر آئے ہو۔ اس کے بعد میں دوبارہ جمی کے پاس گیا اور افطاری کی وہ اتنی دیر بے ہوش پڑی تھی۔ ایک دفعہ جمی کے پاس بیٹھا تھا۔ چراغ میں تیل ختم ہو گیا اور میں فکرمند ہوا۔ اللہ کا کرنا بغیر تیل کے صبح تک چراغ جلتا رہا اور ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ گاؤں میں تھے تو محبوبہ کی یاد نے ستایا فوراً اُس کی یاد میں روانہ ہوا۔ راستے میں تاریک رات چھا گئی۔ کہتے ہیں انگوٹھا اور شہادت کی انگلی دیئے کی طرح جلتی روشن ہوتی رہی۔ اسی روشنی میں محبوبہ کے پاس پہنچا۔ کہتے ہیں جمی بازار سنگین میں قلعہ شاہی کے دروازہ کے متصل ایک میوہ فروش عورت تھی جو حد سے زیادہ حسین تھی اور میرزا اکمل الدین کی محبوبہ تھی۔ اُس کی دکان پر یہ رُباعی لکھی ہ:-

ہر جا کہ جمال دوست لامع گردد — عشق ز نیاز عمر طامع گردد
ز اعجاز جمال حسن او مے دانم — دوکان جمی مسجد جامع گردد

تھوڑی مدت گذر نے نہ پائی تھی کہ محلہ والوں نے جمی کی دوکان اور دوسری دوکانیں خرید کر مسجد کے ساتھ شامل کر دیں۔ فرمایا ہے جب میں بحر العرفان کے یہ بیت لکھ رہا تھا:-

با ہزاراں ہزار دستانم — محفل آرائی دو ستدارانم
بہر صوفی است ایں ہمہ سازم — صوفی کو کہ خوب جنو ازم

یہ لکھتے ہی فرید الدین عطار اور مولانا رومی کو ساتھ دیکھتا ہوں اور وہ فرماتے ہیں جتنا چاہتے ہو گاؤ ہم سننے کے لیے حاضر ہیں۔ یہ دیکھ کر میں وجد میں آیا اور لکھا

اور گا تا رہا اور اس بیت پر اختتام کیا۔

از مریدان شیخ عطارم — استخانت زمولوی دارم

فرماتے ہیں کہ ایک دن محفل میں بیٹھا تھا کسی نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ آپ کا تعلق حضرت محمد صلعم سے کتنے واسطوں سے ہے قوال یہ غزل گا رہا تھا۔

فاش گویم واز گفتۂ خود دلشادم — بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

میں نے چاہا تھا کہ سائل سے بزرگوں کا سلسلہ بیان کروں اچانک حضرت خواجہ کی روح جلوہ گر ہوئی۔ فرمایا اس کو نظم میں جواب دو۔ میں نے نظم کہنا شروع کی ؎

شکر للہ چہ خوش است دو دلت در زام — در چنیں منزلِ ویرانہ چنیں آبادم

اور اسی میں دو سو اناسی بیت لکھے۔ اور یہ سب کلام فصاحت و بلاغت کا نمونہ تھے۔ یہ کلام طریقت، معرفت اور سلوک پر بسیط تبصرہ ہے جو قصیدہ کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ قطب زماں میر سید محترم لاہوری نے تقریباً بیس ہزار بیتوں میں اس کی شرح لکھی ہے۔ اُن کے مرید خواجہ حیات کا فرمانا ہے کہ وہ مدت تک اُن کے باورچی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ شروع میں حضرت کامل مثنوی مولانا روم کی کتابت سے روزی کماتے اور کچھ مدت گزرنے کے بعد ایک دن اُن سے کہا جاؤ فلاں صندوق سے آج کے خرچے کے لیے نقدی لاؤ۔ صندوق میں نہ جھانکنا! چنانچہ اس طرح میں مدتوں تک اس صندوق سے اشرفیاں نکالتا رہا جب تک حضرت کامل کے خاندان سے ایک شخص کو ایک گاؤں جاگیر میں ملا اور وہ آمدنی حضرت کے سپرد کر دی۔ اور جب یہ آمدنی دیوان خانے میں پہنچی صندوق سے نکلنا بند ہو گیا۔

جناب ابوالفتح کا شہر کے مفتی کے ساتھ تجارت میں حصہ تھا مفتی کا جھگڑا ابوالفتح سے ہوا۔ اکمل الدین نے مفتی سے کہا کہ ظلم کرنا بند کرو اور ابوالفتح کو مت تنگ کرو۔

مفتی نے کہا جب تک یہ کسی شخص کی ضمانت نہ دے میں نہیں چھوڑوں گا۔ یہ شاید چوری سے بھاگ نکلے۔ جناب نے فرمایا یہ نہیں بھاگے گا البتہ تم بھاگ جاؤ گے اور زندہ واپس نہ آؤ گے۔ مفتی غصے میں چلا گیا اور واپس نہ آیا۔ حضرت نے فرمایا ؎

گر منم جانشیں درویشاں مولوی شد حوالہ ایشاں

امانت خان حاکم شہر جو مفتی کا طرفدار تھا ابوالفتح کو تنگ کرنے لگا۔ میرزا کامل نے یہ خبر سنی اور فرمایا یہ مفتی کا گھر ویران ہو گیا جو اس کی مدد کرے گا اس کا بھی گھر ویران ہو جائے گا۔ امانت خان معزول ہو گیا۔ مفتی ہندوستان چلا گیا۔ وہیں شراکت کا فیصلہ کر کے فوت ہوا۔ یہاں اس کا گھر جل گیا۔ بہرحال میرزا اکمل الدین صاحب کشف و کرامات شعر و سخن گذرے ہیں۔

۲۹ ذی الحجہ ۱۱۳۱ھ انتقال کر گئے۔ محلہ حول میں ان کی زیارت ہے۔ تاریخ

بہر تاریخ وصالش بے الفت گفتا خیرد
پیر کامل بحر عرفان اکمل اہل اکمل

اسماعیل بائیؒ

اسماعیل بائی بہت ہی جاں نثاران اسلام میں سے تھے۔ وقت کے مجاہد تھے۔ زہد و تقویٰ آپ کی زندگی کا شعار تھا۔ آپ احمد اکدل میں مدفون ہیں۔

شاہ ابوالفتح گانکئی عرف کول

شاہ ابوالفتح کول بہت ہی دولت مند، صاحبِ ثروت آدمی تھے۔ آپ نے شیخ صالح لاہوری سے طریقت اور سلوک کی تربیت حاصل کی۔ سوز و گداز والے اللہ کے بندے تھے۔ قلندر آدمی مست اور مدہوش رہتے۔ عالمگیر نے ان کے خادموں کے

لیے جاگیر مقرر کر دی تھی۔

کسی وجہ سے بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام جاگیریں ضبط کر دی جائیں۔ حضرت کی جاگیر بھی اس میں آتی تھی۔ حضرت نے اپنے خادم سے کہا ایک سیر چاول اٹھاؤ اور میرے ساتھ سفر کے لیے تیار ہو جاؤ۔ خادم تیار ہو گیا۔ حضرت نے کہا جہاں میں قدم رکھوں اسی قدم پر قدم رکھ کر میرے ساتھ چلنا۔ پھر کیا تھا عصر کے وقت جہاں آباد پہنچے۔ پہنچتے ہی نوکر کو کہا تم چاول پکاؤ۔ آپ روٹی پکانے لگے ایک ہاتھ سے ڈھکن اور دوسرے ہاتھ سے چمچہ کا کام لیتے رہے۔ یہ سب کام اس جگہ ہو رہا تھا جہاں بادشاہ کے اونٹوں کا طویلہ موجود تھا۔ نگاہ فقر جب اونٹوں پر پڑی سب دیوانے ہو کر بھاگ نکلے۔ بادشاہ کو خبر دی گئی۔ بادشاہ نے وزیر کو تحقیقات کے لیے بھیجا وزیر نے سارا حال بادشاہ کو سنایا۔ بادشاہ نے حضرت کو بلایا اور ماجرا پوچھا۔ حضرت نے جاگیروں کی ضبطی کے بارے میں کہا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ اس لیے میں نے ضبط کی ہیں کہ فقیر عیاشی سے اور فضول خرچی سے بچ جائیں اور جو محنت کرتے ہیں اُسے کہیں زیادہ کوشش کریں اور جو نالائق جاگیروں کی وجہ سے لائق بنے ہیں اُن کا بھرم کھل جائے اور ہر شخص کی معیشت درست ہو جائے۔ حضرت نے بادشاہ کو کہا ہمارے خادم کو فی الحال پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں۔ خادم کو لنگر میں لے گئے۔ جو کچھ پکا تھا سب کھا گیا۔ پھر پکایا پھر سب کھا گیا یہ عمل تین مرتبہ متواتر ہوتا رہا۔ خادم کا پیٹ نہ بھرا بادشاہ کو یہ بات گوش گذار کی گئی۔ سارا واقعہ سن کر بادشاہ نے شاہ ابوالفتح کو بلایا اور کہا یہ کیا وجہ ہے۔ ابوالفتح نے فرمایا آپ کے لنگر سے ایک آدمی کا پیٹ نہ بھرا۔ بھلا بتاؤ جاگیریں بند کرنے سے تمہاری معیشت درست ہو جائے گی۔ بادشاہ نے اسی وقت جاگیریں واگذار کر دیں۔ ۱۱۳۰ھ کو شہاب الدین پورہ میں انتقال کر گئے۔ آپ اسی جگہ دفن ہیں۔

خواجہ احمد ککرو

خواجہ احمد ککرو حسرت خان گھکرو کے پوتوں میں سے تھے جو زین العابدین کے وقت میں پنجاب کے حاکم تھے۔ آپ نے ہی زین العابدین کو علی شاہ کے خلاف جنگ میں مدد دی تھی۔ خواجہ احمد نے جوانی میں ہی ملازمت چھوڑ دی اور میر محمد خلیفہ کے خلاف سید ماہ روشن سے بیعت لی اور طریقت اور سلوک کا راستہ اختیار کیا۔ آپ کشمیر آکر بارہ مولہ میں آباد ہوئے اور بارہ مولہ میں کسی رئیس کی بیٹی سے شادی کی اور تاجر ہو گئے۔ کہتے ہیں پنجاب سے کسی آدمی نے خط لکھا تھا جس میں گھکرو کی جگہ خط پر ککرو لکھا تھا اور یہی نام مشہور ہو گیا۔ اس کی اولاد آج تک ککرو ہی کہلاتی ہے۔ خواجہ کا مزار سید ماہ روشن کے مزار کے ساتھ ہی ہے۔

شیخ ابوالقاسم سہروردی

شیخ ابوالقاسم شیخ یعقوب کے مرید تھے۔ خوش مزاج۔ خوش خلق۔ صابر۔ قناعت پسند باشریعت بزرگ تھے۔ ملائی گاؤں میں دفن ہیں۔

مولانا ابوالفتح گانی

مولانا ابوالفتح گانی پہلے شیخ محمد چشتی سے تربیت حاصل کرتے رہے اور اس کے بعد شیخ محمد مراد ملو کی خدمت میں جا کر طریقت میں صاحبِ کمال ہوئے آپ شریعت اور طریقت دونوں کے پابند تھے۔ ۶ محرم ۱۱۴۰ھ کو انتقال کر گئے۔

محمد اسماعیل بخاری

محمد اسماعیل بخاری نے بخارا ہی میں میر محمد شریف سے ولایت کا درجہ

حاصل کیا تھا۔ پھر پشاور آئے اور یہاں وقت کے مشہور صوفی شاہ عباس کنری کی خدمت میں رہے۔ اور پھر کشمیر آئے اور بزرگوں سے استفادہ کیا اور لوگوں کو بھی اپنی عارفانہ شخصیت سے فیض پہنچاتے رہے۔

حافظ احمد بارہ مولہ

حافظ احمد بارہ مولہ نے میاں عنایت اللہ درویش سے آگرہ میں تربیت پائی اس کے بعد کشمیر آئے جہاں آپ نے کافی ریاضت اور عبادت کی۔ بے شمار لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ آخر بارہ مولہ میں ہی انتقال کر گئے۔

میر ابوالقاسم

میر ابوالقاسم میر احمد قادری کے پوتے تھے۔ اہل کشف و کرامات بزرگ شستہ اطوار اور شائستہ کردار سے پیراستہ تھے۔ ۱۱۳۰ھ میں انتقال فرمایا اپنے بزرگوں کے ساتھ دفن ہیں۔

مولوی حاجی احمد

مولوی حاجی احمد ملا طاہر غنی کے بھتیجے تھے۔ شیخ محمد مراد تنگ کے مرید تھے عقلی اور نقلی تعلیم کے مدرس تھے۔ مرد کامل اور بڑے بزرگ تھے ۱۱۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔

حافظ محمد امین شیخ اترنو، بابا یوسف درزی

حافظ محمد امین شیخ اترنو و بابا یوسف درزی دونوں خوشحال میر کے

تربیت یافتہ خلیفہ تھے۔ بڑے سوز وگداز اور روشن دِل باصفا بزرگ گذرے ہیں۔ ان میں سے حافظ محمد امین وانترگاؤں میں دفن ہیں۔

حافظ ابراہیم

حافظ ابراہیم حافظ عبد اللہ فتکدلی کے بیٹے تھے۔ علم وعمل اور پرہیزگاری خداترسی میں بے نظیر تھے۔ والد بزرگوار کے مزار کے قریب دفن ہیں۔

مولانا ابوالفتح عرف پنڈت

مولانا ابوالفتح بہت ہی کامل بزرگ گذرے ہیں۔ آپ نے طریقت اور سلوک کی تعلیم مشہور زمانہ بزرگ محمد امین دار سے پائی اور اعلیٰ باطنی فیوض حاصل کیے۔ ۲۰ برس تک اپنے مُرشد کی خدمت اور اطاعت شعاری میں مصروف رہے۔ بیماری اور علالت میں اُن کا فضلہ اور پیشاب اٹھاتے تھے۔ خود اپنے ہاتھ سے کھلاتے سلاتے اور خدمت کرتے۔ حضرت مخدوم شیخ اکبر تاریخی نقل کرتے ہیں کہ حضرت شاہ دولت بخاری اپنے یاروں سے فرماتے تھے میرا رتبہ ابوالفتح کے رتبہ سے اونچا نہیں۔ اگر میرے مرنے کے بعد کسی کو موے کی طلب ہو وہ ابوالفتح سے فیض حاصل کرے۔ مولانا ابوالفتح ہر گیارہویں تاریخ کو مقدور بھر پکاتے اور غریبوں کو کھلاتے۔ ایک گیارہویں شریف پر کچھ نہ تھا فکر مند ہو گئے اور اپنی بیگم سے کہا کہ ساگ زار سے ساگ لاؤ اور صاف کر کے اچھی طرح تیل میں پکاؤ۔ خود مسجد شریف چلے گئے۔ کافی پریشان تھے۔ مسجد میں ایک فقیر بیٹھا تھا۔ اُسے کہا بھئی آج کے روز تو ہر گھر میں اچھے

پکوان پکے ہیں ہمارے گھر میں ساگ پکا ہے گوشت وغیرہ نہیں ہے اگر قبول کرو گے تو میرے ساتھ چلو۔ فقیر نے ہاں بھر لی اور ابوالفتح ساتھ سفر میں شریک ہوئے۔ جب مسجد سے نکلے تو راستے میں ایک امیر آدمی ملا اُس نے فقیر کو کہا آپ میرے ساتھ چلیں۔ حضرت نے فقیر سے کہا ٹھیک ہے ان کے گھر میں ضیافتیں اور اچھے اچھے پکوان ہیں اگر مرضی ہے تو شوق سے جاؤ۔ فقیر امیر آدمی کے ساتھ چلا گیا۔ حضرت ابوالفتح کافی مایوس ہوئے اور ان کا دل ٹوٹ گیا۔ گھر پہنچے تو آنکھ لگی تو دیکھتے ہیں محبوب سبحانی بہت بڑی مجلس سمیت گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا ابوالفتح جو کچھ پکایا ہے لاؤ۔ سب نے جو غذا پکی تھی تناول فرمائی اس کے بعد رخصت ہوئے۔ اس کے بعد اس گاؤں میں جو اہتمام اس ختم پر ایک متمول آدمی نے کیا تھا وہاں گئے۔ اس ختم شریف میں ایک صوفی نے جو حال بیان کیا وہ یہ تھا محبوب سبحانی آئے اور کھڑے کھڑے ہی واپس چلے گئے فرمایا ابوالفتح کے ہاں تناول کیا ہے۔ یہ واقعہ روشن ضمیر صوفی نے اُس وقت دیکھا جب سلام پڑھا جا رہا تھا۔ الصلوٰۃ والسلام علیک تو روشن ضمیر آدمی کھڑا ہوا اور حاضرین ختم شریف کو تعظیم کے لیے اُٹھنے کو کہا۔ وہاں ٹھہرے بغیر محبوب سبحانی فتحکدل محمد امین دار کے ہاں گئے۔ آپ اپنے دونوں بیٹوں سمیت استقبال کو نکلے۔ تناول کرنے کو کہا تو آپ نے فرمایا ابوالفتح کے ہاں تناول کیا ہے۔ صبح جب محمد امین دار کے دونوں بیٹے ابوالفتح کے گھر گئے اُسے واقعہ سنایا اُسے یقین آگیا وہ خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی اس کے بعد محمد امین دار کے دونوں بیٹوں نے بچا ہوا کھانا بطور تبرک کھایا حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ نے انہیں چار ضربی ڈوری کی تعلیم فرمائی انہوں نے حضرت مولانا اشرف کو یہ بات بتائی اور اُن کو اس کی ذکر کی اجازت دی اور انہوں نے اپنے یاروں کو۔ آپ باکمال بزرگ تھے۔ اول ماہ ذی الحجہ

۱۱۴۷ھ کو ملکھاہ میں رحلت فرمائی۔ وہ زندگی میں گمنامی کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ رحلت کے دوسرے دن ان کی قبر ہموار ہوگئی تھی۔ لوگ اندازہ سے فاتحہ پڑھتے تھے حضرت مولانا اشرف ۴ ذی الحجہ کو ان کا عرس مناتے تھے۔ تاریخ ہے۔

سال تاریخ وصل او دانی فتحیاب فتوح سلطانی

میاں آیت اللہ

میاں آیت اللہ حضرت میاں محمد امین دار کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ باصفا اور یقین والے تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد اُن کے جانشین ہوئے۔

شیخ ابراہیم

پوشیدہ اور چھپے ہوئے ولیوں میں قطب عالم تھے۔ نکاح اور بال بچوں کے بغیر تھے۔ تنہائی اور گوشہ نشینی میں عمر بسر کی۔ راجوری کدل کی مسجد میں گمنام حالت میں بیٹھے تھے اور کسی سے بات چیت اور الفت نہ کرتے تھے۔ مہینوں اور برسوں کو غائب ہو جاتے تھے اور کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ دروازے۔ دیوار۔ پہاڑ اور دریا ان کو چلتے وقت ان کے لیے رکاوٹ نہ ہوتے تھے۔ خدا کی نشانیوں میں سے ایک روشن نشانی تھے۔ عبدالوہاب تولہ مولی اور شاہ عنایت اللہ ان کے مریدوں میں سے تھے۔ ان کی وفات کی کسی کو خبر نہیں اور اسی لئے ان کا مزار بھی معلوم نہیں۔

بابا ابو البقا

صاف دل۔ روشن ضمیر۔ پرہیزگار۔ خدا ترس اور صاحب تاثیر صاحبِ دل تھے۔ پابند شرع نیک کردار۔ امر و نہی پر زور دینے والے کشف و کرامات کو چھپانے والے تھے۔ اس بزرگوار کی تربیت اور اثر سے بہت سے لوگ نیک کردار اور صاحب اسرار ہو گئے۔ شاہ آباد میں وفات پائی (ولادت تعلیم و تربیت اور تاریخ وفات کے بارے میں سوانح نویس خاموش ہیں)

خواجہ اعظم دیدہ مری

خواجہ اعظم خیر الزمان کے بیٹے تھے عزت اور حشمت کے مالک تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد معرفت کی تعلیم حاصل کرنے آئے اور شیخ محمد مراد ٹنگ سے حاصل کی۔ طریقت اور سلوک کے مقام طے کرنے کے بعد ارشاد کا خلعت پہن لیا۔ وقت کے بڑے اولیاء اللہ آپ کے رفیق اور دوست تھے۔ آپ سخاوت اور فیاضی میں یکتا تھے۔ موزوں طبیعت پائی تھی۔ نظم اور نثر لکھتے رہے ہیں۔ اپنے مرشد کے حالات ایک رسالہ فیض مراد میں لکھا ہے۔ شیخ علی رضا کی زندگی کے حالات فوائد الرضا کے نام سے لکھے۔ خلیفہ عبداللہ کے مرثیہ میں فراق نامہ لکھا۔ اُن کے علاوہ فوائد المشائخ تجربۃ الطالبین۔ اشجار الخلاح۔ ثمرۃ الاشجار۔ شرح کبریتیہ احمر۔ تاریخ کشمیر۔ قصیدے اور غزلیں اُن کی یادگار ہیں۔ اپنے زمانے کے قابلِ فخر ہستی تھے۔ دس محرم ۱۱۷۹ھ میں انتقال کر گئے۔ دیدہ مر کے مزار میں سپردِ خاک ہوئے کہتے ہیں کہ جانکنی کے وقت ایک آدمی اُن کے پاس مزاج پرسی کے لیے آیا۔ طبیب بھی وہیں بیٹھا تھا۔ اُس آدمی نے طبیب سے پوچھا خواجہ کو کیا تکلیف ہے؟ طبیب بولا ضعف گردہ۔

حضرت خواجہ نے فرمایا اسی فقرہ کا شمار میری تاریخ وفات ہے۔

شیخ اسلام گوتہ پوری

شیخ اسلام کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ پیدائشی بزرگ تھے۔ بچپن ہی سے دنیا کی شورشوں اور ہنگاموں سے دل اچاٹ تھا۔ اللہ کی یاد اور عبادت میں سرگرداں رہتے تھے۔ دل کے غنی تھے۔ تنہائی اور پرہیزگاری میں یکتا تھے۔ کھانے پینے میں حد درجہ کی احتیاط برتتے تھے۔ ۱۱۸۱ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ اپنے محلہ میں ہی دفن ہیں۔

امان اللہ ملک شاہ آباد

امان اللہ ملک شیخ محمد معروف کے مُرید تھے۔ صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ شاہ آباد میں دفن ہیں۔

خواجہ اسحاق وندر

خواجہ اسحاق علم قرات کے ماہر تھے۔ اپنے کشمیر میں علم قرات کو جو ناپید ہو چکا تھا دوبارہ ترویج اور تشہیر دی۔ بہت بڑے علامہ غنامہ ان کے شاگرد گزرے ہیں۔ تحفۃ القراء اور ہدایۃ القراء ان کی مشہور منظوم تصانیف ہیں۔ ۱۳ صفر ۱۱۷۶ھ کو رحلت کر کے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا محمد اکبر

محمد اکبر بابا محمد اعظم کے فرزند ارجمند گزرے ہیں۔ آپ نے شیخ محمد چشتیؒ اور آپ تعلیم دنیاوی سے لے کر شریعت اور طریقت وسلوک سے واقف تھے۔

شیخ الاسلام شہید سے ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیئے۔ خدا دستوں اور بزرگوں سے فائدے اُٹھاتے۔ ماہ صفر ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا۔ آپ کے والد کا انتقال بچپن میں ہی ہوا تھا اس لیئے بابا محب اللہ نے پالا پوسا اور بڑا کیا تھا۔ جد بزرگوار کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ محمد اشرف فتحکدلی

شیخ محمد اشرف شیخ محمد رضا کے بیٹے تھے۔ آپ ٹوپیگرو خاندان سے تھے۔ زاہد و متقی تھے۔ عبادت اور ریاضت کے بہت سختی سے پابند تھے۔ غرض عبادت اور مجاہدہ میں بے مثال تھے۔ آپ نے جوانی میں ہی معرفت کی راہ اختیار کی اور خواجہ عبدالغنی لنکر کے مرید ہو گئے۔ بابا عبدالغنی سے تھوڑے ہی دنوں میں اطور سبعہ (سات طریقے) کے مقام اسیار اربعہ (چار سیر) کی سیر و منزل، قادری اور کبروی طریقے طے کر کے خط ارشاد حاصل کیا۔ لیکن ندامت کے تحت خواجہ عبدالغنی لنکر کی اجازت قبل از وقت جان کر اپنی ہی جگہ پر بیٹھے رہے۔ حضرت خواجہ کو کہیں سے اس بات کا پتہ چلا ان کے دل کو ٹھیس لگی اور حضرت اشرف بیمار پڑے۔ حضرت اشرف کو شک گذرا حضرت عبدالغنی کی ناراضگی بیماری کا سبب ہے۔ سلطان شیخ حمزہ کی طرف رجوع کیا انہوں نے باطنی طور پر بابا عبدالغنی کے دل سے محمد اشرف کے بارے میں کدورت کو دُور کیا اور محمد اشرف شفایاب ہو گئے۔ اب محمد اشرف روزا پنے باطنی پیر شیخ حمزہ مخدوم کی زیارت پر جانے لگے۔ آپ کو باطنی پیر کی تلاش تھی۔ ایک دن سخت پریشان تھے شیخ حمزہ مخدوم خواب میں آئے۔ انہوں نے فرمایا جو شخص واپسی پر راستے میں ملے گا وہی آپ کا پیر ہو گا۔ واپسی پر خواجہ محمود چانپوری ملے۔ انہی کو اپنا پیر بنایا آپ نے فرمایا شیخ حمزہ مخدوم

نے آپ کو کہا ہے اب ہماری باری ہے دیکھئے ہمیں کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ حمزہ مخدوم پر محمود پالنپوری کو خواب میں یا باطنی طور پر اسی طرح آئے اور کہنے لگے حمزہ مخدوم صاحب نے مجھے حکم دیا ہے تمہارا اور محمد اشرف کا نکاح میں نے گانٹھ دیا ہے۔
حضرت شیخ اشرف نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی تیسرا محرم راز نہ ہو۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے ان سے سہروردیہ طریقہ کی تعلیم تربیت پا کر بلند درجہ حاصل کیا۔ اور اسرار الہٰی ان پر واشگاف ہوئے۔ ان کی تشنگی پھر بھی نہ بجھے۔ ایک دن جناب میر نے حضرت شیخ سے کہا۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے حسین منصور حلاج کا مقام عطا کر کے کائنات کا کشف۔ بخش دیا تھا لیکن میں بڑے عطیے کو حاصل کرنے سے قاصر رہا۔ کیونکہ منصور حلاج کا بیٹا حسین ایک دن رات میں ایک ہزار رکعتیں نماز کی ادا کرتا تھا اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا۔ پھر کشفِ عالم خدائی جلووں کے لیے پردہ اور فتور کا باعث پایا اس واسطے میں نے بارگاہِ الہٰی سے کشف کائنات سے چھٹکارا پانے کی التجا کی۔ اور میری دُعا کو شرف اجابت ملی ہے۔
اب آپ اور میں برابر ہیں آپ اور کہیں جائیں اور اپنے دل کی تسلی کریں۔ اس کے بعد آپ مرشد کامل کی تلاش میں دوبارہ سرگرداں ہوئے۔ مولانا ابوالفتح کا ٹنی کا پتہ چلا میر محمود اور یہ دونوں اُن کے پاس چلے گئے۔ وہاں پہنچتے ہی ابوالفتح نے کہا کل آجاؤ۔ دوسرے دن حلقے میں آئے۔ آپ نے ان لوگوں کو ان کے نام بتانے کے بعد کہا کہ پالنپوری حضرات سب جمع تھے اور طے یہ پایا گیا کہ میر محمود کو کسی پر بھی فضیلت نہیں ملے گی دہ عشرہ یا یاوہ آسکتا ہے۔ میر محمود دلگیر ہوئے خوشدلی کے لیے نفحات الانس پڑھنے کی اجازت دی۔ قادریہ اور نقشبندیہ سلسلہ کی اجازت لے کر وصل کی دولت سے مالامال ہو گئے۔ بابا شکور رکنائی سے اس کے بعد سلسلہ سہروردیہ کی اجازت لی۔ آٹھ برس کی عمر سے لے کر تادمِ زیست ”طالب مقصود و واصل مقصود“ سے غافل

نہ رہے۔ ایک دفعہ فتحکدل گھاٹ پر وضو کر رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آکر ان سے کہا کہ میر عبدالرشید بیہقی وقت کے قطب عالم تھے۔ ایک چور نے ان کے ایک دوست کا جوتا چرایا۔ حضرت بیہقی نے مرید سے کہا۔ چور عالیکدل پر تمہارا جوتا بیچ رہا ہے۔ دوڑ کر جاؤ۔ اور اس سے اپنا جوتا لے لو۔ مرید دوڑ گیا اور اپنا جوتا چور سے واپس لے لیا۔ خدا نے اس بات کے افشا کرنے پر حضرت سیّد سے قطبیت واپس لے لی اور تم کو بخشی مبارک ہو۔ شیخ نے کہا اگر میں نے قطبیت کی لیاقت پیدا کی ہے پھر میری دعا قبول ہوگی۔ اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ یا الٰہی اس کی خطا اپنی مہربانی سے معاف کر اور قطبیت کا خلعت اسے پھر پہنا دے۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کی دعا قبول ہوگئی اور حضرت سیّد کو پھر قطب عالم کا مرتبہ دیا گیا۔

ایک دفعہ حضرت شیخ اپنے مخلص دوستوں اور مریدوں کے ساتھ حقیقت آگہی کی باتوں میں مشغول تھے اور اُن پر عجیب حالت واقع ہوئی۔ جب اس حال سے واپس آئے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ آثار شریف درزیارت حضرت بل میں بےشمار لوگ موئے مبارک کے دیدار کے منتظر ذوق و شوق سے درود پڑھ رہے تھے! اچانک حضرت محمد صلعم حجرہ مبارک سے ڈولی پر سوار ہو کر نکلے اور شہر کا رُخ کیا۔ لوگ اُن کے ساتھ درودخوانی کرتے چلے جا رہے تھے۔ جب تک ڈل جھیل کے سھتو (بنڈ) سے پار آئے ڈولی میں بیٹھے ہوئے صاحب نے دوسرا جلوہ اختیار کیا اور لوگوں نے یا غوث الاعظم کا شور شروع کر دیا۔ کچھ دور چل کر ڈولی میں مردِ مومن نے کچھ اور جادہ دکھایا اور لوگ یا حضرت امیر کبیر زور زور سے پکارنے لگے کچھ دُور آگے جا کر ڈولی والے صاحب نے کچھ اور ہی رُوپ دکھایا اور سارے لوگ یا حضرت مشکل کُشا کہہ کر پکارنے لگے جب فتحکدل تک پہنچے تو حضرت نے اور ہی شکل اختیار کر لی اور ساتھی حضرات

یاحضرت سلطان العارفین کے نعرے لگانے لگے۔ جب ڈولی میرے گھر کے صحن میں آ پہنچی جو صاحب ڈولی سے نکلے وہ میں ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ آخری عمر میں حضرت شیخ سے ایک دوست نے پوچھا۔ حضرت اس وقت کا قطب عالم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ شخص جو انہی دنوں میں دنیا سے نقل کرے گا اور اس کی نماز جنازہ دو دفعہ پڑھی جائے گی کچھ دن ہی گذرے حضرت شیخ کا انتقال ہوا اور خانقاہ معلیٰ کے صحن میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جب نعش مرگزار پر پہنچی لوگوں میں اختلاف ہوگیا کچھ کہنے لگے کہ نماز جنازہ میں صرف تین ہی تکبیریں پڑھی گئیں اور کچھ کہنے لگے نہیں پوری چار۔ اس طرح نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھی گئی۔ اور جس شخص نے حضرت شیخ سے قطب عالم کا سوال کیا تھا نعرے لگا کر بے ہوش ہوگیا۔ اور ہوش آنے پر حقیقت بیان کی۔ حضرت شیخ نے شروع میں بابا بقائی شاہ آبادی سے دینی تعلیم حاصل کی تھی اور آخری عمر میں شیخ محمد یحییٰ رفیقی سے صحیح بخاری کا مطالعہ اور درس لیا۔ آخر "ختم" تعلیم پر فرمایا۔ مجھے فنا فی الرسول کا مقام پیروں کی تعلیم سے حاصل ہوا تھا۔ الحمدللہ اب اس کی پوری تکمیل ہوگئی۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ کو ایک دن یاروں نے مثنوی پڑھانے پر متوجہ کیا اور انہوں نے مان لیا۔ مثنوی کا پہلا بیت شروع ہوا۔ تین دن بحث ہوتی رہی اور تشریح تشنہ ہی رہی۔ فرماتے درس مثنوی یہی ہے ورنہ آپ اور ہم عام باتوں کو سمجھنے میں برابر ہیں۔ یاروں نے دیکھا کہ حضرت شیخ کو مثنوی پڑھانے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور انہوں نے پڑھانا بند کیا۔ حضرت شیخ کا سارا وقت شریعت اور طریقت کے کاموں توحید اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ لوگوں کی رہبری اور رہنمائی میں گزرتا تھا۔ مطالعہ میں اکثر بار وجد و حال کی نشانیاں ان سے ظاہر ہوتی تھیں۔ جب معرفت اور حقیقت بیان کرنے پر زبان کھولتے تھے تو سننے والے بے خود ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخنا شیخ اکبر ہادی فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ نے نفی واثبات کے معنی یوں بیان کیے۔ لا معبود الا اللہ شیخ بہر حال عالم بحر تھے۔ آپ کی رحلت ۴ ذی الحجہ ۱۱۹۵ھ کو ہوئی۔ فتحکدل میں اپنے گھر کے پاس ہی دریا کے کنارے سے ذرا اُوپر دفن ہیں تاریخ "اشرف خدا جُو" ہے۔

شیخ محمد افضل

شیخ محمد افضل محمد فاضل زد نیر کے بیٹے شیخ مسعود کے بیٹے تھے۔ شیخ مسعود سے معنوی طریقت اور مجاہدہ کی تعلیم حاصل کی۔ خط ارشاد اپنے والد سے حاصل کرکے سجادہ نشین ہوئے۔ بندگانِ خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ عجب حالات کے بزرگ تھے۔ سنہ ۱۱۹۶ھ میں انتقال کر گئے اپنے بزرگوں کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

درویش محمد اشرف عرف اچھن شاہ

درویش محمد ایک مشہور بزرگ شاہ فرح الدین کے مرید تھے۔ بہت ہی صاحبِ کمال بندے گزرے ہیں۔ جو کچھ آتا خرچ کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ بچاتے۔ ایک دفعہ وجد میں آکر ۵ منزلہ مکان سے چھلانگ لگا دی اور نیچے بھی آکر رقصاں تھے علاقہ لار میں ایک گاؤں کے درہ میں دفن ہیں۔

مولانا محمد اسلم تو بیگرو

مولانا محمد اسلم خواجہ محمد اعظم کے بیٹے تھے۔ میر ابوالفتح گیرد کی بیٹی ان کے نکاح میں تھی۔ ایک بزرگ سے اجازت لے کر عالیکدل کی مسجد میں خلوت نشین ہوئے۔ اس کے بعد شاہ بدیع الدین کے گورستان میں چلّہ کشی کی۔ دو پہر تک

آپ درس بھی دیتے تھے۔ شیخ عبدالوہاب نوری کی خدمت میں جا کر شرف سعادت حاصل کر کے کبرویہ طریقے سے عبادت کرنے لگے۔ خوش نویسی میں اور قطعہ نویسی میں بے مثال تھے۔ ۱۹ رجب ۱۱۸۱ھ کو انتقال کر گئے۔ آپ عیدہ میدان میں علاقہ شاہ آباد میں اپنے بزرگوں کے ساتھ دفن ہیں۔

بابا اسد اللہ

بابا اسد اللہ بابا عبداللہ کے فرزند تھے۔ ملّا نوری اللہ ہی سے ظاہر و باطنی تعلیم پائی لیکن آپ نے اپنے والد سے سلوک اور طریقت کی تعلیم حاصل کر کے بلند مرتبہ حاصل کیا۔ عمر بھر ریاضت اور عبادت کرتے رہے۔ ۱۲۱۷ھ میں رحلت کر گئے۔ اپنے اسلاف کے مقبرے میں دفن ہیں۔

میر احسن اللہ

میر احسن اللہ میر محمد مومن کے پوتے تھے۔ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ عبدالرشید قادری کے مرید تھے۔ زاہد اور پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ بے لوث اور پُر خلوص مومن تھے۔ ۱۲۰۰ھ میں اسلاف کے مزار میں ہمیشہ کے لئے واصل بحق ہوئے۔

شیخ محمد اسلم

شیخ محمد اسلم شیخ محمد یحییٰ رفیقی کے بیٹے تھے۔ بہت ہی ہدایت یافتہ شاگرد بھی تھے۔ علوم ظاہر اور باطنی میں بہت عبور حاصل کیا تھا۔ شریعت کے سخت پابند تھے۔ مدتوں آپ مفتی کا کام سرانجام دیتے رہے۔ ۱۷ محرم الحرام

۱۲۱۲ھ کو اپنے آباء کے مزار میں دفنائے گئے۔ تاریخ "غریب ہے"۔

شیخ اکبر ہادی

شیخ اکبر ہادی شیخ محمود کے بیٹے تھے اور میر عبدالسلام اندرابی کی بیٹی آپ کی والدہ تھیں۔ تاریخ پیدائش ۱۱۵۳ھ ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ سے تعلیم حاصل کی اور اپنے سسر خواجہ اسحاق وندروسے علم قرارت سیکھی حضرت شیخ اشرف فتح کدل سے علم سلوک اور طریقت میں استفادہ کیا۔

آپ نے سلسلہ سہروردیہ قائم کیا تھا والدہ ناراض ہوئیں اور فرمایا خود میں قادریہ سلسلہ کی والد کبرویہ سلسلے سے اور تم نے جان بوجھ کر سلسلہ سہروردیہ اختیار کیا ہے۔ اُسی شب آپ کی والدہ رسول اکرم صلعم کو خواب میں دیکھتی ہیں اور وہ اکبر ہادی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لڑکا شیخ محمد اشرف کے سپرد کردو۔ والدہ نے دوسرے روز شیخ اشرف کو گھر پہ بُلایا اور چرخہ کات کر جو پیسہ آیا تھا اس سے اُن کی ضیافت تیار کرائی۔ اور اکبر ہادی کو اُن کے سپرد کردیا۔ اکبر ہادی نے اس کے بعد اپنے پیر کامل کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جو کچھ نذر نیاز اور جاگیر سے آتا سب کچھ پیر کی نذر کرکے جو کچھ بچتا اُس پہ قناعت کرتے۔ احمد شاہ تارہ بھی کہتے ہیں ایک دن شیخ اشرف شہر سے دو میل دور ناشپاتی کے باغ میں شگوفے دیکھنے گئے اور اکبر ہادی سے کہا وہاں گرم چائے پہنچائے۔ اکبر ہادی انگیٹھی پر چائے کی پتیلی رکھ کر وہاں پہنچے۔ بغلیں گرمی سے جل گئی تھیں۔ آپ کی نظر سے پھپھولے اُتر گئے۔ شیخ احمد تارہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ نعمت اللہ کی بیٹی بالغ ہوگئی اور معاملہ نبھانے کے لیے سوچا گیا کہ کیا کیا جائے۔ سب خاموش ہوئے۔ شیخ اکبر ہادی کاغذ لائے۔ ایک حضرت سے قرآن مجید لکھوایا۔ دوسرے سے اس کی جلد کرائی

تیسرے سے اس کی تفسیر لکھوائی چوتھے سے اعراب ڈلوائے اور جب قرآن مکمل ہوا تو اس کے ہدیہ سے عروسی کے لوازمات پورے کرائے گئے۔ حضرت احمد تارہ بھی کہتے ہیں آپ صوفیا۔ کی کتابیں پڑھتے اور اُن کے حاشیہ لکھتے تھے عوارف المعارف، قصائد فارضیہ جیسی کتابیں آپ کی نگاہ میں ہوتی تھیں آپ لوگوں کو ہر وقت مشکلات سے نکالتے تھے اور تصوف کی باریکیوں سے آگاہ فرماتے تھے۔ ان کی کرامات مشہور ہیں۔

ایک دفعہ آپ کے صحن سے انگور کے درخت سے ایک شخص گرا اور مرگیا۔ قریب ہی آدمی تھا جلدی شیخ کے پاس آیا اور اُسے واقعہ کہا۔ شیخ نے باطنی رجوع کیا اور کہا جاؤ اُسے دوبارہ دیکھو۔ دیکھا تو پتہ چلا کہ زندہ ہے۔ ایک دفعہ حاکم وقت کا بیٹا سخت بیمار ہوا، شیخ کی دُعا سے روبصحت ہوا حاکم نے...اشرفیاں نذرانہ بھیجیں اور آپ نے تمام روپئے خیرات میں دے دیئے۔ ایک دفعہ کسی نے دو سونے کی بالیاں آپ کے پاس امانت رکھیں جو گُم ہوگئیں۔ اس پر آپ نے سائل سے کہا حلال کے ۱۲ روپے لاؤ۔ ۱۲ ختم پڑھنے شروع کئے جب ختم ہوئے تو ایک بالی چھت سے گری اور جب باقی چھ ختم ہوئے تو دوسری بالی بھی سامنے آگئی۔ بہرحال اُن کی کرامات بے شمار ہیں۔ ۷ اربیع الاول ۱۲۴۳ھ کو انتقال کر گئے۔ سادات پارسایہ کے مزار میں میر محمد پانپوری کی قبر کے ساتھ ہی دفن ہوئے تاریخ ہے:

شیخ اکبر ہادی اکمل اور علیہم الرضوان۔

بابا آیت اللہ و شیخ عبد اللہ

بابا آیت اللہ اور شیخ عبد اللہ دونوں بھائی تھے کول خاندان سے تعلق

تھا۔ بچپن ہی سے والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔ خواجہ اسحاق وندرو سے
بچپن ہی سے روحانی فیض حاصل کیا اور علم قرارت بھی سیکھا ۴۰ دن میں
قرآن حفظ کیا۔ شیخ احمد اشرف ان کے رہبر کامل تھے۔ ہر کام بہت مشقت
سے کرتے رہے۔ بابا آیت اللہ شیخ اشرف کے مریدوں میں سب سے زیادہ ذہین
فطین مرد کامل تھے۔ آپ کو کمال کا حافظہ اللہ نے دیا تھا۔ ایک دفعہ اگر ایک
کتاب کو دیکھتے تو دوسری دفعہ اچھی طرح سے اس کتاب کو پڑھا سکتے تھے۔
لکھتے اتنا اچھا تھے کہ خوشنویسوں کے اُستادوں میں شمار ہوتے تھے۔ کتابت
میں سب سے زیادہ آپ کی کمائی تھی۔ اور اس کمائی سے آپ غریبوں اور بے کسوں
کی مدد اور یاوری فرماتے۔ قرارت عشرہ دس طریقے قرآن پڑھنے کے، آپ کو
آتا تھا۔ ان کا فیض ہر کس وناکس پر یکساں تھا۔ یہ تمام لوگ اہل حرفہ، اہل مدرسہ
کی اصلاح فرماتے اور شیخ اشرف نے ان کو تمام تر ذمہ داریاں سپرد کر دی تھیں۔
۱۸ شوال ۱۱۹۸ھ میں ہیضہ کی بیماری سے چالیس ۴۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور
سادات بارسایہ کے مزار میں دفن ہوئے۔ تاریخ ہے فروح وریحان وجنت
نعیم۔ شیخ عباد اللہ جو بابا آیت اللہ کے بھائی تھے بھائی سے کم شان والے نہ
تھے۔ ۲۱ شعبان ۱۲۳۰ھ کو وفات پائی۔ آپ مقبرہ گنج بخش سرینگر میں متصل زیارت
حبیب کاشانی قلعہ کے پاس مدفون ہیں۔

شیخ الہام لاری

شیخ الہام لاری۔ شیخ محمد اشرف خمکدلی کے مرید تھے خط نستعلیق لکھنے
کے استاد تھے۔ آپ نے حضرت محمد اشرف سے جلد ہی طریقت اور سلوک کے
طریقے سیکھ کر قصبہ لار کے گاؤں میں نہر کے کنارے گوشہ نشینی اختیار کی۔ لوگ زیادہ ان

کے پیچھے رہتے اس لیے اپنے آبائی گاؤں سے بھاگے ہارون تشریف لائے اور یہاں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ شاعر بھی تھے۔

شاہ اسد اللہ

شاہ اسد اللہ کے والد صاحب کا اسم گرامی شاہ فضل اللہ نوری تھا۔ آپ اپنے والد کے خلیفہ تھے۔ جب آپ نے خط ارشاد حاصل کیا تو کسی شخص نے آپ کے والد کے سامنے آپ کی تیز مزاجی کی شکایت کی۔ باپ نے کہا جب میری جگہ بیٹھیں گے تو مزاج درست ہوگا۔ اور ایسا ہی ہوا باپ کی وفات کے بعد حلم اور تواضع کے مجسمہ بن گئے۔ ۲۵ ماہ رمضان کو بیٹھ کر تراویح پڑھ لی اور دوسرے روز ظہر کی نماز کے سجدے میں جان دے دی۔ اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

میاں انور

میاں انور میاں محمد رفیق کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ توفیق اور تحقیق والے بادہ الست کے سرمست تھے۔ دراوہ کے علاقہ میں وفات پائی۔

بابا آیت اللہ

بابا آیت اللہ بابا عبد اللہ مخدومی کے بیٹے تھے۔ شاہ ثناء اللہ قلندر کے مرید ہو گئے۔ عبادت اور ریاضت سے سارا ملہ پن ختم ہوا۔ حضرت مخدوم کے آستانہ میں دفن ہیں۔

خواجہ احمد شونٹھو

خواجہ احمد شونٹھو خضر بابا خانقاہی کے مرید تھے۔ پیاری عمر کو گنڈ سر سنگھ کے

حمام میں تنہائی اور خلوت نشینی میں گذاری۔ سخت عبادت گزار تھے۔ وہیں دفن ہو گئے۔ صاحب تاثیر اور عبادت گذار اور برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

خواجہ امیر الدین پکھلیوال

خواجہ امیر الدین خواجہ یعقوب پکھلیوال کے پوتوں میں سے تھے۔ پہلے قاضی جمال الدین عالیکدل سے ظاہری اور باطنی کمالات حاصل کئے پھر خواجہ منور حطبی سے طریق کبرویہ میں بلند درجہ حاصل کیا۔ اُس کے بعد شیخ عطاء اللہ درنبہ گامی سے استفادہ کر کے سلسلہ قادریہ کی تعلیم پائی۔ پھر شیخ اکبر ہادی کی خدمت میں جا کر نقشبندیہ اور سہروردیہ سلسلوں کے مجاز ہو گئے۔ باطنی پیاس بجھانے کے لیے ہندوستان گئے۔ ملتان کے علاقہ میں شیخ سلیمان کی نظر عنایت سے مشرف ہو کر شہود اور وحدانیت کا مقام پایا۔ واپسی پر ارشاد کے سجادہ پر بیٹھ کر لوگوں کی رہبری کرنے لگے۔ مثنوی تحفۂ احمد اور مثنوی تحفۂ محمدی علم تصوف پر لکھ کر شیخ احمد تارہ بلی کی خدمت میں پیش کیں۔ جو تصوف میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ دونوں رسالے بہت مفید ہیں۔ رسالہ ترجیع، تحقیقات امیری اور دوسرے رسالے ان کی یادگار ہیں۔ ۸ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی شیخ بہاء الدین گنج بخش کے بڑے مزار میں دفن ہوئے۔ تاریخ

پے تاریخ وصلش گفت ہاتف　　بہشتم ماہ حج یوم سہ شنبہ

شیخ احمد تارہ بلی

شیخ احمد تارہ بلی شیخ محمد نعیم کے فرزند رشید تھے۔ جد بزرگوار مولوی شیخ محمد مقیم تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ قرآن مجید حفظ

کیا۔ اور شیخ عبادی قادری سے قرات سیکھی۔ قرات بھی دس طرح سے قرآن مجید یعنی قرات عشرہ سیکھی۔ تصوف میں اطوار سبعہ اور لطائف ستہ طے کر کے معرفت اور شہود کے چراغ کو روشن کیا۔ تمام برگزیدہ سلاسل، کبرویہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کے پانچ سرمدی خزانوں کی دسترس حاصل کی۔ آپ نے ریاضت شاقہ کی اور خلق خدا کی خدمت کرنا اپنا نصب العین بنایا۔ حضرت شیخ عبادی قادری کے ساتھ رہ کر ان کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کی۔ شیخ اکبر کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان کو سجادہ نشین بنانا چاہا اگرچہ ان کے والد زندہ تھے لیکن انہوں نے گوارا نہ کیا۔ ان کی بزرگی کا چرچا دور دور تک پھیلا تھا کہ ترکستان، ہندوستان اور خراسان سے لوگ ان کی تشہیر سن کر زیارت کے لیے تشریف لاتے! ان کے دور میں شیخ غلام محی الدین حاکم کشمیر مقرر ہوئے۔ حاکم نے ملاقات کرنا چاہی۔ شیخ احمد کتراتے رہے۔ اور پانچ چھ سال لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے۔ اتفاقیہ ایک روز ملاقات ہوگئی۔ شیخ صاحب نے ان کو تعلیم سے بہرہ ور کر کے عدل وانصاف کی تلقین کی۔ ان کی تلقین پر انہوں نے ایک لاکھ خروار شالی کشمیر کے لوگوں میں تقسیم کیئے۔ ہزاروں روپئے آپ کو نذر کیئے گئے۔ آپ تمام رقم جوں کی توں غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرتے رہے۔ آپ کی خلوت در انجمن تھی۔ آپ نے شریعت کی پیروی کی اور سنت رسول پر عمل پیرا ہوتے رہے خدمت خلق جو طریقت کا سب سے بڑا رکن ہے مستعدی اور مداومت سے بجالاتے تھے۔ صبح سویرے خود چائے بناتے دوپہر تک دو تین سو لوگوں میں روٹیاں اور چائے تقسیم کرتے۔

بدعتوں کی ملامت کھلم کھلا کرتے تھے۔ ہندوں کا غلبہ ہونے کے باوجود انہیں اسلام کی طرف راغب ہونے کی تلقین فرماتے۔ ایک دن ایک آدمی نے

راجہ کاک در کے لیے سفارش کے لیے کہا آپ نے ان الفاظ میں سفارش لکھ کر دے دی۔

کافر ناپاک پنڈت راجہ کاک، اے مدبر فجار والے کافر نابکار، رُو بہ اسلام آرد خلق خدا را میازار حاجت سائل برآرتا برہی از عذاب نار"

آپ اولیاء اللہ کے معتقد ہونے کے بارے میں ترغیب دیتے! کھانا اعتدال سے کھاتے ایک دن حکیم نے بیماری کی حالت میں گوشت کی یخنی کھانے کو کہا۔ آپ چوبیس دن تک ایک پاؤ گوشت کی یخنی نکال کر کھاتے رہے اور طبیب کو یہ کہتے رہے کہ آپ گوشت کے ساتھ غذا کھاتا ہوں۔ آپ ہمیشہ دن کو روزہ دار اور رات کو شب بیدار ہوتے تھے۔ آپ کی ریاضت عدیم المثال تھی اور اسی طرح کشف و کرامات کا بھی جواب نہ تھا۔ طبیعت بھی موزوں پائی تھی اچھے شعر فرماتے اور بہت ہی مقفیٰ اور مسجیٰ نثر لکھتے تھے۔ تصوف پر "افضل الطراق" رسالہ لکھا ہے ۱۳ رجب ۱۲۷۸ھ کو رحلت کر گئے تارہ بل میں دفنائے گئے۔

آپ کی تاریخ وفات اس طرح لکھی گئی ہے۔

شیخ احمد حافظ قرآن وفخر عارفان	سیزدہ روز از رجب رفتہ علم زود رجنان
بہر تاریخ وصال وعمر ومیلادش سروش	دوش در گوشم بگفتا لبشنو ائے تاریخ دان
شیخ احمد کبروی ومیلاد عمرش عابد است	شیخ احمد قاری سال وصال او بخوان

شیخ احمد فرید

شیخ احمد فرید لعل شاہ مجذوب کے خلیفہ تھے۔ رندو ضع کے صوفی تھے تمام عمر خدمت خلق اللہ میں بسر کی۔ ہندوؤں کو اپنے اخلاق عالیہ سے مسلمان

بنا دیا۔ ۳ جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ میں وفات پائی۔

بابا اعظم کبروی

بابا اعظم بابا محمود کے بیٹے بھی اور خلیفہ بھی تھے۔ پرہیزگار اور عبادت گزار صوفی گزرے ہیں۔ آخری عمر میں اپنے حال سے بے حال ہو گئے تھے یکائی پورہ کے محلہ میں دفن ہیں۔

شیخ احمد ترالی

شیخ احمد ترالی بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ وقت کے مشہور علامہ مولوی غلام الدین مفتی سے معمولی تعلیم حاصل کی لیکن ان کی خوش قسمتی یہ تھی کہ شیخ محمد منور حطبی کے مرید صدیق خان کی خدمت میں جا کر سلسلہ کبرویہ کا ارشاد حاصل کیا۔ اس کے بعد ہندوستان جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں زمانے کے مشہور عالم حدیث مولوی اسحاق سے علم حدیث کا پورا مطالعہ کیا۔ احمد سعید سے علم طریقت سیکھ کر ابدی سرخروئی حاصل کی۔

کشمیر واپس آئے تو تبلیغ اور اصلاح کا کام شروع کیا۔ نسوار کے حرام ہونے پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ آخری عمر میں حج کر کے آئے۔ ۱۰ جمادی الاول ۱۲۹۶ھ کو ترال کے قصبہ میں وفات پائی وہاں ہی ان کی زیارت بھی ہے۔

شیخ احمد لسیوی

شیخ احمد لسیوی بابا علی لسیوی کے فرزند تھے۔ آپ کی عقیدت مندی حضرت قاضی جمال الدین عائیکدلی سے تھی انہی کے آپ مرید بھی تھے۔ اس کے علاوہ اُس

زمانے کے دوسرے بزرگوں سے بھی آپ کا علاقہ تھا۔ خدا ترسی اور پرہیزگاری میں ان کا جواب نہ تھا۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ میں انتقال ہوا اپنے اجداد کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ اسد رفیقی

شیخ اسد رفیقی شیخ محمد ابراہیم کے بیٹے تھے۔ زمانے کے بہت بڑے بزرگ اور عالم آدمی تھے۔ آپ نے زندگی گوشہ نشینی میں ہی گزار دی۔ پرہیزگار اور خدا ترس بندے تھے۔ ۸ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ میں انتقال کر گئے۔ اجداد کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ احمد شپو

شیخ احمد شپو مُلّا حیدر کے فرزند تھے آپ نے ظاہر اور باطنی تربیت اپنے والد سے ہی حاصل کی تھی۔ کسی قلندر کی بھی نظر عنایت تھی۔ آپ نے شیخ احمد تارہ بلی سے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، کبرویہ سلاسل کی تربیت حاصل کی۔ شیخ احمد تارہ بلی کی وفات کے بعد تشنگی معرفت کو بُجھانے کے لیے پشاور پہنچے۔ اور جناب صوفی جان محمد سے سلسلہ چشتیہ کا ارشاد حاصل کر کے واپس آئے۔ اس کے بعد عزلت نشینی اختیار کر کے عبادت اور ریاضت میں دن گزارے۔ ۵ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ کو انتقال فرمایا۔ علاقہ بانگل کے ایک گاؤں کانہامر میں دفن ہیں۔ تاریخ

"شیخ احمد بزرگ اکمل بود"

شیخ بہاء الدین گنج بخش

اصلی نام بہاؤ الدین ہے گنج بخش ان کا لقب ہے۔ شاہ اسحاق ختلانی خلیفہ امیر کبیر علی ثانی کے تربیت یافتہ مریدوں میں سے تھے۔ ابتدا میں سیر و سیاحت کا اس قدر شوق تھا کہ شاہ اسحق کے پاس خود ختلان سلوک کی تعلیم کے لیے گئے۔ شیخ حمزہ، سید محمد مدنی شیخ نورالدین ولی کے مصاحبوں میں سے گذرے ہیں۔ بادشاہ ان کی ایک بشارت کے عملی ظہور کی وجہ سے ان کا بڑا ادب کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کو محلات شاہی میں آنے اور دریا کی سیر کرنے کی دعوت دی گئی آپ نے شکریہ کے ساتھ دعوت کی قبولیت سے انکار کر دیا۔ ایک دن حضرت شیخ بہاؤ الدین موضع کرشہ بل میں لب دریا ایک درخت کے نیچے سر بہ زانو بیٹھے تھے۔ نصف شب کے قریب چوروں کی جماعت شہر سے مال و متاع لے کر اس طرف آئی اور چوری کا مال آپس میں تقسیم کرنے لگی۔ مال کی تقسیم کے بعد آپ لوگوں کی نگاہ اس طرف پڑی۔ ان چوروں نے اس خوف سے کہ یہ ہمارا راز ضرور فاش کریگا شہید کر دیا۔ بادشاہ کو اس المناک واقعہ کی خبر ملی تو بہت افسوس کیا۔ شیخ نے وصیت کر رکھی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ کندھوں پر لے جانے کی بجائے یہ کام کرو کہ میرے پاؤں میں رسہ باندھ کر کشاں کشاں لئے پھرو۔ یہاں تک کہ قبرستان میں پہنچا دو۔ لوگ اس وصیت کے لیے بڑے مضطرب تھے۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو حکم ملا کہ حضرت شیخ کی وصیت ضرور پوری ہونی چاہیئے۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے ایک گہوارہ بنایا گیا۔ لاش رکھی گئی اُس کے نیچے پہیے لگائے گئے اور اُس کے ساتھ رسہ باندھ کر قبرستان تک پہنچایا گیا۔

بادشاہ حضرت عثمان گنائی اور دوسرے مملکت کے عمائدین کے ساتھ جنازہ

میں شریک ہوئے۔ کوہ ماران کے دامن میں قلعہ کے باہر جہاں ایک وسیع قبرستان ہے دفن کیئے گئے۔ آپ کا مزار بڑشاہ کی بیہقی بیگم نے اپنا زیور فروخت کر کے تعمیر و مرمت کرایا تھا۔ ۸۴۹ھ / ۱۴۴۵ء میں آپ نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر کافی تھی۔ آپ کے مزار مبارک کے دروازے پر ہی شمس چک کی قبر ہے۔

شاہ بدیع الدین

شاہ بدیع الدین بہت ہی کامل صفات بزرگ گذرے ہیں آپ قادریہ سلسلہ کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں میں سے تھے۔ دنیاوی جاہ وحشمت سے متنفر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تمام عمر عزلت نشینی اختیار کی۔ گمنامی کی حالت میں رہنے کی وجہ سے ان کی زندگی کے حالات میسر نہیں ہوتے اور نہ ہی دنیاوی لوگوں سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ تاریخ کبیر کے مصنف ابو محمد حاجی محی الدین صفحہ ۱۶۱ پر اس طرح رقمطراز ہیں۔ "مرید خانوادہ حضرات قادریہ بود، در ظاہر بقایت جوش گذران و در باطن نہایت در مقام معرفت صاحب عوج درجات بودہ خود را از نظر مردماں مخفی و پوشیدہ میداشت بنا براں ذکر حالاتش قلم پذیر و در تحریر نیامدہ است۔"

بہرام گورٹینگی

بہرام گورٹینگی کے بارے میں ابو محمد حاجی محی الدین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت سلطان مخدوم شیخ حمزہ کے مرید تھے۔ اُن کی اجازت سے پرگنہ اوتر میں گورٹینگو غار میں خلوت نشین ہوتے۔ اور زینی شاہ اس غار میں خدمت گزاری انجام دیتے رہے۔ آپ صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں۔ انتقال کے بعد آپ پرگنہ اوتر میں ہی دفن ہوئے۔ آپ کی باضابطہ زیارت بنی ہوئی ہے اور سال میں ایک

دفعہ عرس بھی منایا جاتا ہے۔

حاجی بہرام

حاجی بہرام بابو الفقراء بابا نصیب الدین غازی کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ نے عمر کا بیشتر حصہ تنہائی اور گوشہ نشینی میں گذارا آپ شیخ ملا حسین خباز کے شاگردوں میں سے ممتاز لائق اور فائق تھے۔ کبھی زندگی میں حرص و ہوا نہ کی۔ آپ طریقت اور شریعت سے واقف تھے کبھی زندگی میں نیاز قبول نہ کی۔ ہمیشہ سردی اور گرمی میں ٹھنڈے پانی سے نہاتے رہے ہیں۔ اور کھڑاویں پہنے رکھتے تھے۔ آپ نے پیدل ننگے پاؤں حج بیت اللہ کر کے ثواب الدارین حاصل کی۔ آپ نے ۱۱۰۸ھ میں بہرویٹ میں انتقال کیا۔ اور یہیں دفن ہوئے لیکن کئی روز آپ کے مخلصوں سے نہ رہا گیا آپ کو قبر سے نکال کر ٹومہ پورہ لائے وہاں ان کا مقبرہ بنایا گیا اور دفن بھی اسی جگہ کیا گیا۔ یہاں آپ کی زیارت مقدسہ کی زیارت کے لیے ہر خاص و عام آتا ہے عرس ہوتا ہے تاریخ:

زین جہاں چوں در نقاب فضل حق حاجی بہرام روئی خود نہفت
با دل بے باک سال وصل او ہاتفی مخدوم افضل فقر گفت

لالہ بابو ہمدانی

لالہ بابو ہمدانی وقت اور زمانے کے کامل بزرگ تسلیم کئے گئے آپ کی مبارک پیدائش موضع چندرہ بار پرگنہ دہمو میں وقوع پذیر ہوئی۔ زاہد بابا ناگام سے آپ نے طریقت کی تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل کیا۔ ۱۱۲۰ھ میں موضع چندرہار پرگنہ دہمو میں ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

بابا محمد بلخی

محمد بلخی عالم فاضل بزرگ گزرے ہیں آپ نے اُس وقت کے مشہور علامہ ملا امان اللہ سے زانوے ادب تلمذ کیا تھا۔ آپ قناعت پسند، اطاعت شعار، پرہیزگار مومن تھے۔ آپ کو ظاہری اور باطنی دونوں علوم میں دسترس حاصل تھی۔ اپنے مرشد کے انتقال کے بعد جانشین رہے۔ آپ مرشد کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

بابا محمد قابل مخدومی

آپ حضرت شیخ حمزہ محبوب العالم سلطان العارفین کے مرید تھے تمام عمر عبادات میں اوراد خوانی ذکر الہٰی اور مشاغل قرآن وسنت کی پیروی سے گزاری۔ سوئم ماہ صفر ۱۱۹۷ھ میں اس دنیائے ناپائیدار سے رحلت کر گئے۔ آپ کوہ ماران کے دامن میں اور شیخ حمزہ مخدوم کی زیارت کی مشرقی جانب مدفون ہیں۔

شیخ بایزید شمہ ناگی

شیخ بایزید اسلام آباد (اننت ناگ) کے رہنے والے تھے۔ آپ نے سلطان شیخ حمزہ مخدوم کے مریدوں میں شامل ہو کر آپ کے دستِ مقدسہ پہ بیعت کی۔ ریاضت اور عبادت میں ہمہ تن مشغول رہے۔ حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ ادائیگی حج کے بعد جب کشمیر واپس آئے تو پرگنہ اوتر کے ایک گاؤں شمہ ناگ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور ایک تاریک کوٹھڑی میں تنہا نشین ہو گئے۔ ایک دن حضرت حمزہ مخدوم آئے آپ کو اس حال میں دیکھ کر بہت ہی

خوش ہوتے۔ حضرت مخدوم کی واپسی کے بعد ایک معتقد نے اس جھونپڑی میں کھڑکیاں اور دروازے لگانے کی پیش کش کی۔ لیکن بایزید نے قبول نہ فرمائی۔ کہا کہ میرے پیرِ کامل حضرت مخدوم حمزہ کو میں اسی جھونپڑی میں بھلا لگا ہوں۔ اس لیئے اس حالت کو بدلا نہیں جاسکتا۔ اسی گاؤں میں دفن ہوئے۔

تاریخ قدس سرہ ہے

خواجہ بیرم

خواجہ بیرم مشہور دولت مند تاجر تھے۔ اللہ نے معرفتِ الٰہی سے اس کو منور کر کے حضرت شیخ حمزہ مخدوم جیسے برگزیدہ بندے سے تربیت دلائی۔ آپ ابدالوں میں سے تھے۔ یعنی آپ کا درجہ صوفیہ کی زبان میں بہت اعلیٰ تھا۔ نظم اور نثر لکھنے میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ تذکرہ المرشدین جس میں حضرت مخدوم حمزہ کے زندگی کے حالات ہیں ان کی تصنیف ہے اور ان کی تُنی غزلؔ مشہور ہے۔

بہادر شیخ وزینی شیخ

بہادر شیخ وزینی شیخ دونوں بزرگوں نے دنیا ترک کر کے عزلت نشینی اختیار کی تھی۔ دونوں بزرگ ۷۰ سال تک جنگلوں بیابانوں میں عبادت کرتے رہے۔ حقیقت کے راز جب ان پر نہ کھل سکے تو حضرت شیخ حمزہ مخدوم خود ان کو تلاش کر کے لائے۔ اپنے دسترخوان پر دونوں کو گھوڑے کا گوشت کھلایا۔ دونوں کی نگاہ باطنی نورِ بصیرت سے سرفراز ہوگئیں۔ بہادر شیخ بارون میں دفن ہیں۔ درگہ مولہ کے متصل علاقہ ادتہ میں پہاڑ کے دامن میں زینی شاہ کے نام پر

زیتی شاہ گاؤں آباد ہو گیا ہے زیارت کے ساتھ ہی خوبصورت چشمہ بھی ہے۔

ملک بلند

ملک بلند ملک جلال کے بھائی تھے۔ صاحب حال وقال تھے پیاری عمر پرگنہ شادرہ کے آجن گاؤں میں ریاضت میں بسر کی۔ وہیں وفات پاکر دفن ہوئے۔

شیخ بایزید

شیخ بایزید فتح اللہ ثانی کے عظیم مریدوں میں سے تھے۔ خلاصی پورہ میں مدفون ہیں۔

بابا بدرالدین

بابا بدرالدین بابا نصیب الدین غازی کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ ریاضت کش۔ روزہ دار، شب بیدار، عزلت نشین بزرگ۔ ساری عمر قصبہ لار کے پہاڑ میں گوشہ نشین رہے ہیں۔ آپ لار میں مدفون ہیں۔

حضرت حاجی بابائے قادری

حضرت حاجی بابا کانجو خاندان کے مشہور تاجر تھے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ قادری سے روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ نے عبادت اور ریاضت شاقہ کر کے اپنے نفس کو رضائے الہٰی کے ماتحت کر کے جلد ہی خطِ ارشاد حاصل کیا۔ سُنت نبوی کے پابند تھے۔ جب تک والدہ زندہ تھیں اُن کی خدمت کرتے رہے۔ جب والدہ کا انتقال

ہوا تو حج کو چلے گئے۔ کئی سال روضہ مطہرہ کی جاروب کشی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ واپسی پر نکاح کر کے سعادت مند بیٹا بابا عثمان پیدا ہوا۔ تمام زندگی شریعت کی پابندی اور بدعتوں کے خلاف جہاد میں گذری۔ ۱۴ شعبان ۱۰۹۶ھ وفات پا گئے۔ محلہ بلبل لنکر میں بلبل شاہ کے نزدیک دفن ہیں۔ تاریخ وفات "ستون دین اُفتاد" ہے۔

شیخ بہرام قادری

شیخ بہرام قادری کے دل میں دنیا سے نجات حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ رہبر کی تلاش میں ملک ملک اور قریہ قریہ پہنچ گئے۔ ہندوستان پہنچے تو تھانیسر میں شیخ نظام الدین چشتی سے ملاقات ہوئی۔ برسوں انہی کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔ آخر خطِ ارشاد ملا۔ واپس کشمیر آکر جمالٹہ ہی قیام کر کے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ میرزا سلیم کاشغری کی قبر کے ساتھ جمالٹہ میں ہی دفن ہیں۔

شیخہ بابا

شیخ بابا طاہر بچھ کے بیٹے تھے۔ اپنے والد سے باطنی تربیت پر کمال کے درجے کو پہنچے۔ والد بزرگوار کے ساتھ دفن ہیں۔

شیخ بدی

شیخ بدی شیخ یعقوب کے چہیتے خلیفہ تھے۔ صاحبِ حال اور صاحب اخلاص تھے۔ نفس ہمیشہ اُن کے ماتحت رہا وہ نفس کے ماتحت نہ رہے خداترس اور

پرہیزگار مومن تھے۔ ۱۱۲۳ھ میں محلہ زنگہ ٹینگ میں انتقال فرمایا وہیں اپنے گھر کے آنگن میں دفن ہیں۔

شیخ بدرالدین

شیخ بدرالدین بابا عبداللہ گذریالی کے دوستوں میں سے تھے۔ حد درجہ کے ریاضت کش تھے۔ علاقہ لار کے گاؤں کنگن میں ان کی قبر موجود ہے۔

میر بہاء الدین قادری

میر بہاء الدین قادری میر ضیاء الدین قادری کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ طریقت اور معرفت میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ وقت کے مرشد کامل تھے۔ افراسیاب کے دور میں خواجہ علاؤ الدین نقشبندی کے ساتھ بلوہ عام کی تہمت کے الزام میں بادشاہ کے پاس دہلی بھیجے گئے۔ مدتوں وہیں رہے۔ جب افراسیاب فوت ہو گئے تو کشمیر کا ارادہ کیا اور لاہور پہنچے۔ لاہور میں قیام کے دوران ہی فوت ہو گئے۔ شیخ علی ہجویری کے مزار میں دفن ہیں۔

شاہ بولاقی

شاہ بولاقی شاہ عنایت اللہ قادری کے مرید تھے۔ عجیب حالات اور کمالات کے مالک تھے ان کا مرید عبدالسلام ٹاک کہتا ہے کہ ایک دن میں ان کی خاص کوٹھری میں بیٹھا تھا دروازہ اور کھڑکی بند تھی۔ میں نے سر گھٹنے پر رکھا اور جب سر اُٹھایا تو دیکھا شاہ عنایت ہیں پل بھر میں جو دیکھا تو ان کو پھر اپنی جگہ پایا۔ فرمایا ابدالوں کو در و دیوار نہیں روکتے۔ اس کے بعد نماز پڑھ لی۔ آپ کا مقبرہ شاہ آباد

میں ہے۔

بولہ بابائی قادری

بولہ بابائی قادری بتہ مالو کے رہنے والے تھے۔ نہایت پرہیزگار، عبادت گذار شب بیدار اور روزہ داروں میں سے تھے۔ میر بہاء الدین قادری فرماتے تھے کہ میں نے اُن سے نمازِ تہجد کی اجازت حاصل کی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ تو ان پڑھ ہیں کیونکر سورۃ یاسین نمازِ تہجد میں پڑھتے ہوں گے۔ آنجناب کو میری یہ بات کشف میں معلوم ہوئی اور اُونچی آواز میں سورۃ اخلاص پڑھنے لگے۔ جب ھُوَ اللّٰہ احد ان کی زبان مبارک سے نکلا اُن کا جسم زمین سے اُٹھ کر ہوا میں معلق ہوگیا۔ اور تھوڑی دیر بعد پھر زمین پر آیا کہتے ہیں کہ ایک دن بغداد کی طرف تھوک پھینک دی اُسی وقت محبوب سبحانی جلوہ گر ہوئے اور فرمایا ہماری طرف کیوں تھوکا۔ ایک ماہ تک اسی پشیمانی میں روتے رہے۔ سنہ ۱۲۰۲ھ میں رحلت فرمائی۔ بتہ مالو صاحب کے مقبرے میں دفن ہیں۔

مخدوم بہاء الدین صفاپوری

مخدوم بہاء الدین صفاپور کے رہنے والے تھے۔ شیخ محمد شریف کے پوتوں میں سے تھے۔ جوانی میں ہی حرز یمانی پڑھتے اور ورد خوانی کرتے تھے۔ اور اس عمل میں کمال کا درجہ حاصل تھا۔ وردخوانی کے لیے جو بھی مقصد ہوتا ہمیشہ پورا ہو کر ہی رہتا تھا۔ ایک دفعہ شیخ اکبر ہادی کا ایک مرید اُن کے پاس آیا اور عرض کی حضرت دشمن بہت تنگ کرتا ہے۔ آپ نے کہا کہ فوراً شیخ مخدوم بہاء الدین کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ شیخ بہاء الدین کے پاس

شیخ اکبر ہادی کا پیغام لے آیا۔ آپ رات کے آخری پہر مانسبل جھیل میں گئے اور گلے تک پانی میں بیٹھ کر حرز یمانی پڑھنے لگے اسی وقت اس ظالم کا سر اپنے کمرے میں کٹ کر جدا ہو گیا۔ جب شیخ محمد اشرف سے قرابت داری اور پیری مریدی کا سلسلہ شروع ہوا تو ساری وردخوانی و ظائف سے دست بردار ہو گئے راہ سلوک اور معرفت و طریقت طے کئے۔ شیخ کے یاروں سے بھی فیض حاصل کئے۔ آپ صفاپور میں مانسبل جھیل کے کنارے بیٹھ کر عبادت اور ریاضت کرتے تھے۔ مستجاب الدعواۃ تھے۔ صفاپور میں ہی دفن ہیں۔

بہاء الدین متو

بہاء الدین متو شاہ عنایت اللہ کے خلیفوں میں سے تھے۔ شریعت اور سنت نبوی کے احکام پابندی سے سرانجام دیتے! شیخ سیف اللہ کے گھر میں گوشہ تنہائی اختیار کر رکھی تھی۔ صاحب ریاضت اور عبادت تھے آپ صاحب تصنیف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف الٹی نامہ، سلطانی، قادری نقشبندیہ، چشتیہ پانچ منظوم کتب لکھی ہیں۔ آپ رحلت کے بعد اپنے اسلاف کے مزار میں مدفون ہیں۔

شیخ محمد پارسا

شیخ محمد پارسا سرول علاقہ زینہ گیر کے رہنے والے تھے۔ ٹنیدبٹ نام تھا۔ ایک دن حضرت مخدوم قدس سرہ تنہائی میں بیٹھے تھے۔ زیتی شاہ مستانہ بھی پاس ہی تھے۔ زیتی شاہ کو حضرت نے فرمایا جاؤ اور جنگل سے ہمارے واسطے کوئی شکار لاؤ۔ وہ جنگل کو روانہ ہو گئے اور پہاڑ کے دامن میں ایک

جوان کو لکڑیوں کا گٹھا لے کر جنگل سے آتے دیکھا۔ زینی شاہ کے ہاتھ میں ہمیشہ ڈنڈا ہوتا تھا۔ دوڑے اور ڈنڈا مار کر لکڑی کے گٹھڑے کو تتر بتر کر دیا۔ جوان کو ہاتھ سے پکڑ کر حضرت مخدوم کے سامنے لایا اور کہا میں تے چڑیا لائی۔ انشاء اللہ بادشاہ کے ہاتھ کا شہباز بنیں گے۔ حضرت کی، سی نظر سے جوان کا حال بدل گیا۔ گھر اور دنیا کو بھول گیا۔ شیخ محمد نام پایا۔ مدت تک حضرت مخدوم کی خدمت میں رہ کر روحانی ترقی کے کاموں میں مشغول ہوتے اس کے بعد ان کی تربیت اور دیکھ بھال شیخ داؤد خاکی کے سپرد ہوئی اور شیخ داؤد کے فرمانے پر شیخ غازی کے ساتھ بھائی چارہ کر کے ان کے گھر کے پاس پالر چھن کے چشمے کے کنارے دکھو بہانہ علاقہ) عبادت خانہ بنا کر ریاضت اور عبادت میں لگ گئے۔ شیخ غازی ضرورت کی چیزیں مہیا کرتے تھے۔ شیخ محمد نے لوگوں کے ساتھ بولنا چالنا بھی ترک کر دیا تھا اور کسی سے کوئی نذر قبول نہ کرتے تھے ایک دن ایک آدمی نے مصافحہ کے وقت ایک دو روپے ان کے ہاتھ میں رکھے۔ انہوں نے ہاتھ کو اس طرح جھاڑا گویا روپے رکھنے والے نے آگ کا انگارہ ہاتھ پر رکھا تھا۔ اور ہاتھ کو کئی بار پانی سے دھلایا۔ اس بات پر شیخ خاکی نے ان کو "پارسا" کا خطاب دے دیا۔ تذکرۃ العرفان کا مصنف لکھتا ہے کہ حضرت مخدوم کی خدمت میں جب زینی شاہ نے ان کو لایا اس وقت ان کی عمر چالیس برس کی تھی۔ نوے برس ریاضت و عبادت میں گذارے۔ آخری عمر میں غیبی اشارہ پر نکاح کیا۔ بڑھاپے کے موجب نچلا دھڑ تقریباً بے کار ہو چکا تھا۔ شیخ غازی کا بیٹا شیخ یعقوب ان کی خدمت کرتا تھا۔ اور نماز کے لیے کھڑا کرتا تھا۔ پھر یہ خود بخود نماز کے ارکان بجا لاتے تھے۔ اور سلام کے بعد پھر کھڑا کرتے۔ جب تک نماز پوری ہو جاتی۔ ۲۲ محرم ۱۰۶۶ھ کو انتقال

فرمایا۔ پالہ چھن علاقہ کہو ہہار میں آرام پاتے ہیں۔ تاریخ وفات

بہر تاریخ رحلت ایشان ہاتفی شیخ دین محمد گفت

پ پح پ ی

مولانا فیروز بچی گنائی

فیروز بچی گنائی نونی گنائی کے فرزند تھے۔ جوانی میں حرمین شریف کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔ وہاں سے واپسی پر تمام علوم ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہوئے۔ اور اُستاد اکبر شاہ جیسے بزرگ جنھوں نے مخدوم الملک کا خطاب پایا تھا اُن کے شاگرد گزرے ہیں۔ تمام عمر کشمیر میں درس و تدریس میں گزاری۔ صرف سلطان العارفین کے پاس جانے کے لیے وقت نکالتے تھے۔ حسین چک کے دور میں ۹۷۳ھ میں یوسف منڈ اور الماس گنائی کے قتل کی تہمت میں شہید کر دیئے گئے۔ تاریخ:

از پئے تاریخ آن در دین وحید گفت شد از بہر دین ملّا شہید

بچہ بی بی

بچہ بی بی چپ گنائی کے قبیلہ سے تھیں آپ نے حورہ بی بی سے سلوک اور راہِ طریقت اختیار کیا۔ آپ نے عبادت و ریاضت بدرجہ اتم کی۔ آپ حورہ بی بی کی زندگی کے آخری دم تک پیوست رہیں۔ دونوں نیک سیرت اور صالحہ خواتین اُدسن پورہ پرگنہ لدر میں دفن ہوئیں۔

بیخی میر

حضرت بیخی میر سہروردیہ سلسلہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ بیخی میر نے

راہ طریقت شیخ حمزہ مخدوم سے اختیار کیا۔ آپ کی رہبری میں باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ آپ اعلٰے قدروں کے مالک تھے اپنے مرشد کے چہیتے مریدوں میں سے تھے۔

شیخ پیر محمد

شیخ پیر محمد خواجہ خاوند محمود کے مرید تھے۔ برسوں آپ چھتہ بل میں خاوند محمود کے باغ ریاضت اور عبادت میں مصروف رہے ہیں۔ اس کے بعد محمد امین دار سے مزید سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ حد سے زیادہ جذبہ عشق الہٰی سے سرشار تھے۔ ان کی خانقاہ میں مدتوں تنہا نشین رہے۔ خواجہ معین الدین نقشبند نے ان کے جوش و خروش کا حال سُنا تو اُن کو اپنے عصا سے مار کر کہا کیوں ہماری بدنامی کا باعث بن رہے ہو؟ ہم تم کو اپنے باغ سے نکالیں گے۔ اس کے بعد آپ نے میاں امین الدین دار کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ آپ چھتہ بل میں خاوند محمود کے باغ میں دفن ہیں۔

ترشن شیخ

ترشن شیخ ایک متعصب کٹر ضدی قسم کے ہندو تھے۔ اللہ کی شان کہ حضرت شیخ نورالدین ولی کی ایک باطنی نگاہ نے غیر مسلم سے مسلم اور مسلم سے مرد مسلمان بنادیا۔ جب اسلام قبول کیا تو بتہ مالو صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر باطنی فیوض حاصل کئے۔ ریاضت و عبادت میں زبردست مشقت کر کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے۔ وانتہ پورہ میں دفن ہیں۔

مُلّا ثناء اللہ پشو

مُلّا ثناء اللہ پشو مُلّا جمال الدین کے بیٹے تھے۔ شیخ عبادی قادری سے تربیت پاکر باطنی کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ اکبر ہادی سے مزید باطنی صفائی کر کے اعلےٰ وارفع درجہ حاصل کیا۔ عمر بھر آثار شریف (حضرت بل) کے بقو کے پاس نماز ادا کرتے رہے وہیں دفن ہیں۔

شیخ ثناء اللہ زونیری

شیخ محمد فاضل زونیری کے پوتوں میں سے تھے۔ ظاہری تعلیم کے بعد اپنے دادا شیخ مسعود سے باطنی تعلیم حاصل کی۔ سلطان شیخ حمزہ کی مسجد گنڈسی پورہ میں ۴۰ چلے پورے کئے۔ حرز یمانی، چہل کاف، درود، اسم اعظم، حزب البحر، حرز احتجام اور اسمائے عظام کے نصاب طے کئے۔ شیخ مسعود کے انتقال کے بعد شیخ اشرف رخ کدلی سے ارادت باندھی اور سلوک کی مزید منزلیں طے کیں قہر اور جلال والے بزرگ تھے۔ ایک آدمی کو غصے سے تھپڑ مارا وہ اندھا ہوگیا۔ بہت کرامات اور کمال والے بزرگ تھے۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۳۵ھ کو انتقال کر گئے۔ اجداد کے ساتھ زونیر میں دفن ہیں تاریخ وفات ہے۔

بود روز عرس عثمان حیا

ملک جہانگیر ریتہ

ملک جہانگیر ریتہ شہرہ آفاق برگزیدہ بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ حمزہ کے خاندان سے تھے اور اُن کے عزیزوں میں سے تھے۔ بابا نصیب الدین غازی

سے راہ عرفان کی مسافتیں طے کیں۔ ملک جہانگیر رینہ پرگنہ لار میں موضع کوہامہ میں مدفون ہیں۔ ظاہر ہے تاریخ سے واضح نہیں ہے کہ کہاں دفن ہیں ان کے بھائی ملک گنڈ رینہ جوگی رینہ تھے۔ دونوں بانڈی پورہ میں ارن اور کوہامہ میں دفن ہیں۔ اس لئے ہم نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ اپنے بھائی ملک گز رینہ کے ساتھ یہ کوہامہ میں دفن ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب ط

ملک جلال ٹھاکر

ملک جلال ٹھاکر: زین العابدین بڈشاہ کے زمانے میں ایک خدا رسیدہ مرد مومن گزرے ہیں۔ زین العابدین نے ان کے بزرگوں کو جو ہجرت کر کے کشمیر آتے تھے اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ چند گاؤں بطور جاگیر ملے تھے۔ آپ نے ملک جلال ٹھاکر کو اس کی اعلیٰ لیاقت اور استعداد کی خاطر سیف الدین کی بیٹی لچھمہ خاتون کے ساتھ بیاہا۔ سلطان کی وفات کے بعد جب اس کے بیٹوں میں جھگڑے اٹھے ساتوں بھائیوں نے ترک دنیا کر کے غاروں اور گپھاؤں میں بیٹھ کر زندگی بسر کر کے اللہ اللہ کی یاد میں اپنی ذاتوں کو مشغول رکھا۔ ملک جلال نے گوجوارہ میں ایک خانقاہ بنائی اور لوگوں کی رہبری کرتے رہے۔ اس کی بیگم نے ایک نہر نالہ ہاروں نوشہرہ میں پہنچا دیا اور پل تعمیر کئے۔ جس روز نوشہرہ میں پانی آیا اسی ہزار لوگوں کو کھانا کھلایا۔ یہ نہر آج تک لچھی کول کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ حمزہ مخدوم شیخ بہاء الدین گنج بخش نورالدین ریشی سے میل جول اور دوستی رکھتے تھے۔ گوجوارہ کے محلہ میں دفن ہیں۔

شیخ جلال بخاری

شیخ جلال بخاری اُن حضرات میں سے تھے جو تبلیغ کے لیے کشمیر آئے

تھے۔ آپ سیدوں کی جماعت کے ساتھ کشمیر آئے تھے، نہایت ہی عالی مرتبہ بزرگ تھے۔ اصلاح دین اور تبلیغ دین کا کام سرانجام دیتے رہے سلاطین کے مزار میں دفن ہیں۔

مُلّا جوہر گنائی

آپ بڑے عالم فاضل بزرگ تھے۔ مران کدل کے قریب قطب الدین پورہ میں ایک درسگاہ میں مدرس رہے۔ آخری عمر میں حج کو گئے۔ ممتاز عالموں سے حدیث کی سند حاصل کرکے کشمیر واپس آئے۔ گوشہ نشینی اختیار کرکے یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ شیخ حمزہ مخدوم کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ سنہ ۹۲۶ھ میں کالرا سے انتقال کر گئے۔

مولوی جعفر

مولوی جعفر حضرت مخدوم شیخ حمزہ کے مریدوں میں سے تھے۔ اُن کے کمالات حد درجہ زیادہ ہیں۔ آپ رموز الطالبین مشہور تصوف کی کتاب کے مصنف ہیں۔ شیخ حمزہ نے اس کتاب کی نویں فصل کو خارج کر دینے کے بارے میں کہا تھا اور فرمایا تھا کہ آئندہ زمانے میں یہ باتیں مشکلات پیش کریں گی۔

شیخ جلال کندہ کاری

بڑے عشاق بزرگوں میں سے گزرے ہیں۔ فقیری کو سلطانی سمجھتے تھے۔ فاقہ، قناعت اور ریاضت ان کے فقر کی تعبیر تھی۔ نندہ پورہ میں مدفون ہیں۔

قاضی جمال الدین

قاضی جمال الدین مشہور زمانہ صوفی ملّا محمد اسلم ٹوپیگر وکی بیٹی کے فرزند تھے اور مُلا جمال الدین سیالکوٹی کے پوتے تھے۔ علوم باطنیہ، عقلیہ، ونقلیہ ملا قوام الدین سے حاصل کیا جو کمی باقی رہ گئی تھی شاہ فضل اللہ نے سلوک میں پوری کی۔ شاہ فضل اللہ سے خطِ ارشاد حاصل کیا۔ حال چھپانے کی بڑی کوشش کرتے رہے۔ امراء وغرباء تعلیم پاکر ان کے دُعا گو اور معتقدین ہو گئے۔ نعانی الرّل تھے۔ نعت گوئی بھی کرتے اور جمیل تخلص کرتے تھے۔ ۲۷ شعبان ۱۲۴۹ھ کو وفات پائی عالیکدل میں اپنے گھر کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

قاضی جمال الدین خوشنویس

جمال الدین خوشنویس حضرت شیخ اکبر ہادی کے جید مریدوں میں سے تھے صاحب ریاضت عبادت وکرامات والے بزرگ تھے اپنے مرشد کے ساتھ دفن ہیں۔

رہی بچہ بب

رہی بچہ بب ٹھگ بابا یابب کے مرید تھے۔ اور آخوند ملا طیب سے ملاقات تھی۔ اکثر مدہوش اور مست رہتے تھے۔ فنا فی اللہ تھے ۱۱۵۵ھ میں انتقال فرمانے کے بعد مرشد کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ حمزہ

حضرت حمزہ مخدوم موضع تجر میں پیدا ہوتے۔ سلوک اور طریقت کی منزلیں سرنگیہ

کی مسجد محلہ مخدوم منڈو میں طے کیں۔ بابا داؤد خاکی جیسے برگزیدہ بندے ان کے ارادتمندوں میں سے تھے۔ چندر بنسی راجوں کے خاندان سے تھے۔ ہندوؤں کے دیو مالا کے موجب ویدک زمانے کے آریہ لوگوں کی حکومت سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کے راج کرتے تھے۔ ایک خاندان اپنے نسب کو سورج تک اور دوسرا اپنی نسل کو چاند تک پہنچاتا تھا۔ تیسرا ایک خاندان اگنی کل سے اپنا نسب بتاتا ہے۔ آج سے چار سو سال پہلے برہمنوں کی حفاظت کے لیے پیدا ہوئے۔ یہ قصہ کہانیاں ہیں اس واسطے تاریخ کی کسوٹی پر اُن کو نہیں پرکھا جا سکتا۔ یہ بات ضرور ہے جو آریہ وسط ایشیا سے آئے گو وہ خانہ بدوش گڈریے تھے لیکن بہت سی باتوں میں ہندوستان کے اصلی باشندوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ اُن کی تہذیب اور عالی نسبی کا اندازہ اس بات سے لگانا آسان ہے کہ وید اگرچہ مذہبی عقیدوں کے مطابق الہامی کتابیں ہیں لیکن سائنسی اور تاریخی اعتبار سے اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ لوگ کتنے عالی دماغ تھے کہ جن کے ذہن رسائی کا یہ نتیجہ ہے اور اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اسی قسم کے بلند حوصلہ اور دماغ والے بہادر اور دلیر عقلمند اور دانشمند لوگ اُن کے حاکم تھے اور حکومت کے موجب اُن کے گھرانے دوسرے گھرانوں سے اونچے تصور ہونے لگے۔ چونکہ کائنات میں سورج اور چاند عام لوگوں کو اونچے اور بلند نظر آتے تھے اس لئے اُن خاندانوں کی نسبت ان دو اجرام فلکی سے منسوب کی گئیں۔ سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کے راج شمالی ہند میں اسلام کے غلبہ تک مستقل طور پر حکومت کرتے رہے۔ چندر بنسی خاندان کے راجاؤں میں سے ایک راجہ مل چند رنام والا ۷۲۵ھ میں نگر کوٹ کانگڑہ کا حاکم تھا۔ اُس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا سوسرن چند گدی پہ بیٹھا۔ تخت نشینی کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد چچیرے بھائیوں کے ہاتھوں

شکست اٹھانا پڑی۔ اور وہ بھاگ کر کشمیر آیا۔ اُن دنوں راجہ جے سنگھ یہاں کا راجہ تھا۔ اُس نے سوسرن چندر کو دوستی اور خاندانی تعلقات کی رعایت سے پناہ دی۔ لہ رکا علاقہ جاگیر میں دیا۔ اور وزارت اور سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز حیثیت بخش دی۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے اور اُس کے پوتے ۷۵۰ھ تک یکے بعد دیگرے وزارت اور اعلےٰ عہدوں پر قائم رہے۔

ذوالقدر خان کے کشمیر پر حملہ اور غلبہ کے وقت راجہ سہادیو والئ کشتواڑ بھاگ گیا اُس کا وزیر رام چند رجو مل چندر کے پوتوں میں سے تھا گنگا کے قلعے میں محصور رہا۔ ترکی فوج کے تباہ اور برباد ہونے پر رام چندر نے گدی پر بیٹھ کر کشمیر کی حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لی۔ کچھ مہینے گذرنے نہ پائے تھے کہ رینچن شاہ نے حملہ کیا اور رام چند اپنے سارے ساتھیوں سمیت قلعہ میں مارا گیا۔ رینچن شاہ نے رام چندر کی بیٹی کوٹہ رانی کو بیوی بنایا اور اُس کے بیٹے راون چند کو مسلمان کر کے رینہ کا خطاب دے دیا۔ اُس زمانے میں رینہ مدار المہام کو کہتے تھے اور راون چند کا نام راوان رینہ مشہور ہوگیا۔ راوان رینہ کی اولاد سلاطین کشمیر کے خاندان میں پشت در پشت مدار المہامی اور وزارت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ چنانچہ ہلمت رینہ بڈشاہ کے عہد میں سپہ سالار تھا اور اُس کا بھائی احمد رینہ مدار المہام تھا۔ اور اُسی کا بیٹا جہانگیر رینہ حسن شاہ کے دور میں حکومت کا کرتا دھرتا تھا۔ جو ملک احمد یتو کے ہاتھ سے بیہقی سیدوں کی جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ اُس کا بیٹا دیتی رینہ حالات کے تقاضا کے موجب علاقہ زینہ گیر کے گاؤں تجر میں جو اُن کی پشتنی جاگیر میں شامل تھا۔ جا کر آباد ہوئے۔ اُس کا بیٹا عثمان رینہ جو بابا اسماعیل کے یاروں میں سے بزرگ آدمی تھے طریقت کے ماہر تھے۔ حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدوم کے والد تھے۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ

کا سال ولادت ۱۰۰۹ھ ہے۔ "خاص دہر" تاریخ ہے۔ شیر خوارگی کے زمانے کے بعد بچپن ہی سے نیک لوگوں اور فقیروں کی میل جول سے رغبت تھی۔ کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔ پاؤں میں تھوڑا سا ٹیڑھا پن تھا۔ لیکن چلنے اور کام کاج کرنے میں کوئی رکاوٹ اس سے پیدا نہ ہوتی۔ گھوڑ دوڑ میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ مکتب جاتے تھے تو ایک دن راستے میں بچوں کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلنے لگے۔ اچانک ان کے والد ادھر ہی سے آنکلے اور انہیں اتنا پیٹا کہ بیمار ہو گئے۔ بیماری ہی میں دل سے عہد کیا کہ اب کبھی نہیں کھیلوں گا۔ اور شہر جا کر علم حاصل کروں گا۔ جب تندرست ہوئے تو اپنے دادا ارتھی رینہ کو ساتھ اٹھا کر شہر چلے گئے اور حضرت بابا اسماعیل کے بیٹے بابا فتح اللہ کی خدمت میں جو رینہ قبیلے کے پیر طریقت تھے مشرف ہوئے۔ اور ایک سال تک ان کے پاس خانقاہ کوہ ماران میں کلام اللہ کی تعلیم پڑھ کر ختم کی۔ اس کے بعد ان کے حکم پر خانقاہ شمسی چک کے مدرسے میں جو بابا اسماعیل کی بندگی کے لیے بنائی گئی تھی علم دین حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور ۲۰ سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اسی مدرسہ میں فقہ، حدیث، تفسیر منطق، فلسفہ اخلاق و آداب اور تصوف کے علم کا مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ عبادت اور ریاضت، مجاہدہ، مشاہدہ اور تفسیر کے علوم کی مشق بھی جاری رہی۔ فرماتے تھے کہ کم عمری کے خوف سے خانقاہ میں، مجھے الگ کمرہ نہ دیتے تھے۔ ایک آدمی خانقاہ میں آدھی رات کو اٹھ کر تہجد کے بعد سورۃ کہف اونچی آواز میں پڑھتے تھے میں ان کو تلاوت کرتے سنتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ سورت شریف مجھے زبانی یاد ہو گئی چنانچہ میں نے ایک دن اس درویش کے پاس زبانی پڑھ کر سورۃ کہف سنائی۔ انہوں نے تعجب کیا۔ میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ نصف شب کی بیداری کی عادت مجھے اسی وقت سے پڑی۔ اسی جگہ مولانا درویش سے جو خانقاہ کا پیشوا تھا کلام اللہ کی تعلیم کی اور

حافظ عربی سے علم قرارت کو سیکھا۔

قرآن مجید کی تلاوت کبھی ناغہ نہ کی اور مرشد کی تمنا جو میرے ہدایت اور رہنمائی کرتا ہمیشہ میرے دل میں تھی۔ خدا کی عنایت سے مجھے درودوں وظیفوں اور خدا کے ذکروں کی تعلیم و تلقین عالم غیب سے یا انبیاء اور اولیاء کی روحوں سے یا غیبی الہامات سے ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ چند مشائخ حرز یمانی پڑھتے تھے مجھے بھی غیب سے کہا گیا کہ ان کے ساتھ میں بھی حرز یمانی کا ورد کروں چنانچہ ایک دفعہ میں نے حرز یمانی پڑھی دوسری دفعہ مجھے یاد تھی اور میں اس کا ورد کرتا رہا۔ اور شیوخ کی اجازت سے ہمیشہ ہی میں اس کا ورد جاری رکھتا رہا۔ جب کبھی سلوک کے کاموں سے مجھے غفلت یا تساہل ہو جاتا تو مجھے غیبی طور پر سختی سے کاربند ہونے کے لیے راغب کیا جاتا اور ڈانٹ دیا جاتا۔

ایک دفعہ میں کسی دوست کے ہاں دعوت پر گیا۔ انہوں نے مجھے کچھ پیسے تھما دیئے۔ میں نے اس شوق سے کہ کچھ کاغذ اور روشنائی لوں گا یہ پیسے لئے۔ ہوا یہ کہ راستے میں ہی میں ایک خندق میں گر گیا کیچڑ سے لت پت ہوا اور پیسے گم ہو گئے۔ رات کو میں خاموشی سے بیٹھا پریشان سا تھا میں نے ایک آدمی کو اپنے پاس دیکھا جو نصیحت کرنے لگا کہ خبردار آئندہ کسی سے اس طرح پیسہ نہ لینا۔ خندق میں گرنا بے ادبی کی وجہ ہے۔ یہ آپ کے لیے نصیحت ہے۔ آئندہ دنیا کے مال پر فریفتہ نہیں ہوگے کیونکہ یہ مال و متاع سلوک کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر تہجد کے وقت غفلت ہو جاتی۔ میرا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا اور جگایا جاتا اور اگر کسی تذبذب میں پڑتا تو مجھے آگاہ کر دیا جاتا یہ کام کرو یا نہ کرو۔

ایک دفعہ لطف اللہ کے پاس جو دارالشفا خانقاہ کے مدرس تھے فقہ تشیح شریفیہ کو پڑھنا شروع کیا رات کو میں سبق بھول گیا۔ اور روتا رہا صبح کو مجھے غیبی سکھایا گیا کہ

آپ اس سبق کو اس طرح پڑھیں۔ میری دانست اس قدر بڑھ گئی کہ میرا استاد سمجھنے لگا کہ میں کسی اور کے پاس سے پڑھ کر اُن کے پاس آتا ہوں۔ کبھی کبھی رسول اللہ صلعم خواب میں صحابہ سمیت آجاتے اور میری اصلاح کرتے اور مجھے باریک رموز سے آشنا کراتے۔

ایک دفعہ مسجد جامع میں نماز جمعہ کے بعد ایک نورانی سفید ریش سبز پوش بزرگ نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ذالطگر کے میدان میں لایا وہاں قبلہ کی طرف منہ کر کے مناجات کی اور مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی پھر مجھے خندہ بون محلے میں پہنچایا وہاں دونوں نہر کے کنارے ایک بید کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ راستے میں مجھے نصیحتیں کرتے رہے اور عجیب وغریب حالات دکھاتے رہے۔ میں نے جان لیا کہ یہ بزرگ خضر علیہ السلام ہیں اُن سے مجھے کچھ وظائف اور ذکر خدا کے کلمات ودیعت ہوئے جن پر میں ڈٹ کر عامل رہا اور میں نے ان کے پیچھے عصر کی نماز پڑھ لی۔ نماز ختم ہوتے ہی وہ بزرگ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ جاڑے میں حمام گیا۔ حمامیوں نے دروازہ نہ کھولا تو دریا پر یخ توڑا اور تہجد پڑھی اور اللہ نے مجھے اپنے بہت سے اسرار سے واقف کیا۔ بیس برس تک آخری شب کے وقت تک میں ٹھنڈے پانی سے نہاتا رہا۔ فرماتے ہیں میری نگاہ ہمیشہ کامل رہبر کی تلاش میں رہی۔

حضرت سید جمال الدین بخاری کشمیر میں آئے میں اُن کے پاس چلا گیا۔ کسی تکلف کے بغیر ہی مجھے اپنی بیعت میں لے لیا اور ذکر چہار ضربی للکان الذکر وغیرہ کی تلقین فرمائی چھ مہینے تک میری بیعت کرتے رہے اور سلسلہ نامہ جو مشائخوں کا طریقہ ہے مجھے عطا فرمایا۔ اطوار سبعہ بھی طے کئے۔ جو ارشاد کے لیے شرط ہوتے ہیں۔ ان کی امداد سے طے کئے اور ان اطوار سے جس پر سالکوں کے راستے ہیں گزر گیا۔

اطوار جن میں نفس، قلب، روح، سوادیہ، طور خفی اور طور غیب الغیب سے جو مقام تمکین کے متصل ہے۔ پرواز کر گیا ایک طور سے دوسرے طور تک دس ہزار پردے حائل ہیں میں نے پہلے طور سے آخری طور تک ستر ہزار پردے پائے۔

ذکر چار ضربی سے بھیجا پگھل گیا تھا اور سر درد کی تکلیف رہتی تھی۔ حبس نفس اور ہوش در دم کی مشق خفتن نماز سے لے کر صبح کی نماز تک ایک سانس میں ہوتا تھا۔ لکھ پہامہ کا علاقہ سیاحت کے وقت حضرت شیخ کو بابا داؤد خاکی کے لکھے مطابق بہت پسند آیا تھا اور آپ نے یہاں بہت مسجدیں بنائی تھیں۔ نادی پل میں ہندوؤں کا غلبہ ختم کر کے مسجد تعمیر کی۔ تاریخ مسجد ۹۷۲ھ ہے۔ ونہ گام میں بھی ایک چشمہ تھا ہندوؤں کا تصرف تھا یہاں بھی ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ بھوتوں کا تصرف دُور کیا۔ یہی حال موضع برار کا تھا جہاں شنگ ہال کے چشمے پر ہندو پوجا کرتے تھے جہاں جنوں کا تصرف تھا وہاں بھی مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح موضع آہام میں مسجد تعمیر کرائی۔ حضرت حیوان اور کیڑے مکوڑوں کی فریاد تک سُنتے تھے۔ جودر (گھوڑا) کے منہ پر اللہ داد نے تھپڑ مارا دوسرے دن جودر کو طویلے میں شیخ نے دیکھا اور کہا کہ اس کے منہ پر مار لگیا ہے۔ اللہ داد سے پوچھا اُس نے اقرار کر کے معافی مانگ لی۔ اسی طرح ایک شہد کی مکھی کان کے نزدیک سے گذری خادم کو کہا اس کے پیچھے جاؤ اس کی شکایت ہے جنگل کے قریب پہنچے پتہ چلا کہ ریچھ شہد کھا رہا ہے۔ غازی خان چک نے اُن کو شہر سے نکالا آپ بیروہ میں اُہنہ میں مقیم ہو گئے۔ غازی خان کو کوڑھ پڑا منت سماجت کرائی شہر آجائیں ایک نہ سنی اور کہا آپ کے چلے جانے کے بعد ہی شہر آجاؤں گا اور ایسا ہی ہوا۔ اُس کی وفات کے بعد شہر آگئے۔

بہرحال بالا اختصار حضرت کے کرامات ہم نے بہت ہی احتیاط سے نقل کی

ہیں۔ چلچلۃ العارفین اور راحت الطالبین ان کی کرامات جاننے کے لیے رہبری کر سکتی ہیں۔ آپ کا انتقال ۲۴ ماہ صفر ۹۸۹ھ کو ہوا کوہ ماران کے دامان میں مرقد مطہرہ ہے۔ ہزاروں لوگ آپ کے مرقد مقدسہ پر آتے ہیں ہندو بھی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ عرس کے دوران کئی دن میلہ لگا رہتا ہے۔ بڑی رونق ہوتی ہے۔ درود خوانی، نعت خوانی شب بیداری کئی روز رہتی ہے۔ ان کی روح کو ایصالِ ثواب بخشا جاتا ہے۔ عرس ماہ صفر کی ۱۳ تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔

مولانا حافظ بصیر معروف بہ ملہ بابا

مولانا حافظ بصیر نے کامراج کے علاقہ سے آکر شہر سرینگر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ آنکھیں بے نور تھیں لیکن دل کی بینائی میں بے مثل تھے۔ فقہ، حدیث، ریاضی، منطق، تفسیر میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اس زمانے کے بڑے بڑے علماء آپ سے بہرہ ور ہوئے۔ بابا داؤد خاکی، شمس الدین پال شیخ یعقوب صرفی ان کے شاگرد تھے ۹۴۶ھ کو انتقال کر گئے۔ خندہ بون میں دفن ہیں۔ تاریخ کا شعر یہ ہے۔

آں حافظ علم وادب بودہ بصیر از علم رب
تاریخ خویش زاں سبب شدہ عالم تفسیر واں

خواجہ حسن قاری یلدیری

خواجہ حسن قاری ایک شریف خاندان کے چشم و چراغ تھے سات قراتوں میں قرآن مجید کی تلاوت زبانی کرتے تھے۔ مدرس تھے۔ حضرت سلطان العارفین سے معرفت کا درس لیا۔ تارک الدنیا ہو کر یادِ الٰہی میں محو ہو گئے۔ زینہ گیر میں شیوہ میں گوشہ نشین ہوئے اسی جگہ دفن بھی ہوئے۔ راحت الطالبین جو حضرت شیخ حمزہ

کے بارے میں لکھی گئی ہے ان کی مشہور تصنیف ہے۔

شیخ حسن متولی

شیخ حسن علاقہ کھاپور ضلع بارہ مولہ کے گاؤں چندن پورہ کے باشندے تھے۔ سلطان شیخ حمزہ کی وساطت سے فنافی الشیخ کے مقام پر پہنچے ہر کام میں بسم اللہ نکلتا حضرت مخدوم کہہ کر دریا کے اوپر سے گذرتے۔ حضرت شیخ ان پر بہت مہربان تھے۔ آپ چندن پورہ بارہ مولہ میں ہی دفن ہیں۔ عرس باضابطہ ہوتا ہے اور عقیدت مند لوگ ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

ملاّ حسین غزنوی

ملاّ حسین غزنوی حضرت بابا حاجی ادھم کے مریدوں میں سے تھے۔ صاحب حال وقال تھے۔ آپ اپنے مرشد بزرگوار بابا حاجی ادھم کے مزار میں دفن ہیں۔

خواجہ حکیم کاولو

خواجہ حکیم کاولو اچھے باشریعت بزرگ گزرے ہیں عبادت اور ریاضت شاقہ کی وجہ سے صاحب حال اور صاحب کشف وکرامات تھے۔ ملا جوہر ناتھ کے خلیفوں میں سے تھے۔ اپنے مرشد ملا جوہر کے آستان میں دفن ہیں۔

ملا حسین خباز

حضرت ملا حسین خباز پہلے خواجہ اسحاق قاری سے ارادت رکھتے

تھے۔ اوران کی تربیت میں ظاہری اور باطنی کمالات حاصل کیے۔ لیکن جب یہ اس دنیا سے رحلت کر گئے تو آپ حج کے لیے چلے گئے۔ اکبر آباد میں عبداللہ احرار کے پوتے عبدالشہید جو وقت کے برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ فیوض برکات حاصل کیے۔ اس کے بعد خواجہ عبدالباقی کی ملازمت میں اور روحانی فیض حاصل کیا۔ واپسی پر کشمیر میں قانونِ شریعت کی پاسبانی اور بدعتوں کی بیخ کنی کے لیے جہاد شروع کیا۔ خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے ساتھ بہت مناظرے ہوئے اور اُس کی قوالی سماع پر بہت سخت سُست سناتے رہے حتیٰ کہ حاکمِ وقت کے پاس آپ لوگوں کو جانا پڑا۔ حضرت مولانا نے شرعی دلائل پیش کرکے مقدمہ جیت لیا۔ صاحبِ تصنیفات تھے۔ رسالہ ہدایت الاعمیٰ ان کی تصنیف تھی۔ عالم باعمل بزرگ تھے۔ علم حدیث پر عبور حاصل تھا۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۵۲ھ کو انتقال کر گئے۔ ان کی قبر گوجوارہ میں ہے۔

مولانا حسن آفاقی

مولانا حسن آفاقی علاقہ بھاگ کے رہنے والے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا کب تک کتابوں کی ورق گردانی کرتے رہو گے کچھ معنی کی فکر کرو۔ یہ خواب حبیب اللہ نوشہری کو جو اُن کے شاگرد تھے سے بیان کیا۔ اُن کے مشورے سے اُس وقت کے نامور عارف باکمال میر محمد خلیفہ کے پاس جانے کا ارادہ باندھا لیکن فوراً ہی حبیب اللہ نوشہری سے کہا وہ بدعتی ہے اس لیے اُس کے پاس نہیں جائیں گے چنانچہ مجذوب میاں نانک شاہ رغنہ واری کے پاس چھ ماہ تک جاتے رہے۔ جب دیکھ لیا کہ اُن کی کوئی توجہ ان کی طرف نہیں ہے تو سوچا آج اس سے کچھ حاصل کرکے ہی جانا ہے۔

چنانچہ جب اس روز نانک شاہ کے پاس گئے تو انہوں نے تین پیسے دے کر کہا کہ ملا رٹر کے شراب فروش شرد وشے میرے لئے شراب لاؤ۔ بڑی بے دلی سے خواجہ حلبیب کے کندھے پر اٹھا کر لائے۔ اور خدمت میں پیش کی۔ میاں نانک نے وضو کرنے کے برتن میں شراب ڈالی۔ اور ان کو کہا پی لو۔ دونوں نے پینے سے انکار کیا۔ نانک نے شراب پی لی دونوں کو مارا اور کہا چلے جاؤ۔ تمہارے کام کا حل اسی بدعتی کے پاس ہے۔ مجبوراً دونوں میر محمد خلیفہ کے پاس پہنچ گئے جہاں محفل سماع گرم تھی۔ ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا چھ مہینے برباد کئے اور میاں نانک کی مرمت کے بغیر یہاں نہ آئے۔ قوال کو اشارہ کیا اور اس نے شروع کیا۔

بکجا روم زدردت چہ دوا کنم چہ چارہ
کہ ہزار بار خوں شد جگر ہزار پارہ

دونوں حضرات وجد میں آئے اور سر دھننے لگے جب محفل ختم ہو گئی۔ خلیفہ نے اپنی پگڑی مولانا کو اور اپنا کرتا خواجہ حبیب کو دیا۔ دونوں حضرات نے توبہ کر کے بیعت کی۔ اور جلد ہی اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئے۔ جب حضرت ایشاں کشمیر واپس آئے تو دونوں ان کی خدمت میں سرفراز ہوئے۔ حضرت ایشان نے اپنا جامہ مبارک مولانا کو اور کتاب "اسرار النقط" خواجہ حبیب اللہ کو عطا کی۔ مولانا ۱۰۱۰ھ میں انتقال کر گئے۔ نوشہرہ میں ملا کبیر کی قبر کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

خواجہ حبیب نوشہری

خواجہ حبیب نوشہری ۹۶۳ھ میں نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ شمس گنائی کے بیٹے تھے۔ نمک کی دکان تھی۔ باپ نے قرآن مجید پڑھا کر نمک کی دکان پر بٹھایا۔

یہ خود قرآن مجید پڑھتے اور لوگ خود ہی پیسہ رکھ کر نمک لے جاتے۔ جب والد نے ایک دن دکان کی پڑتال کی تو پتہ چلا اچھا منافع ہوا ہے۔ اس کے بعد عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ملا حسن آفاقی سے ظاہری علوم حاصل کئے۔ اس کے بعد میر محمد خلیفہ کے پاس مُلا حسن کے ساتھ گئے۔ میر محمد خلیفہ سے صاحب کمال ہو گئے۔ صاحب حال وقال تھے۔

ایک دفعہ مشہور ہوا کہ قذاق تبت سے زوجہ بال پار کر کے کشمیر میں داخل ہو گئے۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ آپ نے اپنے ایک مرید کو کہا کہ ننگی تلوار لے کر خلائی میدان میں چلے جاؤ اور تلوار کو اس طرح چلاؤ کہ جیسے تم اپنے دشمن کو ہی قتل کر رہے ہو۔ رات کو آپ کا دوست چلا گیا اور حسب حکم ولیا ہی کیا۔ دوسرے دن خبر آئی سارے قزاق قتل ہوتے ہیں اور جو بچے وہ بھاگ گئے ہیں۔

ایک دفعہ جہانگیر بادشاہ کشمیر آیا اُس کے ساتھ بہت ساری فوج بھی کشمیر میں داخل ہوئی۔ قحط پڑنے کا خطرہ لاحق ہوا آپ نے اپنے موچی کو جو اُن کا مرید تھا بلایا اور کہا کہ بادشاہ کو نکالو۔ موچی نے اپنے جیتھڑے جمع کر کے گدھے پہ لاد دیئے اور گدھے کو خوب مارتے رہے نکل جاؤ اس ملک سے۔ نکل جاؤ اس ملک سے۔ دوسرے دن بادشاہ دہلی کی طرف واپس روانہ ہوا اور فوج بھی ملک سے نکل گئی۔

ایک دفعہ جہانگیر چکوروں کے شکار کے لیے نوشہرہ گئے اور باز چھوڑے حبیب اللہ کے چکوروں نے بازوں کی آنکھیں کھالیں اور بادشاہ کو یہ واقعہ سنایا گیا اور کہا گیا کہ حبیب اللہ نوشہری کے چکور کا کمال ہے محفلِ سماع گرم تھی تو بادشاہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر طرح کا نذرانہ زمین اور دولت کی شکل میں پیش کر کے

قبولیت کا شرف بخشنے کی التماس کی۔ آپ نے کوئی نذرانہ قبول نہ کیا آخر خواجہ یعقوب کی التماس پر بادشاہ کی ایک لاکھ دمڑی کی جاگیر قبول کی جو سکھوں کے زمانے تک اُن کی جاگیر تھی۔ خواجہ محفل سماع کے دلدادہ تھے حتیٰ کہ ملا حسین خباز کے ساتھ مقدمہ بھی اس سلسلے میں ہارا اور مناظرہ بھی ہوا لیکن انہوں نے سماع کی محفل نہ چھوڑی۔

اوائل ۱۰۲۷ھ ملک میں ہیضہ کی بیماری عام پھیل گئی۔ دنوں میں ہزاروں آدمی مر گئے۔ لوگ حضرت خواجہ کے پاس آئے انہوں نے کہا آج رات صبر کیجئے۔ میں اب خود تم لوگوں کے بدلے دنیا چھوڑ جاؤں گا۔ اُسی رات ان پر کالرا کا حملہ ہوا اور ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۲۷ھ انتقال فرمایا۔ نوشہرہ میں ان کا مقبرہ ہے انہوں نے مرنے سے پہلے سماع سے توبہ کی تھی ان کے مرنے کے دوسرے ہی دن کالرا کا خاتمہ ہوا۔ آپ بلند پایہ کے شاعر تھے۔ تنبیہہ القلوب، مقامات حضرت الیشان ایک دیوان جس میں قصیدے رباعیاں، قطعے وغیرہ شامل ہیں ان کی تصنیفات میں عرفان، ایقان، حال وقال کی دولت سے مالامال تھے تاریخ

خواجہ حبیب اللہ والا شان

خواجہ حسین ختلانی

خواجہ حسین ختلانی خواجہ اسحاق ختلانی کے مرید تھے۔ بہت بڑے فاضل اور عالم تھے۔ ریاضت اور عبادت بہت ہی محنت اور مستعدی سے کرتے تھے۔ دنیا کی سیاحت کرنے کے بعد کشمیر پہنچے۔ خانقاہ معلیٰ کے صحن میں مدفون ہیں۔

شیخ بابا حاجی

بابا مسعود نروری کے بیٹے تھے۔ کشف وکرامات کے مالک تھے۔ ریاضت

اور عبادت میں بھی عدیم المثال تھے۔ بابا مسعود نروری کے ساتھ دفن ہیں۔

مخدوم حاجی موسیٰ

مخدوم حاجی موسیٰ حاجی احمد قاری کے فرزند تھے کبھی خلوت اور کبھی جلوت میں رہے۔ کالا کمبل پہنتے تھے۔ ایک دفعہ مست ہاتھی نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے تھپیڑ مارا اور ہاتھی وہیں مرگیا۔ تمام شہر میں خبر پھیل گئی۔ آپ کشمیر آئے تو ہر خاص و عام آپ کی روحانی برکات سے فیض یاب ہوا۔ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اپنے والد بزرگوار کے ساتھ یعنی حضرت فیض گنجو اجناب حاجی احمد قاری کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو گئے۔

بابا حسین

بابا حسین شیخ عبدالکریم کے بیٹے تھے۔ علوم نقلی و عقلی میں ممتاز ریاضت اور عبادت میں لاثانی۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال اور شریعت و طریقت میں باکمال بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک مکان کے کمرے میں قبر کھدوائی۔ عقیدت مندوں نے شکایت کی فرمایا کہ میرے مرنے کے دن لوگوں کا چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا۔ آنے والے جمعہ کو آندھی چلی اور شدت کی برفباری ہوئی اور اسی روز وفات پائی اور اسی کھودی ہوئی قبر میں دفن ہوئے کہیں نہ جاتے کہتے تھے اگر خلوت کی جگہ سے ایک دن بھی باہر چلا جاؤں چالیس دن بیمار پڑتا ہوں ملول رہتا ہوں۔

خواجہ محمد صادق

خواجہ محمد صادق سرینگر کے رُوساءمیں سے تھے، دنیاوی اور دینی تعلیم سے فراغت پاکر ہندوستان میں مجدّد الف ثانی اور شیخ احمد سرہندی جیسے بزرگوں کی صحبت میں پرہیزگاری اور خداترسی کو اپنا شعار بنا لیا۔ طبیعت بھی موزوں پائی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب میں دو مکتوب ان کے نام بھی ہیں۔ دُنیا سے انتقال ہونے پر آپ کو وانتہ پورہ میں دفنایا گیا۔

بابا صالح

بابا صالح گواہگاہ اچھ کے باشندے تھے۔ اپنی ریاضت، انکساری اور پرہیزگاری سے بابا نصیب کے برگزیدہ مریدوں پر سبقت حاصل کی، غار نشین ہوکر مدتوں قرآن کریم کی کتابت سے روزی کماتے رہے۔ گوشت اور انڈے کھانا ترک کر دیا۔ ایک دن دارا شکوہ شکار کو گئے آپ کو ملنا چاہا آپ نے کوئی التفات نہ کیا۔ اس پر شہزادہ نے ترکی زبان میں کہا کہ اس نے منہ چڑھا کر کیف اختیار کی ہے۔ بابا نے ان کی کیفیت اور باتیں سنیں اور اسی وقت کہا۔ حیف اس پہ جو کیف کرے۔ سینکڑوں حیف اس پر جو بے کیف ہوگا۔ آپ نے خوش ہوکر اشرفیوں کی ایک تھیلی پیش کی، بابا نے سخت اصرار پر چند اشرفیاں اٹھائیں اور اسی تھال میں ایک حمائل شریف رکھ دی۔ آپ گواہگاہ میں ہی دفن ہیں۔

بابا صادق

بابا صادق نیکوکار اور پرہیزگار بزرگ گزرے ہیں۔ بابا نصیب الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ فقر، فاقہ، قناعت، ریاضت، شب بیداری روزہ داری اور انکساری میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ جب انتقال کیا ہیرہ پورہ میں دفنائے گئے۔

شیخ صالح

حضرت شیخ صالح بہت ہی عالم اور فاضل بزرگ تھے۔ احکامِ شریعت اور سنتِ نبوی کے پابند تھے یعنی عالم باعمل تھے۔ حضرت خواجہ رفیق سے تربیت پاکر صاحبِ تحقیق کا رتبہ حاصل کیا۔

خواجہ محمد صالح عرف اشائی

خواجہ محمد صالح حضرت شاہ قاسم کے خلیفوں میں سے تھے۔ تیس برس کے اندھے آدمی کو اپنا لعاب مل کر روشنی سے سرفراز فرمایا۔ صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور حج کو روانہ ہو گئے راستے میں بدوؤں نے لوٹا اور قید کیا۔ گرمی سے ایک دن تنگ آئے تو بدوؤں نے کہا۔ تم اگر بارش کے بارے میں کچھ کرامات دکھاؤ تو ہم مانیں۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی، فوراً بادل چھا گئے اور بارش ہو گئی، اور بدوؤں نے بھانپ لیا کہ یہ بڑا بزرگ آدمی ہے، توبہ کر کے لوٹا ہوا مال واپس کیا۔ طواف کعبہ کے بعد مدینہ چلے گئے اور وہیں انتقال

فرما گئے۔ تاریخ وفات ۱۰۴۷ھ ہے۔ "مرشد اہلِ وفا بودہ"۔

حاجی محمد صالح

حاجی محمد صالح عرفان حق کی تلاش میں قریہ قریہ گئے۔ میاں میر لاہوری سے باطنی فیض حاصل کیا اور عرب ملکوں کی سیر کی۔ ملہ کھاہ کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا محمد صفی

بابا عبدالنبی کبردی کے فرزند بابا محمد صفی مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ بابا عبدالنبی ہی سے طریقت کی تعلیم پائی اور مسند خلافت اختیار کیا۔ علم اور عمل سے بہرہ ور بھی تھے اور عمل پیرا بھی تھے۔ مجاہدہ اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ خانقاہ معلیٰ کے صحن میں بابا والی کے مقبرے کے قریب ہی دفن ہیں۔

خواجہ محمد صادق متو

خواجہ محمد صادق، خواجہ حبیب خباز کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی بزرگی میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ آپ اسلام کی سربلندی کے لئے کام کرتے تھے، تبلیغ اور اصلاح کرتے تھے۔ اسلام کی صحیح روح سے لوگوں کو آشنا کیا۔ خلافِ شرع اور خلافِ آئین الٰہی کوئی کام آپ سے ظاہری طور پر سرزد نہ ہوا۔ بدعتوں کے سخت خلاف تھے۔

شیخ محمد صادق

شیخ محمد صادق، شیخ محمد چشتی کے مرید تھے۔ آپ نے شیخ محمد چشتی کے زیر سایہ منازل سلوک طے کیں اور مرشد بزرگوار کے کہنے پر حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ سفر کے دوران شیخ محمد علی رضائی سرہندی کی ملاقات سے بھی فیضیاب ہوئے۔ خانہ کعبہ کی زیارت کے بعد جب واپس آئے تو تمام عمر مرشد نامدار کی خدمت میں گزاری۔ شریعت اور طریقت کی سربلندی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ ۶۶ برس کی عمر پا کر اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہوئے۔

شیخ صدیق، شیخ علی، عابد، فاروق

شیخ محمد چشتی کے چاروں فرزند شیخ صدیق، شیخ علی، شیخ عابد اور شیخ فاروق بڑے باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے والد سے طریقت اور سلوک کی تعلیم پائی تھی۔ چاروں بھائی اپنے والد کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ صدیق

شیخ صدیق، ملک شکر اللہ کے مرید تھے۔ آپ نے پرہیزگاری میں زندگی گزار دی۔ جنگلی ساگ پات پر زیادہ تر گزر بسر کرتے رہے۔ ۱۱۶۴ھ کو انتقال کیا۔ پرگنہ بزنگ کے اکسن گاؤں میں سپرد خاک کئے گئے۔

شیخ صفی

شیخ صفی، بابا داؤد گھنی کے مرید تھے۔ عبادت بڑی محنت سے کرتے

تھے۔ شریعت کے پابند تھے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے کام کیا۔ علاقہ کھوہامہ میں بن کے گاؤں میں دفن ہیں۔

بابا محمد صالح

بابا محمد صالح زمانے کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ بابا محمد مقیم کے بھائی تھے۔ سلوک اور طریقت کی تعلیم شیخ محمد معروف سے حاصل کی تھی۔ رحلت کے بعد مرشد بزرگوار کے روضہ کے قریب دفنائے گئے۔

صدیق خان

صدیق خان مزمدالدین کے خلیفہ شیخ محمد منور حطبی کی خدمت میں رہ کر سلوک کے تمام مرحلے طے کئے۔ ذات کے ہانجی تھے۔ مدتوں رہہ پورہ میں خلوت نشین رہے اور کامل خلفاء تیار کئے۔ رہہ پورہ میں ہی مدفون ہیں۔

بابا محمد صالح

بابا محمد صالح میر عبدالرشید بیہقی کے مرید تھے۔ قرآن و حدیث پڑھنا آپ کی عبادت کا اہم حصہ بلکہ کہنا چاہیے جزولاینفک تھا۔ اپنی مسجد سے کبھی باہر نہ نکلے۔

مخدوم محمد صالح

مخدوم محمد صالح، مخدوم محمد سعید کے بیٹے تھے۔ خانقاہ میں بیٹھ کر قرآن مجید لکھ کر وقف کرتے تھے۔ ان کے فرزند محمد حمید بھی اپنے والد

کے نقش قدم پر چلے۔ دونوں اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا محمد صدیق

بابا محمد صدیق، شیخ محمد اشرف کے قریبی رفیقوں میں سے تھے بیت خوانی میں لاجواب تھے۔ بدین کے گاؤں میں سالہا سال خلوت نشینی میں گزارے۔ مرشد کے اصرار پر کہ خلوت نشینی سے اسلام کی خدمت نہیں ہوتی، خدمت خلق اللہ شروع کی۔ لوگوں سے اخلاص پیدا کر کے نام کمایا۔ پرہیزگاری اور انکساری میں ان کا ثانی نہ تھا۔ آپ مغل مسجد میں بابا قائم لیسوی کے قریب دفن ہیں۔

صدیق بابو

صدیق بابو بہت بڑے بزرگ تھے۔ نیک لوگوں کی صحبت سے دلچسپی تھی۔ چنانچہ صحبت صالح ترا صالح کند۔ ریاضت اور خدمتِ خلق میں زندگی گزار دی۔ آپ چاگل میں دفن ہیں۔

محمد ضیاء

جناب محمد ضیاء، مُلا محمد محسن کے بھتیجے تھے۔ آپ میاں محمد امین دار کے مرید تھے اور امین دار ہی سے ظاہری اور باطنی علوم سے سرفراز ہوئے تمام عمر مجاہدہ اور مشاہدہ میں گزاری۔ خدمتِ خلق میں پیش پیش رہے۔

بابا ضیاء الدین

بابا ضیاء الدین، خواجہ عبدالرشید مانتجو کے خلیفہ تھے۔ آپ کے نکاح

میں بابا ضیاء الدین کی بیٹی بھی تھی۔ ظاہری اور باطنی کمالات میں بھی اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ پرہیزگار اور عبادت گزار مومن تھے۔ خواجہ عبدالرحیم مانجو کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ ضیاء اللہ

شیخ ضیاء اللہ، شیخ محمد افضل زونیمری کے بیٹے تھے۔ باپ سے ہی سلوک کی تعلیم مکمل کی اور خلافت کے لباس سے مزین ہوئے۔ حد درجہ کے متقی، پرہیزگار، خدا ترس مومن تھے۔ خدمتِ خلق میں ان کا ثانی نہ تھا صدقہ جاریہ کے کام کرتے رہے۔ درخت لگانا، پل تعمیر کرنا، مسجدیں بنوانا آپ کا شغل تھا۔ مغل مسجد میں دفن ہیں۔

میر ضیاء الدین قادری

میر ضیاء الدین شاہ عنایت اللہ کے مرید تھے۔ خدا ترس اور خدا شناس بزرگ گزرے ہیں۔ مجاہدہ اور مشاہدہ آپ کی زندگی کا شعار تھا۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

ضیاء الدین زہگیر

ضیاء الدین زہگیر، شیخ اکبر ہادی کے بیٹے تھے۔ آپ نے سلوک کی منزلیں اپنے پیر کامل شیخ عبدالرسول زہگیر کے زیرِ سایہ طے کیں۔ تبلیغ اور اصلاحِ دین کی خدمت کرتے رہے۔ ۵ رجب ۱۲۶۰ھ میں رحلت کر گئے مرشد کے پاس ہی دفن ہیں۔

شیخ طاہر اوّل

شیخ طاہر نے بابا نصیب الدین غازی سے باطنی فیض حاصل کیا تھا اور لار میں گوشہ نشین ہو گئے۔ لار ہی میں رحلت فرما گئے اور وہیں دفن ہیں۔

شیخ محمد طاہر ثانی

بچپن ہی سے عارفوں اور بزرگوں کی تلاش رہی چنانچہ شیخ محمد طاہر نے خواجہ رفیق کے زیر سایہ معرفت اور طریقت کی منزلیں طے کیں اور ایک دن خود صاحبِ کمال ہو گئے۔ عمر گرامی مجاہدہ میں صرف کی۔

شیخ محمد طالب

شیخ محمد طالب بھی خواجہ رفیق کے مرید تھے سخت ریاضت کش اور جانباز مرید تھے۔ تمام عمر اپنے مرشد کی اطاعت شعاری میں گزار دی۔

بابا طاہر

بابا طاہر، خواجہ مسعود پانپوری کے پوتوں میں سے تھے۔ یہ اپنی سخاوت صبر اور فقر کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ جد بزرگوار مسعود پانپوری انہیں بہت چاہتے تھے۔ پانپور میں اپنے جد کے ساتھ انہیں کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ محمد طاہر

شیخ محمد طاہر، شیخ محمد شریف کے فرزند ارجمند تھے۔ بڑے پرہیزگار اور عابد بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے اپنی محنت اور ریاضت سے بلند مقام پیدا کر کے مردِ مومن کی شان پیدا کی۔ ان کے بارے میں مافوق الفطرت باتیں منسوب ہیں جو عقل پر پوری نہیں اترتیں اور نہ ہی شریعت ایسے الفاظ لکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

حضرت خواجہ طاہر رفیق

آپ اشائی خاندان سے تھے۔ اویسی سلسلہ طریقت اختیار کیا۔ بارہ برس تک بزازی کی دکانداری کرتے رہے۔ کاروبار کا خیال نہ کیا۔ شیخ عبدالشکور بہاؤالدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے۔ انہوں نے آپ کو اپنا خلیفہ ہونے کی وصیت کی تھی۔ یہ وصیت آپ نے خواجہ طاہر رفیق کے والد کے ہاتھ یعنی خواجہ ابراہیم کے ہاتھ خواجہ طاہر کو خط روانہ کیا جس میں آداب المریدین، اذکاروں میں بیٹھنے کی تعلیم، طریقت کے قاعدے اور مسئلے، خلوت نشینی کے آداب، مریدوں سے بیعت لینے کی اجازت وغیرہ درج تھی۔ آپ نے جونہی اپنے والد کے ہاتھ سے خط حاصل کیا اسی وقت مجاہدہ سے مشاہدہ تک پہنچے۔ آپ کو خضر علیہ السلام کی طرف سے اشارہ ملا کہ بازار عارفوں کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ بزازی کی دکان کو خیرباد کہا۔ رزق حلال کے لئے خود کاشتکاری شروع کی۔ شیخ حمزہ مخدوم یعقوب عرفی، ہرڑے ریشی

سے دوستی تھی، تمام سلاسل سے واقف تھے۔ آپ نے بہت زیادہ تعمیری کام کیئے۔ ماہ ذوالحجہ ۱۱۰۱ھ میں انتقال فرمایا۔ فتحکدل میں دفن ہیں۔ تاریخ وفات "شیخ الاولیاء اور شیخ کامل"۔

شیخ محمد عابد

شیخ محمد عابد، شیخ محمد فاضل کے بیٹے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب چھتہ بلی نے ان کو متبنیٰ بنایا تھا۔ شیخ یعقوب ولادت کے موقع پر ہی گود میں اٹھا کر اس بچے کو گھر لائے، بہت ہی لاڈ پیار سے پالا پوسا۔ ظاہری علوم اور باطنی الہامات سے آراستہ تھے۔ آپ نے شیخ حسین کامراجی سے بھی تربیت پاکر کمال کا درجہ حاصل کیا۔ وفات کے بعد حضرت شیخ یعقوب کے مزار میں دفنائے گئے۔

شیخ عطاء اللہ

شیخ عطاء اللہ، میر محمد کے خلیفہ اور حضرت مرزا کے مرید تھے۔ کمال کے بزرگ تھے۔ اپنی ریاضت اور تقویٰ سے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کیا۔ آپ نے خدمتِ خلق میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اپنے دادا کے ساتھ میر محمد کے ساتھ دفن ہیں۔

مُلا ظہیر الدین شیو

مُلا ثناء اللہ کے بیٹے تھے۔ شیخ اکبر کے یار نامدار تھے۔ حضرت بل کی مسجد میں امامت فرماتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے مزین تھے۔

مرشد کی وفات کے بعد شیخ احمد سے فیض پاتے رہے۔ ۲۷ رجب ۱۲۶۱ھ کو رحلت فرما گئے۔ حضرت بل میں ہی دفن ہیں۔ تاریخ "محمد رفت با معنی بمعراج"۔

شیخ عطاء اللہ ثانیؒ

یہ شیخ عطاء اللہ ثانی، شیخ مومن کے بیٹے تھے۔ مشہور بزرگ شیخ محمد عاصی آپ کے دادا تھے۔ عدالت کے داروغہ تھے۔ حضرت میرزا سے بیعت کر کے طریقت میں کمال حاصل کیا اور ارشاد کا خلعت پہنا۔ موزوں طبیعت بھی پائی تھی ؎

اے آنکہ بخواب غفلت ہمہ شب خمیدہ باشی
فردا از صبح صادق اثرے ندیدہ باشی
رہ وصل او نمایاں نشود بقطع منزل
چو ز خود رمیدہ باشی بخدا رسیدہ باشی

ملا عابد کاوسو

ملا عابد، ملا یوسف کاوسو کے پوتے تھے۔ ملا عبدالسلام وکیل سے بیعت کی۔ ان کے انتقال کے بعد جانشین ہوئے اور ان کی تمام باتوں پر اور مسلک پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ ۱۲۰۶ھ میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے کے بعد اپنے اسلاف کے مزار میں آرام پذیر ہوئے۔

ملک عثمان رینہ

ملک عثمان رینہ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کے والد بزرگوار تھے۔ بابا اسمٰعیل

آپ کے مرشد بزرگوار تھے۔ ان کی صحبت میں روحانی قدروں میں اضافہ کرکے گوشہ نشینی اختیار کی۔ ریاضت اور عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ چکوں کے دور میں ان کی تمام جاگیریں ضبط ہو گئی تھیں۔ صرف تجر کی آمدنی وسیلۂ روزی تھا۔ خود کاشتکاری کرتے تھے اور رزقِ حلال کی سعی کرتے۔ آپ تجر میں ہی مدفون ہیں۔

میاں غریب

میاں غریب نے حضرت محبوب العالم کے زیر سایہ تربیت حاصل کی۔ اپنی ریاضت کی وجہ سے شہرت عام حاصل کی۔ رحلت کے بعد تجر میں مدفون ہوئے۔

خواجہ عثمان کول

خواجہ عثمان کول کشمیر کے متمول اور مالدار آدمیوں میں سے تھے۔ اللہ کی مہربانی سے خواجہ مخدوم شیخ حمزہ سے ملاقات ہوئی، طریقت اور سلوک کی منزلیں طے کرکے قبولیت کا درجہ حاصل کیا۔ دُنیا کو لات ماری اور آخرت کے گھر کو سنوارنے میں مصروف ہو گئے۔ حج کرکے روضۂ مطہرہ کے آس پاس ہی دفن ہوئے۔

بابا علی رینہ

بابا علی رینہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شیخ حمزہ مخدوم کے حقیقی بھائی تھے، لیکن بابا داؤد خاکی نے ان کے بارے میں کہیں

ذکر نہیں کیا ہے۔ البتہ بابا حیدر تولہ مولی نے "ہدایت المخلصین" میں لکھا ہے کہ انہوں نے بارہ برس تک مرشد کی تلاش کی۔ تین دفعہ حج کو گئے، ویسے بابا حیدر تولہ مولیٰ نے کچھ مبالغہ سے کام لیا ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے خواب میں حضرت مخدوم شیخ حمزہ کو کہا کہ بابا علی رینہ آپ کا بھائی ہے۔ بہرحال بابا حیدر تولہ مولیٰ نے اس کے علاوہ ان کے بارے میں بہت ہی بڑھ چڑھ کر باتیں لکھی ہیں جو کہیں بھی کسی تذکرے میں نہیں ملتیں۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ حضرت بابا علی رینہ وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ تذکرۃ العارفین ان کی تصنیف ہے، تجر میں دفن ہیں۔

میاں علی

میاں علی، حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ کے خدمتگزاروں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں کوئی لمحہ اُٹھائے نہ رکھا۔ جناب محبوب العالم بھی آپ کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔

مُلا عبدالغنی

مُلا عبدالغنی بھی سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ کے مرید تھے۔ عالم باعمل تھے۔ تمام عمر سلطان کی خدمت میں گزاری۔ آپ نے توحید کی سربلندی کے لئے بہت کام کیا۔ دُور دُور تک ان کا شہرہ تھا، اور دین کی خوب تعلیم دی۔

عبدالرزاق پال

عبدالرزاق پالؒ نے بچپن ہی سے دُنیا ترک کر کے دینی خدمات سرانجام دینے کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔ حضرت سلطان العارفین جیسے کامل اور حمید بزرگ کی سرپرستی میں کمال کو پہنچے اور صاحبِ کشف و کرامات ہو گئے۔

مخدوم شیخ عبداللہ

مخدوم شیخ عبداللہؒ حاجی احمد قاری کے بیٹے تھے۔ آپ نے حاجی صاحب سے ہی طریقت اور سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہر وقت عشقِ ربِ جلیل میں غرق رہتے تھے۔ آپ اچھے لہجہ اور خوش الحان آواز میں قرآن کریم پڑھنے میں مشہور تھے۔ اپنے والد کے مزار میں دفن ہیں۔

مخدوم شیخ عباس

مخدوم شیخ عباس بھی حاجی احمد قاری کے بیٹے تھے۔ یہ آپ کے منجھلے بیٹے تھے۔ قرآن کریم کی قرارت کا ملکہ حاصل تھا۔ ظاہری اور باطنی علوم سے بہرہ ور تھے۔ آپ بھی اپنے بزرگوار کے مرغزار میں دفن ہیں۔

مخدوم شیخ عبدالواحد

مخدوم شیخ عبدالواحد بھی حاجی احمد قاری کے بیٹے تھے۔ عالم باعمل

تھے۔ ریاضت اور تقویٰ میں کامل تھے۔ اپنے والد کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ عبداللہ

شیخ عبداللہ، بابا مسعود نروری کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے والد ہی سے باطنی تربیت حاصل کی تھی۔ آپ عالم باعمل اور پرہیزگار تھے۔ کہتے ہیں ان کی بیوی بالکل بدخو اور بدمزاج تھی، ان کو بہت ستاتی اور بہت تکلیف دیتی تھی۔ لوگوں نے اس سے نجات حاصل کرنے کے بارے میں کہا تو آپ نے فرمایا۔ کاٹنے والی پاگل چیز کو بند رکھنا ہی بہتر ہے ورنہ اس کی زد میں دوسرے لوگ بھی آسکتے ہیں۔ اپنے والد بزرگوار کے مزار میں دفن ہیں۔

میر محمد علی قادری

میر محمد علی قادری، حضرت میر نازک قادری کے بیٹے تھے۔ آپ نے ابتدائی صوفیانہ اور عارفانہ تربیت اپنے والد سے حاصل کرکے ان کی وفات کے بعد مسندِ خلافت کو سنبھالا۔ عالم باعمل تھے۔ شرع سے واقفیت تھی، سنتِ نبویؐ پر پابندی سے عمل پیرا رہے تھے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کو فروغ دیا۔ حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت سے مزین تھے۔ ذکرِ جہر فرماتے، بھوت اور پریاں فرمانبردار تھیں اور ان کا کام کاج کرتی تھیں۔ آخری عمر میں جہادِ دیوبیشکارہ کے فساد کے سلسلے میں دہلی گئے اور جب وطن واپس آئے، ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۰۷ھ کو انتقال فرمایا۔ والد بزرگوار کے مزار میں دفن ہیں۔ آپ کے چہارم پر اس قدر

تھا کہ چار آدمی پاؤں تلے روندے گئے۔

باباعبداللہ گرزیالی

باباعبداللہ گرزیالی، بابانصیب الدین کے برگزیدہ خلیفوں میں سے تھے۔ بابا کے انتقال کے بعد حاجہ بابا سے تربیت حاصل کر لی۔ یہ عشق الٰہی میں غرق رہتے تھے۔ اس لئے مستانہ کہہ کر لوگ پکارتے تھے۔ مستی کے باوجود سنت اور احکام شریعت کبھی غافل نہ رہے۔ تبلیغی اور اصلاحی کام اُن سے ہوئے ہیں، بہت سے غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے گاؤں کے لوگوں کو اسلام سے باخبر رکھنے کے لئے زیادہ وقت گاؤں میں ہی گزارتے تھے۔ لوگ ان کو مدعو کرتے رہتے اور ان کی عارفانہ باتوں سے محظوظ ہوتے رہتے تھے۔ انہوں نے غسل خانے، ٹنیاں، باغات اور دوسرے صدقہ جاریہ کے عمل کئے۔ میری نگاہ میں یہی لوگ عظیم صوفیاء کہلاتے ہیں جو اسلام کی سربلندی کے لئے کام کریں۔ رفاہ عامہ کے لئے کام کریں۔ لاہور میں بارہ برس رہے اور مسجدیں، پُل وغیرہ بناتے رہے۔ زوجیہ بال کی سڑک پر مسافر خانہ بنایا۔ آپ کی دعا سے ایک بے اولاد آدمی کے ہاں بارہ بیٹے ہوئے۔ علاقہ لاریں بارہ برس رہے۔ ۱۱۱۷ھ کو اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ آپ علاقہ اُوتر کے ایک گاؤں گرزیال میں دفن ہیں۔

باباعثمان

بابانصیب الدین کے مرید باباعثمان بہت ہی ریاضت کش

بزرگ گزرے ہیں۔ پارسائی اور پرہیز گاری میں عدیم المثال تھے۔ نوہٹہ میں دفن ہیں۔

خواجہ میر علی اسلام آبادی

خواجہ میر علی نے باطنی علم خواجہ رفیق سے حاصل کیا۔ اس کے علاوہ اکتسابی علم بھی حاصل کیا تھا۔ عالم فاضل بزرگ تھے۔ یاد خدا میں اکثر غرق رہتے تھے۔ ایک دفعہ گھوڑے پر کہیں جا رہے تھے یہ یاد الٰہی میں اس قدر غرق تھے کہ ۹ میل کا سفر کرنے کے بعد گھوڑا گھر واپس پہنچا ان کو معلوم ہوا ہی نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے ایک گھوڑا نذرانہ لایا۔ پوچھا حضرت سے کہاں رکھوں۔ آپ نے کہا۔ طاقچہ پر رکھ لو۔ حضرت مناسب جگہ بتائیں۔ فرمایا، جدھر مرضی ہے رکھ لو مجھے معلوم نہیں۔ اس قدر آپ یادِ الٰہی میں مستغرق تھے۔ ۶ ربیع الاوّل ۱۰۲۱ھ کو انتقال فرمایا۔ اسلام آباد (اننت ناگ) میں دفن ہیں۔ تاریخ وفات "خواجہ امیر علی ولی" ہے۔

خواجہ عطار

خواجہ عطار، خواجہ رفیق اشائی مشہور صوفی منش آدمی کے بھائی تھے۔ آپ نے ابتدائی منازل تصوف آپ کی سرپرستی میں طے کر کے شہرت عام حاصل کی۔ ایک دفعہ ایک سائل نے آواز دی، خدا کے لئے کچھ دے دو۔ آپ نے کہا۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ فقیر نے ہٹ دھرمی لگائی اور رٹ لگائی کچھ دو راہ خدا۔ جب آپ اس کے بار بار کے اصرار پر وجد

میں آ گئے تو آپ نے فقیر سے کہا۔ کشکول میرے منہ کے سامنے رکھ دو بابائی نے منہ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر کیا تھا، خواجہ نے شہادت کی انگلی سے اپنے گلے پر لکیر کھینچی اور سر مبارک کٹ کر کشکول میں گر گیا۔ لوگ یہ حال دیکھ کر افسوس کرتے رہے۔ یہ واقعہ ۱۹ ذالقعدہ ۹۶۷ھ میں ہوا۔ رعنہ وادی میں دفنائے گئے۔

بابا علی

بابا مسعود پانپوری بابا علی کے پیر کامل تھے۔ بابا علی نے مسعود پانپوری سے ہی سلوک اور طریقت کی تربیت حاصل کی تھی۔ عمر بھر مرشد کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت بابا پانپوری کے روضہ کے ساتھ ہی پانپور میں دفن ہیں۔

بابا عبداللہ

بابا عبداللہ بھی بابا مسعود پانپوری کے خلیفہ تھے۔ اللہ نے آپ پر اسرارِ الٰہی کے خزانے کھولے تھے۔ علم ظاہر اور باطنی دونوں میں کمال حاصل تھا۔ آپ اپنے مرشد کے مقبرے میں پانپور میں دفن ہیں۔

خواجہ عبدالحکیم

خواجہ عبدالحکیم، خواجہ عبدالکریم کے بیٹے تھے۔ علوم عقلی و نقلی حاصل کرنے کے بعد خواجہ معین الدین نقشبندی سے سلوک کی تربیت کے لئے زانوے ادب تلمذ کیا۔ اور شہرہ آفاق خلفاء میں سے گزرے ہیں۔

بابا عبدالرحمٰن

بابا عبدالرحمٰن مشہور بزرگ بابا حاجی کے بیٹے تھے۔ شاہ قاسم حقانی سے باطنی تربیت پاکر مریدی کے زمرے میں شامل ہوئے۔ مدتوں آنچار کی غار میں باپ کی جگہ خلوت نشین رہے۔ آپ آنچار میں ہی دفن ہیں۔

صوفی عبدالرزاق بچہ

صوفی عبدالرزاق بچہ مصطفیٰ رومی کے خلیفوں میں سے تھے۔ شروع میں عالم ہونے کے سبب روزانہ بغیر مرشد کے ایک ہزار نفیٔ اثبات کرتے تھے، لیکن صفائی دل اور مقصودِ منزل نہ پاکر حضرت حاجی مصطفیٰ کے پاس جاکر تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے اور کمال تک پہنچ گئے۔ زمستان کے موسم میں ایک پتھر پر چالیس دن کی خلوت پوری کی۔ ایک دن پتھر سے پاؤں پھسل گیا اور کانگڑی کی آگ سے پاؤں جل گیا۔ اسی دوران اللہ نے آپ پر اسرار الہٰی کے دروازے کھول دیئے۔ آپ کا مزار گوجرواڑہ میں ہے۔

خواجہ عبدالرزاق

خواجہ عبدالرزاق مشہور زمانہ بزرگ خواجہ محمد بزاز کے بیٹے تھے۔ عبادت اور خدمتِ خلق میں ان کا ثانی نہ تھا۔ محلہ ملچمر میں باپ کی خانقاہ آباد کی۔ ۱۱۴۰ھ کو انتقال فرمایا۔ اپنی بیٹھک میں دفن ہوئے۔ تاریخ "مرشد کشمیر" ہے۔

خواجہ عبدالرحیم مانٹو

کشمیر کے مشہور تاجر خواجہ عبدالرحیم جوانی میں ہی لنگر ریشی پانپوری سے ظاہری اور باطنی علم میں فیضیاب ہوئے۔ اس کے بعد میر علی قادری کی خدمت میں سلوک کے مرحلے اور منزلیں طے کیں۔ اس کے بعد شاہ ابوالحسن قادری کی صحبت سے درجہ کمال تک پہنچایا۔ احکام شرعی کی سختی سے پابندی کرتے اور پرہیزگار مومن تھے۔ تبلیغ اور اصلاح عمل میں ہر وقت مصروف رہتے۔ محلہ جمالٹہ میں اپنے گھر کے پاس دفن ہیں۔ ۱۰۹۶ھ کو انتقال کیا۔ تاریخ "شیخ واصلین" ہے۔

شیخ عنایت اللہ قادری

شیخ عنایت اللہ شاہ، شاہ ابوالحسن قادری کے مرید تھے۔ اس کے علاوہ مشہور بزرگ محمد فاضل سے بھی فیض حاصل کرتے رہے۔ سماع خوبصورتی اور وجد کے دلدادہ تھے۔ شاہ علی رضا ہزمندی سے ملاقات تھی۔ شاہ ابوالحسن قادری کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا عبدالنبی کبروی

بابا عبدالنبی، بابا نازک کشمیری کے فرزند ارجمند تھے۔ اخوند مہدی علی نوشہری سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ سماع کے شوقین تھے۔ وجد اور حال میں بے مثال تھے۔ عبادت شاقہ کے عادی تھے۔ سلسلہ کبرویہ کا مسلک اختیار کر کے اس کی ترویج کی۔ خانقاہ کی ہمسائیگی میں فتحکدل میں

حضرات کبرویہ کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ عبداللہ

شیخ عبداللہ معروف بہ ایل بابو، شیخ عبداللہ مہدی علی کبروی کے خلیفوں میں سے تھے۔ پنج بھائی صاحب کے زمرہ میں شامل ہیں۔ سماع کے شوقین تھے۔ یہ گمنام شخصیت تھی۔ اُن کے گھر بار کا کسی کو علم نہیں دوستوں کے گھروں میں عمر گزاری۔ ملارٹہ میں حضرت میرک میراندرابی کے مزار کے احاطے میں دفن ہیں۔

عبدالصبور

عبدالصبور عام لوگوں میں صبر قطب کے نام سے مشہور پنج بھائی کے زمرہ میں سے تھے۔ صاحبِ وجد و حال تھے۔ کچھ مدت مار کے کنارے رعنہ وادی میں گزارے اور باقی وقت مشہور زیارتوں میں اور خانقاہوں میں رہ کر زندگی بسر کی۔

عاشور بیگ

عاشور بیگ تبہ مالو کے مرید تھے۔ بہت ہی سادہ مزاج اور سادہ عادات کے حامل بزرگ تھے۔ نور محمد شاہ سے فیض حاصل کر کے تشہیر حاصل کی۔ تبہ مالو کے مرغزار میں دفن ہیں۔

بابا عبداللطیف

علاالت مسجد سرینگر کے رہنے والے تھے۔ ریاضت اور عبادت

میں ان کا ثانی نہ تھا۔ تمام عمر خدمتِ خلق اور مجاہدہ میں بسر کی مسجد کے صحن کے قریب دفن ہیں۔

شیخ علی

شیخ علی ایسے بزرگوں میں سے تھے جو جاہ و حشمت اور دنیاوی دبدبہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے اپنی عمر روزہ داری میں اس طرح گزار دی کہ پانی کے گھونٹ سے افطاری فرماتے اور جنگلی ساگ کھا کر زندگی بسر کی۔ اس کے علاوہ لوگوں کے دکھ درد میں بڑی جانفشانی سے کام آئے۔ کھنہ موہ میں دفن ہیں۔

میر عبد المومن

میر عبد المومن، میر ابوالحسن قادری کے فرزند تھے۔ کفش دوزی اور بچگانہ سازی کر کے روزی کماتے۔ پہلے اپنے والد سے اس کے بعد میاں امین داد سے تربیت باطنی حاصل کی۔ ۱۱ رجب ۱۱۱۲ھ کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔ تاریخِ وفات "آہ شیخ مومنین"۔

شیخ عبد الصبور زرگر

شیخ عبد الصبور زرگر بندگانِ خدا اور یارانِ خدا میں سے تھے شاہ محمد فاضل سے سلوک اور طریقت کی منزلیں طے کیں۔ اس کے بعد میاں محرم لاہوری سے طریقہ نقشبندیہ کی اجازت حاصل کی۔ بابا حاجی ادھم کے

مقبرے میں دفن ہیں ۔

حافظ عبداللہ فتحکدلی

حافظ عبداللہ ملا طیب کے مرید تھے ۔جب ملا طیب اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو صالح خان سے تربیت حاصل کرتے رہے ۔حلال روزی کا جب تک یقین نہ ہوتا ہرگز کچھ تناول نہ فرماتے ۔خود قرآن پاک لکھ کر اس کے ہدیہ سے پیٹ پالتے ۔موزوں طبیعت پائی تھی ۔ان کی ایک رباعی ملاحظہ فرمایئں ۔

یکچند پے زمرد آسودہ شدیم
یکچند بیاقوت ترآلودہ شدیم
آسودگئے بود بہر کیف کہ بُود
شستیم بر آب توبہ وآسودہ شدیم

۱۳ ذوالحجہ ۱۱۰۵ھ میں وفات پا گئے ۔ آپ بابا عبدالکریم فتحکدلی کے روضہ کے ساتھ ہی دفن ہیں ۔ تاریخ "شیخ صادق اور واللہ غالب" ہے ۔

حافظ عبداللہ ثانی

حافظ عبداللہ ملا طیبب کے مریدوں میں سے تھے ۔کشف و کرامات بھی آپ سے ہوئے ہیں ۔ پرہیزگار اور عبادت گزار تھے ۔ وہی پارہ کے گاؤں شیخ پورہ میں ان کا مزار ہے ۔تاریخ " آگاہ شیخ عبداللہ "

شیخ عبدالرحیم عبداللہ قادری

شیخ عبدالرحیم قادری ، حضرت میاں میر لاہوری کے خلیفہ تھے ۔زمانے

کے بہت بڑے ولی تھے، لیکن اپنے باطنی اسرار سے کسی کو آگاہ نہ فرماتے، قرآن مجید پڑھانا آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ محمد امین دار کہا کہتا تھا کہ شیخ عبدالرحیم نے اپنے آپ کو قرآن مجید کے لباس میں چھپایا ہے۔ آپ نے اخوند مُلا شاہ اور خواجہ حسن بیچھ سے درجہ ارشاد حاصل کر کے سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے مجاز ہو گئے۔ آخری عمر میں فالج کی بیماری سے ۲ ,صفر ۱۱۱۵ھ کو وصال پایا۔ سید صدرالدین کے آستانہ کے قریب متصل زینہ کدل میں دفن ہیں۔

شیخ علی محمد چشتی

شیخ علی محمد چشتی سلطانپورہ کے رہنے والے تھے۔ سلوک کی منزلیں طے کرتے کرتے کشمیر میں وارد ہوئے۔ اکتسابی علم اور حقیقت شناسی میں ان کا جواب نہ تھا۔ سماع کے شوقین تھے۔ توحید پر ایک عمدہ رسالہ تصنیف کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں نکاح کیا۔ تاریخ وفات "شیخ دین علی" ہے۔

بابا عثمان قادری

بابا عثمان قادری، حاجی بابائی قادری کے قابل قدر بیٹے تھے۔ حاجی بابا حضرت شاہ نعمت اللہ قادری سے خلعتِ ارشاد حاصل کر کے اپنی ماں کی خدمت گذاری میں لگ گئے۔ ماں کی وفات کے بعد حرمین شریف گئے۔ اُس وقت آپ کی عمر ساٹھ برس تھی۔ آپ روضہ مطہرہ میں جھاڑو دیتے۔ پھر درگاہ محبوبِ خدا سے حکم ملا کہ

واپس وطن کا ارادہ کریں۔ وطن واپس آکر نکاح کیا اور ان کے ہاں ایک نیک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام عثمان رکھا گیا۔ بابا عثمان سنِ بلوغت میں قدم رکھنے ہی والے تھے کہ والد کا انتقال ہوا۔ عشق الٰہی سے وابستہ تو تھے ہی، خواجہ محمد طیب چرخی اور ابوالفتح کلو جیسے بزرگ لوگوں کے سامنے زانوے ادب تلمذ کیا اور پورا فیض حاصل کیا اور جب ابوالحسن قادری اور شاہ محمد فاضل کے بھائی کشمیر تشریف لائے تو آپ لوگوں نے بابا عثمان کی مزید تربیت کی۔ ان کی تربیت سے افضل رتبہ حاصل کیا۔ اپنے زمانے کے مردِ کامل تھے۔ غرہ جمادالثانی ۱۱۱۷ھ کو انتقال کیا۔ وصیت کی تھی کہ مجھے بلبل لنکر میں اپنے والد بزرگوار کے پاؤں کے نیچے دفن کریں، لیکن لواحقین نے وصیت کے خلاف چھتہ بل میں دفن کیا۔

زیادہ وقت گزرنے نہ پایا تھا کہ محلہ میں آگ لگ گئی، لوگوں کے گھر، بابا عثمان کا بیٹا اور بیوی جل گئی۔ بہت ہی زیادہ نقصان ہوا۔

شیخ عبدالرشید چکی

شیخ عبدالرشید کے دل میں بچپن ہی سے یادِ الٰہی دامنگیر تھی۔ شاہ بدرالدین قادری سے علم باطن حاصل کیا۔ آپ نے غاروں میں فقر و فاقہ کرکے ریاضت کی۔ آخر قلعہ کے اندر ایک کونے میں عبادت کرتے رہے۔ عالمگیر کے پاس ملک حسین چاڈورہ کے جھگڑے کے سلسلے میں دہلی گئے۔ واپسی پہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۱۱۹ھ کو انتقال کر گئے۔ آپ غار کے متصل دفن ہیں۔

عبدالرحمن چشتی

عبدالرحمن چشتی۔ شیخ بہرام قادری کے بیٹے تھے۔ باطنی صفائی اپنے والد شیخ بہرام کی سرپرستی میں ہوئی اور باطنی علوم سے بھی انہی کی بدولت افضلیت حاصل کی۔ تھانیسر ہندوستان جاکر خواجہ نظام الدین سے خط ارشاد حاصل کیا اور چشتی سلسلہ کو رواج دیا۔ اپنے والد بزرگوار کی ہمسائیگی میں دفن ہیں۔

خواجہ عبیداللہ بلخی

بلخ میں نقلی اور عقلی علوم حاصل کرنے کے بعد سیاحت کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے سترہ دفعہ حج کیا۔ اس کے علاوہ تمام بزرگوں کی زیارتوں پر پہنچے۔ تین دفعہ کشمیر میں بھی آئے۔ پہلے عالمگیر کے وقت میں پھر معظم شاہ عالم بہادر کی حکومت کے زمانے میں آئے۔ جب آپ ۱۱۲۰ھ میں کشمیر تشریف لے آئے تو لوگوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ ختم کیا تھا۔ حتیٰ کہ دروازہ بند کرکے بیٹھے تھے۔ اس کے بعد شاہ نیاز کی ملاقات کے لئے پشاور گئے۔ ملاقات حاصل نہ ہوئی اور حجاز گئے، جہاں سے بلخ، اور بلخ سے کشمیر تیسری بار آئے۔ کشمیر میں پانچ سال اس دفعہ قیام کیا۔ لیکن دل برداشتہ ہونے کے سبب اپنے آبائی ملک بلخ شہر چلے گئے۔ جب آخری بار حج فرمایا، ۹ محرم ۱۱۳۹ھ کو وضو کرکے غسل فرماکر رحلت کرگئے۔ مدینہ منورہ میں دفن ہیں۔

خواجہ عبیداللہ بخاری

خواجہ عبیداللہ، شیخ الیاس کے بیٹے تھے۔ عین جوانی میں روس کے راستے سے روم گئے۔ روم سے مصر اور مصر سے مدینہ منورہ جا کر حج کیا۔ یہاں شیخ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ شیخ احمد مکی سے طریقہ عالیہ احمدیہ کی تربیت پا کر کمالات حاصل کئے۔ ان کی وفات پر مسند خلافت پر بیٹھ گئے۔ سات آٹھ برس کے لئے اسی گھر میں رہ کر لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ پھر والدہ کی ملاقات کے لئے دوبارہ بخارا گئے۔ والدہ کو ساتھ لیا اور مکہ معظمہ میں دس برس گزارے۔ ۲۱ حج کر کے ہندوستان آئے۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۸ھ میں کشمیر تشریف لے آئے۔ عالموں کی عزت اور خدمت خلق ان کی زندگی کا شعار تھا۔ ہر کام شریعت کے تحت کرتے اور سنت نبوی پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ آپ نے طرائق قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، کبرویہ کے اذکار اور سلاسل کے بارے میں ہمیشہ جاری رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور صبح کی نماز کے بعد اوراد فتحیہ سے شروع کرنا مقدم ٹھہرایا۔ پرگنہ وہو کے گاؤں یدون میں گوشہ نشین ہوئے۔ وہیں پر ۱۱۴۱ھ میں رحلت کی۔ تاریخ "قدوۃ المتقین" تاریخ وفات ہے۔

خواجہ عبدالرحیم گاٹی

خواجہ حبیب اللہ عطار جو زمانے کے بہت ہی باخدا بزرگ گزرے ہیں، سے خواجہ عبدالرحیم رشتہ داری اور قرابت داری میں منسلک تھے آپ نے سخت جانفشانی سے عبادت کر کے اللہ سے قربت حاصل کی

تھی - آپ اپنے مرشد خواجہ حبیب اللہ کے پہلو میں دفن ہیں -

عبدالرشید

جناب عبدالرشید جوانی ہی میں اللہ کی محبت اور رسولؐ کی پیروی میں یاں منہمک ہو گئے تھے - مولانا زین الدین پال کے خلیفہ تھے - بڑے عامل اور صاحبِ صفا تھے - اپنے مرشد کے ساتھ ہی دفن ہیں -

میر عبدالرشید

میر عبدالرشید، میر مومن کے بیٹے تھے - اپنے والد سے ہی طریقت کی تربیت پاکر بلند مرتبہ پایا - صاحب حال وقال تھے - ۹ ربیع الاول ۱۱۲۹ھ کو انتقال فرمایا -

خواجہ عبداللہ کبروی

خواجہ عبداللہ کبروی درویش خصائل کے مالک تھے - آپ خوش خصائل اور نیک سیرتوں کے مجسمہ تھے - آپ موضع تہی وارہ میں دفن ہیں -

بابا عبدالغفور

بابا عبدالغفور، عبداللہ نزوری کے پوتوں میں سے تھے - آپ نے اپنے داتا بو علی قلندر ملتان والے سے تربیت پائی تھی اور سلوک کی منزلیں بھی انہی سے طے کیں، جب خطِ ارشاد ملا تو صاحب ہستی ہو گئے کہ ملتان

کا حاکم بھی مریدی کے دائرے میں آگیا۔

مرشد بزرگوار نے وطن جاکر لوگوں کی تبلیغ کرنے کو کہا۔ ملتان کے حاکم نے کہا۔ جب تک میں زندہ ہوں وطن واپس نہ جانے دوں گا۔ مرشد کے حکم کی ادائیگی میں غفلت کے احساس نے اس قدر نادم اور سراسیمہ کر دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر انتقال کر گئے۔ حاکم ملتان نے ملتان میں ہی تجہیز و تکفین کی۔ لیکن اُسی رات قبر میں سے زندہ نکل کر مرشد کا حکم حاصل کر کے کشمیر آئے۔ علاقہ وچھنہ میں گوشہ نشین ہوئے۔ زیادہ تر مجذوب حالت میں ہی رہتے تھے۔ ۲۶ صفر ۱۱۰۵ھ کو رحلت فرمائی وفات سے پہلے وصیت کی کہ مجھے نہ کفن پہنائیں اور نہ دفنائیں کیونکہ عذاب قبر مجھ سے برداشت نہیں ہوگا، اور مرنے کے بعد جہاں کہیں بھی تابوت جائے وہیں دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تابوت پیرنہ کے مقام پہ دریا کے کنارے اتر کر قرار پذیر ہوا۔ لوگوں نے اس پر لکڑی کی چھت بنا دی اور ارد گرد روضہ تعمیر کیا جو آج تک محفوظ ہے۔

شیخ عبداللطیف کول

شیخ عبداللطیف، فیضہ بابائی زرگر کے خلیفہ تھے۔ صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ خوش خصلت اور نیک سیرت بزرگ تھے۔ کوہ ماران کے دامن میں مرشد کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ عبدالصبور شتل

شیخ عبدالصبور شتل شیخ محمد مراد ڈنگ کے خلیفوں میں سے تھے۔

آپ سلسلہ قادریہ میں ممتاز پیروکاروں میں سے تھے۔ ان کا مقبرہ گندرپورہ میں
میں مشہور رہے۔

شیخ عبداللہ

شیخ عبداللہ، بابا عبداللہ گزریالی کے مرید تھے۔ عابد، زاہد اور مجتہد تھے۔
لار کے علاقہ میں بہت سی مسجدیں بنوائیں۔ بدعت کی باتوں کو ہٹانے اور سنت
رسول ؐ کی پیروی کرنے میں مستعد تھے۔ آپ کنگن میں دفن ہیں۔

عبدالرشید مانجو

خواجہ عبدالرحیم مانجو کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ
اپنا مسلک بنایا تھا۔ نہایت ہی شائستہ اخلاق والے بزرگ تھے۔ ۸۰ برس سے
زیادہ عمر پاکر ۱۱۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔

خواجہ عبدالباقی

خواجہ عبدالباقی، عبدالرحیم مانجو کے خلیفہ تھے۔ پرہیزگار اور خدادوست
بزرگ تھے۔ ۱۱۲۲ھ میں وفات پاکر قلعہ کے باہر دفن کئے گئے۔

بابا عبدالباقی کبروی

بابا عبدالباقی، بابا صفی کے بیٹے تھے۔ شاہ حسین کھلی کے دربار سے فیض
پائے ہوئے تھے۔ عالی ہمت تھے۔ آپ نے حج بھی کیا تھا۔ بابا والی کے
روضہ کے باہر حضرات کبرویہ کے مزار میں جگہ پائی۔

شیخ عبدالغنی لنکر

شیخ عبدالغنی، بابا ہاشم پلو کے مرید تھے۔ شریعت اور طریقت کے سخت پابند اور واقف تھے، سخت عبادت کرتے تھے۔ شیخ صاحب نے اپنے مرشد کے انتقال کے بعد صوفی عبدالرزاق سے نقشبندی سلسلہ کی اجازت حاصل کی تھی۔ مدہوشی اور مستی کا غلبہ رہتا تھا۔ ایک ہی وقت میں دو من غذا کھا جاتے تھے، اور ایک دفعہ ایک ہفتہ تک بیہوش رہے۔ ستر برس کی عمر گزاری۔ دکان سنگین محلہ میں دفن ہیں۔

عبدالرحیم کبروی

عبدالرحیم کے مرشد محمد مراد پوشہ ٹینگو تھے۔ آپ جہاں سخت عبادت گزار تھے وہاں کٹر قسم کے سچے موحد تھے۔ بے شمار لوگوں کو اپنی کرامات سے فیضیاب کیا۔ ۷۰ برس کی عمر پاکر رحلت فرمائی۔

شیخ عبدالرشید

شیخ عبدالرشید، شیخ محمد مراد ٹنگ کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے والد سے ہی سلوک کی منزلیں طے کیں اور ان کی وفات کے بعد مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ خواجہ عبدالاحد سرہندی کے دربارِ فیض سے بہرہ ور ہوئے اور مدتوں تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ مرشد کے ساتھ کشمیر آئے اور انہی کے ساتھ شاہجہان آباد گئے۔ شاہجہان آباد میں مرشد کا انتقال ہوا تو شیخ عبدالرشید نے ان کی نعش مبارک کو سرہند لاکر دفن کیا۔ اس کے بعد دوبارہ

اپنے وطن کشمیر آئے۔ ۹۴ برس کی عمر میں سخت بیماری کے باوجود حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج سے واپس آئے تو ۲۷ رجب ۱۱۵۵ھ کو وفات پائی اور شاہجہان آباد میں دفن ہوئے۔

میر عطاء اللہ

میر عطاء اللہ، میر محمد مراد قادری کے فرزند تھے۔ پرہیزگار اور خدا ترسی میں لاثانی تھے۔ ۱۱۵۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی موسیٰ شہید کے مزار میں دفن ہیں۔

عبدالرسول روشنائی فروش

عبدالرسول مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ حلال رزق، شریعت کی پابندی، اور احکام سنت کی بجا آوری میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ روشنائی بیچ کر اپنا گزارہ کرتے اور رزقِ حلال حاصل کرکے ریاضت شاقہ فرماتے۔

میر علی ثانی رح

میر علی ثانی، میر مومن کے بیٹے تھے۔ آپ بڑے پرہیزگار بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے اپنے بھائی میر عبدالشہید کی وفات کے بعد خلعتِ ارشاد پہنا اور آخر اس دارِ فانی سے ۱۱۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

٭٭٭

شیخ عطاء اللہ

شیخ عطاء اللہ، شیخ شفیع ککو کے مرید تھے۔ آپ نے کمال مجاہدہ کر کے عزت و افتخار حاصل کیا تھا۔ ساری عمر بسر کر کے آخر مرشد کے مزار میں جگہ پائی۔

شیخ عبدالغنی نوہٹہ

شیخ عبدالغنی نجی ریشی کے خلیفوں میں سے تھے۔ زندگی میں ہی عزلت نشینی اختیار کی تھی۔ البتہ خدمت خلق میں پیش پیش رہے۔ مسجدیں تعمیر کیں، درخت لگوائے، مرقد کا پتہ کسی کو نہ چلا۔

عبدالسلام ساگامی

عبدالسلام سوگامی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بچپن ہی سے خدا رسیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ خداترسی اور پرہیزگاری میں آپ کا بدل نہ تھا۔ آپ نے کسی کو اپنی بزرگی اور برتری کا شبہ نہ ہونے دیا۔ چھپے ہوئے ولیوں میں سے تھے۔ سوگام میں دفن ہیں۔

شیخ محمد عابد

شیخ محمد عابد، شیخ محمد فاضل زونیمری کے حقیقی بھائی تھے آپ کے مرشد شیخ یعقوب جھتہ بل تھے۔ انہوں نے ان کو متبنیٰ بنایا تھا ولادت پر ہی گود میں اٹھا کر پالنا شروع کیا۔ ظاہری اور باطنی علوم

سے آپ کو آراستہ کیا۔ شیخ حسین کامراجی سے بھی تربیت پا کر کمال کا درجہ حاصل کیا۔ وفات کے بعد حضرت شیخ کے مزار میں دفنائے گئے۔

حافظ عنایت اللہ قادری

حافظ عنایت اللہ محلہ نوشہرہ میں مختہ پکھڑی کے متصل سکونت اختیار کی تھی۔ عبد الصبور زرگر سے باطنی تربیت حاصل کی خلعت ارشاد پہن کر لوگوں کی فیض رسانی میں شب و روز محو ہو گئے۔ صاحب حال اور کمال تھے۔ نوشہرہ مختہ پھکڑی کے متصل دفن ہیں۔

مُلا عبد السلام وکیل بادشاہ

مُلا عبد السلام قاضی مراد الدین کے بھائی تھے۔ بچپن میں پشاور گئے وہاں کے بزرگوں سے عقلی و نقلی علوم حاصل کرنے کے بعد حافظ عبد الغفور کشمیری خلیفہ میاں سعید لاہوری کی خدمت میں جا کر طریقت کے آداب سیکھے اور خلافت کے مختار ہو گئے۔ مرشد کامل بزرگوار کی امداد سے محکمہ جات کشمیر کی وکالت کے عہدے پر مامور ہوئے۔ یاد الٰہی میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے۔ اپنی تعمیر کردہ مسجد میں پانچوں وقت امامت فرماتے تھے۔ اسلام کی اشاعت اور لوگوں کو دینی احکام سے آگاہ فرماتے تھے۔ ۸ شوال ۱۱۷۱ھ میں رحلت کر گئے۔ گوجوارہ میں آپ کا مقبرہ ہے۔ تاریخ

مرشد ارباب تقوی شیخ دیں عبد السلام　　از قضا چوں در جوار رحمت ایزد بجفت

سال وبہ تاریخ یوم وقت آں ہاتف بگوش   ہژدہ شوال یکشنبہ دوپہر روز گفت

خواجہ عبدالرزاق

خواجہ عبدالرزاق سوداگرزادہ تھے۔ دنیاوی اور دینی علوم پر عبور حاصل تھا۔ عشق الہٰی میں سرشار تھے۔ اسرار یزدانی سے آشنائی کے لئے محمد امین دار جیسے بزرگ کامل سے فیض حاصل کیا۔ مدتوں اپنے مرشد کی خدمت کرتے رہے۔

بابا عبدالشکور گنائی

عبدالشکور گنائی شیخ حسن حداد کے خلیفہ تھے۔ اللہ کی مہربانی ان پر تھی اور یہ اس وقت عظیم ولیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ وہ بہ پورہ علاقہ اچھ میں رہتے تھے۔ آپ وہبہ پورہ میں ہی پُل کے قریب سڑک کے کنارے دفن ہیں۔

شیخ عبدالرحیم

شیخ عبدالرحیم نے شیخ عبدالحق دہلوی سے سلوک اور طریقت کی منزلیں طے کیں۔ ریاضتِ الہٰی میں جان و دل سے لگ گئے۔ بابا عثمان قادری سے خط ارشاد حاصل کیا۔ محلہ صورہ میں ان کا مزار ہے۔

مُلا عبدالرشید بینوا

مُلا عبدالرشید دکان شری بٹ کے رہنے والے تھے۔ بابا عثمان چھتہ بلی کے

مرید تھے۔ خانقاہ معلیٰ میں وعظ فرماتے اور مخدوم شیخ حمزہ کی خانقاہ میں بھی یہ فرض انجام دیتے۔ ان کی طبع زاد تصنیف "روضۃ الاشعار" ہے۔

کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت میں ۳۶۰ شعر لکھے ہیں۔ یہ اشعار قصیدہ کی شکل میں ہیں جس کا مطلع یہ ہے ؎

افضل الذکر یا عباد اللہ قولنا لا الٰہ الاّ اللہ

وفات کے بعد دکان ختری ٹب میں ہی دفن ہوئے۔ آپ نے یہ قصیدہ حریر کاغذ پہ لکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ وفات پہ یہ قصیدہ میرے ساتھ دفن کیا جائے۔

شاہ نعمت اللہ کلو

شاہ نعمت اللہ کلو بچپن ہی سے نورِ عرفان سے لبریز تھے۔ چنانچہ مرزا اکمل الدین بدخشی جیسے بزرگ مردِ مومن سے سلوک کی تعلیم پائی تھی۔ ۱۵ برس کی عمر میں ہی آپ باباپیر ہوگئے تھے۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۵۶ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ مرشد بزرگوار کے ساتھ دفن کیا گیا۔

حاجی عبدالسلام ڈار

حاجی عبدالسلام ڈار، خواجہ یعقوب ڈار کے پوتوں میں سے تھے۔ روحانی طبیعت پائی تھی۔ جونہی سنِ بلوغت میں قدم رکھا حضرت میرزا کے مریدوں میں شامل ہوئے اور تمام قسم کے اذکار سے لطف اندوز ہوتے رہے، قلندری اختیار کی۔ حج کے لئے بے سروسامان روانہ ہوئے۔ حج کرنے کے بعد اپنے مرشد سے ملنے کشمیر آئے اور چھ ماہ کی خدمت کے بعد

ان کا انتقال ہوا۔ مرشد کے انتقال کے بعد پانزن کے گاؤں کی ایک غار میں خلوت نشین ہوئے اور چالیس چلے کاٹے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۷۲ھ کو انتقال فرمایا۔ محلہ عالیکدل میں دفن ہیں۔

شیخ عبدالوہاب نوری

باباعثمان اوچپ گھائی کے پوتوں میں سے تھے۔ شروع شباب میں عقلی اور نقلی علوم کی تعلیم میں کامیاب ہوکر عشقِ حقیقی کی آگ کی تپش سے بیتاب رہتے تھے اور اسی ضمن میں برجِ یقین کے آفتاب میرزا اکمل کی خدمت میں باریاب ہوکر طریقہ کبرویہ کی تربیت پائی۔ مرشد بزرگوار سے خلافت اور ارشاد کا خط حاصل کیا۔ پھر خداداد ہمت اور ذاتی ارادہ سے قاضی دولت شاہ لیوی سے مزید استفادہ کیا۔ طریقہ لیسویہ شیخ عبدالحق سے حاصل کیا۔ ان کی طبع زاد کتابیں فتحات کبرویہ اور عین العرفان ہیں۔ بڑے پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۸۶ھ کو انتقال فرمایا۔ سید بدرالدین کی ہمسائیگی میں زینہ کدل کے نزدیک دفن ہیں۔ تاریخ "شیخ عبدالوہاب، اکمل الدین"۔

شیخ نعمت اللہ متو

شیخ نعمت اللہ متو مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ بہت بڑے ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔ میرزا کے مریدوں میں سے تھے۔

شیخ عطاء اللہ

شیخ عطاء اللہ، میرا محمد کے خلیفوں میں سے تھے۔ آپ نے میرزا صاحب

سے طریقت اور سلوک کی منزلیں طے کیں اور اس کے بعد عبادت اور ریاضت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ صاحبِ حال اور صاحبِ کمال بزرگ گزرے ہیں۔

شیخ عطاء اللہ ثانی

شیخ عطاء اللہ ثانی، شیخ مومن کے فرزند ارجمند تھے اور شیخ محمد عاصی مشہور بزرگ کے پوتوں میں سے تھے۔ عدالت کے داروغہ کی حیثیت سے بھی آپ نے کام کیا ہے۔ ارشاد کا خلعت حاصل ہوا اور لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ آپ نے جناب میرزا سے بیعت کر کے طریقت میں کمال حاصل کیا تھا۔

شیخ عبداللطیف

شیخ عبداللطیف بخارا سے آ کر وارد کشمیر ہوئے۔ صرف یاران حق کی تلاش میں اس قدر طویل مسافت طے کی۔ راستے میں ہندوستان میں شاہ مسافر سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ کشمیر پہنچے، یہاں آپ کو اپنی طبیعت کے مطابق ہر چیز میسر آتی اور باقی عمر یہیں ریاضت اور خدمتِ خلق میں گزار دی۔ بارہ مسجد کے مزار میں دفنائے گئے۔

حافظ عبدالصبور گنتو بارہ مولی

حافظ عبدالصبور بارہ مولہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے زمانے کے مشہور بزرگ خواجہ احمد یسوی سے سلوک کے مقامات کی آگہی حاصل فرمائی آپ نے خواجہ یسوی سے خطِ ارشاد حاصل کیا اور محلہ ڈڈیار میں خلوت گزین

ہوئے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کے لئے دعا فرما کر مشکلیں آسان کرا دیں۔ ۱۱۶۴ھ میں ملہ کھاہ میں دفن ہوئے۔

شیخ عبدالرسول

شیخ عبدالرسول معروف برلسہ بابو نے پہلے اپنی ارادتمندی حضرت شاہ ابوالفتح سے قائم کی تھی اور خاص خلیفہ اور مخلص مریدوں میں سے تھے۔ اس کے علاوہ عبدالرحیم مانجو سے بھی عقیدت تھی۔ ان کی برکات اور فیوض کشف و کرامات زبانِ زد خلائق ہیں۔ کہتے ہیں کہ سیدو گاؤں کے نمبردار کو ان سے بہت عقیدت تھی۔ ان کے بیٹے کی شادی کے دن چاشت کے وقت ان کے گھر سے نکلے، آبشار اہربل پہ گئے اور وہیں ڈوب گئے۔ لوگ پریشان ہی تھے کہ سنا گیا کہ لسہ بابو تو اپنی کوٹھڑی میں ہیں۔ ایک دن کسی شخص نے کھانے کی دعوت پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ سب کچھ کھا گئے اور اس کے بعد باغ میں نکلے اور جتنے سیب درخت پر تھے وہ کھائے اور اسی مستی میں شہر سے نکلے۔ آپ قلاشپورہ سرینگر میں دفن ہیں۔

مولانا عبدالحق

مولانا عبدالحق زمانے کے قطب تھے۔ جوانی میں ہی راہِ حق پر گامزن ہوئے۔ طریقت شیخ ابوالقاسم لول سے سیکھ کر شہرت عام حاصل کر گئے اور اس پر مزید اضافہ قاضی دولت شاہ بخاری کی صحبت میں ہوا، جہاں آپ نے مختلف سلاسل تصوف کا درس حاصل کر کے سلوک کی منزلیں طے کیں۔ بخطِ ارشاد قاضی دولت شاہ بخاری سے حاصل کر کے حج کو روانہ ہوئے۔ جہاز

میں ہی وفات پا گئے۔ جدہ میں دفن ہیں۔

شاہ عبدالرحمٰن

شاہ عبدالرحمٰن متمول اور صاحبِ ثروت خدا دوست تھے۔ آپ نے مشہور زمانہ بزرگ خواجہ محمد نقشبندی کی قدم بوسی کے لئے بڑی مسافت طے کر کے سعادت حاصل کی اور ان کے سایۂ عاطفت میں سلوک کی منزلیں طے فرمائیں۔ اس کے بعد کشمیر آئے اور لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ قلعہ کے اندر شمالی جانب سکونت اختیار کی اور مدتوں لوگوں کو راہِ مستقیم پر عمل پیرا ہونے کے لئے اصلاح اور تلقین کرتے رہے۔ اپنے گھر کے صحن میں دفن ہیں۔

حاجی عبدالولی

حاجی عبدالولی نے اللہ کے عشق میں سب مال و متاع، جاہ و حشمت کو خیرباد کہہ کر اپنے آپ کو پُرخطر اور خاردار راہ میں ڈال کر پیروئے رسول کر کے امیدِ حق پر گامزن ہو کر ترکستان کے ایک گاؤں طرفان سے خانہ کعبہ کا طواف کرنے اور روضہ مطہرہ کی زیارت کے لئے کمر باندھی۔ چنانچہ آپ کی امید بر آئی۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہوئے تو مدینہ منورہ میں مدتوں رہے۔ شیخ ابوالحسن سندی سے احادیث کی سند حاصل کر کے کشمیر آئے۔ مدتوں مُلا قوام الدین کے گھر میں رہے اور انہیں روایت حدیث کی اجازت دے دی۔ راجہ سکھ جیون بل نے بلغ کی سازش کی تہمت میں ۱۱۷۰ھ میں شہید کروا دیا۔ شہادت کے بعد صبح تک ان کی زبان پر حمد کا ذکر جاری تھا۔ پٹن میں دفن کئے گئے۔

٭ ٭ ٭

بابا محمد علی

بابا محمد علی معروف بہ عالہ بابا، بابا علی دینہ مخدومی کے پوتوں میں سے ہر دلعزیز پوتے تھے۔ آپ نے عشق اور راہِ مولیٰ پر چلنے کے اصول اپنے دادا بابا علی رینہ سے ہی سیکھے تھے۔ خانہ تمام آفتاب بود۔ اس کے علاوہ اس زمانے کے بہت سے عارفوں اور درویشوں سے ملاقات کا شرف حاصل تھا اور فیض بھی! تولہ مولہ میں جو کبھی شرک وکفر کا گڑھ تھا، تبلیغ اور اصلاحی کام سرانجام دیتے رہے۔ میر بابا حیدر کے مزار میں دفن ہیں۔

مُلا عبد الغفور

مُلا عبد الغفور، شیخ محمد ککو کے بیٹے تھے۔ اُن کے والد خود حق شناس تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے کو راہِ حق کی رہنمائی کے لئے مُلا امان اللہ شہید کی سرپرستی حاصل کی اور اللہ کی مہربانی سے بہت جلد اُن کی تمنا پوری ہوئی اور مُلا عبد الغفور صاحبِ حال وقال ہو گئے۔ عالم باعمل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

شیخ عثمان ادھو

جناب شیخ عثمان، شاہ محمد فاروق رادھو کے فرزند تھے۔ آپ نے مولانا سعدالدین، حاجی مولانا محمد آخوند، مُلا سلیمان اور مُلا مقیم جیسے جید عالموں سے دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کی تشنگی بہت زیادہ تھی۔ لہٰذا اس پیاس کو بجھانے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ سے علم حدیث اور شریعت

کی کتابوں کی سند حاصل کی اور طریقت میں بھی ان سے رہبری پائی۔ ہند سے واپسی پر دماغ کی تربیت کے بعد دلجمعی اور دلی سکون کی رہبری اور لگن کے لیے خواجہ عبدالرحیم شیخ کمان سے مزید تربیت پائی۔ فن انشاء اور شاعری سے لگاؤ تھا۔ آپ اپنے اجداد کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا عبید اللہ لبسوی

بابا عبید اللہ، شیخ محمد قاسم کے فرزند تھے۔ ملا محمد مقیم لوپگیر کے مرید اور شاگرد بھی تھے۔ ان سے ظاہری و باطنی علم حاصل کر کے عبادتِ الٰہی میں زندگی گزاری۔ ۱۱۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔ اسلاف کے قبرستان میں دفن ہیں۔

شاہ عنایت اللہ

حضرت شاہ عنایت اللہ، عبدالغنی لنکر کے مرید تھے۔ آپ نے برسوں شب بیداری میں گزارے اور آرام یا نہ نیند فرمائی۔ دو زانو بغیر حرکت کے بیٹھتے تھے۔ مجاہدہ کے زور سے کائنات کا کشف حاصل کیا تھا۔ ایک دن دوستوں کے ساتھ گاؤں گئے، جب اونچے ٹیلے پر پہنچے بارش برسنے لگی۔ حضرت شاہ کے کپڑے بالکل متاثر نہ ہوئے۔ یاروں میں سے ایک نے کہا۔ اگر اس وقت بھنے ہوئے چاول اور شکر ہوتی تو مزہ آتا۔ حضرت شاہ نے فوراً جیب سے نکال کر یہ چیزیں دیں۔ دوسرے روز جب شہر آئے تو ایک آدمی نے کہا۔ میں نے حضرت شاہ کو کل بارش پڑتے وقت بھڑبھونجے کی دکان پر بھنے چاول اور شکر خریدتے دیکھا تھا۔ آپ

ولی اللہ کی زیارت کے لئے ہند گئے اور شاہ کلیم اللہ، میر محمد صدیق، شاہ ابوالفضل شاہ محمد حسین اور علامہ شہید سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۱۹۶ھ کو ملہ کھاہ میں دفن ہوئے۔

شیخ عبدالکریم چشتی

شیخ عبدالکریم چشتی، شیخ محمد چشتی کے مرید تھے۔ شیخ محمد چشتی سے ہی سلوک اور طریقت کی منزلیں طے کیں۔ ایک دفعہ کشمیر میں قحط پڑا۔ آپ نے صرف ایک من چاول برتن میں رکھے اور جب تک قحط ختم ہوا چاول چلتے رہے اور برتن میں ایک من چاول اسی طرح موجود تھا۔ جب اس دنیا سے رحلت کر گئے تو باغبانپورہ میں دفنائے گئے۔

بابا عبدالوہاب

بابا عبدالوہاب مشہور بزرگ خواجہ مسعود پانپوری کے پوتوں میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں کمال حاصل تھا۔ ریاضت اور مجاہدہ میں بے نظیر تھے۔ آپ پانپور میں دفن ہیں۔

میر محمد عالم قادری

میر محمد عالم قادری، میر ابوالقاسم کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے علامہ شہید سے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کئے اور اپنے اسلاف کے قبرستان میں دفن ہیں۔

شیخ عطاء اللہ دریہ گامی

آپ کے والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ وہ نو مسلم تھے اور ان کی اولاد کے لئے ایک غیر مسلم محلہ یا برادری میں اس نو خیز حالت میں پنپنا بڑا کارنامہ تھا۔

نورِ خدا ہے کفر کی ظلمت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قدرت نے ان کی خود یاوری اور سرپرستی کی۔ غیبی اشارہ پاکر شاہ ابوالبقاء کی خدمت میں گئے اور سلوک کے زینے طے کئے۔ آپ صاحبِ حال وقال تھے۔ دریہ گام میں دفن ہیں۔

مُلا محمد عاصم

مُلا محمد عاصم، مُلا محمود بلخی کے سُسر تھے۔ آپ کو عشقِ الٰہی سے بدرجہ اتم وابستگی تھی۔ پہلے بابا مقصود نقشبندی سے تعلیم حاصل کی پھر خواجہ عبدالرحیم کمان سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ صاحب کشف وکرامات گزرے ہیں۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ عبداللطیف بک

شیخ عبداللطیف، مُلا عبدالسلام وکیل کے بلند مرتبہ مریدوں میں سے تھے۔ آپ نے تمام زندگی شریعت اور سنت نبوی کے احکام بجالانے میں صرف کئے۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ عبدالسلام

شیخ عبدالسلام، شیخ عبدالغفور نومسجدی کے مرید تھے۔ آپ نے بہت محنت اور مشقت کر کے چالیس سال خلوت نشینی میں گزار دیئے۔ خواجہ اسحٰق ناوچو کے مقبرہ میں سید بزرگوار کے روضہ کے مشرق میں ان کی نعش کو سپردِ خاک کیا گیا۔

شیخ عبدالرزاق نقشبندی

شیخ عبدالرزاق سوپور کے رہنے والے تھے پکھلی گئے اور چھ برس تک ایک بزرگ کی خدمت میں راہِ طریقت اختیار کیا۔ آپ کے مرشد کشمیر آئے تو آپ ان کی مرضی کے خلاف لاہور گئے۔ آوارگی میں کچھ ایام گزر گئے۔ بزرگ نے سرِ راہ پکڑ کر دلاسہ دے کر کشمیر روانہ کیا۔ جب شہر پہنچے تو مُلا عبدالسلام کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے دوسری ملاقات پر اپنی باطنی تعلیم و تربیت اور تلقین سے نوازا اور خطِ ارشاد سے کچھ مدت کے بعد نوازا۔ ۱۲۰۹ھ میں رحلت کر گئے۔ وانہ پورہ میں دفن ہیں۔

عبدالسلام قادری

مُلا عبدالسلام، شیخ عبدالصبور کے مرید تھے۔ آپ نے مسجد لال شاہ میں بیٹھ کر دلجمعی سے عمر کے بیشتر حصہ تک ریاضت کی۔ اللہ نے نورِ عرفان اور اسرارِ الٰہی کے جلوؤں سے سرفراز کیا تھا۔ ۱۲۰۷ھ میں اسی جگہ دفن ہوئے۔

مُلا عابد کا وسو

مُلا عابد کا وسو یوسف کا وسو کے پوتوں میں سے تھے۔ مُلا عبدالسلام وکیل سے بیعت کی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے طریقہ کو خوب فروغ ہوا، صاحب حال وقال تھے۔ ۱۲۰۶ھ میں اس دنیا سے نقل مکانی کر کے اپنے اسلاف کے مزار میں آرام پذیر ہوئے۔

بابا عزیز اللہ حطبی

بابا عزیز اللہ حطبی، شاہ فرح الدین کے خلیفے تھے باشریعت پرہیزگار، ریاضت کش اور شریعت کے پابند بزرگ تھے۔ لوگوں کی خدمت اور فیض رسانی میں ساری عمر گزاری۔ خانقاہ معلی کے صحن میں دفن ہیں۔

میاں عبدالمجید

میاں عبدالمجید، میاں گل محمد کے خلیفہ تھے۔ چھپے ہوئے خدا دوستوں میں سے تھے۔ تمام عمر مجاہدہ میں گزاری۔ ۵ا شعبان ۱۲۳۶ھ کو انتقال فرمایا۔ علاقہ دراوہ میں دفن ہیں۔

عبدالسلام ٹاک

عبدالسلام ٹاک، شاہ بولاقی کے مرید تھے۔ خدا ترسی اور پرہیزگاری میں ان کا جواب نہ تھا۔ شاہ آباد میں مرشد کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ عبدالنبی مرجان پوری

شیخ عبدالنبی اپنے نانا اور مشہور بزرگ مولوی محمد مصری سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ ان کے شاگرد اور مرید بھی تھے۔ خواجہ شاہ نیاز نقشبندی کے گھر میں لوگوں کی رہنمائی اور رہبری کرتے کرتے عمر گزاری۔ میرجانپورہ میں آپ کا مقبرہ مرجع خاص وعام ہے۔

شیخ عبدالوہاب تولہ مولی

شیخ عبدالوہاب، بابا اکرم متو کے فرزند تھے۔ آپ پر اللہ مہربان تھا کہ قطب زماں شیخ ابراہیم سے بیعت کی اور سلوک و طریقت کی منزلیں طے کیں آپ نے ریاضت بہت محنت اور جانفشانی سے کی اور فنا فی اللہ سے بقا باللہ کا درجہ حاصل کیا۔ ساری عمر تولہ مولہ میں گزار دی اور یادِ الٰہی میں محو رہے۔ ۴ صفر ۱۲۲۳ھ میں انتقال کر گئے۔ لوگوں نے ان کی نعش کو تولہ مولہ سے شہر لے جا کر جامع مسجد میں نماز جنازہ ادا کی۔ حافظ خورم کے مقبرے میں دفن ہیں۔ سردار محمد عظیم خان نے ان کے مقبرے کی تعمیر درست کی۔

بابا عبیداللہ

بابا عبیداللہ، شیخ معروف ذوبمبری کے پڑپوتوں میں سے تھے۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد بابا عبیداللہ ان کے جانشین ہوئے۔ بڑے پرہیزگار اور خدادوست بزرگ تھے۔ آخری عمر میں شاہ آباد گئے اور منڈاہ میں

سکونت اختیار کی۔ آپ منڈاہ میں ہی دفن ہیں۔ صاحب حال وقال تھے۔ ان کے بھائی کے پوتوں نے جو تُلمل والے امراء میں سے ہیں، اپنی سیادت کی سند تیار کی اور اپنے نسب کو قاضی میر علی بڈشاہی، جو قاضی شہید کے جدول میں سے پہنچایا جو قابلِ افسوس ہے۔

بابا عطاء اللہ غنچہ بلی

بابا عطاء اللہ، شیخ محمد اشرف فتحکدلی کے خلیفہ تھے۔ بابا فتح اللہ ان کے نانا تھے۔ بہت عابد اور پرہیزگار ہونے کی وجہ سے شیخ محمد اشرف ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ شیخ محمد اکرم کی صحبت بھی حاصل تھی۔ اپنے اسلاف کے مقبرے میں دفن ہیں۔ آپ شریعت کی پابندی اور احکام سنن کی پیروی میں کبھی تغافل نہ برتتے۔

شیخ عبد اللہ مخدومی

شیخ عبداللہ مخدومی بھی شیخ محمد اشرف کے مرید تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی آپ نے شیخ اشرف فتحکدلی سے حاصل کئے۔ آخر میں بابا آیت اللہ کی خدمت میں جا کر سلوک اور طریقت کے مرحلے طے کر کے ارشاد کی اجازت حاصل کی۔ وفات کے بعد آباواجداد کے مزار میں دفنائے گئے۔

شیخ محمد عارف

شیخ محمد عارف نے بھی مشہور زمانہ بزرگ شیخ محمد اشرف فتحکدلی سے روحانی فیض حاصل کیا۔ پرگنہ پھاگ کے گاؤں درند کے بڑے زمیندار

اور مالدار آدمی تھے۔ عبادت اور ریاضت میں ان کا ثانی نہ تھا۔ درند میں مدفون ہیں۔

بابا عبدالغفور

بابا عبدالغفور بھی شیخ محمد اشرف فتحکدلی سے شرفیاب ہو کر صاحبِ حال وقال ہوئے۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ دفن ہیں۔

بابا علی لیسوی

بابا علی لیسوی، بابا مقیم سلطانی کی بیٹی کے فرزند ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے نانا سے پائی اور اس کے بعد شاہ فضل اللہ سے ارادتمندی کے دائرے میں آگئے اور ساری کمی پوری ہوئی۔ مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل ہوا۔ خوابوں کی تعبیر میں بڑا ملکہ تھا۔ اپنے آبا کے مقبرہ میں دفن ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن اونہ گامی

شیخ عبدالرحمٰن، بابا مقیم کے بیٹے تھے۔ شیخ صالح جو اس زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے، سے سلوک کی ساری باتیں سیکھ کر ریاضت اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ خفتن کے وضو سے چاشت کی نماز ادا کرتے۔ حالات اور کمالات محتاج تحریر نہیں ہو سکتے۔ طبیب بھی تھے۔ ۷ رجب سنہ ۱۲۶۱ھ کو رحلت فرما گئے۔ وُنہ گام میں دفن ہیں۔ تاریخ "شیخ عارف" ہے۔

عبدالرسول زنگہر

عبدالرسول زنگہر بڑے پرہیزگار بزرگ تھے۔ پہلے محمد شاہ خندہ بونی سے طریقت کے آداب سیکھے۔ اس کے بعد اپنی روحانی قوت کو اور اجاگر کرنے کے لئے اور اپنی عشقِ الٰہی کی تشنگی کو بجھانے کے لئے شرف الدین زنگہر کی خدمت سے سلوک کے مرحلوں کو طے کیا۔ پرہیزگار اور احکامِ شریعت کے پابند تھے۔ پٹوال مسجد کے قریب دفن ہیں۔

بابا عثمان

بابا عثمان صاحبِ شریعت اور پابندِ سنن نبوی اور بڑے خدا دوست بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے عبدالسلام ٹاک، جو اُس وقت کے برگزیدہ بزرگ مانے جاتے تھے، سے ارادتمندی منسلک کی تھی۔ شاہ آباد میں دفن ہیں۔

بابا عبدالصمد

بابا عبدالصمد، بابا محمد شافی کے بیٹے تھے۔ بہت عابد اور کامل بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے والد بزرگوار سے ہی تربیت پائی تھی۔ ۱۲۶۱ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔ تاریخ "شیخ عبدالصمد ہمدانی" ہے۔

بابا عبداللہ مخدومی

بابا عبداللہ مخدومی وہ بزرگ ہیں جن کو حضرت سلطان شیخ حمزہ مخدوم

کی خاص مہربانیاں اور عنایات حاصل تھیں۔ آپ شیخ حمزہ سے باطنی فیض پاتے رہے۔ آپ نے شیخ حمزہ کے اشارہ پر کئی دفعہ شہر چکن جا کر میاں عمر چکنی سے باطنی فیوض حاصل کئے۔ پھر دو دفعہ اپنے پیر بزرگوار کی زیارت کے لئے پشاور گئے۔ حافظ کمال کے واہیات کی تردید کی جو انہوں نے بزرگوں کے بارے میں کی تھی، ایک رسالہ لکھ کر تردید کی۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کے قبرستان میں دفن ہیں۔

عبدالسلام وانگن پور

عبدالسلام وانگن پوری، میر محمد منور حطبی کے مرید تھے۔ میر محمد منور حطبی سے ہی باطنی فیوض حاصل کئے۔ آپ نے تمام عمر خلوت نشینی میں گزار دی۔ ظاہر شان و شوکت اور تشہیر کے سخت خلاف تھے۔ ۲۱ صفر ۱۲۷۳ھ کو انتقال فرمایا اور آپ وانگن پورہ میں دفن ہیں۔

عبدالرسول

حضرت عبدالرسول، شیخ ثناء اللہ زونمیری کے بیٹے تھے۔ آپ نے ظاہری اور باطنی فیوض عبدالغنی سلیمانی، مُلا عبداللہ اور نعمت اللہ اشراقی سے حاصل کئے۔ اس کے بعد شیخ اکبر ہادی سے باقی علوم روحانی سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ شہاب شاہ قلندر، بابا عبدالوہاب، تولہ مولہ اور شیخ عبدالرحمٰن ونہ گامی سے بھی نظر عنایت تھی۔ آپ نے کسی شخص پر بھی کبھی حال ظاہر ہونے نہ دیا اور نہ ہی آپ خلافِ شرع تشہیر کے حامی تھے۔

ایک دن ایک زمیندار نے کہا کہ آپ میرے بیٹے سے بات بھی نہیں کرتے۔ آپ نے کہا۔ آپ کے بیٹے کے ساتھ میں بات نہیں کر سکتا ہوں، شاید سلطان کی تلوار ٹوٹی ہے۔ اسی وقت زمیندار کا بیٹا زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ زمیندار حضرت کے سامنے رونے بیٹھے تو حضرت نے ایک نگاہِ عنایت سے نئی زندگی بخشی۔ آپ شاعر بھی تھے اور شیوا تخلص تھا۔ رسالہ مجموعہ شیوا ان کی تصنیف ہے۔ یہ اپنے اسلاف کے تذکرے میں نظم کی صورت میں لکھا ہے۔ ان کی منظوم تصانیف رسالہ عجیب منظر، طرقہ قضاء و قدر، کرامات اولیاء اللہ ہیں۔ ۵ رجمادی الاولیٰ ۱۲۸۸ھ کو انتقال فرمایا۔ کھیام کے گاؤں گامر میں شیخ محمد مقیم کے مقبرے میں دفن ہیں۔ تاریخ ولادت، عمر اور وفات یہ ہیں۔

بلبل باغ قدم آمد و عابد بدزیست
سال وفاتش سروش شہر لقا رفت گفت

شیخ عماد الدین رفیقی

شیخ عماد الدین رفیقی ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جہاں سے نورِ عرفان اور معرفت کی مے ہر کس و ناکس کو ملتی تھی۔ خانہ تمام آفتاب بود اور شیخ عماد الدین کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب!

آپ نے مقبول مانتجی، شیخ احمد واعظ اور مولوی قلندر علی، شیخ احمد تارہ بلی اور درویش مشتاق جیسے لوگوں سے روحانی تربیت حاصل کی تھی۔ گوشہ نشین ہو کر ساری عمر خدا کی بندگی میں گزار دی۔ آخری عمر

میں حج کو گئے۔ روضۂ مطہرہ کی زیارت فرما کر عالمانِ دین سے حدیث کی سند حاصل کر کے کشمیر واپس آئے۔ ۷ رمضان ۱۰۳۱ھ کو رحلت فرمائی۔ اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔ تاریخ "رضی اللہ والنبیؐ" ہے۔

شیخ غازی الدین

شیخ غازی الدین ایک برہمن تھے اور آپ کا نام گنیش کول اور دتاتری خاندان سے منسلک تھے۔ آپ کے بڑے سلطان زین العابدین کے زمانے سے کشمیر میں حکمرانوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ منصبوں پر فائز رہے تھے کھویہامہ کے آس پاس کی تمام زمینیں آپ کی جاگیریں تھیں۔ ایک دن یہ بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے کہیں جا رہے تھے کہ مخدوم شیخ حمزہ راستے میں اپنے رفقاء کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے اُن سے دعائے خیر کے لئے کہا حضرت شیخ نے ہاتھ اُٹھا کر ہدایت کی دعا کی اور تھوڑی دیر اُن کی طرف توجہ سے دیکھا۔ اللہ کا کرنا تھا کہ گنیش کول کا دل شرک کی غلاظتوں اور ثقافتوں سے پاک ہو گیا اور اسلام قبول کیا۔ حضرت شیخ نے غازی الدین ان کا نام رکھا۔ گھر جا کر غازی الدین نے اپنے تمام اہلِ خانہ سے اسلام کا شرف قبول کروایا۔ آپ نے سرکاری عہدہ سے فراغت حاصل کی۔ اپنے موروثی باغ ماڈر میں ریاضت اور عبادت شروع کی۔ محبوب العالم کے انتقال کے بعد حضرت بابا داؤد خاکی سے تربیت پاتے رہے۔ شیخ محمد پارسا سے بہت زیادہ دوستی تھی۔ ۱۰۴۸ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مقبرہ شیخ ماڈر میں شیخ محمد پارسا کے مقبرے کے ذرا اوپر کچھ دُوری پر واقع ہے۔ تاریخ وفات:

"شیخ اکمل" ہے۔

مرزا غلام بیگ

غلام بیگ رئیس اعظم کی اولاد سے تھے۔ اُس زمانے میں وراثت کے حصے میں نقدی چالیس ہزار روپے چاندی کے ملے تھے۔ شاہ عبدالرحمٰن کی کمال نظر سے اسرار باطنی سے فیضیاب ہوئے۔ محمد منور دیوانی کے ساتھ باطنی بھائی چارہ کے ساتھ محلہ نزپرستان میں رہ کر ۵۴ برس گزارے پنجگانہ نماز محمد منور اور مرزا غلام بیگ خانقاہ معلیٰ میں پڑھتے رہے

مرزا غلام بیگ نے ایک دفعہ اپنے پیر کے حکم پر خانقاہ معلیٰ کے اندر نہ چھوڑا اور رائے سے تھپڑ مارا، اس پر آپ نے جلادوں کو حکم دیا کہ غلام بیگ کی آنکھیں نکالو، لیکن ابھی اُس کی آنکھیں نہیں نکالی تھیں کہ خود اندھا ہوگیا اور فوراً جلادوں سے کہا کہ غلام بیگ کو رہا کردو۔ خود شاہ کے پاس گئے (شاہ عبدالرحمان) اور منت سماجت کی۔ انہوں نے لعاب لگایا اور ٹھیک ہو گئے۔

آپ مجاہدہ، محنت اور ہمت میں بے مثال تھے۔ دوپہر کی چائے میں جتنا وقت لگتا تھا اتنی دیر میں ۱۴ دفعہ سورہ مزمل پڑھتے تھے۔ ۲۲ رجب ۱۲۷۵ھ میں رحلت فرما گئے۔ شاہ قاسم حقانی کے احاطے میں دفن ہیں۔

شیخ فتح اللہ

شیخ فتح اللہ، شیخ احمد خوشخوان کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے، جو اُس زمانے کے جید بزرگ تھے، حال وقال، سلوک اور معرفت کی تعلیم

پاکر ہر کس و ناکس کو فیضِ الٰہی سے سرفراز کیا اور خود بھی گوشۂ تنہائی میں رہ کر خوب عبادت کی۔ تبلیغ اور اصلاح کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔ قاضی کدل میں سیدوں کے مزار میں دفن ہیں۔ آپ نے خطِ ارشاد اپنے والد احمد خوشخوان سے حاصل کیا تھا۔

فتح اللہ ثانی

فتح اللہ ثانی، بابا اسمٰعیل کے بیٹے تھے۔ اللہ نے ان کو اتنا شرف بخشا تھا کہ شیخ حمزہ مخدوم جیسے مقتدر بزرگ کو قرآن مجید پڑھایا تھا۔ حتیٰ کہ شمس عراقی بھی ایک نگاہ میں ان کی مریدی کے دائرے میں آ گئے اور ان سے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ حضرت بابا بالبعض لوگوں کی مخالفت اور مخاصمت کی وجہ سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے، اور زندگی کے باقی ایام اسی جگہ لوگوں کو فیض پہنچانے میں گزارے۔ یہاں آپ فتح اللہ حقانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ سیالکوٹ میں دفن ہیں۔

مُلا فیروز مفتی

مُلا فیروز مفتی، لونی گنائی کے بیٹے تھے۔ جوانی میں ہی حج سے مشرف ہوئے۔ واپسی پر اودھ کے قصبہ بدایوں میں عقلی و نقلی علوم حاصل کر کے باطنی کمالات میں عدیم المثال بن گئے۔ چالیس سال تک علم حدیث اور فقہ سیکھتے رہے۔ اکبر شاہ کا استاد مخدوم الملک ان کا شاگرد تھا۔ کشمیر آنے پر مفتی اعظم مقرر ہوئے۔ باطنی ارادت حضرت سلطان شیخ حمزہ مخدوم سے تھی۔ حسن شاہ چک کے زمانے میں یوسف منڈو کے قتل کی

تہمت ان پر لگا کر انہیں شہید کیا گیا۔ تاریخ

از پئے تاریخ آن وردین وحید
گفت شد از بہر دین ملا شہید

فیروز ثانی

فیروز ثانی حضرت مخدوم شیخ حمزہ کے مرید تھے۔ باطنی کمال سے آراستہ تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک لڑکے کو سانپ نے ڈسا، لڑکا مر گیا۔ آپ نے زہر کی جگہ پر منہ لگا کر زہر چوس لیا، نوجوان زندہ ہو گیا اور حضرت اس زہر سے مرنے لگے، لیکن اس عاشق مردم کے زاروقطار عجز الہٰی نے ان کو بھی زندگی بخش دی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فیروز شاہ

فیروز شاہ، بابا نصیب الدین غازی کے مرید تھے۔ حد درجہ کے پرہیزگار گزرے ہیں۔ بیج بہاڑہ میں دفن ہیں۔ آپ نے لوگوں کو فیض پہنچاتے پہنچاتے اور مشکل کشائی میں عمر گزاری۔

فیضہ بابا صاف کدلی، بابا طاہر گانی

دونوں حضرات فیضہ بابا اور بابا طاہر شاہ محمد صادق قلندر کے مرید تھے۔ انہی کے اشارے پر دنیا ترک کرکے یادِ الہٰی میں مصروف ہو گئے۔ صاف دل اور روشن ضمیر لوگوں میں سے تھے۔

شیخ محمد فاضل زونیمری

شیخ محمد فاضل، شیخ موسیٰ کے بیٹے تھے، بچپن سے لار بھاگ گئے تھے۔ راستے میں حضرت محمدؐ اپنے چار یار کبار رضا سمیت خواب میں جلوہ گر ہوئے۔ حضرت علیؓ کی توجہ نے آپ کو باطنی تربیت سے نواز کر گھر کی طرف رجوع کرنے کو کہا۔ چنانچہ آپ اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچے تو اپنے چچا شیخ یعقوب چھتہ بل کے پاس اپنے والد کے ساتھ گئے۔ تربیت حاصل کر کے راہِ خدا میں منہمک ہو گئے۔ گھر کے قریب ایک مکان میں بارہ برس تک رہے۔ ہفتے کے بعد چاول کچھ لقمے ڈال کر افطاری فرماتے۔ ان کے بدن کا چمڑا بوسیدہ ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلطان حمزہ مخدوم بارہا خواب میں آکر تلقین اور تعلیم فرماتے۔ ان سے خطِ ارشاد حاصل ہوا۔ حضرت عبدالقادر جیلانی نے جلوہ گر ہو کر قادریہ سلسلہ کی اجازت عطا کی۔ جب درجہ کمال تک پہنچے تو غار سے نکلے اور لوگوں کو فیض رسانی میں مشغول ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ قاضی حیدر کے بیٹے نے تھوک سے بیماری دور کرنے پر اعتراض کیا، اس پر وہ کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ منت سماجت کر کے اسی تھوک نے ان کو بھی شفا بخشی۔ ۱۰ محرم ۱۱۵۰ھ بروز یوم عاشورہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ زونیمر کے محلہ میں دفن ہیں۔ تاریخ وفات "شیخ الدہر" ہے۔

شیخ فتح اللہ

حضرت شیخ فتح اللہ، شیخ انز لو کے بیٹے تھے۔ روحانی اور دنیاوی

تعلیم بھی والد سے ہی حاصل کی تھی۔ والد کی حوصلہ افزائی نے ان کو مردِ کامل بنا دیا اور خلافت کا جامہ پہننے کے بعد ریاضت و عبادت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی فیض رسانی بھی کرتے رہے۔ قصبہ بیج بہاڑہ میں خانقاہ پنڈت کے صحن میں دفن ہیں۔

میرزا فرہاد بیگ

میرزا فرہاد بیگ کے پہلے استاد مولوی عبدالعزیز فینو تھے۔ انہوں نے انہیں ابتدائی دور میں پرہیزگار، زہد اور صراطِ مستقیم کی باریکیوں سے آگاہ کیا اور اس کے بعد حضرت میرزا کی خدمت میں گئے۔ ان سے بیعت کی اور ان کے مرید ہو گئے۔ ان کی تربیت میں وظائف، درود، اذکار ورد کئے اور سلوک کی منزلیں طے کر کے ولایت کے درجے تک پہنچ گئے۔ آپ نے گستاخانہ، لاابالانہ اور رندانہ طبیعت بھی پائی تھی۔ حضرت میرزا ان کے بارے میں "بحر العرفان" میں فرماتے ہیں:

سبحت صوفی از ہمہ آزاد یست منش نیست رتبہ ارشاد

انہوں نے خود فرمایا ہے کہ ایک دن میں حضرت بل گیا، لوگ موئے مبارک کی زیارت سے فارغ ہو گئے، میں پریشان تھا، میرے منہ سے آہ نکلی اسی وقت رسول ؐ تشریف لائے اور میرا غم خوشی میں بدل گیا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں نے راستے میں مرے ہوئے ایک کتے کو دیکھا۔ میں نے خیال کیا کہ میری ہمت اور روحانی طاقت سے زندہ ہو جائے، لیکن کتا اپنی طاقت سے ہی اٹھ کر بھاگ گیا۔ سنہ ۱۱۵۶ھ میں وفات پائی۔ باچھ پرن دروازے کے اندر دفن ہیں۔

شیخ عبدالرحیم

شیخ عبدالرحیم، چودھری مہیش کے قبیلہ سے تھے یعنی بابا رشی کی خدمت میں رہ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ دنیاداری ترک کرکے عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ مُلا شمس الدین سے روحانی اور باطنی فیوض حاصل کرکے چالیس برس تک تنہانشینی میں گزارے۔ اس کے بعد نکاح کیا اور رعنہ وادی میں سکونت اختیار کی۔ اپنی زندگی میں ہی اپنا مقبرہ بنایا اور مغرب کی نماز سے لے کر عشاء کی نماز تک اسی قبر میں اُتر کر مراقبہ کیا کرتے تھے۔ ان کے حالات اور کمالات ان گنت ہیں۔ ماہ شوال ۱۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔ خودساختہ مقبرہ میں جو نالہ مار کے کنارے میاں مانک شاہ کے مقبرے کے نزدیک ہے، دفن ہیں۔

مُلا عنایت اللہ شال

مُلا عنایت اللہ شال نے مُلا ابوالفتح سے باطنی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مُلا عبدالرشید کے شاگرد ہوئے۔ اس کے بعد مُلا حیدر چرخی کے فرزندوں سے عقلی اور نقلی علوم حاصل کیے۔ صحیح بخاری اور علم حدیث میں کمال حاصل تھا۔ میاں صبغتہ اللہ فاروقی کی خدمت میں علم باطنی کو تقویت دینے کے لئے پہنچے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ پرہیزگاری اور عبادت کے بغیر آپ کا کوئی اور شغل نہ تھا۔ نومسجد جو خانقاہ معلیٰ کی متضاد سمت میں ہے۔ جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اڑسٹھ برس کی عمر پا کر ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ میں سرینگر میں ہی رحلت فرمائی۔

بابا فقیر اللہ رفیقی

بابا فقیر اللہ رفیقی، شیخ عبدالغنی لنگر کے مرید تھے۔ عبادت اور ریاضت میں ثانی نہ تھا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ شیخ عبدالغنی بازار میں جا رہے تھے۔ کھڑکی سے پرواز کر کے شیخ عبدالغنی کے پاؤں پر گرے شیخ نے ایسی حرکت پر تنبیہہ کی۔ اپنے بزرگوں کے مقبرے میں دفن ہیں۔

بابا محمد فاضل

بابا محمد فاضل، بابا محمد کاظم کے بیٹے تھے۔ آپ نے کچھ اپنے والد سے اور کچھ میر عبداللہ منطقی سے طریقت کی تعلیم و تربیت اور تلقین حاصل کر کے مرشد زمانہ ہو گئے۔ ۱۱۹۹ھ میں انتقال کیا۔ اپنے اسلاف کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شاہ فضل اللہ

شاہ فضل اللہ، شیخ عبدالوہاب نوری کے بیٹے تھے۔ مُلا محمد مقیم سے مقدمہ قیصری اور علم تصوف پڑھ کر مُلا اکبر یار خان سے علم قرارت سیکھی۔ گیارہ برس نعمت اللہ کلو سے طریقت کی تربیت حاصل کی۔ نعمت اللہ کلو کی وفات کے بعد بابا مقیم سلطان کی خدمت میں جا کر طریقہ یسوی کی اجازت حاصل کی۔ جب ظاہری اور باطنی کمال میں کوئی کمی باقی نہ رہی تو آپ کے والد نے آپ کو مسندِ خلافت پر بٹھایا۔ اب یہ حالت رہی کہ مغرب کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے۔

کہتے ہیں کہ شیخ محمد اشرف کے مرید کے ہاں چوری ہوئی۔ آپ نے مرید کو شاہ فضل اللہ کے پاس بھیجا۔ جب آپ کے مرید شاہ فضل اللہ کے پاس آئے تو آپ نے کہا۔ جاؤ فلاں کبابی سے میرے لئے نان کباب لاؤ۔ وہاں اس کے کپڑوں پر سونے کے تار دیکھے، دکان کے اندر چلا گیا اور اپنا مسروقہ مال نکالا۔ بہرحال حضرت شاہ وقت کے بڑے بزرگ تھے۔ ۷ صفر ۱۲۱۷ھ کو انتقال فرمایا۔ سید نورالدین کے مقبرے میں اپنے باپ کے پہلو میں آرام پذیر ہیں۔ مُلا نوراللہ مانجی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

بابا فقیراللہ

بابا فقیراللہ اس زمانے کے مشہور بزرگ اخوند نورالدین کے بیٹے تھے۔ والد بزرگوار سے تربیت پاکر بہت بلند مقام حاصل کیا۔ تمام عمر یادِ خدا میں گزار دی۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ فاروق نارو

شیخ فاروق نارو، شاہ فرح الدین کے مرید تھے۔ رقص و سرود سے دلچسپی تھی۔ علم باطنی میں کمال حاصل تھا۔ ریاضت اور مجاہدہ میں زندگی گزار دی۔ ۱۲ ذی الحجہ کو وفات پائی۔ علاقہ اچھ کے گاؤں نارو میں دفن ہیں۔

فتاح شاہ ثانی

فتاح شاہ ثانی نے اپنے زمانے کے بزرگوں سے طریقت اور سلوک

کی منزلیں طے کیں۔ آپ نے ریاضت اور مجاہدہ میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ زیادہ زندگی تنہا اور گوشہ نشینی میں گزار دی۔ پرگنہ وتر میں وفات پائی۔

محمد قاسم مجنون

محمد قاسم مجنون، حضرت سلطان مخدوم شیخ حمزہ کے مرید تھے۔ ان کی ارادتمندی اور سرپرستی نے آپ کو مرد کامل بنایا تھا۔ ساری عمر آپ کی قدم بوسی میں گزار دی۔ سخت ریاضت اور عبادت کرتے تھے۔ باچھ برن میں دفن ہیں۔

شیخ قاسم

شیخ قاسم، میر علی قادری کے مرید تھے۔ زاہد اور متقی بزرگ تھے آپ نے اصلاح دین کے لئے تمام زندگی وقف کی تھی۔ لوگوں کو شریعت کی تعلیم دیتے تھے اور بدعتوں سے باز رکھتے تھے۔ علاقہ اچھ کے گاؤں دنو میں دفن ہیں۔

خواجہ قاسم ترمذی

اکتسابی علم حاصل کرنے کے بعد روحانی تربیت کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ فقیری میں حج کو گئے۔ خانہ کعبہ اور روضہ مطہرہ کی زیارت کر کے واپس آئے۔ شیخ محسن فانی قطب الدین پورہ کے محلہ میں شاگردوں کو تفسیر قرآن پڑھاتے تھے۔ خواجہ بھی حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ شیخ فانی کے انتقال کے بعد کاشغر گئے اور وہاں ان کی حد سے بڑھ کر آؤ بھگت

ہوئی۔ کاشغر سے واپسی پر شاہجہان کے پاس ملازم ہو گئے، اور صوبہ ٹھٹھہ کی مہم میں دُنیا سے چل بسے۔ یاروں نے ان کی نعش کشمیر لا کر مُلا فانی کی ہمسائیگی میں گورہ گڈی میں سپردِ خاک کی۔

بابا قمرالدین

بابا قمرالدین سلسلہ کبرویہ کے عامل اور بزرگ مرد مومن تھے۔ آپ نے تمام عمر ریاضت اور مجاہدہ میں بسر کی۔ علاقہ کامراج کے گاؤں بازیپورہ میں دفن ہیں۔

میر قاسم احمد اکدلی

میر قاسم، احمد صالح خان کے شاگرد تھے اور ارادتمندی بھی رکھتے تھے ظاہری علوم اور باطنی فیوض حاصل کر کے مجاہدہ اور مشاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ سو برس کی عمر گزارنے کے بعد رحلت کر گئے۔ احمد اکدل کے محلہ میں دفن ہوئے۔

شیخ قائم لیسوی

شیخ قائم شاہ لیسوی معروف بہ شب بیدار، شیخ قائم شاہ دولت کے مرید تھے۔ عالم باعمل، توحید و معرفت میں اکمل تھے۔ نیک کردار، خدا دوست تھے۔ ۷۵ برس کی عمر پا کر مغل مسجد کے محلہ کے بازار میں دفن کئے گئے۔ ۱۱۵۳ھ کو رحلت کر گئے۔

تاریخ وفات ہے "شیخ محمد قائم"۔

قائم شاہ

قائم شاہ، دائم شاہ کے بیٹے تھے اور ہلال بن عام بن صعصعہ منصری کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے پیر بزرگوار مخدوم محمد لطیف تھے۔

میر محمد قائم قادری

میر محمد قائم قادری، ابو القاسم کے بیٹے تھے۔ مولوی امان اللہ شہید سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ابتدا میں ہی ریاضت کرکے ولایت کے درجہ تک پہنچے۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔

خواجہ قائم تیلو

خواجہ قائم تیلو، مرزا اکمل الدین خان بدخشی کے با اخلاص مریدوں میں سے تھے۔ بڑے عجیب و غریب حالات اور کمالات رکھتے تھے۔ سلوک کی منزلیں اور مرحلے طے کرنے کے بعد خطِ ارشاد حاصل کرکے بندگانِ خدا کی فائدہ رسانی اور رہنمائی میں حضرت میرزا کے جانشین ہوئے۔ اپنے مرشد کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا محمد قائم

بابا محمد قائم، سید غلام شاہ آزاد کے مرید اور با اخلاص خلیفہ تھے۔ ظاہری اور باطنی علم پر عبور حاصل تھا۔ عمر بھر اپنے مرشد کی خدمت کرتے رہے۔

ابتدا میں رتبۂ ارشاد حاصل کرنے کے بعد علاقہ کوٹھار کے گاؤں تیلون میں گوشہ نشین ہو کر بندگانِ خدا کی رہبری میں ساری عمر گزار دی۔ تیلوں میں ان کی قبر ہے۔

شیخ محمد قائم معروف بہ پوترو

شیخ محمد قائم کے والد کشمیر سے دہلی ہجرت کر گئے اور شیخ محمد قائم دہلی میں پیدا ہوئے۔ شیخ محمد رضا سے سلوک کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد واپس اپنے وطن آئے۔ خانیار میں حاجی بانڈے باغ میں سکونت اختیار کی اور ۱۱۲۹ھ میں انتقال فرمایا۔

میاں قطب الدین

میاں قطب الدین، میاں انور کے بڑے بھائی تھے۔ صاحبِ اسرار و کشف و کرامات تھے۔ تمام عمر خدمتِ خلق کرتے رہے۔ باپ کے مقبرے میں دفن ہیں۔ شیخ احمد تارہ بلی نے تاریخ وفات نکالی ہے۔

گفت ہاتف کہ شد از علم و ہدیٰ
قطب ملحق برفیق اعلےٰ

خواجہ کاجی ڈار، خواجہ کمال

خواجہ کاجی ڈار اور خواجہ کمال، سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم کے مرید تھے۔ آپ نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ بھی ان پر مہربان تھے۔ شیخ حمزہ

مخدوم کا درجہ ان مریدوں میں بہت اہم تھا۔ باچھی برن میں دفن ہیں۔ دونوں مریدوں پر سلطان العارفین کی نگاہِ عنایت تھی، جس کی وجہ سے اسرار اسرار الہٰی کے دریچے ان پر کھلے تھے۔

قاسم کاک

قاسم کاک، خواجہ ابراہیم کاک کے خلیفہ تھے۔ بہت ہی نیک خصائل کے مالک تھے۔ ریاضت اور عبادت ان کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ شانگس میں دفن ہیں۔

بابا محمد کاظم

بابا محمد کاظم، بابا عثمان قادری کے بیٹے تھے، اور اپنے والد سے ہی سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی۔ بابا عثمان نے اپنی زندگی میں ہی ان کو مسند خلافت پر بٹھایا تھا۔ بندگانِ خدا کی رہبری اور رہنمائی کرتے رہے۔ بلند پایہ کے پرہیزگار اور خدا ترس آدمی تھے۔ ۱۱۸۵ھ میں باپ کی قبر کے پاس دفن ہو گئے۔

شاہ کمال الدین حقانی

شاہ کمال الدین حقانی، شاہ یعقوب حقانی کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ والد سے ہی طریقت کی تعلیم پائی تھی۔ علم و عمل میں لاثانی تھے۔ علم تکسیر (کسر کا علم) میں خوب مہارت رکھتے تھے اور وفات کے بعد اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

قائم گنٹ

قائم گنٹ، شاہ عنایت اللہ کے خلیفہ تھے۔ تمام عمر پرہیزگاری اور عبادت گزاری میں صرف کی۔ بڑے بڑے لوگ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

کرم شاہ شاہ آبادی

کرم شاہ، اسد اللہ شاہ آبادی کے بیٹے تھے۔ نواب بازار میں اپنے پیر کامل کے پاس ہر صبح اور ہر شام حاضر ہوتے اور لوگوں کو باطنی تعلیم دینے میں ہر وقت کوشاں رہتے اور کہتے تھے کہ لوگ راہِ عشق الٰہی سے بھاگتے چلے جاتے ہیں، تبلیغی کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ سارے کشمیر کی سیاحت کی اور شاہ آباد میں دفن ہیں۔

گل محمد کنگال

گل محمد کنگال اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ مدتوں پکھلی میں گوشہ نشین رہے۔ کشمیر آکر حافظ عبد الصبور زمکتو کی صحبت میں سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ پھر پکھلی گئے اور دوبارہ حاجی کریم داد کے زمانے میں کشمیر آئے۔ کشمیر میں تبلیغ کی اور بہت سے لوگوں کی رہنمائی کرکے اپنے دیس گئے تو ۱۱۹۹ھ میں انتقال کر گئے۔ پکھلی میں دفن ہیں۔

ملک گدا

ملک گدا، ملک جلال کے بھائی تھے۔ اللہ کے نیک بندوں میں سے

گزرے ہیں۔ آپ نے تمام عمر عزیز عبادت اور ریاضت میں گزاری موضع سیرن میں آرام پذیر ہیں۔

کرم شاہ لاری

کرم شاہ لاری، رحمہ شاہ کے مرید تھے۔ بہت ہی صاحبِ عمل تھے۔ آپ نے تبلیغ اور اصلاح کے لئے بھی بہت خدمات انجام دیں۔ فراد میں دفن ہیں۔

ملک لدی ماگرے

ملک لدی ماگرے کشمیر کے رئیس ہندوؤں میں سے تھے۔ اللہ کو منظور ہوا اور آپ سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ عبادت اور تقویٰ اختیار کیا، سلوک کی منزلیں طے کیں اور خطِ ارشاد حاصل کیا۔ جب امیر کبیر پکھلی گئے تو حضرت امیر نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر علمبردار کہہ کر پکارا۔ آپ کی وفات کے بعد لدی ماگرے وہی جھنڈا کشمیر لے آیا۔ ان کا مقبرہ علاقہ بانگل کے گاؤں احمد پورہ میں مشہور ہے۔

شیخ لال

شیخ لال، حضرت ایشان کے برگزیدہ مریدوں میں سے تھے۔ سماع اور رقص کے شوقین تھے۔ آپ کے پیر کامل حضرت ایشان ہند گئے تو شیخ لال ان کے ساتھ تھے۔ احمد آباد (گجرات) میں وہاں کے صوبیدار

نسان کی دعوت کی، محفل سماع بھی تھی۔ آپ نے محفل سماع میں اس قدر وجد میں آکر رقص کیا کہ آپ کے مساموں سے خون بہنے لگا اور آپ کے ہر سانس سے یاہُو کی آواز آتی تھی۔ صبح ہوتے ہی دم توڑ گئے۔ آپ احمد آباد میں دفن ہیں۔

شیخ محمد لبیب

شیخ محمد لبیب، مولانا شنگرف گنائی کے بیٹے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ممتاز تھے۔ حضرت شیخ یعقوب صرفی سے عقیدت تھی۔ شیخ صاحب سے ہی تربیت بھی حاصل کی تھی۔ اپنے والد کے مقبرے میں دفن ہیں۔

مخدوم محمد لطیف

مخدوم محمد لطیف، مخدوم محمد مکی کے پوتوں میں سے تھے۔ آپ نے اپنے مرشد کے حکم سے پرگنہ لعل کے گاؤں میگام میں ورنگنگ چشمہ کے کنارے گوشہ نشین ہو کر ریاضت اور عبادت میں عمر گزاری۔ ۱۱ ذوالحجہ ۱۱۱۶ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی اور اسی چشمہ کے پاس آرام پذیر ہوئے۔

مولانا محمد آنی

آپ مولانا جامی کے شاگرد رشید تھے۔ عہدِ سلاطین کے زوال کے بعد کشمیر آئے۔ عالم باعمل تھے، خدمتِ خلق اور اصلاحِ دین کے لئے

ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ شیخ یعقوب صوفی ان سے اصلاح لیتے رہتے طبیعت موزوں پائی تھی۔ یہ شعر نمونہ کلام ہے ؎

عرق نشست زنیدم رُخ نکوی ترا
زمن مرنج کہ میخواہم آبروئے ترا

شیخ گنج بخش کے مزار میں دفن کیے گئے۔

شیخ محمد

شیخ محمد، حضرت ایشاں شیخ یعقوب صوفی کے سگے بھائی تھے۔ جوانی میں ہی باطنی کمال حاصل کر کے حضرت سے خطِ ارشاد حاصل کر کے ان کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ مرشد بزرگوار کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا مسعود نروری

بابا مسعود نروری کا لقب ملک التجار تھا۔ شمس عراقی، جو شیعہ مسلک رکھتے تھے اور اپنے آپ کو بابا اسمٰعیل کا مرید اور خلیفہ کہہ کر شیعہ فرقے کو فروغ دے رہے تھے، کے پاس بابا مسعود بھی ایک دن گئے۔ راستے میں ایک مردِ مومن نے آپ کو روکا اور اپنے ساتھ بُلبل لنگر سید احمد کرمانی کی خدمت میں لے گئے۔ ان کی نظرِ عنایت سے بابا مسعود کو درجہ کمال حاصل ہوا۔ اسی رات نماز استخارہ پڑھنے کے بعد سو گئے اور حضرت نبی اکرمؐ کو کشتی میں دیکھا، جسے تمام سہروردی حضرات رسّی ڈال کر کھینچتے تھے۔ یہ خواب سید علی کرمانی سے بیان کی تو انہوں نے مبارک دی

اور سہروردیہ سلسلہ کی تلقین اور تعلیم فرما کر اپنے ارادتمندوں کے حلقہ میں شامل کیا۔ دُنیا کا خیال دل سے مٹ گیا اور یادِ الٰہی میں مست ہو کر برگزیدہ بندۂ خدا بن گئے۔ سید احمد کرمانی کی وفات کے بعد آپ کو اُن کے فرزند ارجمند سید مسافر سے خط ارشاد حاصل کیا۔ آپ سید جلال کے باطنی فیوض سے بھی فیضیاب ہوئے۔ حضرت سلطان العارفین اور حضرت حاجی احمد قاری کے پاس زیادہ آنا جانا تھا۔ وہ تبرکات جو میر سید احمد کرمانی کو اپنے بزرگوں سے ملے تھے۔ سید مسافر نے رحلت فرماتے وقت خواجہ مسعود کو عطا فرمائے، جو اس وقت نرورہ میں موجود ہیں، ایک مقفل سربستہ ڈبہ ہے جس میں حضرت فاطمہ کا دوپٹہ، شہدائے کربلا کے خون آلود جامہا اور آنحضور کے نعلین مبارک ہیں اور اس جھنڈے کا پنجہ جو رسول اللہ جنگوں میں ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کا مقبرہ نرورہ میں ہے۔

خواجہ مسعود پانپوری

پانپور کے با اثر تاجروں میں سے تھے۔ عشقِ الٰہی میں غرق ہو کر دُنیا کو خیرباد کہا اور تین ماہ غار میں رہے اور غار سے باطنی اشارہ پاکر بابا داؤد خاکی کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ حضرت نے خلوت میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت نے حضرت ہردے ریشی کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا۔ آپ زعفران کاشت کر کے حلال روزی کماتے۔ رزق حلال کے سخت پابند تھے۔ آپ کے کشف اور روشن ضمیری کے بہت قصے ۱۰۲۱ھ میں ماہ صفر میں رحلت فرمائی۔ پانپور میں ان کی زیارت مشہور ہے۔

خواجہ محمد پارسا

خواجہ محمد پارسا، مسعود پانپوری کے بھائی تھے۔ باطنی تعلیم شیخ بابا داؤد خاکی سے پائی تھی۔ حضرت شیخ نے ان کی پرہیزگاری دیکھ کر ان کا نام پارسا رکھا تھا۔ خواجہ مسعود کے ساتھ ہی پانپور میں دفن ہیں۔

شیخ موسیٰ

شیخ موسیٰ، بابا داؤد خاکی کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ نہایت پرخلوص عبادت گزار، سادہ طبیعت بزرگ گزرے ہیں۔ اشہ براری میں دفن ہیں۔

مخدوم شیخ محمد اور مخدوم عبدالصمد

شیخ محمد اور عبدالصمد دونوں مشہور بزرگ حاجی موسیٰ کے فرزند تھے۔ شیخ محمد چونکہ مکہ میں پیدا ہوئے، اس لئے یہ شیخ مکی بھی کہلاتے تھے، دونوں بھائیوں نے اپنے والد کے زیر سایہ سلوک اور طریقت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنے والد کے ساتھ ایک ہی مزار میں دونوں بھائی دفن ہیں۔

شیخ موسیٰ زہگیر

شیخ موسیٰ زہگیر، زین الدین زہگیر کے بیٹے تھے۔ خواجہ رفیق کے زیر سایہ معرفت اور حقیقت کی تعلیم سے آگہی حاصل کی اور خواجہ رفیق کے خاص خلفاء میں سے گزرے ہیں۔ خطاء ارشاد خواجہ صاحب سے

حاصل کر کے تمام عمر خدمتِ خلق اور عبادت الٰہی میں گزار دی۔ آپ کے کشف و کرامات بہت حیران کن ہیں۔ ۱۶ ذوالحجہ ۷۵۰ھ کو انتقال کر گئے۔ محلہ قطب الدین پورہ میں دفن ہیں۔ تاریخ وفات "شیخ موسیٰ" ہے۔

خواجہ موسیٰ مانجوؒ

خواجہ موسیٰ پہلے خواجہ یوسف سے راہِ حق کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور اس کے بعد خواجہ رفیق کی خدمت میں جا کر سلوک کے مرحلے طے کئے۔ ریاضت اور عبادت میں ساری زندگی گزاری۔ علاقہ کوٹھار کے گاؤں نوگاؤں میں آپ کی قبر شریف ہے۔

خواجہ محمد

خواجہ محمد، خواجہ رفیق اشائی کے ذی قدر بیٹے تھے۔ اپنے والد بزرگوار ہی سے باطنی فیض حاصل کر کے اسرارِ الٰہی سے واقف ہو گئے۔ ایک دفعہ ایک مُردے کو تابوت میں لے جا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا اس میں کیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ مُردہ ہے۔ آپ نے پوچھا۔ کیسے اور کس طرح مرا ہے؟ یہ سنتے ہی مُردے نے تابوت سے آواز دی۔ اور یہ آواز سن کر خواجہ رفیق حال سے بے حال ہو گئے۔ ایک آہ بھری اسی دن خواجہ محمد بیمار ہو گئے اور انتقال کر گئے۔ باپ کی قبر کے ساتھ ان کی قبر ہے۔

خواجہ محمد بزاز

خواجہ محمد بزاز مشہور بزاز تھے۔ حضرت شیخ موسیٰ اکبروی سے

سلوک اور معرفت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تمام کاروبار کو بند کر کے راہِ حق پر گامزن ہوئے۔ مرشد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ خانقاہ معلیٰ کے صحن میں مرشد بزرگوار کی ہمسائیگی میں دفن ہیں۔

اخوند مُلا شاہ

آپ کا نام شاہ محمد اور وطن بدخشاں تھا۔ ہجرت کر کے کشمیر آئے۔ خدا شناسی کی دھن جوانی میں ہی تھی اور راہِ حق اختیار کی۔ میاں میر لاہوری کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقت اور سلوک کے مرحلے طے کئے۔ مدتوں تک قلندروں کے بھیس میں اور بزرگوں کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ توحید کی سربلندی کے لئے کشمیر پہنچے اور کوہ ماران کے دامن میں مسکن بنایا۔ شہزادہ دارا شکوہ نے ان کی عقیدت میں مالی و جانی امداد دی۔ اخوند کے زمانے پر پتھروں کی خانقاہ اور دل پسند باغ بنائے۔ جب آپ کے بھائی اور رشتہ دار یہاں پہنچے تو آپ نے مستقل سکونت اختیار کی۔ حضرت اخوند عمر بھر اکیلے رہے، کبھی شادی نہ کی۔ بہت سے لوگ ان سے باطنی فیض پاتے رہے۔ آپ کو اللہ نے موزوں طبیعت بھی بخشی تھی۔ ایک لاکھ اشعار پر مشتمل آپ کا دیوان ہے۔ جو معرفت اور وحدانیت کے مخزن ہیں۔

ایک دن شاہجہان نے موسیٰ خان کو امتحان کے لئے ان پاس روانہ کیا۔ جناب نے موسیٰ خان کی کوئی عزت نہ کی۔ خان نے کہا۔ میں موسیٰ خان ہوں۔ اخوند نے کہا۔ ہم محمدی ہیں، موسوی اور عیسوی کو نہیں جانتے۔ ہمیشہ ہی آپ توحید کے سمندر میں ڈوبے رہتے تھے۔ بابا نصیب غازی

ان کے پاس بڑی جماعت لے کر ملاقات کے لئے آئے۔ اخوند نے فرمایا۔ کثرت ضد وحدت ہے۔ حضرت بابا نے فرمایا، وحدت کثرت میں ہے۔ جب عالمگیر نے داراشکوہ کو قتل کرایا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تو حضرت اخوند کو بھی طلب کرایا۔ حضرت اخوند لاہور پہنچے اور وہاں ہی امید و بیم میں کئی سال گزارے۔ فرماتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے میرا اول اور آخر کا انجام مسافرت ہی رہا۔ مرنے سے پہلے پالکی میں سوار ہو کر مرشد بزرگوار کے قریب زمین خرید کر وصیت فرمائی کہ مجھے اس زمین میں دفن کیا جائے۔ رحلت کی رات کو ملا محرم اور میاں اسمٰعیل لاہوری کو اپنے مرنے کی خبر دی اور تجہیز و تکفین کی تاکید کی۔ یہ دونوں ان کے سرہانے بیٹھے اور اخوند نے اپنی وفات کی تاریخ اپنی زبان سے کہہ کر زبان بند کی۔ داد در توحید ملا شاہ جان ۱۰۷۲ھ

یہ رباعی ان کی طبع زاد ہے۔

از علم اگر کسی با خبراست
قطعہ رہ یارش پیر شاہ پیراست
از ذکر و فکر اگر جہاں را اثراست
قربان نظر شوم کہ کارش دگر است

یہ شعر مقام فنا کے بارے میں ہے۔

شاہجہان آفریں جائے سرا بگرفت
گفت تو بر خیز شاہ جائے تو شد جائے ما

بابا مجنون نروری

بابا مجنون نروری، بابا حاجی کے بیٹے اور ملا جمال سیالکوٹی کے

شاگرد تھے۔ ملا جمال سیالکوٹی کی وفات کے بعد ان کے فرزند ابوالقاسم کی تربیت میں علمی کمالات حاصل کئے۔ علم طب میں کمال حاصل کر کے کشمیر میں یونانی طب کو رواج دیا۔ حکیم شریف گانی اور عبدالرحیم اشائی جیسے نامور طبیب پیدا کئے۔ علم باطن کا زور پکڑتا گیا تو اپنے چچا بابا عبداللہ سے تربیت پائی۔ مرشد بزرگوار سے خط ارشاد ملا تو نہایت شرعی انداز سے احکام رسول کے تحت زندگی بسر کی۔ ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۶۶ھ کو رحلت کی نروره میں دفن ہیں۔ تاریخ

گفت ہاتف ستونِ دین افتاد

اخوند مہدی علی کبروی

دونوں حضرات علی کبروی اور میر شمس الدین خواجہ حبیب نوشہری کے خلیفہ تھے۔ آپ نے خواجہ حبیب اللہ نوشہری سے سلوک اور طریقت کی منزلیں طے کیں اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے لئے سرگرم عمل رہے ریاضت اور مجاہدہ میں آپ کا ثانی نہ تھا۔ کشف وکرامات میں بھی اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ سادہ زندگی، فقر و فاقہ ان کی زندگی کا شعار تھا۔ محلہ بتلک پورہ میں دفن ہیں۔

شیخ محمد فاضل

اللہ نے راہ حق پر ڈالا خواجہ محمد بزاز کے مرید ہوئے۔ ان کی تربیت سے ظاہری اور باطنی علوم میں رسائی حاصل ہوئی۔ حج بیت اللہ کیا۔ واپسی پر سفر میں بڑے بڑے بزرگوں سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

ڈل کے کنارے جنگ گاؤں میں عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوئے۔ آخری عمر میں نکاح کیا اور خندہ بون محلہ میں رہائش اختیار کر کے بچوں کو تعلیم دینے لگے۔ انتقال کے بعد مزار ملہ بابا میں دفن ہوئے۔

ممہ بٹ

ممہ بٹ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ پانپور کا زمیندار اللہ کی خوشنودی حاصل کر کے ایک پیر کامل بٹہ مالو کی رہنمائی میں بڑا بزرگ بن گیا۔ تمام عمر ریاضت میں گزاری۔ مرشد نا مدار کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ معروف

شیخ معروف نے پہلے ابو مظفر دہلوی سے پھر مُلا شاہ کی خدمت میں رہ کر طریقت اور علمِ تصوف کی منزلیں طے کیں۔ ایک دن ایک آدمی ان کے پاس جامع مسجد کے خطیب بننے کی نیت سے چُپ چاپ ایک طرف بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا۔ صبر کرو جلد ہی تم امامت سے نوازے جاؤ گے۔ چند دنوں کے بعد اللہ کرنا ہُوا کہ جامع مسجد کا امام انتقال کر گیا اور آپ ان کی جگہ جامع مسجد کے امام ہو گئے۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

مُلا محمد

مُلا محمد، نورہ بابا زوری کے شاگرد تھے۔ قصبہ سوپور میں کچھ عرصہ

قیام کرکے کئی چلے کاٹے۔ سرینگر میں محلہ ویدہ مر میں دریائے جہلم کے کنارے گھر بنا کر نکاح کیا۔ صالح اولاد رکھتے تھے۔ عالم باعمل اور صاف باطن روشن ضمیر بزرگ تھے۔ آپ کا مقبرہ ویدہ مر میں مرجع خاص و عام ہے۔

مُلا محمد مراد

مُلا محمد مراد، محمود الشریف کے بیٹے اور تصوف میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ مُلا محسن کھشو جیسے عالم بزرگ ان کے شاگرد تھے۔ مُلا طیب اور خان بابا سے ملاقات تھی۔ اوّل ماہ صفر ۱۰۸۹ھ میں رحلت کرگئے۔ تاریخ وفات۔ بادر جنت اعلیٰ جائش ہے۔

شیخ محمد مومن

شیخ محمد مومن، شیخ محمد شریف کول کے بیٹے تھے۔ تربیت اپنے والد سے پائی۔ توحید پرستی کا جذبہ شدت سے تھا۔ مگر اپنے آپ کو ملامتی فرقہ سے منسوب کیا تھا۔ صاحبِ حال اور کمال تھے۔ جب اس دنیا سے رحلت کرگئے تو خواجہ رفیق کے مزار میں دفن ہوئے۔

شیخ محمد

شیخ محمد، شیخ محمد شریف کا بیٹا تھا۔ عبادت اور مجاہدہ میں عمر بسر کی۔ ایک دن گھر والوں سے کہا۔ آج اپنے گھر کا سامان کہیں دور لے جاؤ۔ اسی رات محلہ میں آگ لگ گئی۔ ان کا گھر بھی جل گیا۔ ۷ محرم ۱۰۸۲ھ کو رحلت فرمائی، جد کے بازار میں دفن ہیں۔

صوفی محمود نقشبندی

صوفی محمود، حضرت سرہند کے خلیفوں میں سے تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی مہربانی سے باطنی علم حاصل ہوا۔ اس کے بعد مشہور بزرگ شیخ عبداللہ سے تربیت طریقت پائی۔ باکمال لوگوں میں شمار تھا۔ قلعہ کے باہر دفن ہیں۔

میر محمد مُراد

میر محمد مراد، امیر مومن کے بھائی تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے باطنی تعلیم حاصل کر کے راہِ حق میں سرگرداں رہے اور خدمتِ خلق میں مصروف ہو گئے وقت کے مانے ہوئے بزرگ تھے۔ ۱۲ صفر ۱۱۲۱ھ میں رحلت فرمائی۔ بھائی کی قبر کے ساتھ ملہ کھاہ میں دفن ہیں۔ قاضی موسیٰ شہید کے متصل ان کی نعش سپرد خاک کی گئی۔ تاریخ وفات ہے "شیخ دہر"۔

مہدی بابا

مہدی بابا، حافظ عبداللہ کے بھائی تھے۔ بھائی سے باطنی تربیت پائی۔ اور آپ مجاہدہ اور مشاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ بھائی کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ موسیٰ نقشبندی

شیخ موسیٰ، مُلا نازک کے مرید تھے۔ مُلا نازک نے ان کی تربیت اس پیمانے پر کی کہ صاحبِ کمال ہو کر دنیا کو الوداع کہا اور کچھ عرصہ خدمتِ خلق

اور کچھ یادِ الٰہی میں گزاری۔ تاشون میں دفن ہیں۔

شیخ محمد مُراد رفیقی

شیخ محمد مراد، شیخ محمد شریف کے بیٹے تھے۔ عالم باعمل بزرگ گزرے ہیں۔ علم فقہ اور حدیث میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ خود مصنف تھے۔ علم کے ہر شعبہ پر مستند کتابیں لکھنے کی کوشش فرمائی۔ عین شباب میں چل بسے۔ کتاب "انتباہ فی ذکر الاولیاء" ان کی تصنیف ہے۔ نمونہ کلام

از غم ہجراں گرفتارم دریغ	نالہ زاری ازاں دارم دریغ
در فراق یار سوزانم چو شمع	زاں ہمیشہ اشک ہا بارم دریغ

شیخ محمد چشتی عرف رادھو

شیخ محمد چشتی نے چار برس کی عمر سے تعلیم شروع کی۔ اول حیدر چرخی سے تعلیم حاصل کی۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ کچھ مدت درس دیتے رہے۔ شیخ محمد علی چشتی سے چشتیہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ عمر بھر پابندِ شریعت رہے۔ شہرت اور خود نمائی سے نفرت تھی۔ عمر کے آخری حصے میں عیال داری کی وجہ سے دوبارہ مدرسی کی۔ بڑے باکمال بزرگ تھے۔ ذکر جہر چشتیہ طریقے سے بلند آواز میں کرتے تھے۔ علم تصوف میں ایک لاکھ اشعار ان کے طبع زاد ہیں۔ نثر میں بھی کچھ تصانیف ہیں انہی کے وقت میں موئے مبارک کشمیر لایا گیا۔ موئے مبارک کی زیارت بخشوانے کا شرف ان کو حاصل تھا۔ ۸۰ برس کی عمر میں ۱۵ شوال ۱۱۲۶ھ کو وفات پائی۔ آپ محلہ باغ یوسف شاہ میں دفن ہیں۔

عبدی شاہ

عبدی شاہ عجیب و غریب مردم تھے۔ مستانہ طبیعت پائی تھی۔ زبان کیا تھی حکم خدا تھی۔ ایک دن اپنے آپ ہی سے کہتے تھے کہ آرام جاتا ہے حمام جاتا ہے دریا جاتا ہے پل جاتا ہے اسی ہفتہ میں سیلاب آیا اور شہر کو بہا کر لے گیا۔

عنایت شاہ

عنایت شاہ سلطان میر کے مرید تھے۔ جب تک آپ کے مرشد زندہ تھے ہوش و حواس قائم تھے۔ مرشد کی وفات کے بعد دیوانگی اور مستانہ پن چھا گیا۔ ننگے پاؤں چلتے۔ کبھی ہنستے کبھی روتے اور کبھی دوڑتے تھے۔ اگلے اور پچھلے حال سے متعلق صاف صاف خبردار کرتے رہتے تھے۔ پرگنہ شاہ آباد کے گاؤں تہمن میں دفن ہیں۔

شاہ عبدالرحمٰن قلندر

شاہ عبدالرحمٰن کا والد باورچی گری کرتے تھے کہتے ہیں کہ حضرت شاہ مادر زاد ولی تھے۔ بالغ ہو کر ہندوستان میں شاہ محمد روشن کی خدمت میں جا کر بہت مدت تک ان کے پاس رہے۔ سلوک کے مراحل طے کر کے اور ارشاد کی سند حاصل کر کے مرشد کی اجازت سے واپس کشمیر آئے۔ مدتوں عزلت نشینی میں رہے۔ پہلے بارہ مولہ کی پہاڑی پر پھر سید محمد امین اویسی کے محلہ میں جہاں ان کا اصلی گھر تھا برسوں رہے۔ اس کے بعد اسلام آباد گئے اور خانقاہ رشی میں کئی برس عبادت میں گزارے خانقاہ معلی میں ایک عبادت گاہ تعمیر کرا کے باقی عمر وہیں گذاری آخری عمر میں مستی اور مدہوش غالب آگئی۔ اور مجذوب ہوگئے۔ شریعت کی پابندی سے گئے نچلا دھڑ بیٹھ گیا۔ سلی نامی عورت ان کی خدمت کرتی تھی۔ حاجتمندوں کو اسکے ذریعے ہی جواب دیتے تھے۔ جواب گالیوں میں دیتے تھے۔ جو کچھ سامنے بیٹھنے والوں کے دلوں میں گذرتا آپ کہتے۔

میر بہاؤالدین منطقی جو ان کے خاص خلیفہ تھے ان کے مجذوب ہونے پر نئے کالبوں اور

پرانے مریدوں کی ترتیب ان کی اجازت سے کرتے تھے۔ اور حضرت میر کو آخون کا لقب دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میر بہاؤالدین نے التماس کی حضرت اس زمانے میں ابوالوقت کون ہے۔ فرمایا کہ ابوالوقت وہ ہوتا ہے جس کے حکم سے دنیا کا ہر کام ہو۔ اگر بھونچال کے ارادے سے زمین پر پاؤں مارے تو زمین حرکت میں آکر ہل جائے گی۔ حضرت میر کے یقین کے لیے زمین پر پاؤں مارا تو بھونچال آگیا۔

ایک دفعہ خراسان کا شہزادہ ان کی ملاقات کو آیا حضرت نے خادموں کو حکم دیا کہ مہمان کے لیے مکلف کھانا تیار کریں اور اسی وقت بارش سروع ہو گئی خادموں نے مینہ بند ہونے کے لیے التماس کی اور ان کے صحن میں بارش کا ایک قطرہ تک نہ برسا۔ اور مجلس ختم ہونے تک یہی حال رہا۔

سردار عبداللہ خان کنواری لڑکیوں کو لوگوں سے جبراً اٹھا لیتے تھے۔ ایک دن میر بہاؤالدین نے ان کے پاس شکایت کی آپ قہر میں آگئے کاغذ اٹھا کر میر بہاؤالدین کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ تاکہ کسی دوسرے کو اس ملک کا حاکم بنا دوں۔ کچھ دن بعد فرمایا آج میں بہت تھکا ہوا ہوں حاضرین نے عرض کی حضرت کس کام سے تھکے ہوئے ہیں۔ آج وزیر مختار الدولہ کی فوج کو دریائے اٹک کے اس پار کر رہا تھا۔ کچھ دن گذرے مختار الدولہ کشمیر پہنچا۔ عبداللہ خان کی جگہ اکھیڑ کر عطا محمد خان کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر حملہ کیا لیکن ان کے زندگی میں کامیاب نہ ہو سکا۔ غرض آپ وقت کے بہت بڑے ولی اور اپنے وقت کے قطب عالم تھے۔ ۱۲۳۳ھ کو رحلت کر گئے خانقاہ معلیٰ کے پڑوس میں ان کے نعش سپرد خاک ہوئی۔ تاریخ

چوں زدنیا روئی دل بر تافت گفت ہاتفی

زوبفر ودس بریں آں قطب رحمانی علم

غیبی شاہ مجذوب

غیبی شاہ حضرت سلطان العارفین کے وقت میں ان کا ظہور ہو گیا۔ یہ آئینہ جہاں نما تھے۔ داؤد

خاکی عام طور پر ان کے پاس جاکر حقیقت کی باتوں کی تحقیقات کرتے تھے۔ صاحب اسرار الدبرار لکھتے ہیں کہ غیبی شاہ کسی کے مخاطب ہو کر بات نہیں کرتے تھے۔ حرف لدی اور اتنی بول کر جو کہنا ہوتا تھا کہتے تھے۔ جو مانگنا ہوتا تھا مانگتے تھے۔ جس کسی نے اپنا حال سنانا ہوتا ان سے من وعن سنتے۔ حضرت ہررے ریشی کے روضہ میں دفن ہوئے جس شاہ نے تاریخ کہی ہے۔

زسلطان غیب شاہ دریا اسرار!! بس اسرار غیب آمد بساجل!!
چنیں مجذوب باکشف وکرامات بوازنادرات اے یار عاقل
بسے مردم مقرش دردلایت باشراف تبورش نیز قائل
بشارت گوی منویات اصحاب ظریف وناصح خوش گوئی باذل
بحال مخلصان حاضر وغیب ہمیشہ فیض اوبودہ است شامل
چواز فیاضی کامل بود تاریخ پۓ خوش نجوان از فیض کامل

غیبی شاہ ثانی

غیبی شاہ خواجہ مسعود ندوی کے چیلے تھے شوگہ بلا پیر صحبت تھے۔ نشہ تو پیر نے زور پکڑا۔ جنگلوں ویرانوں میں پھرنے لگے۔ دوسروں کے دلوں کی باتیں اوران پر آنے والے واقعات کی خبریں علانیہ کہتے تھے۔ وکون پہاڑ پر انتقال کیا۔ اوراچانک وہاں ایک آدمی پہنچ گیا۔ دیکھا کہ ایک ریچھ لاش کی رکھوالی کررہا ہے۔ لوگ وہاں گئے اور لاش کو لاکر ترال میں دفن کیا۔

میر فاضل مجذوب

میر فاضل عالم بھی تھے اور خوش نویس بھی۔ غیبی کچھ ان پر ایسا اثر ہوا کہ مجذوب ہو گئے اور بن بن اور بستی بستی دیوانوں کی طرح پھرنے لگے آخر میں فیروز شاہ بچھباڑی کے مقبرے پر بیٹھ کر سکونت اختیار کی اور برسوں وہیں رہے۔ جنون اور دیوانگی کے آثار دور ہوگئے۔ پرہیزگاری اور خدا ترسی میں عمر گذار کر چلے گئے۔

فیروز شاہ اول

فیروز شاہ محمد کے بھائی تھے۔ بابا نصیب الدین غازی کے منظور نظر تھے۔ مستی اور مدہوشی کا غلبہ ان پر تھا۔ سنگس کروت میں سپرد خاک ہوگئے۔

فیروز شاہ ثانی

فیروز شاہ ثانی بھی نصیب الدین غازی کے چیلوں میں سے تھے۔ کڑے اور انگوٹھیاں پہن کر ایک کوا ہاتھ میں لیے پھرتے تھے۔ کسی کے بارے میں یا آنے والے واقعات پر جو کچھ زبان سے نکالتے تھے وہی کچھ ہوتا تھا بجبہاڑہ میں دفن ہیں۔

فیروز بابو

فیروز بابو ہندو تھے۔ ایک قلندر کی نظر توحید نے ان کو مسلمان بنایا مگر افسوس کہ مجذوب تھے۔ مستی میں چپکے چپکے باتیں کرتے تھے۔ جس کو لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔

قد شاہ

قد شاہ شاہ بنگھا کے مریدوں میں سے تھے ننگے پاؤں پھرتے تھے ایک منکا کندھے پر رکھ کر لوگوں کو مفت میں پانی پلاتے تھے حضرت بل میں دفن ہیں۔

بابا قادر

بابا قادر عبداللہ نروری کے پوتوں میں سے تھے۔ بابا رضا نے نظر روحانی ان پر ڈالی یاد خدا میں لگ گئے دنیا ترک کی سالکانہ وضع میں دن گذاری کرنے لگے بابا رضا کی وفات میں مست اور مجنوں ہوگئے سوپور اور کامراج میں مستی میں چکر کاٹتے گردش پر گردش لگاتے نظر آتے تھے۔ لوگ ان کے بڑے معتقد تھے۔ جہاں بھی گانا جانا ہوتا پہنچ جاتے تھے۔ ہر بات جو زبان سے نکالتے پتھر کی لکیر ثابت ہوتی تھی۔ کبھی کبھی دو دو تین تین بے ہوش پڑے رہتے تھے وفات کے حمل کے گاؤں ترگہ پورہ میں دفن ہوئے۔

خواجہ حیدر منٹو معروف بہ چرخی

ان کے والد بزرگوار خواجہ فیروز' خواجہ عبدالشہید اصراری کا معتقد تھے۔ ایک دن باتوں باتوں میں مرشد بزرگوار سے کہا کہ چار لڑکیوں کا باپ ہوں لیکن بیٹے کی دولت سے محروم ہوں۔ حضرت خواجہ نے دعا فرمائی اور تسلی دے کر ایک صالح بیٹے کی بشارت دی۔ خواجہ فیروز وطن واپس آئے۔ نو برس گذرنے پر خواجہ حیدر متولد ہوئے۔ سات برس کی عمر تھی اور عبادت اور ریاضت کے کاموں میں مشغول ہو گئے

مرتے دم تک کوئی سنت اور کوئی اچھا کام عبادت اور خدمت خلق کئے بغیر نہ چھوڑا۔ پہلے حضرت بابا نصیب غازی سے ظاہری اور باطنی تعلیم حاصل کرتے رہے پھر ملا جوہر فانت کی خدمت میں دوڑے۔ پھر شیخ عبدالحق دہلوی سے علم و عمل کے سارے مرتبے حاصل کر کے اطمینان قلب پایا۔ قرآن خوانی میں کمال حاصل تھا عرفان میں بے مثل تھے حکام وقت کی منت کرنے پر قاضی کے عہدے کو قبول نہ کیا۔ بلکہ اسی کے ڈر کی وجہ سے شہر بھاگ گئے۔ بیٹوں کو بھی قاضی گری کرنے سے منع فرمایا۔ ۲۲ صفر ۱۰۵۷ھ میں انتقال فرمایا۔ اور اسلاف کے مقبرے میں دفن ہوئے۔

شیخ حاجی حسن

حاجی حسن بابا نصیب الدین غازی کے برگزیدہ خلیفوں میں سے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ حضرت بابا کے امام تھے تنہائی اور گوشہ نشینی میں عمر بسر کی۔

شیخ حسن لالو

شیخ حسن لالو۔ لالہ قبیلہ والوں کی مسجد میں امامت کرتے رہے ہیں۔ آپ علاقہ لار کے ایک گاؤں قرسن کے باشندے تھے۔ ہندوستان گئے تو راجو جی کی خانقاہ میں ٹھہرے بابا نصیب الدین غازی سے معرفت اور طریقت کا درس لیا اور حد کمال تک پہنچ گئے۔ ان کی خدمت بہت عرصہ تک انجام دیتے رہے آخری عمر میں شادی کی حضرت بابا آزردہ ہو گئے۔ شرم کے

مارے ان کی ملازمت ہی چھوڑ دی بڑھاپے میں ابو الفتح کلو کے مدرسہ میں آکر شریعت کے مسئلے سیکھتے تھے۔ صاحب کرامات تھے ہنگامہ آرائی سے نفرت تھی انتقال کے بعد مخدوم کے صحن میں دفن کیے گئے۔

خواجہ حسن تمل

بابا نصیب الدین غازی کے مریدوں میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ و پیراستہ تھے فاقہ ' قناعت اور ریاضت ان کی زندگی کا شعار تھا۔ توکل اور صبر کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا لمبی عمر پا کر آخر سوئے عدم چلے بونہ کدل کے آس پاس دفنائے گئے۔

حاجہ بابا

حاجہ بابا کا اصلی نام عبدالرحمٰن تھا۔ حاجہ بابا بابا نصیب الدین غازی کے خاص خلیفہ تھے۔ اکثر مریدوں کی تربیت کی ذمہ داری حاجہ بابا کے سپرد تھی۔ حاجہ بابا گاؤں گاؤں قریہ قریہ جاتے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے اور وحدانیت اور رب جلیل کی نعمتوں کا ذکر کر کے راغب اسلام کراتے! جگہ جگہ مسجدیں تعمیر کرائیں۔ راجور جی کی خانقاہ کے نزدیک خلوت نشین ہوئے دن کو روزہ دار اور رات کو شب بیدار رہتے۔ لاقہ پھاگ کے گاؤں کنجہ نولوگ میں چالیس برس تنہا رہ کر گزار دیئے آخر شادی کی۔ بیج بہاڑہ میں وفات پائی اور مرشد بزرگوار کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

شیخ حسین

شیخ حسین بابا نصیب الدین کے خلیفوں میں سے تھے۔ وقت اور زمانے کے عظیم صاحب کشف و کرامات میں سے تھے۔ تمام عمر لوگوں کی خدمت گزاری میں گزار دی۔ ایکدفعہ ایک مرید اپنے ساتھ ایک جماعت ان کے گھر لایا اور ساتھ ہی ایک مریض بھی شیخ حسین نے کہا کہ اگر آپ میں سے کسی کو مرنا ہو گا تو وہ آج اسی گھر میں مریگا۔ چنانچہ ان میں سے صحتمند اور توانا آدمی اسی رات انتقال کر گیا۔ آخری عمر ہندوستان کو گئے اور بیجاپور پہنچ کر انتقال کر گئے اور

وہیں دفن ہوئے تاریخ وفات ۱۱۰۸ھ

چوں زدنیا شد حسین وہاتفی گفت آشدار

سال تاریخ وصالش بلبل باغ طلب

شیخ حیدر

شیخ حیدر بابا نصیب کے مرید تھے مرد کامل تھے عبادت گذاری 'روزہ داری' شب بیداری میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ایکدن دیوہ سر جارہے تھے راستے میں ایک جماعت سامنے آئی انہوں نے ان کو ایک کاغذ دکھایا اور فاتحہ پڑھوائی بابا نے کہا وہاں ایک مرید ہے اس کی حفاظت کی جائے انہوں نے کہا میرے مرید کو کہیں کہ فلاں دن دہی اور روٹی گھر کی چھت پر رکھے حضرت بابا نے مرید کو بلوا کر اور اس کو شیخ حیدر کے کہے پر عمل کرنے کے لیے کہا مقررہ دن آیا تمام گاؤں کو آگ لگ گئی سوائے شیخ حیدر کے مرید کے گھر کے۔ اور جب مرید گھر کے اوپر دیکھا تو تھال میں روٹیاں اور دہی غائب ہے۔ رحلت پر گنڈ ابراہیم علاقہ شادرہ میں دفن ہوئے سال وفات ۱۰۷۴ھ ہے

بہر سال وصل حیدر ہاتفے! مرشد اہل عبادت بودہ گفت

خواجہ دلی الماس

خواجہ علی عباس بابا نصیب الدین غازی کے مریدوں میں سے تھے اللہ اور رسول کے حکم کی سختی سے پیروی کرنے والے بزرگ تھے موضع وسن علاقہ بانگل میں دفن ہیں۔ شیخ حیدر بابا نصیب الدین غازی کے خلیفوں میں سے تھے عالم باعمل تھے پرگنہ اولر کے گاؤں گیرو میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ گیرو میں ہی ہمیشہ کیلئے ابدی آسودگی حاصل کر گئے ہیں

میاں حسین چتی

میاں حسین چتی کو تواتی طبقے سے تھے۔ آپ نے بابا نصیب الدین غازی کی خدمت کی لیکن یہاں کچھ حاصل نہ ہونے کے سبب ہندوستان کا رخ کیا۔ شاہ تمکین چتی کے دربار سے موسی

کلبی اور خدا شناسی کی تمنا پوری ہوئی۔ باطنی طور پر کافی کمال حاصل کیا اور خلافت کا درجہ حاصل کیا۔ واپس کشمیر آئے تو نو ماہ کے بعد ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام یحیٰ رکھا گیا۔ بالغ ہونے پر یحیٰ نے والد بزرگوار سے طریقہ چستیہ اپنایا اور اس طریقہ کی ترویج کرتے رہے آخری عمر تک عبادت میں کبھی تغافل نہ ہوا۔

مخدوم شیخ محمد معصوم ور مخدوم حسین

شیخ عبدالواحد کے بیٹے تھے دونوں ظاہری اور باطنی علوم سے بہرہ مند تھے مخدوم حسین نے ملکوں کی سیر و سیاحت میں ملک کے نامور خدا پرستوں اور مشائخ سے ملاقات کی کشف و کرامات والے تھے۔ صاحب دل اور روشن ضمیر تھے۔

مولانا حسن لنکر

خواجہ حسن لنکر کے ہر فن مولیٰ اور چہیتے بزرگوں اور مریدوں میں سے تھے معرفت طریقت اور شریعت سے واقف تھے۔ ریاضت شاقہ کے عادی تھے اپنے پیر باصفاء کے ساتھ مدفون ہیں۔

میر حبیب اللہ

میر حبیب اللہ خواجہ حسن آفاقی کے بیٹے تھے۔ آپ نے شاہ قاسم حقانی سے معرفت اور طریقت سیکھی۔ ایک روز مسجد جامع سے نماز پڑھ کر نکلے ایک کوڑھ کے مریض نے التماس کی کہ حضرت جو داشتہ رقم تھی وہ سب مرض پر علاج کے سلسلے میں خرچ کی اب بے سر و ساماں ہوں میرے لیے دعا فرمائیں آپ نے انکے حق میں دعا کی اللہ نے انکو شفاء بخشی اور دعا سے قبل میر حبیب اللہ نے مریض کو کہا کہ پانی کا گھڑا بھر کر لاؤ اس نے حسب حکم پانی کا گھڑا لایا انہوں نے زبان کا لعاب اس گھڑے میں ڈال کر کہا کہ اس سے نہاؤ اس نے اسی گھڑے کے پانی سے نہا کر شفایابی حاصل کی۔ اپنے والد کے مزار میں دفن ہیں۔

خواجہ حبیب اللہ کافی عرف عکار

خواجہ حبیب اللہ کافی کشمیر کے نامور رئیس خواجہ ابراہیم کافی کے بیٹے تھے۔باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔آپ کو اللہ نے حسن صورت اور سیرت دونوں سے سرفراز کیا تھا۔حضرت یعقوب دار نے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات پا کر انہیں روحانی فرزند بنالیا تھا۔حضرت شاہ حقانی سے سلوک کی تعلیم حاصل ہوئی حضرت شاہ حقانی نے حج سے واپسی پر خود فرمایا اس جوان کو مدینہ شریف میں حضرت محمد ﷺ نے مجھے سپرد کیا" آپ کو مراقبہ کی تعلیم بھی شاہ حقانی سے ملی شاہ حقانی فرماتے تھے میں اپنی دولت کے تین حصوں میں دو حصے خواجہ حبیب کو دیئے ہیں آخر کار حبیب اللہ کافی کو خرقہ ارشاد سے سرفراز فرمایا۔اور ارشاد کے بعد بانہال میں خلوت نشین ہوئے حضرت محمد ﷺ ایکدفعہ خواب میں آئے اور ان سے کہا ہر کہ افتاد قبول تو قبولم افتادم اور جب اوراد وتحیہ پڑھتے ہوئے میں نے الصلوٰۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین سردار دوعالم نے اپنا پر تو مجھ پر ڈالتے ہوئے کہا یہ فقرہ تمہاری زبان سے مجھے خوش آیا اس کو تین بار دھرایا کرو۔حضرت باطنی بھیدوں کے اور خدائی مہربانیوں کے سرچشمہ تھے علم طب سے بھی واقف تھے۔ایکدفعہ ایک شخص نے کہا میری نبض دیکھئے آپنے کہا میں حکیم نہیں ہوں جاؤ وہ نکلا ہی تھا کہ مر گیا۔ایک دفعہ ایک شخص نے کہا میری بیٹی گم ہے آپ نے کہا دریا میں تلاش کرو دریا سے بے ہوشی کی حالت میں نکالا اور جب ہوش میں آئی تو اس نے سب کچھ بتا دیا ایک دفعہ شیطان ان کی مجلس میں آکر باتیں کرنے لگا۔خواجہ نے کہا اگر سجدہ کیا ہوتا تو مردود نہ ہوتا شیطان نے کہا میں نے چاہا تھا مگر اس وقت کسی خاص طاقت نے مجھے اس سے روکا۔ان کا ایک مرید لاہور گیا تھا۔اس کی ماں نے اسکی تاخیر پر سخت پریشانی کا اظہار کیا۔حضرت کی دعا سے دوسرے دن وہ محلہ کی مسجد میں پہنچ گیا ۷۰ برس کی عمر کے بعد انتقال کر گئے۔۲ رجب ۱۰۸۰ھ کو انتقال فرمایا قطب الدین پورہ محلہ میں دفن ہیں۔

خواجہ حبیب

خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے مرید تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ مجاہدہ اور مشاہدہ میں یکتا تھے۔ اپنے مرشد کامل کی طرح سماع وجد اور مستی ان کی عبادت کا خاصہ رہا قلندرانہ خصوصیات کے بزرگ گذرے ہیں۔

خواجہ محمد حسین

خواجہ محمد حسنی خواجہ محمد بزاز کے مریدوں میں سے تھے۔ پرہیزگاری اور عبادت میں یکتائے روزگار تھے۔ اپنے مرشد کے ساتھ دفن ہیں۔

خواجہ حبیب لٹو نے مولانا ابوالفتح کلو سے دنیائی تعلیم حاصل کی۔ میر علی قادری سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی جہاں بھی کوئی خدارسیدہ بزرگ تھا اس سے ملاقات کی بہت ہی پرہیزگار اور صاحب ارادت تھے۔ ۱۱۰۵ھ میں رحلت فرمائی۔ زینہ کدل میں دریا کے کنارے دفنائے گئے ۳۰ برس کے بعد قبر میں رخنہ ہو گیا لوگوں نے نعش کو وہاں سے نکال کر ان کے گھر کے صحن میں پھر دفن کی۔ تاریخ ہے۔

نہال از ہاں شد حبیب خدا۔ ۱۱۰۴

میر حسن قادری

میر حسن قادری میر احمد کے بیٹے تھے اور میر نازک قادری مشہور زمانہ بزرگ کے پوتے تھے۔ آپ اپنی ریاضت اور پارسائی میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ حسن

شیخ حسن حاجہ بابا کے رفقاء میں سے تھے۔ آپ حضرت نور محمد پروانہ کے خلیفہ تھے ریاکاری سے پاک خداترسی اور پرہیزگاری میں لاجواب تھے۔ صاحب صفا بزرگ تیلوانی پورہ میں ۱۱۲۱ھ میں وفات پائی۔ آپ تیلوانی پورہ ہی میں دفن ہیں۔

میرزا حیات بیگ

میرزا حیات بیگ، شیخ آدم نیوری کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ محمد علی سے جو دہلی میں مقیم تھے سلوک اور طریقت کی تعلیم حاصل کی عشق الٰہی میں حد سے زیادہ سرمست تھے کشمیر میں ایک معمولی عہدہ پر فائز تھے۔ تبلیغ اور اصلاح کرتے رہے۔ توحید کی تعلیم اور سنت نبوی سے لوگوں کو اپنی استعداد کے مطابق آگاہ کرتے رہے ۲ ذی الحجہ ۱۱۲۰ھ کو اس دنیا سے چل پڑے۔ حسن آباد کے باغ میں جو خود ہی خرید اتھا دفن کیے گئے۔

باباحیات

باباحیات بابا عثمان کے قابل قدر بیٹے تھے اپنے والد سے روحانی تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۴۲ھ کو انتقال کر گئے باپ کی قبر کے ساتھ دفن ہیں۔

خواجہ حسن بچھ

خواجہ حسن کے واد کشمیر کے سوداگروں میں سے تھے۔ سوداگر زادہ ہونے کے باوجود دنیا کے کام اور دھندے کے ساتھ ان کا دل نہ گیا اور راہ عرفان کی تلاش میں سرگرداں ہوئے شیخ مظفر دہلوی سے تربیت پاکر ملا شاہ خطا ارشاد حاصل کیا۔ تمام عمر مجاہدہ اور ریاضت میں گذار کر ملہ کھاہ میں دفن ہوئے۔

خواجہ حسین

خواجہ حسین حبیب اللہ عطار کے دوستوں میں سے تھے۔ ایک دن ہارہ کی سڑک پر بیٹھے ہوئے راستے پر چلنے والوں میں سے جس شخص پر بھی ان کی نگاہ پڑی وہیں بے ہوش ہو کر گرا۔ خواجہ حبیب اللہ عطار کو جب اس واقعہ کی خبر ملی موقعہ پر گئے ہتھکڑی ڈال کر مسجد کی کوٹھڑی میں بند کیا۔ چالیس دن تک قوال نغمہ سرائی کرتے رہے اور چالیس دن کے بعد حضرت خواجہ نے اپنے ہاتھ سے ان کے آنکھیں بند کیں اور وہ ہوش میں آگئے ان کو دردہ

پورہ باغ کی حفاظت کے لیے مامور کیا وہاں ایک عورت پر عاشق ہوگئے عورت کے خاوند پر ان کا حال کھلا اس نے ان کو برا بھلا کہا خواجہ حسین نے قہر کی نگاہ ڈالی اور وہ وہیں مر گیا۔ لوگوں نے یہ قصہ خواجہ کو سنایا خواجہ نے ملک سے نکال کر سیاحت کا حکم دیا ہندوستان چلے گئے سورت بندر میں قیام کر کے لوگوں کے ارشاد میں مشغول ہوگئے۔ وہاں کے قاضی نے لڑکی نکاح میں دے دی۔ بیوی نے خلاف توقع کوئی بات کی آپ کی قہر کی نگاہ سے وہ بھی سوئے عدم کوچ کر گئیں قاضی نے خون کی تہمت لگا کر ان کو شہید کروایا سورت بندر میں دفن ہیں۔

شیخ حسن کامراجی

شیخ حسین کامراجی شیخ غازی کے بیٹے تھے آپ نے اپنے بھائی حضرت شیخ یعقوب سے طریقت اور سلوک کی تعلیم پا کر علاقہ مچھی پورہ کے گاؤں شیو کے جنگل میں درخت کی کوکھ میں بیٹھ کر چالیس چلے پورے کیے جنگلی سبزی کے سوا کچھ نہ کھاتے! وحشی جانور اور درندے انکے ارد گرد دائرہ باندھ کر رکھتے تھے۔ آخر گاؤں والوں کو پتہ چلا اور وہ نہایت عاجزی اور منت سماجت کر کے انہیں گاؤں میں لائے اور آپ لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے شادی کر کے پھر تھوڑی سی زمین جو نے آپ کو دی گئی تھی خود کاشت کرتے جب فصل پک جاتی تو ایک ریچھ فصل کی رکھوالی کرتا اور شیخ کے آدمیوں کے بغیر کسی کو چلنے نہ دیتا آپ مچھی پورہ میں دفن ہیں۔

شیخ حمزہ رفیقی

شیخ حمزہ رایقی شیخ محمد رفیقی کے بیٹے تھے۔ سلوک اور طریقت کی تربیت پا کر ظاہری اور باطنی کمالات میں بلند مرتبہ حاصل کیا۔ اربعین امام غزالی صحیح بخاری نفحات ورشحات۔ مثنوی مولانا روم کے دلدادہ تھے۔ ۵۳ برس کی عمر تنہائی میں گزار کر یکم صفر ۷ ۱۰۱۳ھ میں رحلت کی۔ تاریخ شیخ المومنین ہے

حافظ حبیب

زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے بچپن سے ہی عارفانہ طریقے آپ نے اپنے لیے وضع کیے۔ عبادت شاقہ کے عادی تھے۔ مشہور بزرگ خواجہ عبدالرحیم مانجو کے مریدوں میں آپ کو سبقت اور فوقیت حاصل تھی۔ صورت اور سیرت دونوں میں پاکباز اور پاک کردار کے حامل محلّہ جماللہ میں دفن ہیں۔

حسین بابو

حسین بابو مشہور قلندر ٹھگہ بابا کے مرید تھے خدا شناسی اور خدا پرستی میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ مرشد بزرگوار ٹھگہ بابا کے مزار مقدسہ میں دفن ہیں۔

شیخ حسن کامراجی

شیخ حسین کامراجی کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ طریقت کی خبر پاکر اپنے بزرگوں کی طرح درخت کی کوکھ میں بیٹھکر ۴۰ چلے پورے کیے درندے ان کے مطیع تھے کہتے ان کے علاقے میں ایک مردم خور شیر تھا۔ انسانوں کو کھاتا تھا ایکدن آپ کے سامنے حاضر ہوا آپنے کہا خبردار اگر انسان کی جان ماری۔ کتوں کے شکار کی اجازت دیتا ہوں کہتے ہیں اس دن کے بعد اس نے انسان کو منہ نہ لگایا اور کتوں کا نام و نشان تک نہ رکھا۔ آپ اتر مچھی میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ دفن ہیں۔

مخدوم حمزہ

مخدوم حمزہ حاجی موسیٰ قاری کے پوتے تھے۔ میاں محمد امین دار کے مشہور خلیفہ تھے۔ سات قراتوں سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ اور تہجد میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ آپ بڑے قدردان تھے۔

میاں حضور اللہ

میاں حضور اللہ میں محمد امین دار کے نیک سیرت نیک بصیرت بیٹے تھے۔ طریقت اور سلوک کی تکمیل اپنے والد کے زیر سایہ کی۔ آپ اپنے والد کے چہیتے خلیفہ تھے حال اور قال دونوں ان پر واضح تھا۔ پرہیزگاری اور اللہ شناسی اپ میں بدرجہ اتم موجود تھی باپ کی زندگانی میں ہی وفات پائی۔

خواجہ حیات

خواجہ حیات مغل قوم سے تھے حضرت مرزاان کے پیر کامل اور مرشد بزرگوار تھے۔ دنیا ترک کر کے آپ کی صحبت میں طریقت اور سلوک کی تعلیم پائے تکمیل پر پہنچا کر آگاہ الہی سے سرفراز ہو کر صاحبدل اور صاحب حال و قال ہو گئے

حضرت مرزا سے خط ارشاد حاصل کر کے دنیا و مافیہا سے بے خبر یاد الہی اور حاجت برارئی میں تازیست مصروف ہو گئے۔

ملا حیدر بلاقی عرف پشتو

ملا حیدر مل امراد کے چھتے بیٹے تھے حسن امی جو میر علی قلندر کے خلیفے تھے علم باطن حاصل کر کے عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گئے ملا نازک نقشبندی سے بھی عقیدت تھی۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام سے بھی غائبانہ ملاقات رکھتے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں بھی بے نظیر تھے۔ ۷ ارجب ۱۱۳۴ھ کو انتقال فرمایا اپنے اسلاف کے مزار می دفن ہیں۔

تاریخ ہے۔

زہجران داعنہا چوں ماند بر دل
شدہ تاریخ وصلش داغ دل ماند

شیخ حیات

شیخ حیات شیخ محمد محروف کے خاص خلیفہ تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں کامل روزگار تھے آپ نے عزلت نشینی اور پرہیزگاری میں ساری عمر گذاری ۱۰۳ سال عمر پاکر چل بسے۔

شاہ حفیظ اللہ

شاہ حفیظ اللہ شیخ عبدالوہاب کے فرزند تھے۔ دنیا کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد سے سلوک اور طریقہ عرفان سیکھا۔ سلوک کی منزلیں طے ہوگئیں تو ان کے والد نے خط ارشاد سے نوزا۔ سماع کے بہت دلدادہ تھے۔ فرماتے تھے کہ والد بزرگوار نے فرمایا اے حفیظ اللہ ہمارے ساتھ سماع سنا کرو کیونکہ شاہ فضل اللہ کو شریعت اور پرہیزگاری کی زیادہ رعایت ہے جس کے موجب وہ سماع سے پرہیز کرتا ہے۔ مرنے پر اپنے بزرگوں کے قبرستان میں دفنائے گئے۔

بابا حسن خاکی

باب حسن خاکی شیخ باباداؤد خاکی کے پوتوں میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے سعادت اور شرافت کا مجسمہ تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں کامل دسترس حاصل کر گئے۔ چنانچہ رات شب بیداری اور دن روزہ داری میں گذر جاتا۔ خدمت خلق اور فیض خلق الہی میں کبھی تغافل نہ برتا۔ ۱۴ شوال ۱۲۱۷ھ انتقال فرماگر ان کے نزدیک اپنے تکیہ میں دفن ہوئے۔

مخدوم محمد صالح

مخدوم محمد صالح وقت کے جید بزرگ مخدوم محمد سعید کے فرزند ارجمند تھے۔ خانقاہ میں بیٹھ کر کلام اللہ لکھکر وقف کرتے تھے۔ ان کے فرزند مخدوم محمد حمید بھی بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔

آپ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔

ملک حسن

ملک حسن شوپیاں کے رہنے والے تھے۔ بڑے ملک اور صاحب ثروت گذرے ہیں۔ ساری عمر عزلت نشینی میں گذاردی۔ آپ سردیوں میں عمر کے آخری حصے میں بیمار ہوگئے۔ سخت جانکنی کی حالت میں کہا اس دفعہ اور اس موسم میں مجھے مرنا نہیں چاہئے کیونکہ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ ابتدائی بہار میں عرس شیخ گنج بخش بہتر موسم ہوتا ہے۔ اسی وقت بستر سے اٹھے اور ۳ ماہ بہت ہی صحتیابی سے گزارے عرس شیخ گنج بخش آیا غسل کیا کفن پہنا اور اپنی کوٹھری جاکر جان آفرین کو جان حوالے کردی۔ حکیم نورالدین کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ حبیب اللہ

شیخ حبیب اللہ شیخ سیف اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپنے ساری عمر پرہیزگاری اور عبادت گذاری میں گزاردی۔ رزق حلال کماکر کھاتے کبھی نیاز و نذر قبول نہ کیا۔ مجاہدہ اور مشاہدہ ان کی زندگی کا شعار تھا۔ پرہیزگارانہ عمر کوالوداع کہ کر گورہ گڑی محلہ میں آرام کی نیند ہمیشہ کے لیے سوگئے۔

مولانا خاکی

مولانا خاکی شیخ شمس الدین کے مرید تھے۔ آپ امانتداری اور ایمانداری میں عدیم المثال تھے۔ لنگر کا تمام انتظام شیخ شمس الدین نے مولانا کو ہی سپرد کردیا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایکدن باورچی خانہ میں نمک نہ تھا۔ شیخ شمس الدین نے مولانا خاکی کو نمک لانے کے لئے بھیجا۔ آپ بھنہ گئے ایک خردار نمک پیٹھ پر تھنہ سے لے آئے راستے میں پیر پنجال پر پہنچے تو برف کی وجہ سے نالہ عبور کرنے کی ہمت نہ ہوئی پیر صاحب حاضر ہوئے نالہ عبور کرایا ابھی کھانا پکانہ تھا کہ نمک گھر پہنچ گیا۔ دس بارہ دن کا سفر ایک گھنٹہ میں طے کیا۔ جب دنیا سے چل بسے تو اپنے مرشد کیساتھ ہی دفنائے گئے۔

حضرت خداوردی ولائی

حضرت خداوردی ولائی حضرت باباداؤد خاکی کے مرید تھے۔ آپ متقی اور پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ خلوص اور خلق کے مجسمہ بھی تھے۔ صبر قناعت اور ریاضت آپ کی زندگی میں آپ کے ہاتھ سے نہ گئی۔ صدقہ جاریہ جب تک زندگی رہی جاری رہا۔ کہیں پل بنایا تو کہیں درخت لگایا کہیں کسی غریب بچے کو تعلیم دلائی یہ آپ کی صفات تھیں جن کو آپ کے مریدین ہمیشہ یاد کرتے ہیں۔ اپ ہنرمند صاحب فہم تھے۔ ذینہ گیر موضع منڈہی میں ان کی زیارت ہے۔

خورم حافظ

خورم حافظ اپنے زمانے کے اچھے بزرگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ محمد امین صوفی یاروں میں سے تھے۔ حالات پر عبور حاصل تھا۔ عمر دراز اللہ نے بخشی اور تمام عمر گذاردی ۱۰۰ اسال کی عمر گذارنے کے بعد میلہ وان پورہ میں دفنائے گیے آپ اپنے گھر کے آنگن میں ہی دفن ہیں۔

بابادوؤد خاکی

باباداؤد خاکی قلاشپورہ سرینگر کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق گنائی خاندان سے تھا۔ بچپن میں ہی یتیم ہوگئے۔ اور آنے مال بصیر' ملارخی اور شمس الدین ہال جیسے بزرگ لوگ رہنمائی کے لیے بہم پہنچائے۔ !ان کی خداداد فہم وفراست نے اس پر سونے کا سہاگہ کا کام کیا۔ نقلی اور عقلی علوم میں ان کے ہمعصروں میں سے ان کے مقابلے کا کوئی دوسرا نہ تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سلطان کے بیٹوں کو سوروپے ماہوار پر پڑھاتے تھے۔ ایکدن جناب حضرت محبوب العالم کی خدمت میں چلے گئے ان کی عرفان سے بھری ہوئی باتوں سے اتنے متاثر ہوئے کہ علم وادب میں فاضل ہونے کا گھمنڈ نہ صرف دل سے جاتا رہا بلکہ دنیاومافیہا سے متنفر ہوگئے۔ ننگ وناموس عزت وآبروشان وشوکت کو سلام کیا دنیاوی جاہ چشم 'مال ومتاع۔ اسباب عیش وعشرت کو خیرباد کہا جناب کی خدمت گذاری کے لیے ہمت کی کمر باندھی۔

سبحان اللہ ! بابا دوؤد خاکی ! عالم فاضل ' شاعر کامل ' صاحب دربار سلطان شہزادوں کا استاد کمر باندھ ' دامن اوپر چڑھا کر گھاس کی بنی ہوئی جوتی پاؤں میں لگا کر حضرت کی سواری کے وقت گھوڑے کی باگ پکڑ کر آگے آگے یا شکار بند پر ہاتھ رکھ کر ساتھ ساتھ دوڑتے ہیں۔
ایک دن حضرت شیخ نے دوپہر کے بعد کی نماز کے وقت عیش مقام جانے کا ارادہ فرمایا۔ یاروں نے کہا پیشین نماز پڑھ کر روانہ ہونگے انہوں نے فرمایا آگے جا کر ادا کریں گے۔ شہر سے روانہ ہوئے عیش مقام پہنچے پیشین کی نماز وقت پر ادا کی اور مسافت دو پڑاؤ سے زیادہ تھی۔ واپسی کے دن جب شہر کے نزدیک پہنچے۔ بابا خاکی نے شرم کے موجب سر نیچے کر دیا حضرت شیخ تاڑ گئے کہ اُس نے یہ حرکت لوگوں سے شرمانے کے موجب کی دوسرے دن حضرت شیخ نے شہر میں سوار ہو کر چکر لگانے کا ارادہ کیا۔ نا دا ؤد خاکی کو حکم ہوا کہ وہ گائے کا چمڑہ پہن کر چمڑے کی ٹوپی سر پر رکھ کر گھاس کی جوتی پاؤں میں لگا کر ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جائے حضرت سوار ہوئے خاکی آگے آگے دوڑتے تھے شہر کے لوگوں نے بابا داؤد خاکی کی یہ حالت دیکھ کر اندازہ لگایا کہ دیوانہ ہو گیا ہے بہت افسوس کرنے لگے جب گھر واپس پہنچے حضرت نے فرمایا کہ محنت کل کی سزا ہے دو برس اسی طرز پر گذرے ننگ و ناموس اور غرور خاک میں کل کر خاک ہوئے اور بابا داؤد "خاکی" ہوئے پھر علاقہ کھویہامہ کے ایک مقام شنگہ میں چالیس چلوں کے لیے خلوت نشینی کا حکم ملا۔ اس عرصہ می جو کی روٹی کھائی اور کسی سے بات نہ کرنے کی پابندی تھی۔ جب حکم کے مطابق مسجد شنگہ پال میں بیٹھے تو بہت پریت جن اور پریاں ستانے لگیں۔ اور حضرت خاکی کو مسجد سے باہر نکالا دوسرے دن حضرت محبوب العالم بذات خود تشریف لائے اور ایکدن رات میں بھوتوں اور پریوں کو وہاں سے نکالا۔
حضرت بابا کو کہا اب بغیر کسی وسوسہ اور اندیشہ کے اپنے کام میں مشغول ہو جایئے اس کے بعد خاکی چالیس چلے ختم ہونے تک وہیں رہے۔ زیادہ تر جنگلی سبزی ترکاریں (وپل ہاک اور جنگلی کاسنی وغیرہ) سے افطار کرتے تھے اور کبھی جو کی روٹی کھاتے تھے کہتے ہیں کہ اس عرصہ میں ایک شیر رات کو مسجد کے گرد پہرہ دیتا تھا اور صبح کو غائب ہو جاتا تھا بعض مخالفین نے چوروں

کی ایک جماعت حضرت بابا کے مارنے کے لیے مقرر کی۔ ایک رات یہ لوگ حضرت بابا کے عبادت خانے پر آگئے ساری رات مسجد کے ارد گرد چکر لگاتے رہے۔ شیر کے ڈر سے نزدیک آنے کی ہمت نہ ہوئی صبح کو بھاگے اور گاؤں کے نمبردار کے ہاتھ گرفتار ہوئے زدو کوب اور تفتیش کرنے پر چوروں نے اصلیت بیان کی اور میر عدل (چیف جسٹس) کے حکم کے موجب سزا پاگئے ان میں سے ایک جو بچ گیا تھا۔ حضرت بابا کا مرید ہو گیا کہتے ہیں کہ حضرت بابا داؤد خاکی خلوت نشینی کے دنوں میں کسی سے بات نہ کرتے تھے ایک دن ایک مسئلہ کی تحقیق کے لیے تغیر دھارک کی ضرورت پڑی۔ کچھ لفظ لکھ کر کھڑکی پر رکھے۔ خادم پرچہ لے کر شہر گیا حضرت شیخ باطنی طور پر حضرت باب کی اس حرکت سے واقف ہو گئے اور ان پر سخت غصے کا اظہار کیا اور کہنے لگے تم ملاوہ تمہارے ہاتھ سے درویشی نہیں آئے گی آؤ علاؤالدین ورہ میں بچوں کو سبق پڑھایا ایکدفعہ تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے چشمہ پر نہانے گئے۔ چشمہ پر اک آدمی کو دیکھا پہلے خوف سا پیدا ہو گیا۔ پر ہمت باندھی آخر پتہ چلا کہ خواجہ خضر علیہ السلام ہیں ملاقات ہوگئی۔ آپس میں ہمکلام ہو گئے خواجہ خضر نے انہیں چشموں کے بھیدوں سے واقف کیا اور فرمانے لگے کہ اب آئیدہ جہاں بھی آپ جائینگے چشموں کے موکل آپ کا استقبال کریں گے اور تمہارے مرید بنیں گے جہاں خطرناک چشمہ ہوگا وہاں میں آپ کی مدد کرونگا۔ انہی دنوں میرزا حیدر سلطان سکندر کاشغری لشکر کے ساتھ کشمیر پہنچا۔ کوہ شنگہ ہال کے دامن میں کیمپ لگایا اور کشمیریوں کے ساتھ لڑتا رہا حضرت خاکی کو اس واقعہ کی خبر نہ تھی۔ جب عزلت نشینی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت شیخ کے حکم سے حضرت شیخ کے حکم سے حضرت مخدوم جہانیاں کے آستانہ کی زیارت کے لیے ملتان گئے اور اوچھ شریف میں کچھ مدت رہے وہاں کے بزرگوں سے ملاقات کی۔ پھر وہاں سے لاہور میں تبرکات کی زیارت کے لیے آئے اور یہاں سے حضرت حاجی احمد قادری کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے۔ واپسی پر جب حضرت شیخ کے سامنے حاضر ہوئے تو حضرت شیخ نے آپ کو خلعت ارشاد پہنایا۔ شیخیت کے سجادہ پر بیٹھ کر لوگوں فیض پہچاتے رہے۔ میر سید احمد کرمانی' حاجی احمد قاری۔

باب ہردے ریشی جیسے بزرگ لوگوں سے آپ کی دوستی تھی۔ میر سید اسماعیل شامی سے سلسلہ قادریہ کی اجازت حاصل کی۔ ایک دفعہ حضرت شیخ کے پاس جارہے تھے اندر جانے سے قبل عجب آوازیں سنیں اتفاق سے بغیر اجازت اندر گئے دیکھا خوبصورت لوگوں کی محفل ہے مجلس برخواست ہونے پر شیخ نے کہا کیوں بغیر اجازت آئے۔ یہ چشموں کی روحیں فیض حاصل کرنے آئی تھیں تم بھی کچھ وقت کے بعد ان کی ملاقات کے لیے طاقت حاصل کروگے۔ ان کی غیبی باتوں سے واقف ہو جاؤ گے۔ غیب لوگوں کا یہ طائفہ فرشتوں اور جنوں سے الگ ہے۔ ان کی مثال آل جیسی ہے اور پانی جو ان سے ابلتا ہے دھواں جیسا ہے۔ اس کے داؤد خاکی کا سرج کے ایک کنویں پر خلوت نشین ہوئے اور ورد اعظم حرز ایمانی' جذب البحر' اسماء بمقام اور سورہ یاسین پڑھتے رہے اس طرح چشموں کی غیبی کائنات کا کشف حاصل ہونے کے بعد ان کی روحوں کا معائنہ کرتے اور ان سے باتیں کرتے اور انکی تربیت فرماتے سب سے پہلے یہ مکاشفہ کوثر ناگ پر ہوا۔ یہاں چشموں کے موکل مشرف باسلام اور بیعت کا نوشتہ مانگا حضرت باب چشمہ سے نکلے کچھ حروف کاغذ پر لکھ کر پانی کی سطح پر ڈالے اچانک ایک بڑا سانپ آیا تین دفعہ سر کھکا کر خط ارشاد لے گیا اس کے بعد ہردے ریشی کے ساتھ درسک ناگ کا جی ناگ مکانی باگ سے ایک چھوٹا پیالہ اور ایک مٹی کی ہنڈیا نذرانے کے طور پر پیش کیے اوپر لائے دونوں میں پیسے تھے جن کی ایک طرف عورت کی تصویر تھی دوسری طرف راجہ ہرشہ دیو لکھا تھا۔ جب شالپوت ناگ پر گیے ایک شہزادہ نمودار ہوا کہا میں شالپوت ناگ ہوں اور یہ میرا وزیر نیلہ ہے ہم آپ کے استقبال کے لیے آئے ہیں دروڑ زبان میں شالپوت اس کو کہتے جو ایک لاکھ بیوں کا باپ ہو۔ کوہستان دراوڑ میں ایک لاکھ چشمے ہیں یہ سب میرے بیٹے ہیں دونوں نے بیعت کی اور غایب ہوگیے اس طرح جس چشمی پر آپ گئے ان کے موکلوں نے آپ کی بیعت کی۔ یے خلیفہ حسین علی نے جو انکے ساتھ تھے تذکرہ الابراب میں لکھا ہے۔ آپ نے چکوں کے زوال کے یے دعا کی اور اکبر بادشاہ کو فتح کشمیر کی ترغیب دے اور جب اکبر بادشاہ کی فوج کشمیر کی تسخیر کے کشمیر وارد ہوئی۔ حضرت بابا

مرشدوں اور پیروں کی ملاقات کے لیے ملتان تشریف لے گئے تھے۔اور واپسی پر طبیعت ناساز ہو گئی اور کشمیر پہنچتے ہی تین ماہ بعد صفر ۹۹۴ھ کو اس دنیا سے کوچ کیا تاریخ روے جنت بدید شیخ امم "خیر مقدم" ہے۔ پہلے ان کا مقبرہ اسلام آباد میں مقرر ہوا بعد میں عقیدت مندوں نے نعش مبارک کو شہر لاکر مرشد بزرگوار کے ساتھ دفن کیا۔ انکی تصنیفات ورد المریدین اس کی شرح دستوراں لکین' قصیدہ جلالیہ' عقیدہ غیلہ' رسالہ ضروریہ' مجموعہ الفواعد ہیں۔

حافظ دووُد دائمی

حافظ داوُد دائمی شاہ ابوالبقاء کے مریدوں میں سے تھے۔زندگی پر ہیزگاری اور عبادت گزاری میں گزاری آخری عمر میں ڈھر آئے۔ یہاں ہی ان کا انتقال ہوا۔ شہر میں سید حبیب سرخانی کی صحبت رہی اور انتقال کے وقت آپکو سید موصوف کے روضہ کیساتھ دفن یا گیا ۱۱۹۹ھ میں انتقال فرمایا تھا۔

شیخ دولت بائی

شیخ دولت بائی کمہار تھے۔ شیخ عبدالسلام دار سے باطن فیوض حاصل کئے اور کمال تک پہنچ گئے۔ آپنے تمام طویل عمر تک اللہ کی بندگی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ لکو یہام میں مقیم تھے لور اسی گاؤں میں ژکر پرگیہ میں انتقال فرمایا۔ایک دن جنگل گئے واپسی پر دیکھا گیا چکور آپ کی گدڑی سے پسو نکال رہے ہیں۔

حاجی داوُد بلخی

اند جان (ملک کے) باشندے تھے۔ سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ زیارت خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ سے مشرف ہو کر ملکوں کے بزرگوں سے ملاقات کر کے ان سے فیض حاصل کیا سیر وسیاحت کرتے کرتے کشمیر تشریف لائے حضرت سلطان العارفین نے شیخ بابا داوُد خاکی کو ان کے استقبال کے لیے بارہ مولہ تک بھیجا۔ایسے بزرگوں کی صحبت نے پھر کشمیر سے کہیں

باہر جانے نہ دیا۔ باطنی فیض سے مالا مال ہو گئے اور ارشاد کے خاص خلعت سے سرفراز ہوئے عالی شان اور بلند مرتبہ خدادوستوں کی صف اول میں جگہ پائی آنچار کے گھپا میں جو نہایت ہی گہرا ہے خلوت نشین ہو کر عبادت ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ لوگ کثرت سے ان کی خدمت میں آتے تھے اور اپنے مقاصد و مطالب پاتے تھے۔ آخر شادی کی اور لوگوں کی زحمت سے نجات پائی اور لوگ ان سے ڈر کر دور ہو گئے جب ان سے اس کی اصلیت دریافت کی گئی تو کہا "میں اس قوم کی شریعت سے واقف ہو گیا" یہ اس سے بھاگتے ہیں جو سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں" (آیہ کریم کا ترجمہ) جب شیخ نازک میر نے انکی بات سنی تو انہوں نے فرمایا اس کلام سے معیشت کی تنگی اور سختی کی بو آتی ہے اور دوستوں سے چندہ کر کے مناسب اور موزوں خرچ ان کے گھر بھیج دیا اس کے اپنے مخلص رفیقوں نے کوئی امداد نہ کی۔ باباداؤد مشکوتی لکھتے ہیں کہ خواجہ محمود قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے اس ملک میں لوگوں کو درختوں کی پرستش کرتے دیکھا جیسے "بڈماج" ان کی زیارت کو جاتے ہیں ان سے حاجت روائی کی التجا کرتے ہیں بڈ ماج بڑی مائی چیچک کے موکلہ۔ کشمیر میں جہاں کہیں کوئی بڑا درخت ہوتا ہے لوگ اس کو بھوتوں کا ٹھکانہ مانتے ہیں۔ خیرات اور صدقہ وہاں لے کر بانٹتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ وہم ہندوؤں سے آیا ہے فرق اتنا ہے کہ یہ درخت کو کسی خدادوست سے منسوب کرتے ہیں۔ میں نے دل لگی کے طور پر کہا بے وقوفی، کم ہمتی اور بخیلی و کنجوسی کے باعث خدا دوستوں سے صحبت نہیں رکھتے ہیں۔ اور ضرورت کے وقت ان کی خدمت نہیں کرتے چونکہ شیخ اور پیر رہنما سے بھاگتے ہیں اس لیے لکڑی کے شیخوں (درختوں) کو انہوں نے پکڑ لیا ہے جو نہ تو کھاتے پیتے ہیں اور نہ اچھے کام کرنے کا حکم کرتے ہیں نہ برے کاموں کے کرنے سے منع کرتے ہیں خواجہ قدسرہ ہنس پڑے اور فرمایا حاتم اصم نے فرمایا ہے میں نے لوگوں سے پانچ چھ چیزیں چاہی تھیں لیکن ایک بھی نہ پائی خدا کی بندگی ان سے چاہی انہوں نے نہ کی میں نے کہا میری مدد کرو تاکہ میں خدا کی بندگی کروں تم مجھ سے راضی ہو جاؤ راضی نہ ہوئے میں نے کہا مجھے خدا کی بندگی سے نہ روکو انہوں نے روک دیا پھر میں نے کہا

جس بات میں خدا کی رضا نہیں اس کی تکلیف مجھے نہ دو انہوں نے دی ہیں نے کہا اگر کسی کام کے کرنے میں تمہارا تابع نہ رہوں گا میرے ساتھ عداوت نہ کرو انہوں نے عداوت کی خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیخ داؤد بلند مرتبے والے دوست خدا تھے۔ اکثر بار اپنے پیر کامل بابا داؤد خاکی کی خدمت میں آئے تھے ان کے بدن کے تار مو سے "اللہ" کی آواز حاضرین کے کانوں میں آتی تھی اور شیخ داؤد خاکی اس بات کا اعتراف قصیدہ لامیہ میں فرماتے ہیں رحلت کے بعد ان کی نعش مبارک محلہ زونی مر میں سپرد خاک کی گئی۔

شیخ داؤد شیام پوری

شیخ داؤد شیام پورہ کشمیر کے رہنے والے تھے۔ بچپن ہی سے نور عرفان کی تلاش میں دامنگیر رہی چنانچہ سید تاج الدین سے طریقت کی منزلیں، حقیقت اور معرفت کے مرحل طے کر کے آگہی کے معراج تک پہنچ گئے۔ مسند ارشاد پر بیٹھ کر لوگوں کو فیض پہچانے میں کوئی لمحہ اٹھا اٹھائے نہ رکھا شام پورہ ہی میں دفن ہیں۔

ملا داؤد طوسی

ملا داؤد طوسی شمس الدین پال کے شاگردوں میں سے گزرے ہیں حضرت سلطان شیخ حمزہ مخدوم کی نظر عنایت سے ظاہری اور باطنی علوم میں کمال حاصل کیا۔ حضرت سلطان شیخ حمزہ کی اطاعت میں سلوک اور طریقت کی منزلیں طے کرنے کے بعد لوگوں کو تادم زیست فیض پہچاتے رہے۔

خواجہ داؤد

خواجہ داؤد مخدوم شیخ حمزہ کے برگزیدہ مریدوں میں سے تھے۔ مخدوم شیخ حمزہ سے آپ نے طریقت اور سلوک سیکھا اور عمر بھر گوشہ تنہائی میں اللہ کی عبادت بھی کرتے رہے اور لوگوں کو فیض پہچاتے رہے۔ آپ قریہ قریہ گھومے پھرے ہیں اور تبلیغی خدمات انجام دے ہیں۔ اپنے پیر بزرگوار کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

خواجہ داؤد گنائی

خواجہ داؤد گنائی حضرت بابا داؤد خاکی کے مقتدر خلیفوں میں سے تھے۔آپ نے بابا داؤد خاکی کی خدمت میں رہ کر سلوک اور طریقت کی تعلیم حاصل کر کے معرفت اور روحانی طاقت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔شب بیداری اور روزہ داری میں زندگی بسر کی۔

شیخ داؤد گہنی

شیخ داؤد گہنی بابا نصیب کے مرید تھے۔آپ نے تبلیغ اور اصلاح کا کام بہت جانفشانی سے کیا۔ اسلام کی ترویج اور تشہیر کے لیے کوشاں رہے۔گوہن کا مندر گرواکر اس گاؤں سے بت پرستی کا خاتمہ کیا اور تمام گاؤں کے لوگ مشرف باسلام ہو گئے
گوشہ نشینی بھی کچھ وقت کے لیے اختیار کی تھی۔شریعت کی سختی سے پابندی کرتے رہے۔ آپ گوہن ہی میں دفن ہیں۔

شیخ صالح و شیخ درویش

شیخ درویش اور صالح ابو الفقراء کے مریدوں میں سے تھے۔عمر بھر گوشہ نشین رہے خدا ترس، پرہیزگاری اور ریاضت اور عبادت میں بے نظیر اور عدیم المثال رہے ہیں۔

شیخ داؤد مشکواتی

شیخ داؤد مشکواتی گندہ پورہ میں پیدا ہوئے۔زمانے کے عالم باصفاء خواجہ حیدر چرخی کے شاگرد تھے۔چونکہ آپ کو مشکوۃ شریف کی تمام احادیث زبانی یاد تھیں اسلیے آپ کو استاد خواجہ حیدر چرخی پکارتا تھا۔آپ نے اپنے استاد کی وساطت سے بابا نصیب الدین غازی تک رسائی حاصل کی۔حضرت بابا نے آپ کی باطنی تعلیم تربیت فرمائی سلوک اور طریقت میں اس قدر لطف پایا کہ تادم زیست اپنے پیر کامل کی جدائی گوارا نہ کی حضرت خواجہ خاوند محمود اور ملا شاہ سے بھی آپ کی دوستی تھی اولیائے کشمیر پر آپ کی کتاب اسرار الابرار سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ منطق الطیر کے مقابلے میں اسرار الاشجار لکھی۔مانے ہوئے مرد کامل

تھے۔ ۷۹ برس کی عمر پا کر ۷ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی عید گاہ کے قریب گندہ پورہ میں دفن ہیں۔

شیخ دولت

شیخ دولت بابا نصیب الدین غازی کے مرید تھے۔ تنہائی اور گوشہ نشینی میں عمر گذاری تیس برس تک مرشد کے پاس رہے مرشد کے انتقال کے بعد حج کے لیے روانہ ہوئے اور راستے میں وفات پائی۔ بہت ہی کامل' عامل' خدا ترس اور پر خلوص بزرگ ہیں۔

شیخ داؤد معروف بٹہ مالو

شیخ داؤد دڑیاں پل کے پاس رہتے تھے۔ تھنہ سے نمک خرید کر پیٹھ پر لا کر اسے بیچتے اور حلال کی روزی کماتے تھے۔ خواجہ یوسف کاجُو سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ یوسف کاجُو کی وجہ سے ہردے ریشی اور اللہ داد ریشی سے التفات پیدا ہوا۔ ان لوگوں کی تربیت نے مرد کامل بنا دیا ریاضت میں لاجواب تھے۔ ہمیشہ ہی دن کو روزہ دار اور رات کو شب بیدار رہتے تھے۔ روزی کمانے کے لیے زراعت کا پیشہ بھی خود کرتے تھے چاول کی دیگ پل کے پاس رکھ کر بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ آنے جانے والے لوگوں کو ساگ چاول اور لسی سر راہ ان سے ملجاتی تھی۔ اسی لیے لوگ اسے بٹہ مالو یعنی چاول کھلانے والا باپ کے نام سے پکارتے تھے جو بگڑ کر بٹہ مالو ہو گیا۔ دوسری کہاوت یہ ہے کہ یہ بٹہ کو کشمیری زبان میں پنڈت کو کہتے ہیں کے ساتھ نہایت ادب اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ اس لیے بٹہ مالو یعنی پنڈتوں کا باپ کہلائے! ہمیشہ پاک اور حلال روزی کھاتے! ان کے خلیفہ کا نام نورہ بابا تھا جو مخدوم شیخ حمزہ مخدوم سے کم نہ تھا۔ ان کی کرامت مشہور ہیں لیکن کسی نے تحریری صورت نہیں بخشی۔ بٹہ مالو بہت ہی مشہور بزرگ گذرے ہیں ان کے کرامات بہت زیادہ ہیں۔ ۱۲ رجب ۱۰۷۰ھ کو رحلت فرمائی ملا حسین لکھتے ہیں خواب میں بٹہ مالو صاحب آگئے اور انہوں نے اپنے وفات ع غ بتائی ہے۔ تاریخ

شیخ مومن از سر اخلاص گفت

ہٹہ مالو کردماوی درجناں

شیخ دولت ملہ کھاہی

شیخ دولت ملہ کھاہ کے رہنے والے تھے۔ مشہور بزرگ میر علی قادری سے سلوک اور طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ مجاہدہ کے زور سے ہمیشہ برتری اور افضلیت کی نگاہ سے دیکھے گیے ہر کس دناکس نے آپ کی بزرگی اور برتری کو تسلیم کیا ملہ کھاہ میں ہی دفن ہیں۔

رتی ریشی بابا

رتی بابا شیخ اسماعیل عادری کے مریدوں میں سے تھے۔ بہت ہی باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ مشہور ہے کہ لوگوں نے ان کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے حالانکہ یہ کشمیر سے باہر نہیں گیے ہیں کامراج کے ایک گاؤں آورہ میں دفن ہیں۔

قاضی دولت شاہ بکاری

قاضی دولت روس میں پیدا ہوئے۔ شیر خوار ہی تھے بخارا پہنچ گیے مولانا میر محمد شریف بخاری سے ظاہری اور باطنی تربیت پاکر صاحب کمال بزرگ بن گیے اور اعلیٰ قدروں اور مرتبہ کے مالک تھے۔ خط ارشاد ملنے پر مدتوں ترکستان میں رہے اور طالبان راہ حق والسلام کی اصلاح اور تبلیغ کرتے رہے۔ تین سال تک کشمیر میں رہے۔ اور کشمیریوں کو فیض توحید پہچاتے رہے۔ خانہ کعبہ روانہ ہوئے تو دہلی میں کچھ دیر کے لیے ٹھہرے جہاں ان کا انتقال ہوا۔ وفات ۱۶ شوال ۱۱۲۹ھ دہلی میں ہوئی آپ نے یسوی سلسلہ تصوف کو رواج دیا۔ اور ان کی ذات سے اس سلسلے نے بہت اشاعت اور ترویج پائی۔

دائم شاہ درویش

آپ نے نوشہرہ کے قریب پرورش پائی ملا اخوند نورالدی سے سلوک کی تعلیم پاکی اپنی مشقت اور ریاضت کی وجہ سے جلد ہی بلند مقام حاصل کیا اور مرشد کی جگہ خلیفہ مقرر ہوئے۔

عبادت اور عزلت نشینی اور گمنامی کی حالت میں کرتے تھے۔ حلال روزی کا جب تک یقین نہ ہوتا کبھی روزی کو منہ نہ لگاتے۔ درزی کا کام کر کے رزق حلال کھاتے تھے۔ کہتے ہیں ایک سانس میں چار ہزار چار سو بار (۴۴۰۰) نفی اثبات ذکر اس طرح کرتے کہ کوٹھری ہل جاتی نوشہرہ میں اپنے مرشد کے ساتھ دفن ہیں۔

میاں بابا ذاکر

میاں بابا ذاکر بابا داؤد خاکی کے مرید تھے۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ تمام عمر گوشہ نشینی میں ریاضت اور عبادت کرتے رہے۔ فاقہ اور قناعت صبر شکر کر کے جو درویشوں اور فقیروں کا خاصہ ہے اختیار کر کے نہایت بردباری' مستقل مزاجی اور شریعت کی پابندی کے ساتھ زندگی بسر کی اپنے مرشد بزرگوار بابا داؤد خاکی کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

شیخ رتن کشمیری میر علی قادری کے مرید تھے نہایت ریاضت کش اور باہمت بزرگ گذرے ہیں۔ محلہ سدرہ وترمی دفن ہیں۔ شب بیداری میں ساری عمر گذاری' آپ رزق حلال کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے کاشتکاری سے رزق حلال کما کر کھاتے کبھی نیاز نذر نہ قبول نہ کی سنت نبوی اور شریعت کے سختی سے پابند تھے۔

شیخ رجب اندرواروی

شیخ اندرواروی نہایت ہی کامل بزرگ تھے۔ نہایت ہی عبادت گذار اور برگزیدہ مرد مومن گذرے ہیں بچپن سے ہی حج بیت اللہ کا شوق دامنگیر تھا۔ چنانچہ عالم شباب میں حج کو چلے گئے اور جب حج کی سعادت حاصل ہوئی تو استنبول ترکی سے واپس وطن آرہے تھے۔ ترکی کے شہنشاہ نے نہایت خاطر مدارت کر کے سات سال تک اپنے پاس رکھا۔ عازم وطن ہوئے تو شہنشاہ نے آپ کو نقد و جنس کی صورت میں انعام و تحائف دینا چاہے مگر آپ نے ان کی طرف التفات نہ کی اور حضرت سید نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک اور دوسرے تبرکات کی درخواست کی۔ یہ تحائف حضرت شیخ کو عطا کیے گئے۔ آپ کشمیر آئے اور اندروادی میں

دفن ہوئے۔

شیخ رحمت اللہ

شیخ رحمت اللہ شیخ محمد مقیم کے بیٹے تھے۔ اپنے والد سے ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کی۔ کامل استاد اور عالم وقت تھے۔ عبادت شاقہ کے عادی تھے۔ شیخ حضرت امیر کبیر کے روحانی فیض سے بھی آپ مستفید تھے۔ سید حسین لکھی اور خلیفہ عبداللہ سے بھی معنوی بھائی چارہ تھا۔ خانقاہ محلی میں چلہ کشی کرتے تھے۔ خانقاہ محلی میں نماز تہجد ادا کرنے کے لیے ناؤپورہ سے آدھی رات کو آتے تھے۔ آپ ہمیشہ ۲۱ ماہ رمضان کو نہا دھو کر خانقاہ معلّیٰ میں عید تک اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ ہر روز ختم قرآن فرماتے اور افطاری پانی کے ایک گھونٹ سے فرماتے تھے۔ ان کا گھر زینہ کدل میں تھا لیکن مدتوں تک باؤپورہ میں رہے۔ ناؤپورہ کا گھر منہدم ہوگیا تو بابا قائم کی وساطت سے تارہ بل میں مکان خریدا۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۶۳ھ تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ شیخ بہاء الدین گنج بخش کے بڑے مزار میں شمال کی طرف دفن ہیں۔ تاریخ "اُفتاد ستون کعبہ دین"

ملا رحمت اللہ پشلو

ملا رحمت اللہ ملا حیدر کے بیٹے تھے۔ اپنے والد بزرگوار ہی سے طریقت اور سلوک کی تعلیم پائی بہت عالم باعمل اور صوفی منش آدمی تھے۔ آپ کے پاس چھوٹی سی لائبریری بھی تھی جس میں چار ہزار کتابیں موجود تھیں۔ ان میں فلسفہ، منطق، اصول، معانی، اخلاق، قصص، تاریخ شامل تھیں۔ ۱۱۷۴ھ کو شوپیاں کے قصبہ میں انتقال فرمایا۔

رحم شاہ شتوہی

رحم شاہ بہت عامل اور خداشناس بزرگ گذرے ہیں اگرچہ بہت بڑے زمیندار تھے مگر فقیری سے آپ کا لگاؤ تھا۔ بہت سے بزرگ ان کی تربیت کرتے رہے۔ آپکے شاگرد اور طالب علم بھی باکمال تھے پرگنہ حمل کے گاؤں شتوہ میں گوشہ نشینی اختیار کرتے رہے۔ آپ شتوہ میں

ہی دفن ہیں۔

رحم شاہ

رحم شاہ پیدائشی طور نیک سیرت اور خصائل کے مالک تھے آپ کی دوستی شاہ فضل اللہ سے تھی عمر درویشی قناعت اور ریاضت میں گذاری شاہ فضل اللہ سے ہی طریقت اور سلوک کی تعلیم حاصل کی قصبہ لار میں دفن ہیں۔

شاہ رحمت اللہ ثانی

شاہ رحمت اللہ شیخ اکبر ہادی کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے والد سے طریقت اور سلوک کی تعلیم پائی تھی اپنے والد کی جگہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل حاصل تھا۔ ۸ محرم الحرام ۱۲۲۹ھ کو اکاون برس کی عمر میں باپ کی زندگی میں وفات پائی۔

تاریخ

"ختم الصالحین"

رحمان صوفی

رحمان صوفی کے دل میں شروع ہی سے معرفت اور عشق الٰہی ہی آگ بھڑک رہی تھی خواجہ فخر الدین سے سلوک اور طریقت کی تعلیم پائی۔ زمینداری اور کاشتکاری کر کے روزی کماتے اور حرام روزی سے احتراز فرماتے تھے۔ حضرت بل سے عقیدت تھی اس عقیدت کو عملی جام پہنانے کے لیے مل باغ کے قریب رہائش اختیار کی اور مجاوری اور خدمت گذاری انجام دیتے رہے۔

لوگوں کی خدمت ہی اور فیض رسانی میں خوشی محسوس کرتے ۷ شوال ۱۲۸۷ھ کو انتقال کر گئے۔ آپ کے ساتھ ہی آپ کے بزرگ بھائی صوفی عثمان بھی دفن ہیں۔

مولانا زین علی

مولانا زین علی بہت بڑے عالم باکمال گذرے ہیں حضرت صوفی ملا شمس الدین پال حضرت

سلطان العارفین جیسے مقتدر بزرگوں سے معرفت، طریقت اور سلوک کی باریک حقیقت سے آگہی حاصل کی۔ شریعت کے پابند، طریقت کے راہرو تھے۔ جب حضرت مخدوم شیخ حمزہ کا انتقال ہو تو آپ حج کو چلے گئے شیخ ابن حجر مکی سے محدثی کی سند حاصل کر کے کشمیر واپس آئے۔ یہاں آکر ظاہری اور باطنی علوم کی اشاعت اپنا مشغلہ قرار دیا۔ دینہ وادی کے محلہ میں دفن ہیں۔

خواجہ زین الدین معروف بہ زینہ دنی

خواجہ زین الدین حضرت خواجہ رفیق کے خاص مرید اور مخلص خدمتگار تھے۔ ایک دفعہ ۲۹ ماہ صیام کو بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ لوگ تذبذب میں پڑ گئے۔ زین الدین جو زینہ ولی سے بھی پکارے جاتے تھے کے پاس لوگ آئے۔ اور یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے کہا زینہ ولی کا تو یہ کام ہے ابھی چاند آپ دیکھ لیں گے۔ آپ نے لاٹھی گھمائی اور آسمان کی طرف اس کو ہلایا اتنی دیر میں بادل چھٹ گئے۔ اور لوگوں نے چاند دیکھ لیا۔ آپ نے زینہ داری میں تمام عمر گزاری ساری عمر مرشد کے لنگر کی خدمت کرتے رہے۔ رعنہ داری ہی میں دفن ہیں۔

بابا زاہد

بابا شریف کے بیٹے بابا زاہد یا بابا ناگام بڑے عالم باعمل مومن تھے۔ حضرت شاہ قاسم حقانی سے ظاہری ور باطنی علم حاصل کیا۔ جب آپ کے مرشد عازم بہ حجاز ہوئے ایک رات نماز تہجد کے ارادے سے دوستوں کے ساتھ خواجہ کی خدمت جلتے ہوئے چراغ ہاتھ میں لے کر آئے۔ راستے میں چراغ کی بتی گل ہو گئی۔ تو آپ نے شہادت کی انگلی کو بتی بنا کر لعاب مل کر روشن کر کے حضرت قاسم کی چوکٹ تک پہنچایا۔ اور اس کے بعد روشنی بند کی۔

حضرت خواجہ نے کہا اتنی طاقت تھی تو ہوا کو کیوں نہیں بند کیا۔ اور رازداری کیوں توڑ دی۔ مجھے لگتا ہے تم آگ میں ہی جل جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ وقت کے بعد ان کے محلہ میں آگ لگ گئی۔ ان کا گھر بھی آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ ماں نے ایک صندوق کھولنے کو کہا

معرفت کی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ نمونہ کلام رباعی کی صورت میں ملاحظہ ہو

وسلام وست وپاچہ میشوئی آب جوئی وآب جوئی

نقش اللہ از رخت پیدا است توچہ بندذکر یاہوئی

محلہ باغبان پورہ میں مسجد کے صحن میں دفن ہیں۔

بابازین الدین

بابازین الدین بابا خورم کے مرید تھے۔ تصوف میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ حلال روزی کمانے کے لئے۔ بہت محنت کرتے تھے اور جب تک حلال روزی کے بارے میں یقین نہ آجاتا ہرگز تناول نہ فرماتے تھے۔ عبادت وریاضت میں کوئی لمحہ نہ اٹھائے رکھتے اور اپنے مرشد کے ساتھ دفن ہیں۔

مولانازین الدین

مولانازین الدین خواجہ عبدللطیف کے فرزند ارجمند تھے۔ زمانے کے بہت بڑے عالم تھے پرہیزگاری اور تقویٰ میں کوئی ثانی نہ تھا۔ اہل قلم بھی تھے شعر موزوں فرماتے تھے اور نثر بھی لکھتے تھے۔ ۱۱۲۵ھ کو انتقال کے وقت ۲۰ ہزار لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی رینہ داری ہی میں اپنے بورگوں کے مزار میں دفنائے گئے۔

خواجہ زمان دار

خواجہ زمان دار خواجہ یعقوب دار کے پوتے تھے۔ تیس ہزاری منصب مقرر تھااور وکالت کے سلسلے میں ۱۵ ہزار روپے مقرر تھے۔ اللہ کا کرم تھا کہ دنیا سے دل نہ لگا اور معرفت کی راہ میں سرگرداں ہوئے۔ خواجہ عبدالغنی کے مرید تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سلوک کی منزلیں طے کر کے خط ارشاد حاصل کیا۔ ایک دفعہ دریائے جہلم کے وسط میں گویا گارہا تھا۔ اور خواجہ اپنی کھڑکی پر تھے پھر کیا تھا کہ لمحہ بھر میں "مقام عراق" سننے کے لیے وسط دریا میں پہنچے اور پل بھر میں واپس اپنے کھڑکی پر موجود تھے۔ اپنے آبائی قبرستان میں سرینگر میں دفن ہیں۔

شیخ سلطان پکھلی۔

شیخ سلطان پکھلی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے چہیتے لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے شیخ نورالدین بدخشی اور اسحاق ختلانی جیسے بزرگوں سے خط ارشاد حاصل کیا۔ عمر سیاحت اور رفاقت اولیاء اللہ میں گزاری۔ درگجن میں ایک خانقاہ تعمیر کی اور خدا کے بندوں کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

آپکی نورالدین ریشی اور شیخ بہاء الدین جیسے لوگوں سے دوستی تھی۔ آخری عمر میں سلطان محمد خان کے اصرار پر پکھلی چلے گئے اور یہاں لوگوں کی اصلاح کرتے رہے۔ آپ کا روضہ پکھلی میں ہے۔ لوگ ان کی قبر پر آکر عقیدت اور احترام سے ایصال ثواب بخشتے ہیں۔ اور دعا مانگتے ہیں۔

شیخ سلیمان

شیخ سلیمانؒ کشمیری رئیس پنڈتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ازل سے مقبول تھے۔ سری کنٹھ آپ کا نام تھا چنانچہ تلک کو خود ہی مٹا دیا اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مدرسۃ السلام میں قرآن مجید کو زبانی یاد کیا۔ بھائیوں اور رشتہ داروں کے ڈر سے سمرقند چلے گئے۔ وہاں سے نقلی اور عملی علوم کو حاصل کرنے کے بعد کشمیر آئے۔ یہاں اپنے بھائیوں سے محفوظ نہ سمجھ کر کولاب چلے گئے اور وہیں حضرت امیر کبیر کی خدمت حاصل کی۔ حضرت امیر نے پوچھا! اے شیخ کہاں سے آتے ہو؟ عرض کی باغ سلیمان کے ملک سے میر نے شیخ سلمان نام رکھا۔ اور مریدوں کے دائرے میں شامل کیا۔ پھر حضرت امیر کے ساتھ سرینگر آئے اور سرینگر میں وفات پائی۔ آب کو جامع مسجد کے ساتھ ہی دفنایا گیا۔

مولانا سعید

مولانا سعید میر محمد ہمدانی کے خلیفوں میں سے تھے۔ سید بزرگوار کے فرمانے میں خانقاہ معلّٰی کو تولیت پر مستعین ہو کر عمر شریف کو تیک نأمی میں بسر کیا۔ کامل اور فاضل لوگ آپ کے

رفقاء تھے خانقاہ معلٰی میں دفن ہیں۔

ملک سیف الدین

ملک سیف الدین سلطان سکندر بت شکن کے وزیر اعظم تھے۔ مسلمان ہونے سے قبل آج کا نام سوہ بھٹ تھا۔ جب میر محمد ہمدانی کشمیر آئے تو آپ انکے استقبال کے لئے تھے گئے انکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مریدوں کے دائرے میں شامل ہو گئے۔ معرفت اور طریقت اور سلوک کی منزلیں طے کر کے اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کی۔ آپنے اپنی بیٹی حضرت سید کے عقد میں دے دی۔ آپ نے آخری دم تک احکام خداوندی پورے کئے ۔بتوں کو مسمار کیا اور تبلیغ کرتے رہے۔ ۸۲۵ھ میں رحصت فرمائی۔ آپ راجوری کدل میں گنبد قصر سنگین میں دفن ہوئے۔

ملک سیف ڈار

ملک سیف ڈار کشمیر کے رئیس لوگوں میں سے تھے سلطان حسن شاہ اور محمد شاہ کے زمانے میں وزارت کے عہدوں پر فائز رہے۔ دنیا کی اور وزارت کی مصروفیات کے باوجود دینوی احکامات کی پابندی کرتے رہتے تھے۔ شریعت کے سخت پابند تھے۔ آپ نے مسجدیں اور خانقائیں تعمیر کروائیں۔ عدل وانصاف میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ شیخ اسماعیل زاہدان کے پیر طریقت تھے۔ ملک شمس چک کی مخالفت کی وجہ سے نورنگ چک کے ہاتھ سے لڑائی میں شہید ہو گئے۔ باکمال بزرگ تھے۔ محلہ داتل کدل مین ٹھگ بابا کے روزے کے ساتھ ہی پتھروں کے مندر میں دفن ہیں۔

شیخ محمد سعید

شیخ محمد سعید عظیم بزرگ اور باکمال ولی اللہ باباداؤد خاکی کے فرزند تھے۔ پہلے اپنے واالد تھے اور اس کے بعد ہردے ریشی سے باطنی فیوظ حاصل کئے۔ اور خط ارشاد حاصل کیا۔ ہردے ریشی کے بعد ان کے جان نشین ہو گئے۔ اسلام آباد کے عقید تمندوں نے آپ کو ہردے

ریشی کے مزار میں دفن کیا۔

خواجہ محمد سعید نقشبندی

خواجہ محمد سعید حضرت شاہ مسافر کے خلیفہ تھے۔آپ نے ریاضت اور عبادت میں ساری عمر گزاری۔خدمت خلق نہایت ہی پر خلوص طریقے سے کرتے تھے۔روزہ داری اور پرہیز گاری میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا۔کشف وکرامات بھی آپ سے ہوتے رہے۔مقتدر شخصیات کے مالک گزرے ہیں۔

سنوتی ریشی

حضرت سونتی ریشی پاندہ چھک گاؤں کے رہنے والے تھے۔نہایت پرہیز گار' خدا ترس اور کشف وکرامات کے مالک تھے۔زمانے کے مشہور بزرگ اور صوفی باصفاء حضرت میاں محمد امین دار کے مرید تھے د۔میاں امین دار کے تمام مریدوں سے زیادہ عزیز اور چہیتے تھے۔آپ نے تاحیات اپنے مرشد کی خدمت میں کوئی کسر نہ رکھی۔آپ پاندہ چھک میں دفن ہیں۔

مولانا سعید کنو

مولانا سعید کنو باکمال ریاضت کش عبادت گزار اور پرہیز گار گزرے ہیں۔سجدہ کرتے کرتے ماتھے پر ایک دھبہ نمودار ہوا تھا فرماتے تھے یہ داغ عبودیت ہے۔جونہی نماز باندھتے آنکھوں سے اشک رواں ہونے شروع ہو جاتے تھے۔خود ہی امامت کرتے تھے۔علم الٰہی کے باطنی بھیدوں سے آشنائی حاصل تھی ملا سلمان فرماتے تھے اگر کسی کو یاران رسول دیکھنے کا شوق ہے تو اس کو چاہیے کہ مولانا سعید کو دیکھے۔

جب ان کے اس بیرون ملک سے ایک صاحب حال اور بزرگ شخصیت آئی تو آپ نے کہا اگر یہ خدا کا پیارا میرے باطنی حال سے واقف ہو جائے گا تو مجھے سنگسار کر دیگا۔جب واپسی کی آواز سنی تو مالک کے پاس سدھارے۔لاش کو بھالہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

مخدوم محمد سعید

مخدوم محمد سعید مخدوم محمد فصیح کے بیٹے تھے۔آپ نے باطنی اور روحانی تربیت بھی اپنے والد ہی سے حاصل کی تھی۔باپ کے انتقال کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے۔ہندوستان اور خراسان کی سیاحت کر کے بڑے مقتدر بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کیا۔اپنے باپ دادا کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ سیف اللہ

شیخ سیف اللہ حاجی عبدالسلام دار کے برگزیدہ خلیفوں میں سے تھے عبادت وریاضت میں کوئی انکا ثانی نہ تھا۔عشق مجازی سے عشق حقیقی تک جاپہنچے۔مجاہدہ اور مشاہدہ کا حد سے زیادہ شوق تھا صاحب کشف وکرامات تھے۔اپنے مرشد بزرگوار کے ساتھ مدفون ہیں۔

ملا محمد سعید گندسو عرف بخاری

ملا محمد سعید محمد مقیم کے شاگردوں میں سے تھے صحیح بخاری معہ اسناد ساری کی ساری یاد تھی۔اس لئے ان کو بخاری کہتے ہیں۔ویسے یہ ذات کے سید نہ تھے۔ملا عبدالسلام سے باطنی علم بھی حاصل کیا اور بیعت بھی کی۔سلوک کی منزلیں طے کر کے اعلی و عرفہ درجہ کو پہنچے صحاح ستہ (حدیث کی چھ کتب) کی احادیث مرشد کی خدمت میں پیش کر کے ان کی سند اور اجازت حاصل کرتے تھے۔اپنے بہنوئی شیخ محمد افضل زونمیری کے گھر میں تنہائی اور مجردی میں بسر کی۔آخری عمر میں شاہ آباد گئے۔اور اسی علاقہ میں ۱۲۰۸ھ میں انتقال فرمایا منڈاہ میں دفن ہیں۔ان کے کمالات کا اندازہ انکی تصنیفات اور تخلیقی کام سے ہوتا ہے۔آپ کی تصانیف قرآن مجید کا ترجمہ موسوم بہ مفاتیح البرکات' شرح کبریت احمر' جلائل الدعوت ہیں۔

وفاتش خرد بادل سیف گفت

سعید ازل شد بجنت رواں

شیخ سیف اللہ

شیخ سیف اللہ بابا مجنون ... کے پوتوں میں سے تھے۔ آپ ...ورہ کی زیارت کے متولی تھے متمول آدمی تھے اور جاگیر دار تھے دنیاوی دولت کے علاوہ دینی دولت سے بھی مالامال تھے خدا کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے والے تھے۔ ۱۲۲۴ میں رحلت فرمائی آباؤاجداد کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ سیف اللہ

شیخ سیف اللہ شیخ حیات کے مرید تھے آپ زاہد اور متقی ہونے کے علاوہ خدمت خلق میں پیش پیش تھے۔ آپ نے اپنے وقت میں مسجدوں 'پلوں 'خانقاؤں کی تعمیرلت میں دلچسپی لے کر بہت زیادہ کام کیا۔ کھانے پینے میں حد درجہ کا پرہیز کرتے تھے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ میں انتقال کیا۔ اپنے اسلاف کے موار میں دفن ہیں۔

شیخ محمد سعید

شیخ محمد سعید شیخ محمد تارہ ملی کے قابل قدر اور صاحب کمال بیٹے تھے۔ آپنے اس زمانے کے مشہور بزرگ عبداللہ ترائی شیخ محمد ولی رنگیر 'امیر الدین پکھیوال اور شیخ احمد ترالی کی صحبت میں رہ کر باطنی اور روحانی کمالات حاصل کیے۔ سادہ وضع بزرگ تھے۔ پرہیزگاری اور نیکوکاری میں یکتا تھے۔ ۱۸ شوال ۱۳۰۹ھ میں ہیضہ کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ شیخ احمد کے مقبرے میں مدفون ہیں تاریخ

تامہ تاریخ سال رحلت او

بودہ شیخ الورا سعید بہشت

میاں شاہی

میاں شاہی حضرت بلبل شاہ جیسے بزرگوں کے مرید تھے۔ آپ فنافی اللہ کی حدود تک پہنچ چکے تھے۔ تمام عمر عبادت اور ریاضت میں بسر کی ہے۔ حضرت بلبل شاہ کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ شمس الدین بغدادی

شیخ بغدادی بغداد کے رہنے والے تھے۔ سیاحت کا شوق تھا۔ اس زمانے کے وسائل کے تحت تمام دنیا کی سیر کی اور اس سیاحت میں مقتدر بزرگوں کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے سلطان زین العابدین شاہ کے دور میں کشمیر آئے اور سلطان نے ان کو زینہ پور کے شاہی محل میں ٹھرایا۔ سلطان خود انکی خدمت کرتے رہے۔ شیخ کو یہ جگہ بہت پسند آئی اور ایک دن بادشاہ سے کہا دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے یا ہمارے لئے یہ جگہ خالی کردو یا ہمیں کہیں اور بھیج دو۔ سلطان نے محل ان کے حوالے کردیا اور خود شہر چلے آئے۔ سلطان تبلیغی خدمات میں مشغول رہتے ایک بڑا لنگر چلتا تھا جو بادشاہ چلاتا تھا جب سلطان رحلت کر گئے تمام مخلصوں کے ساتھ اس جگہ کو پسند کرکے دفن ہوئے۔

ملک شمس الدین پال

ملا شمس الدین مرزا حیدر کے زمانے کے عالم فاضل تھے۔ آپ کو راست گوئی پر علم العلماء کا خطاب ملا تھا۔ اکثر مناظرہ اور مباحثوں کو عالمانہ دلائل سے قائل کرتے تھے۔ مرزا حیدر کے زمانے میں کسی نے سلطان سے بازی نہ جیتی تھی۔ جب داؤد طوسی شیخ حمزہ مخدوم کے مرید ان کو شیخ حمزہ مخدوم کے ہاں لے گئے وہاں فرش و فروش دیکھ کر خیال کیا کہ یہاں تو فرش و فروس ہی نظر آتا ہے۔ اس پر دوسرے روز سلطان العارفین نے حکم دیا کہ یہ تمام فرش و فروش ملا کے ہاں لے جاؤ اس کو یہاں اسکے بغیر کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ مولانا نے یہ بات سن کر ندامت محسوس کی حلقہ مریدی میں داخل ہو کر باطن کے حال سے آشنائی حاصل کر کے عالم باعمل بن گئے۔ حیدر مرزا کی وفات کے بعد حج پر گئے وہیں جنت البقیع میں دفن ہیں۔

شیخ محمد شافی

شیخ محمد شافی افغانستان کے رہنے والے تھے۔ فوج میں بھرتی ہو کر لشکر شاہی کے عہدہ تک جا پہنچے۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کی مریدی کے دایرے میں آکر دنیا چھوڑی اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ ۱۰۰۰ اخروار کی جاگیر تھی۔ قلعہ شاہی میں دفن ہیں۔

شہاب الدین سندھی

حضرت شہاب الدین سندھ کے باشندے تھے۔ حسن شاہ کے زمانے میں سندھ سے تشریف لا کر کشمیر میں سکونت اختیار کی عالم باعمل تھے۔ سلوک اور طریقت کی منزلیں طے کر کے کشف و کرامات کے ملکہ سے مالامال تھے۔ نواکدل میں دفن ہیں۔ کشمیر کی تعریف میں یہ ان کی مشہور رباعی ہے

کان الکشمیر ولکانہا جنات عدن ہی للمومنین
قل کتب اللہ علے بابہا من دخلہ کان من الامنین

کشمیر کشمیریوں کے لئے جنت ہے۔ جس کا وعدہ مومنوں کے لئے کیا گیا ہے
کشمیر کے دروازے پر خدا نے لکھا ہے جو اس میں داخل ہو وہ امن والوں میں سے ہے۔

مولانا شریف خادم

مولانا شریف خادم سوپور کے ہانجیوں یعنی مچھلی پکڑنے والوں میں سے تھے۔ میر محمد خلیفہ سے تکمیل سلوک و طریقت کرنے کے بعد خط ارشاد حاصل کیا۔ سنت اور شریعت کے سخت پابند تھے۔ ایک ہفتہ کے بعد افطاری فرماتے تھے۔ آپ اپنے مرشد میر محمد خلیفہ کے مقبرے میں دفن ہیں۔

مولانا شاہ گدا

آپ کرانکر شیون کے رہنے والے تھے۔ حاجی احمد قاری سے سلوک اور طریقت کی باطنی تربیت پاکر دنیا کو خیر آباد کہا اور اس کے بعد باطنی تعلیم میں حاجی موسیٰ سے اور اضافہ

کیا۔ جلدی ریاضت شاقہ کے طفیل خط ارشاد ودیعت ہوا۔ آپ کی شہرت دیکھ کر خواجہ داؤد مجذوب نے بڑی ڈانٹ پلا کر کہا کیوں نہیں میری طرح دیوانگی کا لباس پہنتے اور دنیا کی شہرت سے اپنے آپکو بچاتے۔؟ یہ سن کر مولانا نے حضرت داؤد مجذوب کو کہا ابھی کیا دیکھا کل کا انتظار کرو۔ دوسرے دن اپنے مرید سے کہا کل جمعہ ہے اگلے جمعہ تک ایک کوٹھڑی بناؤ جو مردم نشینی کے لئے کام آئے۔ دوسرے جمعہ کی رات کو اپنے عقید تمندوں کو معرفت 'طریقت 'شریعت کی باتیں سناتے رہے۔ صبح کے وقت جمعہ کے روز دوسری کوٹھڑی میں وہ لوگ چلے گئے۔ دروازہ بند کیا چاشت کے وقت تک لوگ باہر رہے۔ لوگ انتظار پریشانی سے کڑتے رہے نہ جانے کیا ماجرا ہے؟ دوپہر کے وقت حجرہ میں ۹۶۹ھ کو انتقال فرمایا تھا۔ ملارتہ کے محلہ میں سید میرک میر کے مرگزار میں دفن ہوئے۔ تاریخ "گدائی شاہ اقلیم ولدیت"

شمس الدین نیالک

حضرت شمس الدین نیالک حضرت بابا نصیب الدین غازی کے خلفاء میں سے تھے۔ دنیا کی لذات ترک کر کے صرف کاسنی کھاتے رہتے ہیں۔ حضرت بابا کی نظر عنایت سے جلدی باکمال درجے تک پہنچ گئے۔ خواجہ حبیب اللہ نوشہری کی خدمت میں بھی کبھی کبھی جاتے تھے ایک گاؤں میں انکا گزر ہوا گاؤں والوں نے کچھ بے رخی کی ایک چشمہ اس گاؤں میں پانی کا تھا اس کا پانی ہی سوکھ گیا۔ آخر لوگوں نے منت سماجت کی اور ایک دفعہ پھر آب رواں اور آب شیریں جاری ہوا۔ اپنے مرشد بابا نصیب الدین غازی کے ساتھ ہی ساری عمر گزاری۔ جائے وفات تحقیق کے باوجود معلوم نہ ہو سکی۔

شیخ شمس الدین

شیخ شمس الدین بابا نصیب کی ماں کی طرف سے سوتیلے بھائی تھے۔ جوانی میں ہی تارک دنیا ہو گئے اور صرف عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے حضرت بابا کی طرف سے خط ارشاد

حاصل کر کے تبت کارخ کیا اور تبلیغ اسلام کر کے لوگوں کو مشرف بااسلام کیا۔ وحدت الشہود کے قائل تھے۔

شیخ شریف و شیخ مومن

شیخ شریف و شیخ مومن بابا نصیب کے مرید تھے۔ دونوں بھائی باشریعت بزرگ تھے۔ گوشت کھانے سے احتراز کرتے تھے۔ صاحب توکل تھے۔ اور ہمیشہ عبادت دریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ جمعہ کے روز دونوں بھائی شہر جمعہ پڑھنے آتے تھے ہمیشہ ہی مجرد زندگی بسر کرتے رہتے تھے۔ دن کو روزہ دار اور شب کو شب بیدار رہتے تھے۔ شیخ مومن نے آخری عمر میں شادی کی اور نیک اولاد سے سرفراز ہوئے۔ اور شہر میں وفات پا گئے۔ شیخ شریف شہر کے نزدیک ایک گاؤں برتصن میں انتقال کر گئے۔

بابا شمس الدین

بابا شمس الدین حضرت بابا نصیب الدین غازی کے سگے بھائی تھے کچھ سلوک اور طریقت کی تعلیم بھائی سے پائی اور اگر کچھ کمی رہ گئی تو وہ مشہور زمانہ صوفی بابا اسحاق نروری سے پوری کی حضرت بابا نصیب الدین سے باکمال ہونے پر خط ارشاد حاصل کر کے بھائی کی جان نشینی اختیار کی۔ انتقال کے بعد بھائی کے مزار میں دفنائے گئے۔

شیخ محمد شریف

شیخ محمد شریف، شیخ زاہد کے فرزند ارجمند تھے۔ آپنے روحانی اور باطنی تعلیم حضرت خواجہ رفیق اسائی سے حاصل کی تھی۔ عالم باعمل پارساء بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ رفیق اشائی جو آپ کے مرشد تھے ان کی وفات کے بعد اکاون برس تک سجادہ نشین رہے۔ روایت ہے ایک دفعہ بجبہاڑہ میں درخت کے نیچے چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے کسی نے سیب دیا۔ آپ نے یہی سیب سفیدے کے درخت کو مارا اور خت پر سیب ہی سیب لگ گئے۔ یہ سفیدہ کا درخت نہ

رہا بلکہ سیب کا درخت بن گیا۔

بجھماڑہ میں ایک درخت تھا ہندو اس کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔ لوگ اسکو کاٹنے سے ڈرتے تھے آپ اس بدعت کو ختم کرنا چاہتے تھے کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ اس درخت کو کاٹے آخر حضرت کے کہنے پر مقدم زادہ نے اسکو کاٹنے کی ٹھانی مگر درخت کے گرنے کے ساتھ ہی مقدم زادہ اسکے نیچے آکر مر گیا۔ لوگ پریشان ہو گئے شیخ صاحب آگئے دم کیا پانی چھڑکا اور مقدم زادہ کو اللہ نے نئی زندگی دی۔ ۷ اربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو رحلت کر گئے۔ شیخ محمد شریف خواجہ رفیق اسائی کے مزار میں دفنائے گئے۔

تاریخ وفات "شیخ کاملان" ہے

مولانا شمس الدین گنائی۔

شمس الدین گنائی یعقوب صرفی کے چچازاد بھائی تھے آپ نے سلوک اور طریقت کی تعیم حضرت خواجہ رفیق سے حاصل کی اور کشف و کرامات کا ملکہ حاصل کیا۔ ریاضت و عبادت ہمت اور طاقت کے مطابق ب درجہ اتم کرتے رہے۔ مولانا ۲۰ محرم ۱۰۵۰ھ کو انتقال کر گئے۔ آپ ملاکھاہ میں دفن ہیں۔

مخدوم شیخ محمد شریف

مخدوم شیخ محمد شریف حاجی حسین قاری کے فرزند تھے آپ نے اپنے والد بزرگوار سے ہی روحانی اور باطنی تربیت حاصل کی۔ صفاپور میں ریشی ونی کے مقام پر بارہ برس تک ایک پہاڑ پر رہ کر خلوت نشینی اختیار کی۔ اس کے بعد سنبل ناگ کو اپنی جائے ریاضت متعین کر کے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ مانسبل میں ایک جوگی سنگ پارس انکے پاس لایا (جس کو چھونے سے ہر چیز سونا بن جاتی ہے) اور بطور نذرانہ پیش کیا۔ حضرت نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جوگی نے وضاحت کی تشریح سننے کے بعد حضرت نے وہ سنگ پارس اٹھا کر دریا پھینک دیا اور اسلام کی تشریح اور سنت اور شریعت سے آگاہ کیا۔ جوگی بہت متاثر ہوا۔ اس نے اسلام

قبول کر لیا۔اور حضرت شیخ سے بیعت کی اسکے ساتھ ہی مزید ۹۰۰ ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۹۰۴ھ میں وفات پائی۔ صفاپور میں مانسبل جھیل کے شمالی کنارے پر دفن ہیں۔

شیخ شفیع ککو

شیخ شفیع ککو حضرت ملا طیب کے مرید تھے۔عبادت گزار پرہیزگار اور پابند شرع تھے۔خواجہ اسماعیل چشتی کے متصل دفنائے گئے ہیں۔

میر شرف الدین قادری

میر شرف الدین میر ابوالفتح کے بیٹے تھے۔باپ کی اطاعت شعاری اور فرمابرداری ہی میں علم سلوک اور علم طریقت میں آگاہی حاصل کی تھی۔والد انتقال کر گئے تو ان کی جگہ جانشین ہو کر خدمت خلق سرانجام دیتے رہے۔ ۱۵ ماہ شوال ۱۳۰۵ھ کو انتقال کر گئے۔آپ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔ تاریخ" خلیفہ شاہ جیلانی"

شیخ محمد شفیع عرف طلائی

شیخ محمد شفیع بہت بڑے عالم باعمل تھے۔لب اور کیمیا گری میں انکا جواب نہ تھا۔کہتے ہیں کہ خواجہ خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات تھی۔ان کے بارے میں مشہور ہے تانبے سے سونا بناتے تھے جس کی وجہ سے طلائی مشہور ہوئے۔مرنے سے قبل بیوی نے کہا' آپ کیمیا گر تھے ہمارے لئے نان شبینہ نہ رکھا۔فرمایا تانبے کا پتیلہ آگ پر گرم کر لو پتیلہ گرم ہونے پر لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔پتیلہ طلائی ہو گیا۔پرگنہ کوٹہار کے گاؤں ارین میں دفن ہیں۔

شیخ شرف الدین زہگیر

شیخ شرف الدین کو معرفت الٰہی ودیعت ہوا اور ملا عبدالسلام سے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کئے کافی ریاضت اور پرہیزگاری کے بعد خلعت ارشاد سے ملبوس ہو کر لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔آخر میں خواجہ عبدالرحیم کمان کے حلقہ میں آ گئے۔چند کتابیں جن میں روضۃ الشرب روضۃ السلام بالترتیب مال عبدالسلام اور خواجہ عبدالرحیم شیخ کے بارے

میں ہیں۔ تصنیف فرمائیں۔ غرہ جمادالاول ۱۲۰۵ کو انتقال فرمایا۔ مرشد بزرگوار کے مقبرے
میں ہمیشہ کی اور ابدی نیند سوگئے۔ تاریخ

خبر سال وصالش زخرد جستم جوش

شرف اہل تیقین عارف باللہ آمد

شہاب شاہ قلندر

شہاب شاہ مست قلندر تھے جوانی میں بھابھی نے زنا کی تہمت لگائی اور جان بوجھ کر بدنام کرنے اور بھائی کی نگاہوں میں گرانے کی کوشش کی تو آپ نے آلہ تناسل ہی کاٹ دیا۔ ترک دنیا کی اور مجاہدہ اور مشاہدہ میں مصروف ہوگئے۔ پرگنہ باندی پورہ میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے کشف وکرامات کے سلسلے میں مشہور ہوئے۔ ۱۶ رمضان ۱۲۱۱ھ کو وفات پاگئے۔ بانڈی پارہ میں پہاڑ کی اونچائی پر دفن ہیں۔

کرشنہ پیر

یہ بت پرست تھے۔ کرشنہ کار کے نام سے مشہور تھے بڑے بااعتبار مالدار تاجر تھے۔ فقیروں کی خدمت میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ کہتے ہیں وری پورہ ایک زمیندار محمد ترا نے ایک ہزار روپیہ ان سے قرضہ لیا تھا اور وقت مقررہ پر جب وہ نہ آیا تو پیسے لینے کے لیے خود وڑی پورہ گئے۔

راستے میں درخت کے نیچے قیام کرتے وقت دیکھا ایک زمیندار ہل جوتتے وقت نماز پڑھ رہا ہے۔ بیل خود ہل جوت رہے ہیں۔ اس کے پاس گئے۔ کسان نے کہا میں پنجابی ہوں اور مانک شاہ میرا نام ہے میں محمد مراد کا کام بغیر اجرت کے کرتا ہوں اس نے کہا میرے ساتھ چلو میں سب کچھ دینے کے علاوہ تمہاری خدمت بھی کروں گا اس نے کہا اگر محمد مراد مجھے اجازت دیتا ہے تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ کرشنہ کار محمد مراد کے پاس گیا اور کہا کہ میاں مانک شاہ کو مجھے دے دو میں تم سے روپیہ بھی نہ لوں گا۔ محمد مراد نے مانک شاہ کو کرشنہ کار کے حوالے کر دیا۔ کرشنہ کار نے مانک شاہ کو عاجز کر کے گھوڑے پر سوار کر کے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ایک دن کرشنہ کار نے مانک شاہ کو کہا کہ راہ طریقت اور باطنی تربیت میں صرف آپ سے لینا چاہتا ہوں اس لیے میری رہنمائی کریں مانک شاہ نے کہا چلیں ہم دونوں ڈل جھیل کی سیر کرنے جاتے ہیں۔ دونوں ڈل گئے اور کرشنہ کار شراب معرفت پی کر مست ہو گئے۔ میدانوں اور جنگلوں میں پھرنے لگے۔ ملاکھاہ کے مردوں کی ہڈیاں نکال کر ان کی مالا بنا کر پہنتے تھے۔ ڈر کے مارے نہ تو ہندو اور نہ ہی مسلمان ان کے پاس جاتا تھا۔ آخری وقت رینہ واری کی حدود میں قصائیوں کے محلے میں ایک گڑھا اپنے ہاتھوں سے کھود کر رات کو اسی میں سو گئے اور رحلت کر گئے زندہ پیر نے اوپر سے مٹی ڈلوادی۔ دوسرے دن ہندو جمع ہو گئے قبر کو کھولا لاش کا نام ونشان باقی نہ تھا۔

لالہ ماتجو

حضرت شاہ قاسم کے مرید تھے۔ عابد اور زاہد تھے۔ مدتوں زاہدانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر دریائے وحدت میں سرشار مجنوں ہو کر ویرانوں اور بیابانوں میں پھرنے لگے۔ لوگوں کی حاجت روائی کرتے تھے۔ ۱۷ محرم ۱۰۶۲ھ کو رحلت کی شورہ گری محلہ سرینگر میں مسجد کے قریب دفن ہیں۔

محمد مراد پوشہ ٹینگو

محمد مراد اپنے سر ہمیشہ پھول رکھتے تھے۔ علاؤالدین پورہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت زاہد بابا ناگامی کی خدمت میں جاکر طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ ہندوستان جاکر وہاں کے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ جب واپس آئے تو دیوانوں کی طرح پھرنا شروع کیا۔ ۱۱۲۲ھ میں رحلت کی۔ محلہ زرپرستان میں دفن ہیں۔

مہدہ نواب

کہتے ہیں کہ یہ افراز شاہ کے چیلے تھے۔ بازاروں' کوچوں اور طرفوں میں چکر لگاتے رہتے تھے۔ حد درجہ کے صاف دل اور روشن ضمیر تھے۔ جہاں کہیں کسی مجذوہ کو دیکھتے اس کو مار پیٹ کے بغیر نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ جمال شاہ کو مار ہی ڈالا۔

محمد شاہ

صاف دل اور روشن ضمیر قلندر تھے۔ شانگس کے گاؤں میں عمر بھر چپ چاپ پکا کھا رہے۔ اسی گاؤں میں دفن ہیں۔ بڑے کرامات والے مجذوب تھے۔

شاہ مجذوبی

کمال کرامات والے بزرگ تھے۔ صاحب حال لوگوں کو بتاتے۔ مست قلندر گلی گلی اور کوچہ کوچہ گھوما پھرا کرتے تھے۔ ۱۱۹۷ھ میں کوچ کر گئے۔

مراد شاہ

مراد شاہ مست قلندر اور مجذوب تھے۔ ایک دن میر عباداللہ کے گھر آئے۔ ختم بند چھت کو دیکھنے لگے۔ حیرت سے آہ نکال کر بولے کتنا پیسا خرچ ہوا ہوگا اسی رات اس مکان کو آگ لگ گئی۔ ہزارن بازار میں دفن ہوئے کافی عمر کے تھے۔

شاہ نظام الدین

خدا رسیدہ مست قلندرں میں سے تھے بازاروں بازاروں 'گلیوں اور کوچوں میں پھرا کرتے تھے حاجت مندوں کے درست جواب دیتے تھے کہتے ہیں کہ ایکدن لوگ طلب بارا ن کی نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ جارہے تھے شاہ نظام الدین کو بھی کسی گلی میں سے پکڑ کر ساتھ لے گئے عیدگاہ پہنچ کر چرس کی تین چلمیں پی پی کر دھواں آسمان کی طرف پھینکنے لگے۔ اور آنسو کے کچھ قطرے بھی بہائے لوگ عیدگاہ ہی میں تھے کہ بارش برسنے لگی۔ گندپورہ میں دفن ہیں۔

نعیم شاہ

مرادیا قبیلے کے اور راجوریکدل کے رہنے والے تھے جوانی میں کسی کی نظر دنیا سے سیر بنادیا مجنوں ہوگئے جس کسی کو کہتے تھے کہ میں نے تم کو اتنا روپیہ دے دیا یا فلانی چیز دے دی۔ بغیر کسی فرق کے وہی عمل میں آتا تھا۔ ۱۲۲۵ھ میں رحلت کی۔

میاں وفاقی شاہ

سلوک کے مرحل طے کر کے پنجاب سے کشمیر آئے یہاں مستی غالب ہوگئی کپڑے پھاڑ کر دوڑتے ہوئے ننگے پھرنے لگے ہندی اور پنجابی راگ گاتے تھے۔ بار بار بولتے تھے جل گیا جل گیا اور دو تین گھڑے پانی کے پی جاتے تھے۔ ایک دن کلنگ اوپر سے اڑ رہے تھے۔ شاہ نے نظر اٹھائی دو کلنگ نیچے اترے اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ شاہ نے کہا تم اچھا نوحہ کرتے ہو۔ اور میں اپنے آپ کو رو رہا ہوں۔ تم نوحہ کرو تو رونے لگے۔ اور دو دن کلنگ آوازیں کرتے رہے۔

اسی حال میں ان کا انتقال ہو گیا۔ پرگنہ مچھی پورہ کے والد گاؤں میں دفن ہیں۔

خواجہ یعقوب مجنوں

مست قلندر تھے۔ ماضی اور مستقبل کی کوئی بات ان کی نظر سے او جھل نہ تھی۔ میدانوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ کبھی سات سات 'آٹھ آٹھ دن کچھ نہ کھاتے اور پیتے تھے۔ بابا داؤد مشکواتی کہتے ہیں میں نے ایکدن ان کو ایک خندق میں پڑا ہوا دیکھا۔ مالی خربوزہ لیے کھانے کو کہتا تھا وہ نہ کھاتے تھے اور یہ گیارھواں دن تھا انہوں نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔

تذکرہ خواتین صالحات

ہم نے ان بزرگان کشمیر کا جن کا تعلق خاندن سادات سے تھا ذکر کیا' ان کی زندگی کے اہم نصب العین کو اجاگر کیا۔ ان کی دینی خدمات اور ذاتی کاوشوں کو بر سر عام لائے اسکے بعد کشمیر کے ریشوں کے بیان میں ان کی ریاضت اور عبادت کو سامنے رکھا اور جہاں شیوخ اور اکابر دین کا تذکرہ آیا وہ بھی من و عن جو بھی تذکروں اور تواریخ سے پتہ چلا قارئین کے سامنے رکھا۔ اب اس باب میں صالح خواتین کا تزکرہ کرنا مطلوب ہے۔

یوں تو خواتین کے تذکرہ یا بیان کرتے وقت ہم پر للہ عارفہ اور حبہ خاتون کا بیان یا ذکر کرنا لازم ہو جاتا ہے لیکن لاکھ مجذوبہ سہی رام اور رحیم کا ورد اس کی زبان پر تھا۔ وہ شاعرہ ضرور تھی۔ لیکن اس کے کلام میں روحانیت کی باریک موشگافیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس کا کلام سنسکرت شلوک میں ہمیں ملتا ہے لیکن وحدت پرستی سے لبریز۔ حبہ خاتون کا تذکرہ ایک ایسے ماحول میں جہاں عورتیں تو ایک طرف کوئی لکھا پڑھا مرد بھی نظر نہ آتا تھا۔ حبہ خاتون "زون" کا اخلاقی علوم حاصل کرنا حیرت انگیز بات تھی' لوگوں کی چہ مگوئیاں بعید از فہم نہ تھیں۔ حبہ خاتون کے والد عبدی راتھر نے بغیر سوچے سمجھے اپنی بیٹی کی شادی اپنے خاندان کے ایک نو عمر لڑکے سے کردی۔ پانپور کے مشہور صاحب دل بزرگ خواجہ مسعود کے پاس گئی اپنا دکھڑا سنایا۔ اس کی ہمدم خاتون نے اس کی شاعری کا تذکرہ خواجہ مسعود کے

پاس کیا۔ زون کی شاعری کا نفس مضمون سن کر خواجہ صاحب انگشت بدنداں رہے اور فرمایا کہ مستقبل خود تیرے حق میں فیصلہ دیگا۔

سلطان علی شاہ چک کے دور حکومت میں اس کا بیٹا یوسف شاہ چک کشمیر کا ولی عہد بنا۔ ۱۵۷۰ء کا ذکر ہے کہ زون جو حبہ خاتون کے نام سے مشہور تھی ایک دن اپنے گھر سے باہر سڑک کے قریب کھیت میں بیٹھی گودائی یا نیلائی کر رہی تھی ہاتھ کام میں مصروف تھے۔ لیکن زبان سے ایک دلگداز ترانہ گا رہی تھی۔ شہزادہ یوسف کا اس طرف سے گذر ہوا اس نے اس کی آواز سنی اور جب یوسف شاہ چک نے حبہ خاتون کے خاوند کو پانچ ہزار درہم دے دلا کر طلاق دینے پر راضی کر لیا۔ ۱۵۷۹ء میں سلطان علی شاہ کا انتقال ہوا یوسف شاہ تخت نشین ہوا اور حبہ خاتون ملکہ کشمیر کہلائی۔ وہ ملکہ کشمیر اور ملکہ ترنم بھی ملکہ فکر و سخن اور ملکہ حسن و عشق لیکن صالح خاتون ہم اس کو نہیں کہہ سکتے آن عزیزان انشانے دیگر است

لہٰذا ان دو خواتین کے بعد اب میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تواریخ اور تذکروں کی روشنی میں میں ایسی صالح خواتین کا ذکر کروں جن کو مال و متاع دنیا کی نہیں بلکہ آخرت کے توشے کی فکر تھی۔ جنہوں نے نفس امارہ کو مار کر اللہ کی قربت حاصل کی تھی جن کی ہر بات کن اور فیکون کا درجہ رکھتی تھی۔ جن کی نگاہوں کو دنیا کا زر و مال یکسر نہ بھایا۔ راہ عرفان پہ چلنے والی یہ خواتین اعلیٰ و ارفع درجہ رکھتی ہیں۔ خواتین صالحات کے ضمن میں جن نیک بخت خواتین کا ذکر ہم آگے چل کر ینگے وہ یہ بہت بی بی۔ دیت بی بی' سنگہ بی بی' دتہ بی بی' بڑی شلالی بی بی پلھم خاتون' گنگہ بی بی' میرہ بی بی' بی بی تاج خاتون' بی بی بارعیہ' بی بی ہادرہ' گل خاتون' صالح خاتون' بی بی حافظہ مریم' حافظہ خدیجہ

بہت بی بی

بہت بی بی ایک ایسے عظیم بزرگ کی مرید تھیں۔ جو پیر طریقت بھی تھے اور پیر شریعت بھی۔ آپ حضرت شیخ العالم کی مرید تھیں۔ بہت بی بی نیک پارسا خاتون وریہ گام کی رہنے

والی تھیں۔ آپ کے والد پٹواری تھے۔ حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین ولی قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں گھومے پھرے ہیں۔ بہت بی بی اپنی ہمشیرہ دیت بی بی کے ساتھ ساگ زار میں ساگ چن رہی تھیں۔ کھیتوں میں ساگ چننا کشمیر میں ایک عام سا کام سمجھا جاتا ہے۔ اسی دوران شیخ العالم اس مقام سے گذرے تو بہت بی بی نے شیخ العالم سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ جانداار زندگی عش چیزوں کو کھا کر عبادت کرنا کوئی بڑی بات نہیں گھاس پات تو شیخ کھاتا ہے لیکن اس کی جسمانی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ دیت بی بی نے کہا ری تو نہیں دیکھتی کہ حیوان گھاس پات کھاتے ہیں لیکن ان کی جسمانی حالت کتنی مضبوط ہوتی ہے۔ حضرت شیخ نے یہ بات سنی اور اسے غیبی خوشخبری سمجھ کر گھاس کھانا ترک کر دی اور دودھ پر زندگی بھر گذارا کرتے رہے۔ حضرت شیخ نے ان کی بری قدر و منزلت کی۔

حضرت شیخ نے بھانپ لیا کہ خواتین صالحات میں سے ہیں۔ ان پر اپنی کامل نگاہ کا اثر کیا اور دونوں مشرف بااسلام ہوئیں۔ بہت بی بی عمر بھر چرخہ کاتتی رہیں اور اس نیک کمائی سے گزر بسر کرتی رہی۔ اور کہتی تھیں کہ میں نے اس رزق میں سے حد زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ ان کا فرمانا تھا کہ بندہ کا وجود خدااور بندے کے درمیان سب سے بڑا پردہ ہے۔ یہ وہی فرمودہ جو حضرت ابراہیم کو اللہ تعالی نے موت کے بارے میں آیت نازل فرمائی تھی۔

ان الموت الجسر یوصل الحبیب الا لحبیب۔

موت اللہ اور اس کے پیاروں کے درمیان ایک پردہ ہے۔ فرماتی تھیں اپنے کاموں کو خود کرنے والا سمجھنا شرک ہے۔ کیونکہ لاتحک ذرہ الاباذن اللہ۔ اللہ کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ جس نے اپنی ہستی کو مٹایا اس کو دائمی خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔ آپ زانسو کے گاؤں میں دفن ہیں۔

دہت بی بی

دہت بی بی بہت بی بی کی بہن تھیں۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ حقیقی بہن نہیں تھیں۔ بہر حال جو بھی رشتہ تھا ایک صالحہ خاتون تھیں۔ جو ایک خاص اپنی انفرادیت رکھتی تھیں۔

آپ حضرت شیخ نورالدین کی مریدہ تھیں۔ اسرار و رموز کی باتوں سے آشنائی میں بے مثال تھیں۔ جب میر محمد ہمدانی اور شیخ نورالدین ولی کی ملاقات ہوئی میر محمد نے فرمایا اے شیخ! گھوڑے کو کیوں اتنا دبلا بنا دیا ہے۔ شیخ نے کہا کچا سوار ہوں ڈرتا ہوں کہ اگر گھوڑا توانا اور تندرست ہوا تو میری کمزوری سے فائدہ اٹھائیگا اور راستے ہی میں کہیں گرا دے گا بہت ٹی ٹی اور دہت ٹی ٹی دونوں حاضر تھیں۔ آپ دونوں بہنیں وریہ گام کے پٹواری کی بیٹیاں تھیں۔ دہت نی ٹی نے اس پر حضرت میر محمد ہمدانی کو کہا منزل رسیدوں کو گھوڑے اور زین کی فکر نہیں ہوتی۔ حضرت میر محمد نے کہا وہ کون لوگ ہیں۔ دہت ٹی نی نے کہا جو اپنی ذات سے چھٹکارا حاصل کر چکے ہوں۔ حضرت میر محمد نے پوچھا آپ نے اپنے آپ سے چھٹکار حاصل کیا ہے ٹی ٹی نے کہا اگر میں نے اپنے آپ سے رہائی نہ پائی ہوتی تو ایسی مقدس مجلس میں کیونکر اسرار الٰہی کی باتوں میں گستاخی کرتی۔ حضرت میر نے آپ سے سوال کیا تو بیٹی ہے یا بیٹا؟ کہا اگر نیست ہوں تو پھر نہ میں لڑکی ہوں نہ لڑکا۔ اگر مست ہوں تو میں پھر کچھ بھی نہیں ہوں حضرت میر نے پوچھا کس بات سے تجھے یہ شادمانی ملی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے کہ میں نے روحانی موت سے نجات پائی ہے۔ حضرت میر نے فرمایا نہایت معنی خیز باتیں سنا رہی ہو۔ بولی مقدس مجلس میں مقدس کلام چاہیے۔ حضرت میر نہایت خوش ہوئے اور حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا گوشت کھانا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ دہت ٹی ٹی بولی۔ ہمارے مذہب میں جان کو آزار پہنچانا حرام ہے۔ اس واسطے جاندار کو ذبح نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت میر نے فرمایا ذبح تو دوسرے لوگ کرتے ہیں اور ہمارے پاس پاک اور حلال گوشت پہنچتا ہے۔ ٹی ٹی بولی پھر بھی جائز نہیں کیوں کہ ہر جانور کی بنیاد حرام نخر پر ہوتی ہے اور وہ حرام ہے۔ حضرت میر نے سوال کیا پھر تمام ولیوں نے کیوں گوشت کھایا ہے۔ دیت ٹی ٹی نے فرمایا وہ لوگ اس مقام پر پہنچ چکے تھے۔ اور یہ چیزیں ان پر حلال ہو گئیں اور عام لوگ ان کے پیرو ہیں ہم ابھی اس حد کمال تک نہیں پہنچے کہ ہم پر یہ چیزیں حلال ہوں پھر دہت ٹی ٹی نے حضرت میر سے مخاطب ہو کر کہا یا حضرت میر شیخ سے سوال پوچھنا تھا کہ دنیا اور آخرت دونوں کو

کیوں آپ نے اپنی ذات پر حرام کردیا ہے تاکہ میں جواب دیتی دنیا کیا ہے اور آخرت کیا ہے اور خدا کے پیاروں نے ان دونوں کو اپنے آپ پر کیوں حرام کردیا ہے۔ جس شخص کے لیے دنیا حرام اور عقبیٰ حرام ہے۔ اس کے لیے گوشت حلال ہونے یا حرام ہونے کی تو بات ہی کیا ہے ؟ حضرت میر ان جوابوں سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کی بہت تعریف کی۔ آپ خدارسیدہ بزرگ تھی۔ کشف و کرامات کا ملکہ خدا نے دیا تھا۔ زالوسہ میں دفن ہیں۔

شگہ بی بی معروف بہ یاون مڑی

شگہ بی بی ایک رقاصہ تھی۔ حضرت شیخ کے ایمان کی پرکھ کے لیے کہتے ہیں کچھ مفسد لوگوں نے اس کو بھیجا اور نوشہرہ کی عبادت گاہ پر حضرت شیخ کو نہایت ٹھاٹھ باٹھ سے آزمانے کے لیے گئی۔ اپنے حسن و شباب اور ناز و انداز سے اور نغمہ سرائی کے بل بوتے پر حضرت شیخ کے دروازہ پر جب پہنچی تو ان کی نگاہ عارفانہ نے ان تمام لچھنوں کو نیکی اور پارسائی میں بدل ڈالا توبہ کر کے حقیقی فیض سے مالا مال ہوگئی۔ اب آپ کا اوڑھنا اور بچھونا ریاضت 'عبادت 'روزہ داری اور پرہیزگاری بن گیا۔ بڑے بڑے بزرگوں سے فیض حاصل کرتی رہی۔۔ حضرت شیخ کے آستانہ کی مجاور مرتے دم تک رہی انتقال کے بعد حضرت شیخ نورالدین ولی کے آستانہ میں ہی دفن ہوئیں۔

دتہ بی بی

دتہ بی بی ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ بچپن ہی سے یاد خدا میں مصروف رہیں۔ یاد الٰہی میں ہمہ تن مصروف پاکر شیخ نورالدین ولی نے آپ کو اپنے دائرہ ارادتمندی میں لایا۔ نہایت ہی عبادت گذار اور نفس کش مریدہ تھیں۔ نوشہرہ کے قریب محتہ پھکری کے محلہ میں دفن ہیں۔

بڑی سلامی بی چھوٹی سلامی بی

سید بی بی خورد و سلامی بی کلاں دونوں خدارسیدہ صالح خاتون تھیں۔ حضرت شیخ نورالدین

ولی کی مرید تھیں۔ ریاضت اور عبادت کی دلدادہ تھیں۔ آپ دونوں شیخ نورالدین ولی کے مقبرہ شریف کے احاطے میں دفن ہیں۔

گنگہ بی بی

بابا لنگر مل کی بیوی تھیں۔ اپنے خاوند کے ساتھ اس نے بھی توبہ کر کے ان سے تعلیم اور تربیت حاصل کی تھی۔ اکثر خلوت نشین ہوتی تھیں۔ طریقت میں اس مرحلہ پر پہنچی کہ پورا سال گذرنے پر روزہ کھولتی تھی۔ اپنی کمائی سے پل بنائے اور مسجدیں آباد کیں۔ جب خلوتوں کی مدت ختم ہوگئی۔ بابا لدہ مل سے التماس کی کہ میرے ذمے بھی کوئی خدمت سپرد کریں۔ بابا نے فرمایا ذرا صبر کرنا۔ جب بابا ڈنڈک ون کے پہاڑ پر گئے تو اس پاک دامن کو حکم دیا کہ میرے وضو کے لیے پانی کا ایک گھڑا لایا کرو وہ یہ کام کرتی رہیں۔ جنگلی درندے پانی لاتے وقت اس کو کبھی کبھی راستے میں سامنے سے گذرتے تھے۔ اور اس کو دیکھ کر بھاگ جاتے تھے جب اس کی عمر آخر کو پہنچی تو کہا کل جمعرات کو مجھے مرنا ہے اور جمعہ کے دن مجھے دفن کریں۔ ایسا ہی ہوا لنگر مل کے قبر کے ساتھ اس کی قبر ہے۔

میرہ بی بی

حضرت محبوب العلم کی میرد تھیں۔ پرلے درجے کی عارفہ تھیں۔ خلوت اور تنہائی میں سوت کات کر روزی کماتی تھیں۔ غیر محرم کو کبھی نہ منہ دکھایا۔ عویت کے عالم میں غرق رہتی تھیں۔ رات کو وحشی جانور اور درندے ان کے پاس آتے تھے۔ وفات کے بعد پرگنہ کھو یہامہ کے گاؤں گامرد میں دفن ہوئیں۔

بی بی تاج خاتون

بی بی تاج خاتون سید حسن بہادر کی جو سلطان شہاب الدین کے کمانڈر انچیف تھے۔ سید حسن اعلیٰ نسب کے مالک تھے اور سید تاج الدین ہمدانی کے بیٹے تھے بہت ہی مشکلات میں بی بی تاج خاتون زیور تعلیم سے آراستہ ہوئیں۔ آپ کی شادی شاہ ہمدان کے بیٹے سید ہمدانی کے ساتھ

ہوئی تھی۔ آپ درویش سیرت خاتون تھیں۔ آپ کی ریاضت کے لیے ایک باغ میں ایک خلوت بنائی گئی تھی۔ جہاں آپ شب و روز عبادت کرتی تھیں۔ یہ باغ فتح کدل کے ساتھ ہی تعمیر کیا گیا تھا۔ آپ اسی باغ میں دفنائی گئی تھیں۔

بی بی بارعیہ

بی بی بارعیہ ملک سیف الدین کی صاحبزادی تھیں جو کشمیر میں چالیس سال تک وزیر اعلیٰ کے عہدے پر قائم رہے ہیں۔ آپ کا نکاح ملک سیف الدین کے اسلام سے مشرف یاب ہونے پر میر محمد ہمدانی کے ساتھ ہوا۔ بی بی بارعیہ پرہیزگار اور عبادت گذار خاتون گذری ہیں آپکرالہ پور میں چرار شریف کی سڑک پر جو سرینگر سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے دفن ہیں۔

بی بی ہاورا

بی بی ہاورا سلطان سکندر بت شکن کی والدہ اور سلطان قطب الدین کی ملکہ تھیں۔ وہ ایک بے مثال اوصاف کی مالکہ تھیں اور سلطان سکندر و قطب الدین دونوں اس کے اعلیٰ صفات سے متاثر تھے۔ بی بی ہاورا کی اعلیٰ شخصیت تھی جس نے سلطان سکندر کو ہندوؤں کی بدترین سازشوں سے بچائے رکھا اور دشمنوں کو خوف و دہشت کی پاداش میں رکھا۔ باوجودیکہ اس کا ذہن سلطنت کے کاموں میں محور رہتا تھا پھر بھی وہ عبادت و ریاضت میں ہمہ تن مصروف رہتی تھیں۔ آپ کو اللہ نے شاہ ہمدان کی ارادتمندی کا شرف بخشا تھا۔ آپ شاہی قبرستان میں جو زینہ کدل کے قریب ہے، دفن ہیں۔

لچھمہ خاتون

لچھمہ خاتون ملک سیف الدین ڈار کی صاحبزادی تھیں۔ ملک سیف الدین ڈار زین العابدین بڈشاہ اور حسن شاہ کے عہد میں سپہ سالار رہے ہیں۔ لچھمہ خاتون کا نکاح ملک جلال الدین بڈشاہ کے وزیر کے ساتھ ہور تھا۔ آپ نے ایک خانقاہ اور ایک مسجد محلہ گوجوارہ میں تعمیر کی۔ اس نے ایک پانی کی نہر لار سے لائی اور کہا جاتا ہے جس دن یہ نہر آپ کے شہر میں پہنچی

اس دن اسی ہزار لوگوں کو عید گاہ میں کھانا کھلایا گیا۔ لچھمہ خاتون کو بابا اسماعیل کبروی سے روحانی فیض اور ارادتمندی ہو چکی تھی۔

گل خاتون

گل خاتون سلطان حیدر شاہ کی ملکہ تھیں۔ بہت ہی منصف مزاج منکسر الطبیعت اور عادلہ خاتون تھیں۔ آپ نے سکول تعمیر کئے غیر مذہب والوں کے ساتھ انصاف کیا اور ریاضت اور عبادت میں زندگی گذاری اس لئے تمام لوگ آپ کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

بی بی صالح

بی بی صالح سلطان محمد شاہ کی ملکہ تھیں اور قاضی چک کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ بابا اسماعیل کبروی کی ارادت مندوں میں سے تھیں۔ بی بی صالح اس قدر ایماندار خاتون تھیں کہ انہوں نے اپنے تمام زیورات بیچ کر خانقاہ معلیٰ تعمیر کی اور حکومت کے خزانے سے ایک روپیہ بھی خرچ نہ کیا۔

بی بی حافظہ مریم

حافظہ مریم بہت ہی باکمال خاتون تھیں۔ آپ اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء کی استاد تھیں۔ آپ مرزا شکر اللہ کشمیر والے کی بیگم تھیں آپ کا بیٹا عنایت اللہ خان مغل حکومت میں کشمیر میں گورنر کے عہدے پر رہا۔ حافظہ مریم ۲۶ ربیع الثانی ۱۰۸۹ھ کو انتقال کر گئیں۔ آپ شیخ بہاؤالدین گنج بخش کے مزار کے ساتھ مدفن ہیں اور تاریخ یہ ہے۔

از جہاں رفت مریم دوران　　بردہ با خویش حلیہ ایمان
دفن بعد از نماز جمعہ شدہ است　　ھر کہ ومر بہ تعزیہ بنشت
عقل بہ وفات نیک سرشت　　گفت تاریخ شد بسوے بہشت

حافظہ خدیجہ

حافظہ خدیجہ میر سید عبد الفتح کی صاجزادی تھیں اور میر سید عبد الفتح میر سید حسین سمنانی کے جانشین تھے۔ میر سید حسین سمنانی میر سید علی ہمدانی کے حکم پر کشمیر تبلیغ کی عرض سے تشریف لائے تھے۔ میر سید عبد اللہ بہت ہی عالم باکمال تھے۔ آپ نے خدیجہ کو قرآن' فقہ' حدیث کی تعلیم سے مالا مال کر دیا۔ اور خدیجہ کی شادی زمانے کے مشہور عالم ملا زین الدین مفتی کے ساتھ کی گئی۔

تاریخ میں خدیجہ بحیثیت ایک معلمہ اور پارسا خاتون کے ہمیشہ یاد کی جائیگی۔ خدیجہ نے اپنے گھر میں باضابطہ مکتب کھولا تھا جہاں وہ خواتین کو زیور دینی تعلیم سے آراستہ فرماتی تھیں۔ آپ ریاضت اور عبادت کی دلدادہ تھیں۔ انتقال ۱۱۵۲ھ کو بمطابق ۱۷۳۹ء کو ہوا۔

خانقاہیں اور مزار ہائے صوفیاء

اسلام کشمیر میں کب ظہور پذیر ہوا اور اس کی تاریخ کیا ہے؟ یہ ایسے مسائل ہیں جو بہت پیچیدہ بھی ہیں اور آسان بھی' ہم پیچیدگی سے آسان مرحلے میں داخل ہو کر آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام دنیا میں فوراً بقعہ نور کی طرح پھیلا اور مشرق سے لے کر مغرب تک بیک وقت ایمان اور توحید کا آفتاب درخشاں اور ضوافشاں ہوا۔ کشمیر میں ظہور اسلام سے ہی مبلغین اور سیاح' معلمین اور تاجر حضرات جو سراپا ایمان اور توحید کی دولت سے مالامال تھے دین اسلام کی تبلیغ اور پرچار کرتے رہے لیکن بدقسمتی یہ رہی کہ کشمیر میں ہزاروں سالوں تک غیر مسلموں کی حکومت رہی اس لیے باضابطہ تبلیغ یا دینی خدمات اچھی طرح بزرگان دین سرانجام نہ دے سکتے تھے۔ جس کی وجہ ہندو حکمرانوں کی تنگ نظری تعصب اور بے اعتنائی ہی ہو سکتی ہے چنانچہ ایسی حالت میں قاصد اور سیاح مبلغین اور معلمین یا تاجر حضرات دینی خدمات اپنے حجروں میں ہی کرتے رہے ہوں گے جہاں وہ قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس بحث کو ہمیں ابتدائی دور اسلام ہی سمجھنا چاہیے اس دور کی کوئی تعمیرات ہمارے

ہوتی تھی۔

حضرت بلبل شاہ بارہ سو مریدوں کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ راجہ پچھمن دیو تبت سے تشریف لایے جب راجہ رنچو مسلمان ہوا تو اس کو دیکھ کر رعایا بھی اسلام کی طرف راغب ہوئی اور بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔ یہ اس صوفی بزرگ کی کسقدر تبلیغی خدمات تھیں۔ اس طرح حضرت سمنانی ۲۷۷ھ میں موضع کولگام میں آئے بہت سے لوگ انکے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے للہ عارفہ انکی مرید ہوئیں جس سے یہاں کا ہندو معاشرہ اسلام کیطرف اور راغب ہوا حضرت سید علی ہمدانی ۷۸۱ھ میں جب دوسری بار کشمیر آئے تو آپ کے ساتھ سات سو مرید تھے آپ نے تبلیغی خدمات سے کشمیر میں اسلام کا نام بلند کیا اس دفعہ کی تشریف آوری کی تاریخ سید محمد قادری نے لکھی ہے۔

میر سید علی شہ ہمدان سیر اقلیم سبحہ کردہ نکو

شد مشرف ز مقدش کشمیر اہل ان شہر از و ہدایت جو

سال تاریخ مقدم اورا یابی از مقدم شریف او

حضرت کے دست حق پرست پر کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے سید محمد کاظم وہی بزرگ ہیں جنھوں نے ستہ پورہ کا تبخانہ توڑ کر توحید کی قندیل روشن کی۔ سید محمد قریش وہ مبلغ ہیں جسے بجبہاڑہ کا بت خانہ توڑ کر اس کے مالک اور متولیوں کو مسلمان بنایا۔ اس کے بعد حضرت امیر کبیر کے صاحبزادے سید میر محمد ہمدانی پر نظر دوڑائیں آپ ۸۰۶ھ میں ۲۲ سال کی عمر میں تین سو مریدوں کے ساتھ کشمیر تشریف لائے اور بہت زیادہ غیر مسلم ان کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔ سید حسین منطقی بیہقی ۵۰۰ مریدوں کے ہمراہ باپ بیٹے کشمیر آئے۔

میں نے اس سے قبل بھی ذکر کیا ہے کہ کشمیر کو اسلامی تہذیب کا گہوارہ بنانے میں صوفیاء کبار نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ سب سے پہلے سادات کا ذکر کیا ہے اور آپ نے دیکھا ہوگا ابتدا میں ان مبلغین نے کس قدر محنت کی اور کفر کی ظلمت اور توہمات کی جنت سے

صدیوں سے رچے بسے مشرکین کو کس طرح نور عرفان و دولت توحید سے مالا مال کیا۔ یہ مبلغین خود سراپا دولت ایمان اور نور خدا کا مجسمہ تھے' آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ ان کی نگاہ کرم نے کفر اور شرک کے میناروں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اور اپنی پاکیزہ صحبت اور نیک سیرت ملکوتی اوصاف سے لوگوں کو خود کی طرف مائل کر کے اسلام کا شیدائی پرستار اور گرویدہ بنالیا۔ ابتدائی دور میں صرف صوفیاء حضرات ہی کا ذکر آیا ہے جو توہمات اور مافوق المادات اور فطرت فکر و نظر سے مبرا تھے۔ دور دوئم میں ریشیان آتے ہیں ان لوگوں نے بھی اسلام کی بہت خدمات انجام دیں۔ تبلیغ کی۔ اسلام پھیلایا یہ سراپا توحید میں رچے بسے تھے مگر یہ لوگ اسلام کی صحیح روح سے روشناس کرنے میں میری سوچ کے مطابق کامیاب نہیں ہوئے اسلام روفیت 'برہمنیت 'اشراقیت کے خلاف ہے اور اسلام ہمیں کہتا ہے کہ دین کے ساتھ دنیاوی ترقی بھی کرتے رہو۔ اسلام ہمہ تن گوشہ نشینی اور عزلت نشینی کیخلاف ہے۔ دور دوئم کے صوفیاء صرف دین اور عبادت شاقہ پر زور دیتے تھے جس کی وجہ سے دنیاوی ترقی اور مادی ترقی میں کشمیر کے مسلمان بہت پیچھے رہے۔ حضرت شیخ نور الدین ولی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ان کے بچے بھوکے اور پیاسے اللہ اللہ کرتے دم توڑ گئے۔ لیکن وہ اللہ اللہ ہی کرتے رہے یہی حال بابا پیام الدین ریشی بابا غفور الدین 'بابا نصیب الدین غازی وغیرہ جیسے لوگوں کا تھا۔ ایسا تصوف روحانی قدروں کو تو اجاگر اور فروغ ضرور دیتا رہا لیکن دنیاوی قدروں کو دھچکا پہنچا۔ بہر حال ان لوگوں کی نظر عنایات نے بہت سے لوگوں کی تقدیروں کو قسمت کا دھنی بنایا۔ دور

سوئم میں جن صوفیاء کا تذکرہ آتا ہے وہ اگرچہ دینوی حالات میں مستغرق تھے لیکن دنیا سے پھر بھی غافل نہ تھے۔ ان حضرات نے دین اور دنیا دونوں جہانوں کے لیے کام کیا اس میں شیخ حمزہ مخدوم کو لیجیے یہ ان کی دنیاوی زندگی کا ایک پہلو تھا کہ وہ سیاسی نقطہ نظر کے تحت اس وقت کے سلاطین سے متفق نہ تھے یہی حال شیخ یعقوب صرفی کا ہے انہوں نے اکبر اعظم کو کشمیر فتح کرنے کی طرف راغب نہ کیا ہوتا اور دنیاوی معاملے میں اگر دلچسبی نہ لیتے تو آج

سامنے نہیں یا اگر ہوں گی بھی تو ان کا نام و نشان تک جغرافیائی عمل کے سبب ہمیں مل نہ سکا اس طرح ان بزرگان دین کی خانقاہوں تعمیر کردہ مسجدوں یا مقبروں کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ اس بارے میں معلومات کا بہم پہنچانا اس باب میں زیادہ مقصود بھی نہیں۔ کیونکہ ایک برہمی معاشرے میں یا ہندو تہذیب کے عروج میں جب مسلمانوں کو اچھوت سے کم تصور نہیں کیا جاتا تھا ہم صوفیاء کی قدردانی کا یا خوشحالی کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

دوسرے دور میں مبلغین اسلام نے نہایت ہی جانفشانی سے کام کیا اور دین کی نشرو اشاعت کے لیے باضابطہ طور پر کام شروع کرنے کے بعد مسجدیں تعمیر کرنا' مقبرے بنانا اور خانقاہوں کا تعمیر کرانا اپنا نصب العین بنایا۔ یہی ان بزرگوں کی زندگی کا اثاثہ تھا اور شغل بھی! ان مسجدوں خانقاہوں میں باقاعدہ دینی تعلیم سے لوگوں کو آراستہ کیا جانے لگا۔ اور اسلام کو فروغ ملنا شروع ہوا۔

دوسرا دور پہلے دور سے خاصہ طویل ہے۔ اور اس دور کے جس قدر آثار اور باقیات ہمارے سامنے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے نصف آخر میں کشمیریوں کی بھاری تعداد دین اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکی تھی۔ اور اہل ہنود نے پہلے دور میں اشاعت اسلام کو روکنے کے لیے جو رکاوٹیں پیدا کی تھیں۔ دوسرے تبلیغی دور میں سب ختم ہو گئیں دوسرے دور کی جس قدر مسجدوں، خانقاہوں اور درسگاہوں کے آثار جابجا ملتے ہیں ان میں سے بعض تو امتداد زمانہ کے باعث محو ہو چکے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن سے کشمیر کی عظمت رفتہ کا سراغ ملتا ہے۔

کشمیر میں اسلام کا تیسرا دور صدرالدین عرف رینچن شاہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس نو مسلم تبتی حکمران کی تخت نشینی سے لے کر یوسف شاہ چک کی معزولی تک اور مغلوں کے قبضہ کشمیر سے لے کر افغانوں کی آمد تک سینکڑوں مسجدوں، خانقاہوں، حجرے اور درس گاہیں تعمیر ہوئیں جن میں کشمیر کی جامعہ مسجد کو امتیازی درجہ حاصل ہے۔ تیسرے دور کے شروع میں اس فقید المثال عبادت گاہ کا وجود قائم ہوا۔ جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ کشمیر کی

قدیم مسجدوں اور خانقاہوں کا ذکر کرنے سے پہلے ہم سرینگر کی جامعہ مسجد کا تذکرہ کرینگے جو کشمیری کاریگروں کی صناعی کا ایک زندہ جاوید شاہکار ہے

جامع مسجد یہ متبرک مسجد زینہ کدل کے بالکل قریب ہے۔ ۸۰۱ھ میں اسکی تعمیر سلطان سکندر بت شکن کے دور میں شروع ہوئی۔ یہ مسجد ایک درمیانی قطعہ زمین پر تعمیر کی گئی ہے۔ وسط میں وسیع صحن ہے اس صحن کا فرش نہایت ہی خوبصورت پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ مسجد میں داخل ہونے کے لیے تین دروازے ہیں۔ اور مغربی دیوار میں ایک مخصوص دروازہ بنایا گیا ہے جسے شاہی دروازہ کہتے ہیں صحن کے چاروں طرف چار بڑے بڑے دالان ہیں جن کی چھتیں مجموعی طور پر ۳۸۰ چوبی ستونوں پر قائم ہیں۔ ہر دالان کے وسط میں ایک ایک مینار ہے جو چار ستونوں پر کھڑا ہے۔ ان چاروں میناروں کے ستونوں کی تعداد ۳۲ ہے اور ہر ستون ۶۶ فٹ بلند اور سات فٹ قطر رکھتا ہے۔ ان کو مرصع کرنے کے لیے کشمیری کاریگروں نے جس مہارت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال دنیا کی کسی عمارت سے نہیں ملتی۔ کشمیر کے کاریگر لکڑی کے سامان پر نقش و نگاری بنانے اور میناکاری کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں اور اس فن میں انہیں کمال بھی حاصل ہے۔ ان فنکاروں نے کشمیر کی جامع مسجد کے ستونوں پر اپنی فنی صلاحیتیں کچھ اس انداز سے اجاگر کی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

جامع مسجد کی دیواریں اندازاً چار فٹ چوڑی رکھی گئی ہیں اور محراب کے اندرونی حصے میں اللہ کے ۹۹ صفاتی نام نہایت خوبصورتی سے کندہ کیے گئے ہیں۔ چھت بھوج پتر کی لکڑی سے بنائی گئی ہے اور اندرونی حصے میں اخروٹ کی لکڑی استعمال ہوئی جس پر نہایت خوبصورت نقش و نگار، پھول پتیاں اور بیل بوٹے کھودے گئے ہیں۔ بیرونی دالانوں میں نوے چھوٹے چھوٹے دریچے ہیں۔ جو صفائی اور خوبصورتی کے نادر نمونے ہیں۔ ان کے علاوہ میناروں کے دریچے الگ ہیں۔ جو صد دورہ نمونوں پر تیار کیے گئے ہیں صحن میں ایک بہت بڑا حوض ہے۔ جس کے کنارے نمازی وضو کرتے ہیں۔ حوض کی لمبائی ۴۳ فٹ اور چوڑائی ۳۴ فٹ ہے۔

۸۸۵ھ میں سرینگر کی یہ عدیم المثال مسجد آتش زدگی کا شکار ہو گئی۔ مگر جب کاریگروں نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا تو سابقہ شان میں اور بھی اضافہ نظر آیا۔ جب مسجد آتش زدگی کی زد میں آگئی تو سلطان حسن شاہ حکمران تھے۔ اس نے بہت ہی عقیدت مندی سے اس کی از سر نو مرمت کا کام شروع کرایا مگر تعمیر اور مرمت کی تکمیل سے قبل ہی وہ اللہ کو پیارے ہوئے اس کے بعد ایک کشمیری رئیس ابراہیم بن احمد ماگرے نے اس کار خیر کو عملی جامہ پہنایا اور مسجد مکمل کر لی۔

مسجد کے اندرونی حصے میں جو قطعہ تاریخ تعمیر درج ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی مرمت کا کام ۸۸۵ھ میں شروع ہو کر ۹۰۵ھ میں اختتام پزیر ہوا۔ ۱۰۲۹ھ میں یہ مسجد دوسری دفعہ جل کر خاکستر ہو گئی۔ ان دنوں شہنشاہ جہانگیر کشمیر کی سیاحت کے لیے آیا ہوا تھا اس نے خود اس کی آگ بجھانے میں حصہ لیا۔ مگر مسجد آگ کے مہیب شعلوں کی لپیٹ میں آکر چند گھنٹوں کے اندر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئی اس کے بعد مسجد کی تعمیر کا کام یہاں کے رئیس الملک حیدر سپرد ہوا۔ جس نے لاکھوں روپے کے مصارف سے ۱۷ سال کی طویل مدت میں اسے دوبارہ تعمیر کرایا اور بہ نسبت سابقہ تعمیر کے اس کی خوبصورتی میں کئی گنا اضافہ کر دیا مسجد کی دیوار کے جنوبی حصہ پر یہ تاریخی قطعہ کندہ ہے۔

نخستین مسجد جامع زشہ اسکندر ثانی

عمارت یافت و آنکہ سوخت از تقدیر سبحانی

حسن شاہ بار دیگر آنکہ بود از نسل پاک او

بشد بانی ایں مسجد ہم از توفیق ربانی

ولیکن از دو جانب فی ستون آراست فی سقف

نہ ابراہیم احمد ماگرے شد راست تا دانی

۹۰۹ھ

زہجرت نہ صد ن بود تا دور محمد شاہ

کہ این جنت سرا شد زینت دین مسلمانی
بتاریخ ہزار و بست و نہ از ہجرت سید
بروز ہزار و بست و نہ از ہجرت سید
ملک حیدر رئیس الملک در عہد جہانگیری
نہاد از نو بنائش روز عید قربانی
چو تاریخ بنائش جست گفتہ ہاتف غیبی
نہاد از نو اساسش بار گاہ عید قربانی

۱۰۲۹ھ

اورنگ زیب کے دور میں تیسری بار پھر یہ مسجد جل کر خاکستر ہو گئی۔ جب اورنگ زیب کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے اس کے چاروں طرف تمام مکانات منہدم کرائے تا کہ یہ افسوس ناک واقعہ پیش نہ آئے مغل حکومت کے خاتمے کے بعد افغانوں کے وقت میں اس مسجد کی دوبارہ مرمت کے لیے افغان گورنروں نے از سر نو اس مسجد کو مرمت کرایا مگر سکھوں کے دور میں اس مسجد کی کافی بے حرمتی کی حتیٰ کہ سکھ گورنر سکھ دیوان موتی رام نے مسجد کو حق سرکار ضبط کر کے اس میں قفل ڈلوا دیئے۔ آخر ۲۲ سال بعد راجہ شیر سنگھ کے عہد میں گورنر کشمیر شیخ امام الدین نے یہ عبادت گاہ دوبارہ مسلمانان کشمیر کی تحویل میں دے دی۔ ۲۲ سال مقفل رہنے کی وجہ سے مسجد کی عمارت کے بعض حصے بوسیدہ ہو کر شکستہ ہو چکے تھے۔ اور دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث اس کی چھت بھی بعض جگہوں سے ٹوٹ چکی تھی۔ لیکن جلد ہی دوبارہ زندہ دلان سرینگر نے اس کو پُر زینت بنایا۔

خانقاہ معلیٰ

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کا حجرہ کشمیر میں خانقاہ معلیٰ کے نام سے مشہور ہے جسے کشمیری بے پناہ عقیدت کے سبب کعبۂ ثانی بھی کہتے ہیں: یہ عظیم الشان عمارت سب سے پہلے

۱۳۹۴ء میں سلطان سکندر نے تعمیر کرائی تھی۔ تاریخ جدولی و تاریخ حسن کی روایت کے مطابق ۱۳۹۴ء سے لے کر ۱۴۱۷ء تک اس کی تعمیر کا کام جاری رہا۔ اس فقید المثال عمارت کی چھت بھوج پتر اور اخروٹ کی لکڑی سے تیار کی گئی ہے اور دیواروں کے اندرونی حصوں پر کلام پاک کی آیتیں جس خوبصورتی سے کندہ کی گئی ہیں چشم فلک نے آج تک خوش خطی کا ایسا نادر نمونہ نہ دیکھا ہوگا۔ دیواروں کے بعض حصوں اور چھت پر کاریگروں نے جو پھول پتیاں اور نقش و نگار بنائے ہیں، انہیں دیکھ کر ان باکمال فن کاروں کی مہارت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ خانقاہ معلیٰ حضرت امیر کبیرؒ کی کشمیر تشریف آوری پر رشد و ہدایت کا بہت بڑا مرکز رہی کیونکہ کافی عرصہ تک حضرت امیر کبیر اسی جگہ قیام پذیر رہ کر تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد اس مقام کو نہ صرف مذہبی تقدس حاصل ہوا۔ بلکہ یہ مسلمان کشمیر کا ایک ایسا آستانہ قرار پایا جہاں ہر روز وہ عقیدت سے سر جھکانے لگے۔

خانقاہ معلیٰ کے متصل ہندوؤں کا بھی ایک مندر ہے ہندو مورخوں کا کہنا ہے کہ سلطان سکندر نے جب اس عمارت کی تعمیر شروع کرائی تو مندر کو مسمار کر دیا گیا تھا جمعہ کے روز کشمیری مسلمان دور دور سے خانقاہ معلیٰ میں نماز ادا کرنے آتے ہیں اور بہار کے موسم میں تو یہاں دن رات سیاحوں کا ہجوم رہتا ہے کشمیری مسلمانوں کو اس آستانہ عالیہ سے جو عقیدت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بڑے سے بڑا سنگدل مجرم بھی اس درگاہ میں داخل ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کر لیتا ہے۔ دو فریقین کے درمیان اگر کسی بات پر تنازعہ ہو اور سچا جھوٹا نہ پکڑا جاتا۔ تو لوگ خانقاہ معلیٰ میں لے جاتے ہیں۔ اور ان میں جو مجرم ہوتا وہ خانقاہ معلیٰ میں داخل ہوتے ہی اعتراف کر لیتا ہے کشمیری باقی تمام جگہوں پر جھوٹ بول سکتا ہے مگر جب وہ خانقاہ معلیٰ کی حدود میں ہو تو کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔

خانقاہ حضرت پیر دستگیر حضرت سید عبدلقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید عبدالقادرؒ کی خانقاہ سرینگر کے محلہ خانیار میں مشہور ہے جہاں پر رات و دن مسلمانوں کا ہجوم رہتا ہے۔ خواجہ اعظم کی روایت کے مطابق اورنگ زیب کے عہد میں سید

شاہ محمد فاضلی قادری اپنے وطن سے براستہ پشاور کشمیر وارد ہوئے اور علاقہ خانیار میں سکونت اختیار کی۔ ۲۲برس تک سلسلہ قادریہ کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ ۱۰۱۷ھ میں جب رحلت کی تو اپنے مکان کے صحن میں دفنائے گئے۔ کشمیر کا افغان گورنر عبداللہ خان انہی کا عقیدت مند تھا جب اسے پتہ چلا کہ قندھار سے آئے ہوئے ایک سید زادہ کے پاس حضرت ش. عبدالقادر جیلانی کا موئے مقدس ہے تو اسے ۱۰۰۰اروپے کے عوض یہ تبرک لے کر یہاں محفوظ کر لیا۔

افغان گورنر عبداللہ خان کے بعد یہاں کے ایک تاجر ثناء اللہ شال نے اس حجرے کی ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی تھی۔ مگر جب کشمیر پر سکھوں کا قبضہ ہوا تو اس عمارت کے بعض حصے مسمار کر دیئے گئے۔

حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی کے موئے مقدس کی زیارت کرنے لوگ دور دور سے سرینگر آجاتے ہیں اور دوسرے مقدس مقامات کی طرح یہاں بھی عقیدت مندوں کا رات دن ہجوم رہتا ہے۔ کشمیر کی ان قدیم ترین مسجدوں اور خانقاہوں کے علاوہ سینکڑوں مقامات ایسے ہیں جہاں کشمیری مسلمان حاضری دیتے ہیں۔

مسجد حضرت بل

حضرت بل کی خوبصورت مسجد جہاں آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک محفوظ ہے۔ جھیل ڈل کے کنارے نسیم باغ کے گوشے میں ہے تعمیر کی گئی ہے ۱۰۴۴ھ میں یہ موئے مقدس عرب سے ایک بزرگ سید عبداللہ ہندوستان لائے تھے ان دنوں ہندوستان پر شاہجہاں کی حکومت تھی جب شاہجہاں اورنگ زیب کا عہد حکومت شروع ہوا تو یہ متبرک نشانی خواجہ نورالدین عشائی کے ذریعے وادی کشمیر میں پہنچائی گئی اور کشمیر کے مسلمانوں نے حضرت بل کے مقام پر ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کر کے اسے یہاں محفوظ رکھ لیا اور ہر جمعہ کے دن بعد از نماز دیدار کے لیے وقف کیا گیا جب نماز سے فارغ ہو کر درود و صلوۃ کا ورد شروع ہوتا ہے اسی

وقت موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے جس سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت بل کی درگاہ کشمیری مسلمانوں کا بہت بڑا دینی مرکز ہے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں جو عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی تھی اس کو بہت وسیع کیا گیا ہے اور ایک عدیم المثال عمارت کی شکل دی ہے۔

بڈشاہی مسجد

سلطان زین العابدین بڈشاہ کے عہد حکومت میں یہ پر شکوہ مسجد زینہ کدل کے قریب تعمیر کی گئی تھی۔ اس کے چبوترے میں جو وزنی پتھر تراش کر لگائے ہیں انہیں دیکھ کر موجودہ عہد کے سنگ تراشوں کی عقل حیران رہ جاتی ہے دس فٹ لمبے اور چار فٹ چوڑے پتھروں کا ایک بہت بڑا چبوترہ تیار کیا گیا ہے جس کے چاروں طرف خوبصورت زینے ہیں اور اس چبوترے پر یہ مسجد بڈشاہی عہد کی یاد دلاتی ہے۔

سکھوں کے زمانے میں اس مسجد کے ساتھ زیادتی ہوتی رہی اور انقلابات زمانہ نے اس کے کچھ حصے شکستہ کر دیئے ہیں مگر یہاں اب تک باقاعدہ نماز ہوتی ہے۔

مسجد داراشکوہ

قلعہ ہری پربت کے جنوبی گوشے میں پتھروں سے تراشیدہ مسجد داراشکوہ بہت مشہور ہے۔ یہ تاریخی مسجد شیخ حمزہ مخدوم کی زیارت گاہ بھی ہے۔ کشمیری اسے زیارت اخوند ملا شاہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسجد شہزادہ داراشکوہ نے اپنے مرشد اخوند کے لیے بنوائی تھی اسکی جنوب مشرقی دیوار پر جو قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تعمیر ۱۰۶۲ھ میں مکمل ہوئی ہے۔

مسجد کے شمال کی طرف ایک پتھریلی چٹان کٹوا کر خوبصورت محراب نما نشست گاہیں بنائی گئی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق شہزادہ داراشکوہ نے تیس ہزار روپے کے مصرف سے یہ حجرے فقیروں اور تارک الدنیا درویشوں کی رہائش کے لیے بنوائے تھے۔ یہ حجرے اگرچہ

بہت ہی شکستہ ہو چکے ہیں لیکن ان کی تراش خراش اور طرز تعمیر دیکھ کر کشمیریوں کی ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ مسجد کے صحن کے چاروں طرف جو خوبصورت تہہ خانے بنائے گئے ہیں وہ محرابی شکل کے ہیں مسجد کی صحن کا فرش نہایت عمدہ تراشے ہوئے پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ مگر سکھوں کے عہد حکومت میں کسی سکھ گورنر نے فرش کے تمام پتھر نکلوا دیئے تھے۔ مسجد کے جنوب مغربی حصوں میں پرانے باغات کے نشانات دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مسجد دارا شکوہ سے نیچے اتر کر مشرقی حصے میں ایک خوبصورت حمام کے نشانات ملتے ہیں۔ اس حمام کی دیوار پر اس زریں عہد کی یادگار صرف یہ رباعی رہ گئی۔

حمام نو بہ مسجد اے دیدہ باز
گرم است یکے یکے بہ جماعت پرواز
تاریخ بنائے ہر دو گو پر شاہی
یک جائے وضو آمدہ یک جائے نماز

سکھوں کے گورنروں نے اس عظیم الشان مسجد کا نہ صرف فرش اکھڑوا دیا بلکہ ۱۸۲۰ء میں دیوان موتی رام گورنر کشمیر نے اس مسجد پر جبری قبضہ کر کے یہاں بارود کا ذخیرہ رکھ لیا تھا۔ بعض کتب میں ہے کہ گورنر مذکورہ نے اس مسجد کو بارود خانہ بنا لیا تھا۔ ۱۹۳۱ء تک یہ عمارت کسمپرسی کی حالت میں رہی لیکن اب اس کو دوبارہ رونق بخشی گئی ہے۔

پتھر مسجد

یہ عظیم الشان مسجد ۱۰۳۲ھ میں شہنشاہ جہانگیر نے اپنی بیگم نور جہاں کی یادگار کے لیے تعمیر کرائی تھی۔ اس مسجد میں پتھروں کی جس قدر وزنی تراشیدہ ٹکڑے استعمال کیے گئے ہیں انہیں اور ان پر کندہ کیے ہوئے نقش و نگار پھول بوٹے دیکھ کر سیاح ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ اس میں استعمال کیے گئے پتھر کے ٹکڑوں کو اس صفائی سے تراش کر چسپاں کیا گیا ہے کہ پوری مسجد ایک ہی پتھر کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مسجد کا طول شمالاً جنوباً ۱۸۰

فٹ اور ارض شرقاً غرباً ۵۴ فٹ ہے۔ اس کا احاطہ اور چار دیواری اس لمبائی اور چوڑائی کے علاوہ ہے۔ ۱۷۶۹ء میں افغان گورنر نے یہ مسجد بحق سرکار ضبط کر کے یہاں غلہ کا ذخیرہ رکھ دیا تھا اس کے بعد جب میر ہزار خان افغانوں کی طرف سے کشمیر کا حاکم مقرر ہوا تو اس مرد خدا نے اس مسجد کو از سر نو مرمت کروا کر اس کے صدر دروازے پر مندرجہ ذیل قطعہ کندہ کروایا جو آج تک اس کی عظمت کا مظاہر ہے۔

شکر حق کز دعائے اہل یقین ـــ باز آباد گشت خانہ دین

کرد سردار خطہ میر ہزار ـــ مسجد نو بنا بعد تزئین

عاقبت روسیا شد و ملعون ـــ ہر کہ رو غلہ سے تہد دراین

خبر از ہاتفے چو پرسیدم ـــ تا کند سال آں مرا تلقین

ہاتفے گفت عہد میر ہزار ـــ نو شد آباد مسجد سنگیں

۱۲۰۷ھ

اس قطعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر ہزار خان نے پتھر مسجد مرمت کرانے میں گہری دلچسپی لی ہے۔ مگر ۱۹۱۹ء ناظم کشمیر شیر سنگھ نے اس پر قبضہ کر کے یہاں شالی کا ذخیرہ رکھ لیا شیر سنگھ کے بعد جب کرنل مہان سنگھ کی گورنری کا زمانہ آیا تو اس نے اس کا خوبصورت فرش اکھڑوا کر نسبت باغ کا فرش تعمیر کرایا آخر ۱۹۳۲ء میں مہاراجہ ہری سنگھ نے یہ مسجد واگذار کر کے مسلمانوں کی تحویل میں دے دی۔ اور اس طرح اس کی دیکھ بھال مسلمانوں نے شروع کر دی۔ مگر اس کی وہ پہلی سی شان و شوکت اور آب و تاب نہ رہی۔

خانقاہ قلاش پورہ

یہاں سرور دو عالم کا موئے مبارک موجود ہے کہتے ہیں کہ خواجہ فیروز اشائی عالمگیر کے مصاحبوں کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ مدت تک دربار میں رہا اور شاہی خاندان میں سرور دو عالم کے گیسوی مبارک کا مو خلیفہ اولؓ کے عاس مبارک کا موئی حضرت حسنؓ کا جائز مبارک

جس پر آیات کلام اللہ لکھے تھے اور شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دستخط کے لکھے ہوئے کلام اللہ کا ایک ورق نہایت کوشش کر کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اور ۱۰۸۰ھ میں یہ تبرکات ساتھ لے کر کشمیر آیا خواجہ موصوف نے ان تبرکات کو یمن وبرکت کے لیے اپنے گھر میں سربستہ رکھا اور ان کو دکھانے کی جرأت نہ کی۔ تاریخ درود یہ ہے۔

بر روح نبی باد ہزاراں نسمات — کہ موئی شفاعتیں برع لذازدرکات

آن موئی زگیسوی دی آن خواجہ فیروز — آوربہ کشمیر زبہر برکات

مے گفت سحر بلبل قدسی پے تاریخ — پر موئی مقدس محمد ﷺ صلوٰۃ

خواجہ فیروز کے انتقال پر خواجہ محمد وفا باپ کی وراثت پر قابض ہوا۔ چنانچہ حضرت میر عبداللطیف دوارکی کی نشان دہی پر ۱۱۳۹ھ کو یوم معراج پر قلاش پورہ کی مسجد میں رکھ کر پہلی مرتبہ لوگوں کی زیارت کے لیے بر سر عام یہ تبرکات لائے گئے۔ تاریخ ہے۔

چون موئی شریف سید عالیہ رجات — زر جلوہ بروں زپردہ باصد برکات

تاریخ اشاعتش بگفتا ع تف — بر موئی مبارک محمد ﷺ صلوٰۃ

اس وقت سے حضرت بل کے موئے مبارک کی طرح یہاں بھی اس موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ چغتائی بادشاہ اپنے عہد حکومت کے خاتمہ تک اس مقام کے لیے خزانہ عامرہ سے گیارہ روپے روزانہ کے حساب سے لیتے رہے۔ اور خادموں کے لیے نو ہزار کی رقم سے جو خانقاہوں کے لیے مقرر تھی سات سو روپے دیئے جاتے تھے۔

خانقاہ محلہ اندرواره

یہاں بھی حضرت سردار عالم کا موئے مبارک موجود ہے۔ یہ موئے مبارک شیخ رجب نے روم کے بادشاہ سے ان کی روحانی خدمات کے سلسلے میں بطور تحفہ حاصل کیا تھا۔ بادشاہ روم نے سرور عالم ﷺ کا موئے مبارک آنحضرت ﷺ کا قبر پوش۔ حضرت زین العابدینؓ کا طلاکار کمربند جس پر ناد علی لکھا ہوا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کا خاکی رنگ کا کرتہ۔ حضرت

محبوب سبحانیؒ کا سبز رنگ کا دستار شریف۔ حضرت امیر کبیر میر سید ہمدانیؒ کی اپنے دستار مبارک سے سی ہوئی کلاہ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی کلاہ مبارک حضرت شیخ کو نہایت خلوص اور محبت سے بخش دیئے۔ حضرت شیخ کشمیر آئے تبرکات کو ٹھڑی کے اوپر کے کمرے میں رکھ کر محفوظ کر دیئے۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۱۴۵ھ میں معراج شریف کے دن لوگوں کو فیض یاب کیا گیا۔ چغتائی حکمرانوں نے موضع گنگہ۔ بوگ اور کاکا پورہ سے ساڑھے چار ہزار خرواوقف کر کے لنگر اور خادموں کے خرچ کا انتظام کیا۔

خانقاہ در محلہ صورہ

کہتے ہیں کہ سید عنایت اللہ نامی مدینہ منورہ سے اپنے کنبہ سمیت سیاحت کی غرض سے ہندوستان آیا۔ ۱۱۳۱ھ میں کشمیر پہنچا۔ ان کے ساتھ سرور کائنات کے گیسوی مبارک کا ایک موئے شریف حضرت صدیق اکبر' حضرت عمر خطاب' حضرت عثمان غنی' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک ایک موئی مبارک سید عالم صلعم کے نعلین مبارک دو پتھر جن پر قدم رسول اللہ کے نشان لگے ہیں اور شیخ عبد القادر جیلانی کا موئے مبارک ساتھ تھا۔ کشمیر میں احمدا کدل میں آکر سکونت اختیار کی اور تبرکات کی اشاعت نہ کی۔ بالآخر ۱۲۲۵ھ کے روز سیاسی وجوہ کی بنا پر یہ تبرکات ہر خاص وعام کی زیارت کے لیے رکھے گئے۔ مصطفیٰ بیگ نے ان تبرکات کے رکھنے کے لیے ایک نئی عمارت بنائی تاریخ یہ ہے۔

مصطفیٰ بیگ از خدائے ذوالمنن یافت چوں توفیق بر فعل حسن

کرد تعمیر چنین ماوای خاص!! از برائے این تبرکہائے خاص

رحمتہ للعلمین یا رسول ﷺ

خانقاہ علہ ترورہ

کہتے ہیں کہ حضرت میر سید احمد کرمانی نے مدینہ منورہ سے تبرکات کے دو صندوق حاصل کئے تھے۔ ان کے سعادت مند بیٹے سید مسافر نے خواجہ مسعود نروری کو اجازت ارشاد بخشے

کے موقع پر یہ دونوں صندوق ان کو بخش دیئے اور تبرکات کی سند اپنے قلم سے لکھ کر دی۔
سند کا ترجمہ یہ ہے۔ میر سید مسافر نے اقرار کیا اور تسلیم کیا کہ خلیفہ رکھتا ہوں (بناتا ہوں) طریقت میں پسند کرتا ہوں اور تمام مریدوں سے پسند کرتے تھے اور معتبر سمجھے جاتے تھے اس تابع آئین اور صاحب یقین مرید بابا مسعود نزوری کو اور علم۔ ردا۔ کلاہ۔ جامہ مفصل ہے اور دو عدد نعلین دو عدد پنجہ شجرہ اور جامہ امام موسیٰ علی رضا۔ بیعت اور چلہ نشینی (اس) مذکورہ خلیفہ کو حوالہ کیئے۔ اس معاملہ میں اس پر پورا اعتماد کیا اگر اس کے بعد اوپر لکھی چیزوں پر دعوی کرے گا یا حق طلبی ڈھونڈے گا۔ اس کے استحقاق کا دعوی باطل اور نا قابل سماعت ہوگا۔ قیامت کے دن کتے اور سور کی صورت میں اٹھایا جائے گا اور اس سلسلہ سے خارج ہوگا کہ یہ وثیقہ ۹۷۶ھ میں صالح مسلمان 'معتبر' صاحب عدالت 'بابا شکر' بابا نظام صوفی' حسن رینہ وغیرہ کی حاضری میں لکھا گیا۔

بابا مسعود کی رحلت کے بعد تبرکات نزورہ کی خانقاہ میں رکھے گئے جو موصوف کی اولاد کی نگرانی میں آج تک وہیں ہیں۔ چونکہ صندوق مقفل ہیں کوئی ان کے کھولنے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔

خانقاہ عالی کدل

یہاں حضرت محبوب سبحانی کا موئے مبارک موجود ہے۔ ۱۲۷۵ھ کے شروع میں میر حسن قادری نے جو زمانے کے بہت بڑے شیخ تھے لعل بازار کے سیدوں حضرت عبد القادر جیلانی کا موئے مبارک شاہجہاں نے دستخط اور مہر والی سند کے ساتھ لے کر علی کدل میں اس کی تعظیم کے لیے خانقاہ کے ساتھ زیارت گھر بنایا بڑی رقم خرچ کر کے لوگوں کو اس کی زیارت سے فیض یاب کیا۔

خانقاہ در محلہ خواجہ بازار

عصائے مبارک حضرت ابوبکر صدیقؓ جو مرشدوں کے سلسلے میں خواجہ نقشبند تک پہنچا تھا۔

اور انہوں نے اپنے خلیفوں کو بخش دیا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین نقشبندی کے روضہ میں موجود ہے۔ اور حضرت شاہ کے عرس پر اس کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

کشمیر کی ان قدیم مسجدوں' خانقاہوں' زیارتوں کے علاوہ سینکڑوں مقامات ایسے ہیں جہاں کشمیری مسلمان حاضری دیتے ہیں۔ ان میں چرار شریف۔ زیارت حمزہ مخدوم' زیارت پیام الدین ریشی' زیارت بابا شکر دیں' زیارت سلطان العارفین' زیارت حضرت امیر کبیر' زیارت شیخ بہاؤالدین' زیارت حضرت نقشبند' زیارت جانباز ولی بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ بھی سینکڑوں زیارتیں موجود ہیں جہاں لوگ حاضری دیتے ہیں اور اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں۔

صوفیاء کی تبلیغی خدمات

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ امر حق دنیا کے لوگوں تک پہنچا دیں۔ نہایت ہی بردباری' حسن اخلاق اعلیٰ کردار کا نمونہ بن کر دینی تبلیغ کریں۔ اور درشتی' جبر فریب اور ریاکاری سے کام نہ لیں۔ (ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن) یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحتوں سے بلا اور اگر وہ مباحثہ کرنا چاہیں تو شائستہ طریقہ سے ان سے بحث کریں۔ مسلمانوں کا ہمیشہ سے اسی پر عمل رہا ہے۔ انہوں نے اشاعت مذہب میں زور' زر' زمین' زن سے کبھی کام نہیں لیا۔ اسلام کی اشاعت علماء' فقراء اور تاجروں کے ذریعہ ہوئی ہے۔ لوگ بزرگان اسلام اور مسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اور اسلام کی قرین عقل و فطرت تعلیم پر نظر کر کے داخل اسلام ہوئے۔ سلاطین نے زعم سلطنت کے ساتھ اس میں حصہ نہیں لیا۔ ڈاکٹر آرنلڈ کا کہنا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زور تقریر و ترغیب اور بزرگان دین کے حسن اخلاق و مساعی جمیلہ سے پھیلا ہوا ہے۔ اور دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تنخواہ دار مبلغوں اور متمول تبلیغی مشنوں کے بغیر محض عام لوگوں کے ذریعے سے پھیلا ہے مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ ثابت ہوئے۔ اسلام زبردستی کرنے کا حکم

نہیں صاف ارشاد ہے۔ فذکر انما انت مذکر ۔ یعنی سمجھاؤ تم صرف سمجھانے والے ہو۔ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر ۔ یعنی قرآن خدا کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے جو چاہے نہ لائے۔ وما علی الرسول الا البلاغ۔ یعنی رسول کے ذمہ صرف پیغام پہچانا ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین میں زبردستی نہیں۔ انہی احکام پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔ قرآن مجید کے خلاف عمل کرنے والا گنہگار اس کے خلاف احکام پر اصرار کرنے والا فاسق اور انکار کرنے والا کافر ہے تو پھر کون احمق ایسا ہو سکتا ہے جو بجائے دین کی خدمت کے یعنی ثواب کے عذاب اپنے سر لے۔ پھر جبر سے مسلمان کوئی تو ہو ہی نہیں سکتا! کیونکہ مسلمان ہونے کے دو شرطیں ضروری ہیں اول اقرار لسان یعنی زبان سے اقرار کرنا دوسرے تصدیق قلب یعنی دل سے سچا جاننا۔ چنانچہ جب ہی ان حالات میں کیسے کوئی جبر سے اس دین کو قبول کر سکتا ہے۔ مسلمانوں میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری کا جذبہ ہمیشہ قائم رہا۔ ایکطرف وہ اپنے ہادی برحق کا دین پھیلاتے رہے دوسری طرف ان اشخاص کو جو اس سے قبول نہیں کرتے تھے اپنے اصل دین پر قائم رہنے دیتے تھے۔ اسلام کی اشاعت ترغیب و تقریر سے ہوئی۔ عام مسلمانوں کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں یہ ایک ایسا مذہب ہے جس کی سادگی نے اس کے جلد شائع ہونے میں بہت بڑا حصہ لیا۔ اس مذہب سے عقل انسانی کو فطری مناسبت ہے۔ اس کی خصوصیات میں ہے کہ انسان کے عقائد پر چھا جاتا ہے۔ تمام مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ کشمیر میں اسلام کا پہلا قدم حضرت بلبل شاہ کی آمد سے پڑا ہے جو راجہ چھمن دیو کے وقت میں ۱۲۹۵ء میں بہت سے مریدوں سمیت کشمیر آئے۔ لیکن یہ صحیح نہیں یہ غلطی اس لیے واقع ہوئی کیونکہ تمام مورخین نے نقل پر اکتفا کیا۔ اصل میں کشمیر میں اسلام خراسان چین و تبت وہندوستان وغیرہ سے داخل ہوا ہے۔ چین میں اسلام عہد رسول کریم ﷺ میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایران خراسان وافغانستان ہندوستان وغیرہ میں بھی حضور ﷺ کے عہد میں ہی اسلام پہنچ گیا تھا۔ اور عہد خلافت راشدہ میں تو خوب شائع ہو گیا تھا۔ شہنشاہ چین کا ایک سفیر ۶۵۱ھ میں حضرت عثمان خلیفہ

سوئم کے دربار میں حاضر ہوا حضرت نے اس کے ساتھ ایک عرب سفیر کو بھیجا۔ چین میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب دی پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے کہ کشمیر کے اکثر باشندے اہل تبت کی نسل سے ہیں۔ جب چین و خراسان میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں آیا وہاں سے تبت اور تبت سے کشمیر زیادہ سے زیادہ دو صدی فرض کی جائیں تو کشمیر میں اسلام کا داخلہ نویں صدی عیسوی میں ہونا قرار پاتا ہے۔
اس حساب کی تائید ایک ہندو مورخ کے بیان سے بھی ہوتی کلہن پنڈت نے راج ترنگی میں لکھا ہے صبح کے وقت جب راجہ کلشن دیو نے اپنے باپ اننت دیو کے مکان کو جلا دیا۔ اننت دیو کی رانی کو ایک جواہرات کا بنا ہوا لنگ ملا جو آگ سے بچ رہا تھا۔ اس کو رانی نے ستر لاکھ دینار میں تاک خاندان کے ایک مسلمان سوداگر کے ہاتھوں فروخت کیا۔ کلشن دیو گیارہویں صدی عیسوی میں حکمران تھا۔ اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کلشن دیو کے عہد میں وج باڑہ سرینگر سے تیس میل کے فاصلہ پر ایک خاندان آباد تھا جو تاک کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ تاجر تھے اور صفحہ ۲۵۷ پر لکھا ہوا ہے کہ راجہ ہرش دیو کی فوج میں مسلمان افسر تھا۔ صفحہ ۲۶۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ راجہ کلشن نے موضع زنوں (سرینگر) کے متصل شہر آباد کیا تھا۔ یہاں ایک اسلامی قبرستان تھا۔ گویا گیارھویں صدی عیسوی میں کشمیری مسلمانوں کو یہ عروج تھا کہ وہ کروڑ پتی سوداگر اور فوج کے اعلیٰ افسر تھے۔ یہ عروج صدیوں کے بود و باش سے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر دو صدیاں فرض کی جائیں تو یہ نویں صدی عیسویں سے اسلام کا داخلہ ثابت ہو گا۔ اس بات پر تمام مورخ متفق ہیں کہ مسلمان تاجروں نے بہت زیادہ اشاعت اسلام کی ہے۔ لیکن کشمیر کے ان مسلمان تاجروں کے متعلق مورخین خاموش ہیں بہر حال یہ ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر میں اسلام کا قدم نویں صدی عیسوی میں آ گیا تھا۔ کچھ خفیف اشاعت بھی ضرور ہوئی ہو گی۔ ہاں اسلام کی پر زور اشاعت حضرت بلبل شاہ کے آنے پر ۱۲۹۵ء سے شروع ہوئی حضرت معہ بارہ سو مریدوں کیساتھ تشریف لائے۔ ان بزرگوں کے اخلاق و عادات، کشف و کرامات کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہونے لگے۔ ۱۳۲۵ء میں کشمیر کا

راجہ رینچو عرف رنچن شاہ مسلمان ہوا۔ صدر الدین نام رکھا گیا۔ رنچو کے ساتھ ہی سابق راجہ رام چندر کا بیٹا راون چند بھی مسلمان ہوا اور صوفیائے کرام کی بدولت جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ اسی طرح جب مشہور صوفی حضرت سید حسین سمنانی شہاب الدین کے عہد میں تشریف لائے تو سینکڑوں لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد سلطان قطب الدین کے عہد میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے تو ہزاروں لوگ مشرف با سلام ہوئے گویا کہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت صوفیاء کی تبلیغی خدمات کی وجہ سے سلطان سکندر سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ محققین نے اشاعت اسلام کے معاملے میں سب سے زیادہ سلطان سکندر کا نام لیا ہے۔ سلطان ۷۹٦ ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۸۰٦ ھ تک گویا اس کے دس برس کے زمانہ حکمرانی تک ایک بھی مسلمان نہیں ہوا۔ جب ۸۰٦ ھ میں حضرت سید میر محمد ہمدانی تشریف لائے۔ تو ہزار آدمی مسلمان ہو جاتے ہیں۔ سلطان کا وزیر سیدبٹ بھی اس بزرگ صوفی میر محمد ہمدانی کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا اُسے اپنی بیٹی لچھمہ دیوی کو حضرت کے نکاح میں دے دیا اس خوش قسمت خاتون کا اسلامی نام بارعہ تھا۔ مورخین اس واقعہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں " حضرت سید میر محمد ہمدانی فرزند ارجمند حضرت امیر کبیرؒ دوازدہ سال در کشمیر وارد بودند در رفع بدعات و ترویج اسلام فرمودند ملک سید بٹ مذکورہ کہ وزیر و سپہ سالار سلطان بود باجمعے از خواص و عام بجناب ایشاں آمدہ باسلام مشرف شد۔ حضرت میر سید محمد ہمدانی کے دست حق پرست پر ایک دن میں اس قدر لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں۔

مورخ کا بیان ہے کہ

ولد امجد امیر کبیر   داد دین را رواج در کشمیر
سیدبٹ میر لشکر سلطان   شد ز سید مشرف ایمان
چوں شجاعت فزود اسلاش   شد ملک سید دین دگر نامش
باہم خویش و اقرب و پیوند   شد بریں پایہ و الاش بلند

شدز نو مسلمان چناں کثرت　　کز تماشاش بروحشر حسرت

ہمدران روز سوفتند بنار　　مسلمان　　چند تودہ زنار

ایکدن میں جو ہندو مسلمان ہوئے ان کے زناروں کا وزن صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے تین من آٹھ سیر لکھا ہے اس سیم ورخ کے مصرع چندہ تودہ زنار کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایک اور قدیم مورخ لکھتا ہے مشہور است کہ سہ خروار رشتہ ہائے زنار مردے کہ مسلمان شدنہ ہوختہ ہر جاتخانہ بود آنرا برہم زدہ

ان حضرات کے بعد صوفیاء کے اہل سلسلہ برابر تبلیغ واشاعت میں کوشاں رہے۔ شیخ نور الدین ولی کے تذکرہ میں لکھا گیا ہے کہ لوگ ان سے مناظرہ کرتے کرتے مشرف باسلام ہوتے رہے۔ اس طرح اسلام کا بول بالا ہو تا رہا اور وہ کشمیر جو کفر و ظلمت شرک وبدعت کا گہوارہ بن چکا تھا اب دین اسلام کی سربلندی اور سرخروئی کا مرکز بنا۔ صوفیاء جنہوں نے مناظرہ کر کے تبلیغ اسلام کو فروغ دیا، کا تذکرہ اس طرح کیا گیا۔

بت پرستان خدا پرست شدند　　ساغر دین زوندو مست شدند

منکراں ہم برائے بحث اکثر　　می رسیدنہ ہم چو حلقہ بدر

در کسی رگر سمک گردو　　آں سمک بالیقین نمک گردث

سہت یکز ان ہمہ مناظرہ جو　　نام مانک بدو مبارک او

گرچہ بسیار بحث کردنہ کم　　آخراز قول شیخ شد ملزم

توبہ درحال کردو سالک شد　　تابدل رفتہ رفتہ مالک شد

ہم وراہٹ جد جدا یا شیخ　　کردزینگونہ ماجرایا شیخ

عاقبت ہردو خردہ اند الزام　　یافتند آں دو دولت اسلام

شیخ زینگون مسر دم بسیار　　دشمن وغیر مشرک وکفار

ہمہ رارہ بحق نمود ورساند　　در مق میحہ عقل حیران ماند

شیخ کے خلیفہ بابازین العابدین کے تذکرے میں لکھا ہے۔

یار او بو د بابا زین العابدین　　شدہ مہ زد چو مہر مبین

بو د اول برہمن خوش کام　　بس مرتاض بو سہ ساوی نام

شیخ کے دوسرے خلیفہ بابا طیف الدین کے نام لکھا ہے

در خلافت بزرگ کار گذار　　سہت بابا لطیف الدین از چار

خود لدی رینہ ناش اول بود　　در زمانیکہ بود از اہل ہنود

اورنگ زیب کے عہد میں سید شاہ فیروز الدین جو نامی گرامی صوفیاء کبار میں سے تھے کے دست حق پرست پر تبت کلاں کا راجہ مشرف باسلام ہوا۔ اس راجہ کو سید شاہ فیروز الدین نے سعادت یار خان سے ملقب کیا۔

کشمیر میں اشاعت اسلام سے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے کشمیر کے تقریباً بیشتر لوگ ہندوؤں اور باشندگان تبت کی نسل سے ہیں لیکن تاریخی حالات سے واقفیت بہت کم ملتی ہے کہ مسلمانوں کی یہ کثرت کس طرح سے ہوئی جس قدر تاریخی شہادتیں ملی ہیں ان سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ صرف صوفیاء کی متواتر کوششوں سے جو تبلیغ اسلام کے لیے انہوں نے مدتوں جاری رکھیں اس قدر لوگ مشرف باسلام ہوئے ہیں اور سلام کی سربلندی اور سرخروئی کے لیے صوفیاء کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ کشمیر ہیں صوفیاء میں سے جن بزرگ ہستی کی سب سے اہم خدمات ہیں۔ وہ سید علی ہمدانی ہیں۔ آپ ۱۳۸۸ء کے قریب کشمیر آئے آپ کی وجہ سے اسلام کو بہت ترقی ہوئی۔ یہ بزرگ جب تیمور کے معتوب ہوئے تو اپنے دن ہمدان کو چھوڑ کر جو فارس میں ہے کشمیر چلے آئے آپ کے ہمراہ سات سو سید تھے جو کشمیر پہنچکر مختلف جگہوں میں عزلت گزیں ہوئے اور اپنے اثر و نفوذ سے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرتے رہے۔ پندرہویں صدی کے ختم ہونے پر ایک بزرگ میر شمس الدین جو شیعہ مسلک سے تھے۔ اور بہت بڑے بزرگ تھے عراق سے کشمیر آئے اور اپنے مرید کی مدد سے انہوں نے کشمیر میں بہت سے لوگوں کو مشرف باسلام کیا۔ عالمگیر کے زمانے میں کشتواڑ کے راجپوت نے سید شاہ فرید الدین کی کرامات مشاہدہ کر کے اسلام قبول

کیا اور راجہ کے مسلمان ہوتے ہی رعایا بھی کثرت سے مسلمان ہو گئی۔
بہادر شاہ کے عہد میں سودرشن داس مع اہل و عیال خواجہ نورالدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔
غرض تمام مورخین نے تبلیغی خدمات کے سلسلے میں صوفیاء اور فقراء کی خدمات کو ہی سراہا ہے کسی بادشاہ یا حاکم کا تذکرہ نہیں ہے۔

ہندوستان سے زیادہ کشمیر میں اشاعت اسلام کا باعث یہ ہے کہ دیگر ہندوستانی علاقوں میں صوفیاء یا اولیاء اگر آئے بھی تو محدودے چند اور کشمیر میں اس کی نسبت جو بزرگ آئے وہ سینکڑوں مرید ساتھ لے کر آئے اور انہوں نے تمام خطہ میں پھیل کر تبلیغ کی اس کے علاوہ ہندوستان میں جو بزرگ آئے وہ سینکڑوں مرید ساتھ لے کے آئے۔

اور انہوں نے تمام خطہ میں پھیل کر تبلیغ کی۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں جو بزرگ آئے ان کا سلسلہ تبلیغ ان کے مرتے دم تک رہا۔ یا انکے بعد ایک دو واسطوں تک کشمیر میں بزرگان سلاسل نے مسلسل اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔

کشمیر کو جنت نظیر مسلمانوں نے بنایا۔ قبل از اسلام کے حالات صاف شاہد ہیں کہ اگر مسلمان صوفیاء وارد کشمیر نہ ہوتے تو کشمیر ایک مرغزار سے آگے کوئی حیثیت نہ پاتا! اس کا سارا نام و نمود اسلام کے طفیل ہے۔ اسلام کی آمد و اشاعت کا باعث صوفیائے کبار اور اولیائے اسلام ہوئے ہیں۔ اس لیے کشمیر کی ترقی اور شہرت کا باعث بزرگان اسلام ہیں۔ جب ہم اسلام کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں یہ صوفیائے کرام زیور تعلیم سے آراستہ احکام شریعت سے پیراستہ دینی و دنیوی معاملے میں پیش پیش نظر آئیں گے۔ صوفیاء کشمیر حسن اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔ رات کو مصلے کی اور دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار' خانقاہ میں تسبیح ہاتھ میں رہتی اور میدان کارزار میں شمشیر بکف مدرسہ میں معلم فاضل' مجلس شوریٰ میں سیاستدان کامل احوال زمانہ کے باہر حال اور مستقبل پر فائز نظر۔ ہر ملکی اور ملی ضرورت پر نقد جان لٹانے والے تھے اسلام کے لیے ہر وقت سربکف جب بھی زر و جواہر کی تقسیم آتی کنج عزلت اختیار کرتے۔ شام ہوئی ایک پیالہ پانی سے روزہ افطار کا کرتے تھے۔ تمام سعی رضائے الٰہی کے لیے

تک شاید کشمیر میں اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کا کوئی بشر نہ ہوتا۔ یہ لوگ غاروں میں ضرور عبادت کرتے رہے لیکن اسکے ساتھ خانقاہیں، مسجدیں، چشمے اور دوسری تعمیرات عمل میں لاکر رفاہ عامہ کا کام کرتے رہے اس طرح دین اور دنیا کو فروغ دیتے رہے۔ بہر حال اس دور کے صوفیاء میں بھی عبادت شاقہ اور نفس کشی کا جذبہ ضرور موجود تھا لیکن ان کے ایسا کرنے سے دین کو کوئی زک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

صوفیاء چاہے دور اول کے ہوں یا دور دوئم کے دور سوئم کے صوفیاء ہوں یا دور چہارم کے ان کے بارے میں قرآن مجید میں لکھا ہے۔ الا ان اولیاء اللّٰہ خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یہ خدا کے مقرب اور مقدس بندے ہیں انکو اللہ کے بغیر کسی کا خوف نہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

صوفیاء نے لوگوں کی فکر و نظر میں نور بصیرت پیدا کر دی قدرت کے جلوے اور شان کبریائی دکھا کر ذلت اور رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں سے کمتری اور عاجزی کی کھوکھلی بنیادوں سے نکال کر عظیم اور پر وقار آسمانوں کی بلندیوں پر آباد کیا۔ ویرانوں میں آبادیاں، جنگلوں میں منگل پیدا کیے۔ کوہسار، آبشار، ان کی صدائے حق سے منزہ ہوئے۔ پژمردہ اور بے کس لوگوں کے دلوں کی آس بندھائی بے بسوں اور بے نواؤں کو اللہ کی وحدت اور عظمت سے آشنا کر کے بہت بڑے سہارے اور آس سے فیض یاب کیا۔ غرض صوفیاء کے اتنے احسانات ہیں کہ ہم گنوا نہیں سکتے اور جو کچھ ہم ان کی گرانمایہ خدمت میں ہدیہ تشکر کی صورت میں پیش کر سکتے ہیں وہ ہزار سلام لاکھوں سلام اور خراج تحسین ہے اللہ اپنی رحمت سے ان پاکیزہ روحوں کو منور اور مزین کرے۔

صوفیاء کی ادبی خدمات

کشمیر کے عہد اسلامی میں جو علمی مذہبی اور ادبی لٹریچر ہمیں ملا ہے اس میں ان تصنیفات کا بڑا

ذخیرہ ہے جو کشمیری صوفیاء اور اولیاء نے عربی اور فارسی زبان میں یادگار چھوڑا ہے یہ ذخیرہ نہایت اہم اور قابل قدر ہے۔ اسکے مکالمے سے ہم کشمیر کے تہذیب و ادب سے اور ان مذہبی مسائل سے آگاہ ہو جاتے ہیں جن کا سامنا ہمارے ان مقتدر اور بزرگ ہستیوں کو کرنا پڑا جنہوں نے دین اسلام کے فروغ کے لیے اپنی جان وقف کر رکھی تھی۔ اس عہد کے لٹریچر سے ہی ہمیں حقیقی اسلام اور اس کی تعلیمات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ کشمیر میں صوفیاء اس قدر عالم اور فاضل گذرے ہ اور ان کی خدمت اس قدر اہم ہیں کہ انہیں حدیث کی کتب صحیح بخاری اور مشکوۃ وغیرہ زبانی یاد تھیں۔ اور ان کتب سے منسوب ہو کر وہ بخاری اور مشکوٰتی مشہور ہو گئے۔ اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے جب سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم کے پاس تیرا کے ایک عالم براستہ سیالکوٹ ملاقات کے لیے آئے تو انہیں عربی زبان میں علم تصوف کی کتاب "زہتہ المجالس" مطالعہ کے لیے دے دی جسے پڑھ کر انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اب تک اصل علم سے بے خبر تھے۔

کشمیر کے عہد اسلامی میں جن صوفیاء نے کتابیں لکھیں۔ ان میں سے میر عبداللہ بیہقی اہم شخصیت ہیں آپ نے عربی میں بہت سے رسالوں کے علاوہ "قصیدہ بدر الدجی" کے نام سے ایک رسالہ عربی زبان میں لکھا۔ اور ایک اور قصیدہ بھی عربی زبان میں لکھا۔ موصوف ۱۳۲۰ھ میں فوت ہو گئے۔

میر سید سعید اندرابی نے ایک تفسیر قرآن مجید کی عربی زبان میں لکھی۔ ۱۲۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ یعقوب صرفی ممتاز علماء اور جید صوفی تھے آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں ان میں سے ایک تفسیر قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری کی شرح لکھی اور حاشیہ توضیح اور تلویح لکھا۔ مناسک حج پر بھی عربی زبان میں ایک رسالہ لکھا۔ اکبر بادشاہ کے وزیر نے "تفسیر سواطع الالہام" لکھی تو شیخ یعقوب صرفی نے عربی میں اس کی تقریظ لکھی وہ ۱۰۸۵ھ میں انتقال کر گئے۔

اخوند ملا کمال جو عہد اسلامی کے وہ فاضل تھے جنھوں نے سیالکوٹ میں عربی و دینی علوم کی بڑی خدمت کی اور جن کے علوم اور درس سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جیسے باکمال حضرات مستفید ہوئے۔ علماء زمانہ نے آپ کو علامہ مشرقین کا خطاب دیا تھا۔ ساری زندگی' تفسیر' حدیث' فقہ اور دیگر دینی علوم کی خدمت میں بسر کی اگرچہ خود کوئی کتاب نہیں لکھی مگر مجدد الف ثانی اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے علاوہ بہت سے مصنفین ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ ۱۰۱۷ھ میں لاہور میں فوت ہوئے۔

مولوی خیر الدین ابو الخیر "فتاوی عالمگیر" مرتب کرنے والے علماء میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ ۲ شوال ۱۱۲۲ھ میں دہلی میں انتقال کیا۔

خواجہ محمد توپگرو جتنے بڑے اور بزرگ صوفی تھے اسی قدر بڑے عالم اور فاضل گزرے ہیں بہت سی عربی اور فارسی کتب کی شرحیں لکھی ہیں کشمیر کے باہر سے طالبان علوم ان کے پاس درس لینے آئے اور صرفی و نحوی بن کر چلے جاتے تھے۔

مولوی جلال الدین جو بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں' نے در مختار فقہ کی شرح لکھی اور اس کے علاوہ فریدۃ الدوایات کی بھی شرح لکھی۔

امیر کبیر سید علی ہمدانی نے درود و ازکار پر مشتمل ایک عربی رسالہ مرتب کیا تھا۔ جو کشمیر میں اوراد فتیحہ کے نام سے مشہور ہے اور کشمیر میں معمول ہے کہ اسے روزانہ بعد از نماز فجر بطور ذکر الٰہی ورد کرتے ہیں اور اس سے شغف رکھتے ہیں۔ اسی طرح اور اس کے علاوہ شیخ الحدیث اور مشہور بزرگ مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے صحیح بخاری کی شرح چار جلدوں میں لکھیں عقیدہ اسلام بھی عربی زبان میں ان کی ایک تصنیف ہے۔

ملا محمد گندسو دوئم نے مفاتیح البرکات کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور کبریت احمر کی دو شرح لکھیں ایک عربی اور دوسری فارسی میں آپ کو صحیح بخاری زبانی یاد تھی اس لئے بخاری کے نام سے مشہور ہوئے ۱۲۰۸ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ عبدالوہاب نوری نے غین الحرفان نامی کتاب لکھی اور ایک کتاب فتحیاب کبرویہ نامی فارسی

میں بھی لکھی۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۸۶ھ کو فوت ہوئے۔ ملا مصطفیٰ خان نے کافیہ نحو کے نام سے ایک کتاب عربی میں لکھی ۱۲۷۳ھ میں فوت ہوئے۔

شاہ محمد تنولی اپنے وطن تیراہ سے تحصیل علم کے لیے سیالکوٹ آئے وہاں خواجہ یعقوب تنو سے جو کہ شیخ حمزہ کشمیری کے مرید تھے ملاقات کی ان کی تحریک پر شیخ حمزہ کشمیر کی خدمت میں پہنچے اور یہاں قیام کیا۔ شیخ حمزہ مخدومی نے انہیں تصوف کی مشہور کتاب نزہتہ المجالس عربی پڑھنے کو دی۔ اس کے علاوہ آپ نے شیخ حمزہ مخدوم سے اکتساب فیض کیا۔

اخوند ملا نازک عربی زبان میں خوب اشعار موزوں کرتے تھے۔

آپ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

انت مطلوب و منظور لنا	انت محبور و مقصود لنا
ان وعدتم باللقاء فی الاخرۃ	وھو فی الکونین مسھور لنا
لاتریٰ فی الکون ال وجھک	انت مشھود و موجود لنا
مذھب الزھاد منحوث لھم	مذھب الشتاق محمود لنا

ترجمہ: اے خدا تو ہی ہمارا مطلوب اور منظور ہے تو ہی محبور اور مقصود ہے۔ اے لوگو تم آخرت میں محبوب حقیقی کی ملاقات کا صرف وعدہ دے گئے ہو حالانکہ وہ دونوں دنیاؤں میں ہمارے مشاہدہ میں ہے۔ اور ہم اسے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اے خدا ہم دنیا میں تیرے چہرے کے سوا کچھ نہیں دیکھتے تو ہی ہمیں ہر جگہ موجود نظر آتا ہے۔ زاہدوں کا مذہب انہی کے لیے قابل تعریف ہے ہمارے لیے عاشقوں کا مذہب ہی محمود و مستحسن ہے۔

بابا داؤد مشکوتی کو مشہور حدیث کی کتاب مشکوٰۃ شریف زبانی یاد تھی اس لیے مشکوتی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کی ایک کتاب اسرار الاشجار اور ایک اسرار الابرار فارسی میں ہے ۱۰۹۷ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت بلبل شاہ کے بعد دوسرے سادات نے کشمیر کا رخ کیا جن میں سید جلال الدین بخاری، سید تاج الدین۔ سید حسین سمنانی جیسے لوگ ناقابل فراموش ہستیاں ہیں ان بزرگان دین

نے نہ صرف تبلیغ کی بلکہ درس و تدریس کا کام بھی کیا۔ ہر مقام پر درس گاہیں شفاخانے تبلیغ
اسلام کے ساتھ ساتھ قائم کئے۔ اور کشمیری عوام کو علم و فن کی دولت سے مالا مال کیا۔
سلطان شہاب الدین کے زمانے میں کئی عظیم الشان درسگاہیں قائم ہوئیں اس طرح ساری
وادی میں علم و فن کا چرچا شروع ہو گیا ظاہر ہے کہ کشمیری عوام شروع شرع میں فارسی اور
عربی زبان سے نابلد تھے ان کی زبان کشمیری تھی۔ لہذا ان مبلغین اور معلمین نے سرعت کے
ساتھ کشمیری زبان میں مہارت حاصل کر کے اور ایسی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا۔
جیسے کہ ہم نے چند مصنفین کا تذکرہ پہلے کیا ہے انکے علاوہ کچھ اور صوفیاء کا تذکرہ کرنا
ضروری ہے جنہوں نے علم و ادب کے خزانے میں بدرجہ اتم اضافہ کیا ان میں مولانا قاضی
حبیب اللہ بھی ہیں یہ توران سے تشریف لائے تھے کشمیر کے قاضی القضاۃ تھے۔ انکی تصنیفات
میں فارسی میں عقایہ لفریہ ہے یہ اہل السنت والجماعت کے اصول فروغ میں ایک جامع
رسالہ ہے۔ جس میں مسئلہ خلافت و امامت پر قابل دید بسیط بحث ہے۔ شیخ داؤد خاکی کی
تصنیف ورد لریہ ین ہی ایک اہم رسالہ ہے۔ خواجہ حبیب اللہ نوشری جہانگیر کے عہد میں
تھے آپکے یہ دو شعر بہت مشہور ہیں۔

ایکہ بہشت بریں بے تو عذاہم عذاب　　　آتش دوزخ ہمہ با تو گلاہم گلاب

گرمیٔ شوکت چہ کرد نرئی فروقت چہ کرد　　　سینہ کباہم کباب دیدہ پر آہم پر آب

ملا حسین جناز ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں ہدیت الاعمیٰ زیادہ مشہور ہے۔ خواجہ معین
الدین نقشبندی عالمگیر کے عہد میں تھے۔ فتاوائے نقشبندیہ انکی تصنیف ہے۔ میاں محمد امین
عالمگیر کے عہد میں تھے۔ کتاب قطرات اور رسالہ ضروریہ ان کی تصنیف ہے۔
اس کے علاوہ صوفیاء نے تصوف کو اپنی شاعری کی اساس بنا کر اس میں نہایت ہی نازک
مسائل اور رقیق رموز بیان کئے۔ تصوف کشمیری شاعری کا اہم حصہ رہا ہے۔ شیخ نور الدین ولی
اور عارفہ کا کلام اس شاعری کا پہلا باب ہے جو تصوف اور عرفان سے لبریز ہے۔ یہ دونوں
صوفی منش لوگ تھے۔ اگرچہ للہ عارفہ اور شیخ کے ذہنی رجحانات کے لیے ان کا مستقبل

سازگار نہ تھا۔ اس میں ان رجحانات کی نشو و نما کی صلاحیت نہ تھی۔ لیکن ورثہ کے قانون کے تحت اس کا روحانی سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ چنانچہ اس وقت کی کشمیری شاعری نے جنم لیتے ہی رفتہ رفتہ اتنا غلبہ پایا کہ کشمیری شاعری میں تصوف ہی تصوف اور صوفیاء کے خیالات اور افکار کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ پہلے بھینی بھینی خوشبو کی طرح بعد میں آندھی اور گھٹاؤں کی مانند ہر سو چھا گئی۔

لہ واکھیہ اور شیخ نور الدین کا خارجی اور داخلی روپ سنسکرت شاعری سے مشابہ ہے۔ لہ واکھیہ دوبیتی اشلوک ہیں اور شیخ کے یہاں لمبی لمبی نظمیں اور مکالمے ملتے ہیں۔ ان دونوں عارفوں کے بنیادی عقائد مشترک ہیں لل عارفہ اس دنیا سے بھاگ کر شروع شروع کی منزل عرفان شیوا اور شکتی کے شرن لیتی ہے اور آخر اس منزل پر پہنچ کر دم لیتی ہے جہاں نہ شور ہتا ہے نہ شکتی فرماتی ہیں۔

روزان شو تہ شکت نواتے

موزے کو تہ تہ سوی اپریش

ترجمہ: وہاں نہ شور ہتا ہے نہ شکتی

اگر کچھ باقی رہتا ہے وہی سچا اپدیش ہے

اس عارفہ کے کلام میں فرار کے عناصر نہایت ہی شد و مد سے کار فرما ہیں جو نہایت ہی گہرے اور پر سوز ہیں۔ عارفہ کی زندگی چونکہ کرب و حوادث سے بھری ہے۔ اس لیے اس کی شاعری میں سوز اور درد اور داغ کا ہونا لازمی ہے۔ شیخ نور الدین آٹھویں صدی کے اسلام کی ترجمانی کرتے ہیں جس کا چرچہ کشمیر میں رہا۔ وہ شرع محمدی کے خالص اصولوں اور ضوابط کو اپنے اشلوک میں واعظانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ دونوں ادیبوں کی ادیبانہ حیثیت مسلم ہے اگرچہ عقیدے سے یوں لگتا ہے کہ برہمنیت جو ورثہ میں ملی ہے اس کا اثر کہیں کہیں موجود ہے۔ اور اسلام سکھلایا گیا ہے۔

!ہ عارفہ اور شیخ کے بعد کشمیری زبان میں فارسی زبان کا چرچا بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ یہ

زبان جو داخلی چیزیں اپنے ساتھ لائی وہ کچھ تو نئی ہونے کی وجہ سے اور کچھ اپنی جاذبیت کی وجہ سے یہاں کی ذہنیت میں گھل مل گئیں۔ روز بروز فارسی شاعری کے خیالات اور جذبات ملک میں مقبول ہوتے گئے۔ اصفیاء کے دل ودماغ بھی نوورد تصوف چھا گیا۔ عارفہ اور شیخ کے جذبات عالیہ اور ان کا لباس خالص کشمیری تھا۔ لیکن عارفہ اور شیخ کے بعد شعراء سے ان کی بیعت نہ ہو سکی۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں اس قسم کی شاعری پر عمل نہ ہو سکا اور اپنے جذبات کو فارسی اور طرز فکر کے سانچے میں ڈالا۔ اس گروہ کے پیشرو خواجہ حبیب اللہ نوشہری تھے خواجہ فارسی زبان کے ادیب اور باکمال صوفی تھے۔ انہی ایام میں ملکہ حبہ خاتون کے گیت کشمیر کی فضاؤں میں گونج اٹھے۔ خواجہ صاحب ساز و آواز کے بھی شوقین تھے۔ ملکہ حبہ خاتون کا کلام موسیقی کے پردوں میں انکے سامنے پیش ہوتا رہا اس کی جاذبیت نے ان کو بھی کشمیری زبان میں لب کشائی پر ابھارا خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے بعد مرزا اکمل بیگ خان بدخشی نے کچھ صوفیانہ جذبات اور خیالات کی ترجمانی کی اور آخر محمود گامی جو بلند پایہ کے صوفی شاعر تھے نے شاعری کی ہر صنف کو ترقی دی غزل اخلاق فلسفہ و تصوف سب پر طبع آزمائی کی۔

۷۲۷ھ سے لیکر ۱۰۱۴ھ تک کے فارسی ادب کا جائزہ لیتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں ہر قسم کے موضوع کی کتابیں تصنیف ہوتی رہی ہیں۔ اس میں سے پہلی درسی کتب مثلاً "شمعیہ از سید محمد ہمدانی" شرح لمعات سید محمد قادری فتاوی شہابیہ ملا احمد دوسری قسم میں تصوف کی تصنیفات آتی ہیں۔ جیسے دوا یۃ الغفلفین میر حیدر تعلیہ مولی۔ رسالہ سلطانیہ شفیع احمد چاگلی اسرارالابرار۔ داؤد مشکواتی مقامات مرشد یعقوب صرفی۔ در علم تصوف از ملا احمد۔ رسالہ تالیفات سید علی ہمدانی۔ تیسری قسم میں احوال واقعات کشمیر پر کتابوں کا ذکر چوتھی قسم میں شاعروں کے دیوان جن میں علی ہمدانی محمد یعقوب صوفی بابا داؤد خاکی قابل ذکر ہیں۔

غرض جہاں اصفیاء نے لوگوں کے دلوں کو نور عرفان سے منور کیا وہاں علم وادب کی روشنی اور مشعل بھی ان کے ہاتھوں میں دی تا کہ اپنے لیے صحیح منزل کا تعین کر سکے۔ متذکرہ

صوفیاء نے تمام ظاہری اور باطنی علوم پر کتابیں لکھیں راہ حق پر ملنے والے ان بزرگوں نے اپنی ہمت واستقلال عزیمت وایثار اور متانت وسنجیدگی کی بدولت فکر و تدبر، عقل و فراست کے گنجینہ ادب کھولے اور ہر طرح متاع علم سے خلق خدا کو نوازا۔

میر سعد اللہ شاہ آبادی نے تاریخ کشمیر منظوم، نحازی الینی رسالہ گل وبلبل جو تصوف کے بارے میں تصنیف کیا اس کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ خدار سیدہ بزرگ گزرے ہیں اسی طرح خواجہ اعظم دیدہ مری صاحب تصنیف و تالیف گذرے ہیں۔ آپ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔ رسالہ فیض مراد، فراق نامہ، تجربتہ الطالبین، اشجار الخلاح ثمرہ الاشجار، شرح کبریہ احمر، تاریخ کشمیر وغیرہ۔

شیخ مراد نقشبندی عرف ٹنگ

شیخ مراد ملا محمد کاہر مفتی کے بیٹے تھے۔ آپ بذات خود سخت ریاضت اور عبادت کے پابند تھے۔ آپ بذات خود اپنے والد سے بھی گاہے بگاہے تربیت حاصل کرتے رہے۔ اسی دوران خواجہ عبدالاحد سرہندی یہاں تشریف لائے۔ محمد مراد نے ان کے دامن کو پکڑ لیا اور طریقہ تصوف اختیار کیا۔ معرفت کی لازمی باتوں سے واقفیت پاکر مولیٰ طلبی کے چٹکارے کی لذت نے ترک پر آمادہ کیا اور باوجود بہت بڑے دولت مند ہونے اور دنیاوی دھندوں سے فراغت نہ ہونے کے حضرت کے ساتھ ہندوستان چلے گئے۔ اس قبلہ حاجات کی خدمت میں کچھ عرصہ گذار کر سلسلہ کی اجازت حاصل کر کے ان کے فرمانے پر کشمیر واپس آئے۔ یہاں پہنچ کر لوگوں کی فائدہ رسانی میں مشغول ہوگئے۔ کئی برس گذرنے پر پھر ہندوستان روانہ ہوگئے اور مرشد بزرگوار کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ وہاں حضرت خواجہ سرہندی کی وساطت سے حجتہ اللہ خواجہ محمد نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہو کر سند تکمیل حاصل کی اور ایک برس کے بعد پھر وطن واپس آئے اور شیخ بابا راد ھو کی مسجد میں نہر کے کنارے بیٹھ کی ترک دنیا کی۔ چودہ برس کے بعد پھر مرشد بزرگوار کی ملاقات کے لئے

شاہجہان آباد روانہ ہو گئے ایک مدت تک وہیں ٹھہرے رہے پھر خاندان مجددیہ کی سینکڑوں مہربانیوں 'عنائیوں اور کمالوں سے بہرہ ور ہو کر سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ کی ارشاد کی سند حاصل کر کے کشمیر آ گئے۔ انہی دنوں میں شیخ محمد علی رضا نے بھی ان کی خدمت میں جا کر سلسلہ کبرویہ 'چشتیہ اور سہروردیہ کی اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد شریعت کی گدی پر بیٹھ کے سنت رسول اللہ ﷺ کو رواج دینے 'طالبان خدا کو راہبری کرنے اور ولایت والے بزرگوں کی خدمت کرنے میں وقت گزاری کرنے لگے۔ پرلے درجے کا سوز و گداز رکھتے تھے بہت سی عورتیں بھی انسے تربیت پا کر اہل صفا کے زمرہ میں پہنچ گئیں۔ نماز تہجد میں ایک ہزار آیت سے زیادہ قرات میں پڑھتے تھے اور صبح کی نماز کے بعد ہمیشہ "حلقہ سکوت" (پوری توجہ سے خاموش ہو کر دائرہ میں مراقبہ کر کے بیٹھ کر یاد خدا کرنا) کرتے تھے۔ جس میں چالیس پچاس افراد حصہ لیتے تھے۔ ۷ رجب ۱۱۴۰ھ کو پچھتر برس کی عمر میں وفات پائی بودہ گیر میں دفن ہوئے۔

گفت تاریخ وصل واعظم وارث کامل رسول اللہ

میر عمود پانپوری

پانپور کے میروں کے خاندان سے تھے۔ صاحب مال اور قال تھے جوانی کے اٹھان میں خدا شناسی کے ذوق میں مرشد کی تلاش کرنے لگے۔ حضرت میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ معلی میں جا کر رہبر کامل ملنے کی التجا کرتے تھے۔ حضرت سلطان العارفین کے آستانہ پر روزانہ جا کر مرشد حقیقی حاصل ہونے کے لئے درخواست کرتے تھے ایک رات حضرت مخدوم نے جلوہ گر ہو کر فرمایا بیٹے تمھاری رہبری شاہ ابوالفتح کول کریگا وہی تم کو مراد اور مطلب پر پہنچائے گا۔ چونکہ حضرت شاہ قلندر مشرب اور رند وضع تھے۔ تمباکو نوشی بھی کرتے تھے حضرت امیر نے میر عمود کو خواب میں کہا اس بد ظاہر کے پاس نہ جانا دوسرے دن میر عمود درگاہ حصرت سلطان پر گیا اور حضرت میر کبیر کی ممانعت عرض کی۔ حضرت مخدوم پھر

جلوہ گر ہوئے اور فرمایا حضرت امیر شریعت اور طریقت کے بادشاہ ہیں وہ اپنے بلند رتبہ کے مطابق فرماتے ہیں تمہیں اپنی استعداد کے مطابق اس کی صحبت غنیمت ہے۔ تم جاؤ اور تربیت حاصل کرو۔ میر عمود شاہ ابوالفتح کے پاس گئے۔ پہلی ہی ملاقات پر انہوں نے ان کو حقہ دیکر کہا نالہ مار پر جا کر حقہ کو تازہ پانی بھر لاؤ حقہ کا پانی زمیں پر نہ ڈالنا۔ خبردار حقہ کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمیں پر گرنے نہ پائے۔ حضرت میر عمود حقہ لیکر نالہ مار پر گئے اور حقہ کا پانی 'پانی میں گرادیا۔ اچانک پانی کا ایک قطرہ کنارے کے پتھر پر گرا اور اس قطرے سے پتھر پر "اللہ" نقش ہو گیا۔ میر اس خیال سے کہ اس پر بے خبری سے کوئی پاؤں نہ رکھ دے اسکو مٹانے لگے۔ اسکو رگڑا اور چھیل کر مٹا دیا اس واقعہ نے انکے دل میں حضرت شاہ کا اعتقا نقش بر سنگ (پتھر کی لکیر) کر دیا۔ پھر کیا تھا انکا دامن پکڑ کر سلوک کے منزلوں اور مرحلوں کو طے کرتے گئے اور ارشاد کے مقام پر پہنچ گئے۔ ایکدن حضرت میر "خانقاہ معلی" میں بیٹھے تھے دیکھا کہ حضرت سید المرسلین دنیا کے سارے ولیوں کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے تشریف فرما ہیں کمال شوق کے موجب اپنی جگہ سے اٹھ کر آئے اور فرمایا" ارے بے صبر پیچھے ہٹو۔ حضرت میر تھرائے اور انکی باطنی طاقت سلب ہو گئی نہایت پریشان ہو گئے۔ پریشانی کی حالت میں صاحب صفا لوگوں کے مزارات پر اور صاحب لوں کی خدمت میں جا کر کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ پانے کے لئے امداد کی درخواست کرتے پھرتے تھے۔ لیکن روحانیت دروازہ جو بند ہوا تھا نہ کھلا۔ آخر بابا عمود سہروردی نے امداد کی اور ان کے اتفاق سے حضرت سلطان العارفین کی طرف توجہ کی۔ میر نے دیکھا کہ جرو گہ شاہی کی طرف دو خیمے لگائے گئے ہیں۔ ایک آنحضرت ﷺ کا اور دوسرا حضرت سلطان العارفین کا۔ بابا عمود نے حضرت مخدوم کی خدمت میں جا کر میر کا حال عرض کیا اور حضرت مخدوم سرور کائنات کے خیمہ میں گئے اور میر عمود کا قصور معاف کرنے کی التجا کی اور سید دو عالم ﷺ نے فرمایا میر عمود کا قصور کا معاف کیا گیا میر عمود نے جونہی معافی کا لفظ سنا ان کی کھوئی ہوئی باطنی طاقت واپس آگئی بلکہ پہلے کی نسبت دوگنی ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے سلطان العارفین کی شفاعت اور وسیلہ داری کے

موجب میر کو توحید کی تعلیم خود فرمائی اور اس تعلیم کی مستی اور نشہ اڑھائی سال نہ اترا۔ جب حضرت میر نے شیخ اشرف قحمدلی کو یہی تعلیم کی تو چھ ماہ تک ان پر مستی کی حالت طاری رہی اور حضرت شیخ نے اپنے یاروں میں سے جس جس کو یہ تعلیم کی اس پر مدت تک مستی اور مدہوشی کی حالت طاری رہتی تھی۔ مختصر یہ کہ حضرت شیخ میر عمو دبادۂ الست کے سرپرست تھے۔ آخر میں شیخ محمد اشرف کے ساتھ مولانا ابوالفتح کاٹلی سے بھی استفادہ کیا۔ انہوں نے کتاب "نعمات الانس" کے مطالعہ کرنے کو کہا۔ جب کتاب کو پڑھتے تھے تو بے حال ہو جاتے تھے عبدالصبور کے ساتھ دوستی تھی۔ وفات کے بعد حضرت سلطان کی ڈیوڑھی کے نیچے دروازہ کے آمنے سامنے سادات پارسیہ کے مزار میں دفنائے گئے۔

آخوند ملا مقیم۔ عرف ٹوپیگرو

خواجہ فاضل ٹوپیگرو کی بیٹے تھے تاریخ پیدائش یہ ہے "مقیم فاضل" ۱۰۱اھ۔ ملا محمد محسن اور ملا امان اللہ شہید سے عقلی اور نقلی علوم کی تربیت پا کر شمس العلما کا درجہ حاصل کیا اور تحقیق کے جھنڈے کو آسمان تک پہنچایا۔ لوگوں کو دینی تبلیغ کرنے میں مشغول ہو گئے۔

اس ضمن میں خداشناسی کا شوق بڑھتا گیا۔ کتابیں وہ روح پیدا کرنے میں مدد نہ کر سکیں جو فرش سے عرش تک پرواز کی طاقت رکھتی ہے۔ زندہ کتاب کی تلاش کی فکر دامنگیر ہوئی۔ شاہ دولت غاری کے مرد کامل ہونے کا چرچا تھا ان کی خدمت میں چلے گئے۔ شرف قبولیت پا کر سلوک کے منزلوں اور مرحلوں کو طے کرتے گئے اور خلعت ارشاد پہن لیا۔ سیف الدولہ عبدالصمد کے کشمیر آنے کے زمانے میں پکھلی کے راستے سے پشاور روانہ ہو گئے اور اس علاقے کے عالموں نیک مردوں اور خدادوستوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کی صحبتوں سے فیض پا کر واپس آئے فخر الدین خان کے زمانے میں جموں کے راستے لاہور گئے وہاں یعقوب خان کے بیٹے ملا شریف الدین کی وساطت سے وہاں کے حاکموں سے تعارف ہو گیا۔ اور پنجاب کے عالموں نے انکی عالمیت کا لوہا مانا۔

لاہور اور پنجاب سے واپسی پر مفتی کے منصب پر مقرر ہوئے اور کچھ مدت کے لئے محکمہ عدالت کو بھی زینت بخشی۔ آخر عہدوں اور منصبوں کو چھوڑ کر عبادت وریاضت میں وقت گزارنے لگے اور ان سے عجیب وغریب حالات ظاہر ہوتے رہے۔ دینی اور دنیاوی علموں سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ قابل فخر شاگرد اور مرید رکھتے تھے۔ ۱۵ شوال ۱۱۷۱ھ کو رحلت فرمائی اور اسلاف کے مزار میں سپرد خاک ہوئے

ستون کعبہ دین افتاد ۱۱۷۱ھ

شیخ مہدی

شیخ مہدی شیخ یعقوب چھتہ کے بھائی تھے آپ نے طریقت کی تعلیم شیخ یعقوب سے حاصل کی اور مسجد میں خط ارشاد بھی حاصل کیا۔ گوشہ نشینی عمر بھر اختیار کر رکھی تھی اور عبادت کا یہ حال تھا کہ مغرب کی نماز کے وضو سے ہی فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ چھتہ بل میں دفن ہوئے

شیخ محمد مراد

شیخ محمد مراد میر محمد رضا دہلوی کے مرید تھے خواجہ خورد سے بھی روحانی فیض حاصل کرتے رہے جب مرشد کا انتقال ہوا تو کشمیر آئے۔ اصلاح عمل میں لوگوں کی ہر وقت رہنمائی فرماتے۔ عبادت گزاری اور روزہ داری میں عمر گزاری موزوں طبیعت پائی تھی سلوک کے مضامین شاعری میں درد انگیز طریقے سے بیان کرتے تھے۔ پچھتر برس کی عمر گزارنے کے بعد ۷ شوال ۱۱۳۴ھ کو انتقال کر گئے۔

تاریخ ہے محرم راز خدا او بودہ

بابا محمد مہدی

بابا محمد مہدی بابا عبداللہ گرزیالی کے خلیفہ تھے۔ سنت نبوی اور بزرگوں کی اطاعت شعاری میں کبھی خلل نہ کرتے تھے جہاں گئے وہاں مسجد یا خانقاہ تعمیر کی۔ تبت اور ناروا گئے اور مسجدیں اور خانقائیں تعمیر کیں۔ سرینگر میں اندرواری کے محلہ میں گوشہ نشین ہوئے ۱۰۰ برس کی عمر پا

کر ذیقعد ۱۱۵۱ھ انتقال کر گئے۔ اندرواری میں دفن ہیں۔

بابا محمود قادری

محمود قادری بابا محمد حیات کے بیٹے تھے آپ نے سلوک اور طریقت کی تعلیم بابا عثمان سے حاصل کی تھی۔ آپ نے اپنے والد سے سلسلہ قادریہ سیکھ کر بڑے بڑے مشائخ میں جگہ حاصل کرلی۔ ایک برص کے مریض کو ایک دانہ مٹی کا دیا اور کہا اگر تجھے قادریہ سلسلہ پر یقین ہے تو اس کو داغوں پر لگاؤ۔ مریض مٹی کے دانے سے ٹھیک ہوا۔ ۷ اربیع الاول ۱۱۸۰ھ کو وفات پائی۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔

شاہ محمد معروف بہ شاہی بابو

شاہ محمد خواجہ حبیب اللہ لٹو کے مرید تھے۔ بڑے صاحب حال اور قال تھے۔ تمام عمر مسجد میں خلوت نشین رہے۔ گوتہ پور کی مسجد میں زیادہ تر خلوت گزیں رہے۔
آپ گوتہ پورہ کی مسجد کے قریب ہی دفن ہیں۔

خواجہ محمد مقیم

خواجہ محمد مقیم خواجہ خواجہ حبیب اللہ عکار کے بیٹے اور حضرت مرزا کامل خان کے خلیفہ تھے۔ آپ نے مرزا خان سے ہی سلوک و طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مرزا کے پوتے کو مدتوں تعلیم قرآن دیتے رہے۔ آخر پر اذان اور امامت کا کام حضرت نے ان کے سپرد کیا صاحب کشف و کرامات تھے۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا محمد مقصود مخدومی

بابا محمد مقیم نے مولوی امان اللہ شہید سے تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے کے بڑے بڑے بزرگوں سے تربیت حاصل کی۔ ۱۱۶۴ھ میں رحلت کی۔ حضرت محبوب العالم کے آستانہ میں دفن ہیں۔

شیخ محمد معروف

شیخ محمد معروف شیخ محمد فاضل زونمیری کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت محمد فاضل سے روحانی تربیت مکمل کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار کی جگہ سند خلافت پر بیٹھے۔
کہتے ہیں بانہال میں شالی کی فصل کچی رہتی تھی اور پکنے نہیں پاتی تھی ۔ آپ کی دعا سے بانہال کی ساری فصل روز دعا سے پکنی شروع ہوئی ۱۱۸۰ھ کو انتقال فرمایا۔ اپنے والد کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ محمد مسعود

شیخ محمد مسعود شیخ محمد فاضل زونیمر کے بیٹے تھے۔ ملا نور اللہ مانجی سے تعلیم حاصل کر کے اپنے والد سے سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ کمال طریقت اور تکمیل سلوک کے بعد خط ارشاد حاصل کیا۔ بندگان خدا کی دلجوئی اور فیض رسانی میں ہمیشہ سرگرداں رہتے تھے۔ سر پر پٹو لپیٹتے تھے اور جب وعظ فرماتے تو اس پٹو پر مشکواۃ شریف کے نیچے رکھ کر وعظ فرماتے۔ ایک دفعہ ہانجیوں نے مرغابیاں اور مچھلیاں نذرانہ کے طور پر لائیں فرمایا پانی میں جال پھینکو جو کچھ جال میں آئے وہ میرا ہے۔ چنانچہ جال پھینکا گیا تو ایک تھیلی سربہ مہر نکلی۔ تھیلی کو جب کھولا گیا تو ایک کتاب مشکواۃ مصابیح ایک سمندری عقیق کی تسبیح اور عصا کا سنگ مرمر کا دستہ نکلا۔ شیخ نے ان چیزوں کو غیبی عطیہ سمجھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ ۸ ذیقعد ۱۱۸۵ھ کو انتقال کر گئے اسلاف کے مقبرے میں دفن ہیں۔

بابا محمد مقیم

بابا محمد مقیم کے نانا شیخ حسن کا مراج تھے۔ جوانی میں اللہ سے محبت پروان چڑھی شیخ محمد فاضل زونمیری سے طریقت کی تعلیم پائی۔ ایک رات جاڑے میں تہجد کے وقت خوشحال مرے پانی کا گھڑا لا کر دیر تک دروازے کے باہر کھڑا رہا۔ جب حضرت شیخ وضو کرنے کے لئے کوٹھڑی سے نکلے اور طہارت کرنے لگے۔ پانی جم گیا تھا اور بابا مقیم بغیر کانگری کے ایک ہی کرتہ میں

تھر تھر کانپ رہا تھا۔ حضرت شیخ کو یہ حال دیکھ کر رحم آیا اور بولے کیا چاہتے ہو؟
بابا مقیم بولا ''میں چاہتا ہوں میرا حال اور کمال آپ جیسا ہو!'' شیخ نے اس کو گلے لگایا اور اس کے ظاہر اور باطن سب کو اپنی ذات کے ساتھ ہم آہنگ کیا۔ شیخ نے آپ کو نسو ہر گنہ کھو یہامہ کے گاؤں میں گوشہ نشینی کا حکم دیا۔ پندرہ سال گوشہ نشینی کے بعد گامرو کے گاؤں میں عام زندگی بسر کرنے لگے۔ خود زراعت کر کے روزی کھاتے تھے۔ اسی گاؤں میں دفن ہیں

محمد محسن قادری

محمد محسن قادری حافظ احسن قادری کے بھتیجے تھے۔ اپنے چچا سے ہی طریقت اور سلوک کی تعلیم پائی خدا ترسی اور پرہیز گاری میں کوئی ثانی نہ تھا۔ حدیثوں کی کتابیں لکھا کرتے تھے ۱۱۸۲ھ میں اپنے چچا کے مزار میں دفن ہوئے۔

مخدوم محمد سعید

مخدوم محمد سعید مخدوم محمد فصیح کے بیٹے تھے آپ نے سلوک اور طریقت کی تعلیم بھی مخدوم محمد فصیح سے حاصل کی بزرگوں اور زیارتوں پر حاضری دینے کے لئے ہندوستان اور خراسان گئے۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا محمد مرزا

حاجی عبدالسلام دار کے داماد تھے۔ ان کے زیر تربیت رہ کر سلوک کا راستہ طے کر لیا آپس میں شکر رنجی ہوئی۔ بابا نے شیخ عبدالرحمٰن (جو کامل درویش تھے) کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ عبدالوہاب لوزی کے گھر کے آنگن میں پہنچے ہیں اور مرزا اکمل الدین بدخشی وہاں ہی ہیں۔ اور انسے فرمایا اے مرزا بابا اگر سلام کے ساتھ تمہیں آزردگی ہے تو وہاب کے پاس جاؤ۔ سات ماہ کے اندر ان کی تربیت سے مشاہدہ کا رتبہ حاصل کیا پھر شیخ کے فرمانے کے موجب حاجی عبدالسلام کے پاس جا کر ان سے معذرت کر کے ان کے دل سے کدورت اور ملال دور کیا اور ارشاد کی سند حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ مستی اور مدہوشی میں

غرق رہتے تھے۔ مرشد کے مزار میں دفن ہیں۔

ملا مقصود متو

آخوند نور الہدیٰ سے تعلیم میں کمال حاصل کر کے شیخ مقصود سے تربیت پا کر تصوف اور الٰہیات کے علوم سے اپنے آپ کو بہرہ ور بنا کر ریاضت اور عبادت میں زندگی کے دن بسر کیے ۱۱۹۲ھ میں وفات پائی۔

مولانا محمود بلخی

ملا حاجی محمد اور شیخ رحمت اللہ کے شاگرد تھے۔ بہت سے صاحب دلوں اور خدا رسیدہ بزرگوں سے تربیت حاصل کی۔ عالم باعمل اور کامل خدادوست تھے۔ شیخ گنج بخش کے مزار مین دفن ہیں

بابا محمد بلخی

عالم پرہیزگار خدا سے ڈرنے والے ملا امان اللہ دار کے شاگرد تھے۔ فقر قناعت اور تنہا نشینی میں دن گزارا کرتے تھے۔ دنیا اور دنیاداروں سے نفرت تھی۔ لوگوں کو ظاہری اور باطنی تعلیم سے فائدہ پہنچانے کا شغل تھا۔

شیخ مصطفیٰ رفیقی

شیخ مصطفیٰ رفیقی خواجہ معین الدین رفیقی کے فرزند تھے۔ مشہور بزرگ ملا محمد مقیم کی نیک بخت بیٹی ان کے عقد میں تھی۔ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے۔ ۴ رجب ۱۱۹۴ھ کو انتقال فرمایا باپ دادا کے مزار میں دفن ہیں۔

"غوث بے شہید"

شیخ محمود چشتی

شیخ محمود چشتی شیخ جلال الدین چشتی کے فرزند تھے۔ آپنے مشہور زمانہ بزرگ شیخ محمد چشتی سے بیعت لی تمام عمر مجاہدہ اور مشاہدہ میں گزاری۔ صاحب حال اور قال ہیں بارہ مولہ میں دفن

میاں گل محمد کنگال

میاں گل محمد کنگال اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ آپ نے اچھے لوگوں سے صحبت رکھی 'صحبت صالح ترا صالح کند اور آپ بھی ہیروں کی کان میں جا کر ہیرے بن گئے۔ سخت محنت اور ریاضت کر کے صاحب کمال ہو گئے۔ پکھلی میں مدتوں گوشہ نشینی اختیار کی۔ کشمیر آئے اور پرانے ضرب خانے کی خانقاہ میں کچھ مدت قیام کیا اور اس دوران حافظ عبدالصبور فکتو کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ پھر واپس پکھلی جا کر مدت تک وہاں رہے۔ حاجی کریم دار کے زمانے میں دوبارہ کشمیر آئے۔ بیشمار لوگ ان سے فیضیاب ہوئے۔ دوبارہ آخری بار پکھلی گئے ۱۱۹۹ھ میں اس دنیا سے چل بسے۔ پکھلی ہی میں دفن ہیں۔

بابا محمد

بابا محمد داؤد خان خاکی کے پوتوں میں سے تھے۔ بابا سے ظاہری وباطنی علوم حاصل کر کے خط ارشاد حاصل کیا تھا۔ کشف وکرامات کے مالک تھے۔ اپنے اسلاف کیساتھ دفن ہیں۔

محمود بابیو

محمود بابیو علاقہ دھو کے گاؤں وین کے باشندے تھے۔ شیخ عبدالوہاب جیسے برگزیدہ بزرگ سے راہ حقیقت اور معرفت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہمیشہ عبادت وریاضت میں مصروف رہے آزاد حاکم وقت نے ان کی ملاقات سے شرفیاب ہونے کی تمنا کی تھی۔ آپ نے ملاقات نہ دی ہمیشہ ہی مسجد میں عبادت کرتے تھے۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۲۳۰ھ کو انتقال کیا اسی گاؤں میں دفن کیے گئے۔

شیخ محمود

شیخ محمود رحمت اللہ کے بیٹے تھے۔ آپ نے تصوف کی باریک باتیں بھی شیخ رحمت اللہ سے سیکھی تھیں۔ خواجہ اعظم دیدہ مری کے خلیفہ تھے۔ صاحب اور کمال تھے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۰۴ھ میں ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی باپ دادا کے مزار پر دفن ہیں "شیخ مرحوم"

بابا محمد مقیم سلطانی

بابا محمد مقیم شیخ عبدالحق تونانی کے خلیفہ تھے۔ اکثر ان پر سرمستی اور محویت چھائی رہتی تھی ۔ انکے مرشد شیخ عبدالحق نے حج کے سفر میں جہاز میں انتقال فرمایا۔بابا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرماتے تھے کہ آج میرے مرشد جہاز میں رحلت کر گئے ہیں جہاز والوں نے انہیں کفن پہنا کر سمندر میں ڈال دیا۔ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالحق کی لاش جدہ تک جہاز کے ساتھ ساتھ بہتی ہوئی چلی گئی۔ اور لوگوں نے سمندر سے نکال کر جدہ میں دفن کیا ۔ حضرت بابا کشف و کرامات میں بے مثال تھے۔ غیبی اشارے پر تین نکاح کیے۔ سرینگر میں محلہ سازگرپورہ میں دفن ہیں جہاں کے نوشہرہ تورہ جاتے ہیں۔

میر محی الدین قادری

میر محی الدین میر بہاالدین قادری کے فرزند رشید تھے والد سے ہی طریقت اور سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ ملا محمد مقیم سے طریقت اور حقیقت کی تعلیم و تربیت پا کر صاحب کشف و کرامات بن گئے۔ پیر طریقت کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری میں ۵۲ سال استقامت اور مستعدی سے انجام دیے۔ ۶۶ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت مسجد جامع کے باہر دس ہزار لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ ۱۲۱۱ھ کو وفات ہوئی۔

"شد از مردم مہ تابندہ پنہاں"

بابا محی الدین پاندانی

بابا محی الدین پاندانی شیخ عبدالوہاب نوری کے شاگرد تھے۔ آپ نے اپنے مرشد کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری میں ساری عمر گزار دی۔ تصوف کی تمام بارک باتوں اور رازوں سے واقف تھے۔ کشف و کرامات کا ملکہ حاصل ہو گیا تھا۔ خواجہ قائم پتلو سے اپنے اولین پیر بزرگ کے انتقال کے بعد خط ارشاد حاصل کر کے لوگوں کو فیض پہچانے میں منہمک ہو گئے شوال ۵ ۱۲۴۲ھ کو انتقال فرمایا۔ اپنے گھر میں دفن ہیں۔

شیخ منور حطبی

شیخ منور حطبی شاہ فرح الدین کے یاروں میں سے تھے۔ صرف اللہ اور نبی کے بغیر کوئی اور دنیاوی بات نہ کرتے تھے۔ شریعت اور سنت نبوی ﷺ کی احکام کی پیروی کی تلقین فرماتے تھے۔ باکمال بزرگ تھے۔ ۸ اربیع الاول ۸ ۱۲۳ھ کو انتقال فرمایا۔ باچھ برن کے اندر کوہ ماران کے زیر سایہ دفن ہیں۔

بابا محمد مقصود

بابا محمد مقصود نے دینی اور دنیاوی تعلیم میر عبدالرشید بیہقی سے حاصل کی تھی۔ میاں نعمت اللہ کی زیارت پر علاقہ لدر کے ایک گاؤں رپور میں مدتوں گوشہ نشین رہے اور خلوت میں جلوت کے لطائف سے محفوظ ہوتے رہے۔ حلال روزی کے لئے ہمیشہ تگ ودو کرتے رہے۔ قرآن مجید لکھتے تھے اور اس کے ہدیہ سے اپنا گذارہ کرتے تھے۔ آپ رپور میں دفن ہیں۔

شیخ محمود گنائی

شیخ محمود گنائی بابا حطبی کے خلیفہ تھے۔ باکمال بزرگ گزرے ہیں ۔ ۱۲۴۳ھ کے ہیضہ میں ابدی نیند سو گئے۔ محلہ سوکالی پورہ میں اپنے گھر کے ساتھ ہی دفنائے گئے۔

بابا محمود

جناب دولت بانی بابا محمود کے مرید تھے۔ تمام عمر تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزاردی سرینگر میں اپنے مرشد کیساتھ دفن ہیں۔

شیخ محمد مقیم

حضرت شیخ محمد مقیم شیخ ضیاء الدین زونمیری کے فرزند تھے آپ نے اپنی ارادتمندی اور مریدی کا سلسلہ شیخ محمد صدیق اشرگی کے ساتھ باندھا تھا۔ نہایت ہی ریاضت کش اور بااحتیاط بزرگ تھے۔ بابادادا کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ مسعود

شیخ مسعود بابا محی الدین پانپرانی کے مرید تھے۔ آپ نے اپنے مرشد بزرگوار ہی سے اسرار الٰہی اور رموز عارفانہ سیکھے اور تربیت پا کر مسند خلافت پر بیٹھے۔ موضع چاگل میں دفن ہیں۔

شیخ موسیٰ

جناب شیخ موسیٰ شیخ ثناء اللہ زونمیری کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ آپ نے شیخ ثناء اللہ ہی سے تصوف کی باریکیاں سمجھ لیں اور علم باطن حاصل کیا۔ آپ ہنڈپورہ میں دفن ہیں۔

شاہ محمد منور حقانی

خواجہ اسحاق ختلانی کے پوتوں میں سے تھے۔ شاہ کمال الدین حقانی نے انہیں خانہ داماد بنایا تھا ملا ابوالخیر کے شاگرد تھے۔ اٹھتی جوانی میں خدا شناسی کے ذوق سے شاہ عبدالرحمٰن قلندر کے چیلے بن کر طریقت کی باتوں سے واقفیت بہم پہنچائی۔ مجاہدہ کی مشعل کو چمکایا۔ حضرت شاہ کے مجذوب ہونے پر میر بہاء الدین منطقی نے جو حضرت شاہ کے برگزیدہ خلیفہ تھے ان کی تربیت اپنے ذمے اٹھائی اور انکے زیر تربیت رہ کر ارشاد کے بلند درجہ کو حاصل کیا۔ شاہ کمال الدین حقانی کے وارث اور جانشین ہو کر لوگوں کی فائدہ رسانی میں مشغول ہو گئے۔ اتنے سخی اور متوکل تھے کہ آج کی نذر کی آمدنی سے کل کے لئے کچھ نہ رکھتے تھے۔ علم تکسیر (تعویذ نویسی ہندسوں میں) میں بے نظیر تھے۔ میرے والد فرماتے تھے کہ ''میں رشتہ داری کے تعلق کے موجب ایک دن ان کے ساتھ جوانی میں حبہ کدل سے جا رہا تھا۔ ایک پنڈتانی کے ہاتھ میں پانی کا گھڑا تھا میرا دامن اس کے ساتھ چھو گیا۔ پنڈتانی نے گھڑوے کا پانی پھینک دیا اور پھر تازہ پانی لانے کے لئے گھاٹ پر گئی۔ شاہ منور کو پنڈتانی کی اس حرکت پر غیرت آئی اور ایک ٹھیکری اٹھا کر چاقو سے تکون نقش اس پر کھینچا۔ میرے ہاتھ میں دیکر فرمایا جاؤ پنڈتانی کو یہ نقش دکھاؤ۔ میں نے اس کو دکھایا اور وہ ہمارے پیچھے دوڑتی ہوئی گھر تک آ کر سیڑھی پر

بیٹھ گئی پھر انہوں نے اسی ٹھیکری کی دوسری طرف ایک چوکور نقش پر کیا جو میں نے پنڈ تانی کو دکھایا دیکھتے ہی اس نے سر چادر سے منہ ڈھانپ لیا اور اٹھکر گھر چلی گئی۔ بعد میں شاہ عبدالرحمٰن کے فرمانے پر اس کام کو ترک کر کے دوبارہ مرتے دم تک کبھی عمل میں نہ لائے۔" غرض یہ ہے کہ شاہ محمد منور ظاہری اور باطنی کمالات کا مجسمہ تھے۔ بڑی عمر پا کر ۴ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو رحلت فرمائی اور شاہ قاسم حقانی کے احاطے میں دفن ہوئے۔ راقم الحروف نے جو انکا خاک پا ہے کئی تاریخیں کہیں ان میں سے ایک یہ ہے

رفت چون شه منور از دنیا — رخت در عالم بقا بکشاد
گفت تاریخ او غلام حسین — احمد مجتبیٰ شفیعش باد

حافظ محمد مختار

جناب حافظ محمد مختار شیخ عبدالرحمٰن ونہ گامی کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن سے ظاہری اور باطنی علوم میں دستگاہ حاصل کی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ لحن داؤدی میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ پابند شرع اور پابند سنت رسول ﷺ تھے۔ ۱۲۷۱ھ میں رحلت فرمائی

"شیخ اکرم مکین"

بابا محمود زہگیر

حضرت بابا محمود زہگیر ضیاء الدین زنگیر کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ شیخ اکبر ہادی کے پوتے تھے۔ بہت ہی نیک اور پرہیزگار بزرگ گزرے ہیں۔ ۵ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ کو رحلت فرمائی۔ پٹوال مسجد کے مزار میں دفن ہیں۔

محمد شاہ قدیمی

محمد شاہ قدیمی شیخ اکبر ہادی کے مرید تھے۔ مجاہدہ اور مشاہدہ میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اپنے مرشد کے ساتھ دفن ہیں۔

شیخ محمد تارہ بلی

حضرت شیخ محمد تارہ بلی جناب احمد تارہ بلی کے سگے بھائی تھے۔ آپ نے اپنے بزرگ شیخ مقیم سے طریقت اور سلوک سیکھا اسکے بعد شیخ مقیم قاضی جمال الدین اور شیخ اکبر ہادی سے باطنی تعلیم حاصل کرتے رہے اور مجاہدہ کر کے صاحب کمال شمار ہونے لگے۔ آپ نے شیخ عبادی قادری کے سامنے بھی زانوے ادب تلمذ کیا۔ طبیعت بھی موزوں پائی تھی۔ اور چند کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ جن میں مقامات حضرت خواجہ مشکل کشا عقائد اسلامیہ ہیں۔ قصیدہ بردہ' قصیدہ بانت سعاد کا منظوم ترجمہ نہایت عمدگی سے ترجمہ کیا ہے۔ ۲ جمادی الثانی ۱۲۸۰ھ کو انتقال کر گئے۔ شیخ احمد کے مزار مین دفن ہوئے۔ تاریخ "عشرون مہ جمادی الثانی" ہے۔

شیخ مصطفیٰ رفیقی

شیخ مصطفیٰ رفیقی شیخ طیب رفیقی کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ممتاز تھے پرہیزگاری اور خدا ترسی میں سرفراز تھے۔ والد رحلت کر گئے تو آپ اپنے باطنی کمال اور روحانی صفات کی وجہ سے جانشین ہو کر خدمت خلق اور فیض عوام میں مصروف ہوئے۔ اور بلند مرتبہ پایا۔ ۴ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ اپنے والد کے مقبرے میں دفن ہیں "غوث لاریب"

شیخ محی الدین

جناب شیخ محی الدین شیخ محمد مقیم زونمیری کے چھیتے بیٹے تھے۔ آپ نے شیخ محمد ولی زہگیر سے روحانی اور باطنی تعلیم پا کر اسرار الٰہی اور باطنی فیوض سے استفادہ کیا۔ تمام عمر مجاہدہ اور مکاشفہ میں گزاری۔ خدمت خلق اور بے بسوں کی فیض رسانی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔
۹ شوال ۱۲۰۹ھ کو انتقال فرمایا۔ ملا کھاہ میں دفن ہیں۔

ملک ناصر

ملک ناصر ملک جلال کے چھوٹے بھائی تھے ۔بڑے باکمال بزرگ تھے ان کے قبیلہ کو ٹھاکور کہتے تھے۔ کشمیری لوگ ان کی ذریت کو غوری خان کہتے ہیں۔ پرگنہ شاورہ کے گاؤں وہہ پورہ میں ان کی نعش سپرد خاک کردی گئی۔ شیخ داؤد مشکواتی انکی اولاد میں سے گزرے ہیں۔

میاں نعمت اللہ

جناب میانی نعمت اللہ ملتان کے رہنے والے تھے۔بزرگوں کی تلاش میں کشمیر آئے۔آپ نے کشمیر میں آکر حضرت مخدوم شیخ حمزہ سے بیعت کی۔ حضرت آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور میاں صاحب بھی اپنا سارا وقت حضرت مخدوم حمزہ کی خدمت میں صرف کرتے تھے یہاں سلطان العارفین نے آپ کو رپور جانے کا حکم دیا جہاں آپ پہاڑ کے دامن میں گوشہ نشین ہو کر ریاضت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔آپ کی انتقال کے بعد آپ کو رپور میں دفن کیا گیا۔

نوروز ماگری

نوروز ماگری کشمیر کے رئیسوں میں گزرے ہیں۔ حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدوم کی نظر کیمیا نے وہ اثر کیا کہ دنیا کو لات مار کر اللہ اور رسول کی راہ کے متلاشی ہو گئے۔ چنانچہ تمام کشف وکرامات کے دروازے آپ پر کھل گئے اور آپ سراپا فنا ہی فقیر ہو گئے۔ آپ باچھ برن کوہ ماراں کے دامن میں دفن ہیں۔

ابوالفقرا حضرت بابا نصیب الدین غازی

بابا نصیب الدین بابا داؤد خاکی کے برگزیدہ خلیفہ تھے بچپن میں دنیا کی لطافتوں اور لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کی تھی۔ عالم باعمل بزرگ تھے۔ شریعت کے پابند تھے اور طریقت کی باتوں کو فروغ دینے میں تامل نہ برتتے تھے۔ خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔اس لئے ابوالفقراء کہلاتے تھے۔ قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں جاکر مخلوق خدا کی دلجوئی کرتے اور صدقہ

جاریہ کا کام کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرتے رہتے۔ انکے مریدوں میں سے ایک آدمی مسافرت میں کسی کام سے تبت گیا تھا وہاں کے راجہ نے کسی بات پر ناراض ہو کر قید میں ڈال دیا۔ اس نے رات حضرت بابا کی طرف رجوع کیا۔ راجہ نے خواب میں بابا کو دیکھا جو اسے ڈانٹ رہا تھا۔ کہ میرے مرید کو قید میں کیوں رکھا ہوا ہے۔ صبح ہوتے ہی حاکم نے حوالاتی کو بلا کر قیدی کو آزاد کرا دیا۔

حضرت بابا کے استاد کی بیوی فوت ہو گئی تو یہ قبر پر گئے اور فاتحہ پڑھی دوسرے دن فاتحہ کو نہ گئے تو متوفیہ کے وارثوں نے شکایت کی کہ قبر کے ساتھ جو دوسری قبر ہے اسمیں دفن خاتون کو پتیلہ کے لئے جو کسی اور کا ہے سخت عذاب کا سامنا ہے۔ اس طرح بابا نے پتیلہ مالکان کو حوالہ کرا کے خاتون کے حق میں دعا مانگ کر اس کی مغفرت کی دعا مانگ کر اسکی مشکلات آسان کیں۔ حضرت شیخ مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کو فاتحہ بخشتے تھے۔ ان کے مریدوں میں سے ایک آدمی سفر میں جھوٹی تہمت میں گرفتار ہو کر قید ہو گیا۔ اس نے حضرت بابا کی طرف رجوع کیا۔ بابا قید خانے میں گئے ہاتھ پکڑ کر قید خانے سے باہر نکال کر اپنے مرید کو واپس وطن پہنچا دیا۔ ایک دن ایک شخص کچھ پیسے نذر کے طور پر ہاتھ میں لیکر ان کے پاس آیا۔ مصافحہ کرتے وقت ایک پیسہ گر گیا۔ آپ نے اپنی آستین کو اس طرح جھاڑا گویا پیسہ نہیں بلکہ انگارہ تھا۔ پانی منگا کر بازو اور آستین کو دھویا۔ بابا داؤد نے عرض کی "حضرت پیسہ کا حکم پتھر کا حکم ہے اور یہ ناپاک نہیں ہوتا"۔ فرمانے لگے کہ مجھے ناپاک نظر آتا ہے اور اگر آپ بھی اسی نظر سے دیکھیں گے تو آپ پر بھی دھونا واجب ہو جائے گا۔ آپ کی کرامات اتنی ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتیں۔ ۱۳ محرم الحرام ۷ ۱۰۱ھ کو بجبارہ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات رہو خیر الصالحین اور شیخ مومن ہیں۔

حضرت میر نازک قادری

آپ کی نسبت مشہور بزرگ قاضی میر علی کے ساتھ ہے۔ ظاہری اور باطنی علوم سے مزین

تھے۔ حضرت شیخ حمزہ مخدوم کی مہربانیوں سے صاحب کمال ہو گئے لیکن باطنی اسرار اور مقامات کی چابیاں حضرت باباداؤد خاکی سے حاصل کیں۔ میر نازک نے باباداؤد خاکی سے سلسلہ قادریہ کے طریقے کی تعلیم حاصل کر کے خط ارشاد حاصل کیا۔
شریعت اور طریقت دونوں کی پیروی کرتے تھے۔ نذر و نیاز کی ساری آمدنی مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کرتے تھے۔ آپ سماع کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کی کرامات اور برکات حد سے زیادہ ہیں۔ ۹ ذالحج ۱۰۲۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ محلہ قاضی کدل میں مدفون ہیں ۔ تاریخ وفات "تقیا تقیا" ہے

نور محمد گانی

حضرت شیخ حمزہ کے خلفاء میں سے تھے قرآن حفظ کیا تھا۔ عبادت دیاضت میں آپ عدیم المثال تھے۔ رحلت فرمانے کے بعد مالہ کھاہ میں دفن ہوئے۔

بابانازک کشمیری

میر نازک کشمیری میر محمد کے خلیفہ کے مریدوں میں سے تھے۔ سنت رسول ﷺ اور احکام شرع کے سخت پابند تھے۔ آپ نے تصوف کے تمام مراحل میر حمزہ کریری کی سرپرستی میں طے کئے۔ جب اپنے فن اور مجاہدہ میں کمال حاصل کر کے تکمیل کو پہنچے تو خط ارشاد حاصل کر کے لوگوں کو فیض رسانی اور خدمت میں سرگرداں ہوئے۔ ۱۰۴۸ھ میں وفات پائی۔ ملہ کھاہ مزار میں ملا زین الدین مانجی کی قبر کے پاس دفن ہیں۔

شیخ ناصر ہنگالی

شیخ ناصر ہنگالی بابا نصیب الدین غازی کے رفقاء میں سے تھے۔ پابند شریعت ہونے کے باوجود کبھی کبھی مجذوبوں والی حرکتیں کرتے تھے۔ اگر کبھی کسی پر غصہ ہوتے تو جلد ہی اس کا نتیجہ برآمد ہوتا تھا۔ شریعت کے احکام کی سربلندی اور سنت نبوی ﷺ کی پابندی کی خاطر خود گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے ساتھ کچھ درویش اور کچھ عورتوں کو اٹھا کر روانہ ہو جاتے

تھے جگہ جگہ جاکر تبلیغ و تلقین فرماتے تھے۔ شہر شہر قریہ قریہ جہاں بھی جاتے ایک استاد جو ساتھ ضرور اٹھاتے تھے جو بچوں کو تعلیم دیتا اور بے علموں کو علم کی روشنی سے منور فرماتے تھے ۔کتاب مشکواۃ المصابیح اپنے ساتھ ہمیشہ رکھتے تھے۔ توتلہ پن یا ھکلہ پن زبان پر تھا۔ کرامات بھی مشہور ہیں اور بعض اوقات جو مجذوبانہ حرکتیں فرماتے تھے وہ بھی زبان زد خلائق تھیں ۔ ۳ صفر ۱۰۸۹ھ کو انتقال فرمایا۔ نندہ پورہ میں دفن ہیں۔ ان کی مجذوبانہ حرکت یہ تھی کہ شیخ حمزہ مخدوم کی قبر پر جاکر ضربیں مار مار کر شکائتیں فرماتے تھے۔ فلانی نے یہ کہا اور فلانی نے وہ کہا اس کو سزا فرمائیں اور وہ شخص مرض میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

مولوی نمک

مولوی نمک بابا نصیب الدین غازی کے تربیت یافتہ مریدوں میں سے گزرے ہیں۔ آپنے تمام عمر مجاہدہ اور مشاہدہ میں بسر کی اور اس قدر محنت شاقہ فرمای اکہ بام اوج پر ہمدوش ثریا ہو گئے۔ آپ بجبہارہ میں دفن ہیں۔

خواجہ نور الدین اشائی

خواجہ نور الدین دولت مند تاجر تھے۔ خواجہ رفیق جو زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے کے بھتیجے تھے۔ خواجہ رفیق اشائی کے مریدوں کے حلقہ میں آگئے۔ سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد بھی خانقاہ کے خادموں کی خدمت دل و جان سے کرتے تھے۔ پارہ عم کی نہایت خوب تفسیر لکھی ہے۔ ۱۱ شوال ۱۱۰۱ھ کو رحلت کر گئے۔ رینہ واری میں دفن ہیں۔ "صاحب فضل"

شیخ ناصر حجام

شیخ ناصر شاہ قاسم حقانی کے مرید تھے۔ شاہ قاسم سے ہی سلوک و طریقت سیکھا اور خلافت کی صنعت سے فیضیاب ہوئے۔ وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے۔

نورہ بابائے پکھلی

نورہ بابا ' بابا علی پانپوری کے خلیفوں میں سے تھے۔ مدتوں پانپور کی خانقاہ میں مجاہدہ اور ریاضت

میں مصروف رہے۔ ہمیشہ روزہ دار رہے۔ اور گوشت نہیں کھاتے تھے۔ جمالیاتی ذوق حد سے زیادہ تھا اور جب بھی کسی حسین چیز کو دیکھتے تو اللہ کے جلووں کی تعریف میں سرمست اور دیوانہ ہو کر روتے اور چیختے تھے ۔ شیخ عبدالاحد سرہندی سے مشرب یاب ہوئے۔ جب انتقال کر گئے تو زینہ بازار کے محلہ میں نالہ مار کے کنارے مسجد کے متصل دفن ہوئے۔

اخوند ملا نازک تاشوانی

اخوند ملا نازک کی طبیعت ابتدائی زندگی میں ملاؤں جیسی کٹر اور ضدی سی تھی لیکن جب محمد سیالکوٹی کشمیر آئے تو ان کی صحبت نے ان کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور طریقت اور معرفت کی راہ پر سرگرداں ہوئے۔ کئی بار اپنے مرشد بزرگوار کے پاس سیالکوٹ گئے۔ اور آپ کے پیر بزرگوار بھی کئی دفع کشمیر آپ کی خاطر آئے۔ خلعت ارشاد پہننے پر اپنی ذات کو ہر کس وناکس کے لئے وقف کیا۔ خلف اولاد کے انتقال نے انکی حالت غیر کر دی اور طویل بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ نہایت حلیم' بردبار' صاحب تواضع تھے۔ شاعر بھی تھے۔ مرنے کے بعد سید محمد منطقی کے متصل تاشوان میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر پر گنبد بنا ہوا ہے۔

نور محمد پروانہ

نور محمد پروانہ مالو کے خلیفہ تھے۔ میاں محمد امین دار سے بھی شرف ارشاد حاصل کیا۔ چالیس برس تک مرشد بزرگوار کی خدمت اور اطاعت شعاری میں گزارے۔ میاں امین الدین اکثر اپنے مریدوں کی تربیت ان سے دلاتے تھے۔ شیخ کے انتقال کے بعد جناب نور محمد پروانہ جانشین مقرر ہوئے۔ آپ رات شب بیداری اور دن روزہ داری میں گزارتے تھے۔ آپ کی کرامات اور کشف اتنے زیادہ ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ آپ کے مرید بھی باکمال گزرے ہیں ۔۱۰۸۵ھ میں انتقال کیا۔ اپنے گھر کے باہر دفن ہیں۔

شیخ نور محمد

نور محمد شیخ محمد شریف کے دوسرے بیٹے تھے۔ صاحب حال اور کمال تھے اپنے بزرگوں کے

مزار میں دفن ہیں۔

بابا ہنتہ ریشی

بابا ہنتہ ریشی بہت عالم باعمل بزرگ گزرے ہیں۔ سلسلہ کبردیہ سے منسلک تھے اور اس سلسلے کی پیروی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے ! کسر نفسی حد درجہ کی تھی ساری عمر مجرد گوشہ نشینی اور مجاہدہ میں بسر کی۔ علاقہ اوتر کے گاؤں ترہگام میں دفن ہیں۔

بابا نور اللہ

بابا نور اللہ مجنون نروری کے فرزند تھے۔ کامل اور عامل بزرگ تھے۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ نور اللہ دوتو

شیخ نور اللہ شاہ ابو البرکات کے پیروں میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے۔ ملا حسن' ملا عبد الصمد' ملا عزیز اللہ جہو سے تعلیم پائی تھی سلسلہ قادریہ کے پیرو تھے۔ اخوند ملہ نازک سے نقشبندیہ سلسلہ کی بھی اجازت حاصل کی تھی۔ اسلاف کے ساتھ دفن ہیں۔

شیخ نور اللہ مانتجی

شیخ نور اللہ مانتجی مولا طلبی اور پیر کامل کی تلاش میں وطن سے دور ملکوں میں گئے۔ اور سیاحت کی بڑے بڑے بزرگوں سے ملاقات کی۔ حج بیت اللہ سے فیضیاب ہو کر دوبارہ کشمیر آئے تو شیخ حسین کامراجی سے ارشاد کی اجازت حاصل کی۔ آپ خلوت گزینی غاروں اور کھپاؤں میں کرتے رہے۔ لوگوں کے فیض کیلئے مشکلات کا سامنا کرتے تھے۔ اور ہر کس و ناکس کے کام آنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔ رحلت کے بعد انکو مرشد پاک کے مزار میں دفن کیا گیا۔

شیخ نعمت اللہ کلو۔

شیخ نعمت اللہ کلو کے دل میں بچپن میں ہی سے مولیٰ طلبی کا ذوق شوق تھا۔ مرزا اکمل الدین

خشی کی صحبت سے شرفیاب ہوئے اور ان کی وظائف اور ارشادات پر مکمل طور پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ صاحب کشف و کرامات اور عالم باعمل تھے۔ ۲۱ ذیقعد ۱۱۴۹ھ کو انتقال فرما کر اپنے مرشد بزرگوار کے مقبرے میں دائمی آسودگی حاصل کی۔

ملا نور الدین نوشہری

ملا نور الدین مرزا کامل خان بدخشی کے خلیفوں میں سے تھے۔ صاحب حال اور کمال تھے ان کے باطنی فیض سے بہت سے لوگ فیضیاب ہوئے۔ نوشہرہ میں مدفون ہیں۔

شیخ نعمت اللہ ملو

شیخ نعمت اللہ حضرت مرزا کے مریدوں میں سے تھے۔ اپنے آپ میں مست تھے۔ نرم دل نیک سیرت کے مالک تھے۔ ہر شخص اور ہر بشر کے لئے دعا مانگتے تھے۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا نور اللہ المعروف بہ کانگرو

بابا نور اللہ ملا طاہر کے بیٹے شاہ عبد الصبور سے بیعت کر کے روحانی کمال حاصل کیا۔ جب ارشاد کا خلعت حاصل کیا تو لوگوں کی فلاح و بہبود کامیابی اور کامرانی کیلئے عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ نہایت ہی پرہیزگار اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ آپ نے میاں محمد امین وارسے بھی باطنی فیوض حاصل کئے تھے۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

حاجی نعمت اللہ

جناب حاجی نعمت اللہ مہری علی کبروی کے پوتوں میں سے تھے۔ اپنے رشتہ داروں اور اپنے ہم عصروں سے تربیت حاصل کر کے ظاہری اور باطنی علم میں کمال حاصل کی ا۔ ملا امان اللہ شہید سے معتبر حدیثوں کی روایت اخذ کی۔ ۱۱۸۲ھ میں انتقال کیا۔ اپنے بزرگوں کے مقبرے میں دفن ہیں۔

میر نظام الدین

میر نظام الدین ملا نور الہدی کے شاگرد تھے۔ آپ سے ظاہری اور باطنی علم حاصل کرنے کے بعد شاہ ابو البقا کی قدموسی کر کے درجہ کمال تک پہنچ گئے۔ اور خلافت کا درجہ حاصل کیا۔ ملا رشہ کے سیدوں میں سے تھے۔ خانقاہ مولیٰ کے متولی تھے۔ ۱۱۹۸ھ میں رحلت فرمائی اور صحن خانقاہ معلیٰ میں دفن ہوئے۔

بابا محمد نظام

بابا محمد نظام، بابا مقصود مخدومی کے بھتیجے اور ملا سلیمان کے شاگرد تھے۔ شریعت و طریقت میں ممتاز اور مجاہدہ میں جانباز تھے۔ حضرت مخدوم کے صحن میں دفن ہیں۔

نندہ بابو

نندہ بابو سید غلام شاہ آزاد کے مرید تھے۔ کامل مرد مومن تھے۔ ایک دن زیو نکے چشمے کے کنارے مراقبہ میں بیٹھے تھے سامنے سید بزرگ شاہ قادری بیٹھے تھے۔ اچانک ایک زہریلی ناگن آکر ان کی آستین میں گھس گئی۔ سید ڈر کے مارے چپ رہے۔ تھوڑی دیر بعد آستین سے نکل کر سید کے دامن پر آکر ٹھہری۔ ذرا ٹھہر کر ایک طرف کو چلی گئی۔ چرار کے آستانہ میں گوشہ نشینی میں مدت گزاری۔ وہاں سے پانپور آکر غار نشین ہو گئے۔ اور باقی ماندہ دن زندگی اسی جگہ بسر کئے۔ ۱۲۱۵ھ میں آخر ذیقعدہ رحلت فرما گئے۔

میر نظام الدین قادری

میر نظام الدین قادری میر محی الدین قادری کے فرزند تھے عارفانہ زندگی بسر کرنے کے شوق میں میر محمد قادری اور ملا نور اللہ کنت سے ظاہری اور باطنی علموں میں کمال حاصل کر کے بلند درجہ پایا۔ خوشخطی اور خوشنویسی، انشاء اور املاء میں عجب مہارت رکھتے تھے۔ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد بزرگوں کے سجادہ کو رونق بخشتے رہے۔ آپ کی جانشینی کی تاریخ خلیفہ سید عبد القادر ہے۔ طریقت اور شریعت کے پابند بھی تھے اور فروغ بھی دیتے رہے۔

۱۲۱۵ھ میں رحلت فرمائی۔ اسلاف کے مزار میں دفن ہیں
"قطب دنیا نظام اولیاء"

مولانا نورالدین محضر

مولانا نورالدین حاجی محمد صادق کے بیٹے تھے۔ آپ شیخ رحمت اللہ اور میر محمد مقیم سے بھی روحانی اور باطنی تعلیم سے استفادہ حال کرتے رہے۔ اپنے والد کے خلیفہ ملا محمد بلخی سے سلوک اور طریقت کی تعلیم حاصل کر کے بلند مرتبہ حاصل کیا۔ اپنے باپ دادا کے مقبرے میں دفن ہیں۔

شیخ نعمت اللہ

شیخ نعمت اللہ حضرت شیخ اشرف ٹوپگرو کے بیٹے تھے۔ اپنے روحانی تعلیم کی ابتداء بھی اپنے والد سے کی اور اپنے والد کی جگہ مسند خلافت بھی سنبھالی۔ والد سے بیعت لینے کے بعد نہایت ہی جانفشانی سے پانچ سلسلوں کے ارشاد کی اجازت حاصل کی۔ اور انتقال کے بعد جانشیں ہوئے اپنی باطنی باتیں لوگوں سے چھپانے کی ہمیشہ کوشش کی اور کبھی بھی ظاہری بود و باش یا شہرت کی خواہش نہیں کی۔ ایک دن ایک نامعلوم نورانی بزرگ نے انہیں کہا کہ حضرت خواجہ نقشبند خانقاہ معلیٰ میں یاد کرتے ہیں آپکے جانے پر خواجہ نقشبند کی عنایت سے مشرف یاب ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا نعمت اللہ پہلے حضرت امیر کبیر کی قدم بوسی بجالاؤ اور پھر میرے پاس آؤ چنانچہ حضرت امیر کبیر کی خدمت میں اوراد فتحیہ پڑھ کر خواجہ بزرگ سے ملے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارا ختم شریف پڑھا کرو۔ ۱۶ ازواج کو رحلت فرمائی اور اسلاف کے مقبرے میں فتحمدل میں دفن ہوئے۔ "از ذی الحج یوم شانزدہم"

حکیم نورالدین متو

حکیم نورالدین متو نے شاہ فضل اللہ کی سرپرستی میں باطنی علوم تعلیم حاصل کی۔ شیخ عبدالوہاب سے بھی فیض حاصل کیا۔ آخر کار شاہ نظام الدین قلندر کی نظر سے مجسمہ ء توحید

ہو گئے۔ صاحب حال اور کمال تھے۔ ۱۸ شعبان ۱۲۴۱ھ کو محلہ سید پورہ حسن آباد میں دفن ہوئے۔

حاجی نظام الدین فوراہی

آپ کو علم ظاہری اور باطنی علم حاصل کرنے کے بعد خانہ کعبہ اور روضہ مطہرہ کی زیارت سے شرف یاب ہونے کا موقع ملا۔ جہاں سے واپسی پر آپ نے عظیم بزرگوں سے دینی استفادہ حاصل کیا اور واپسی پر گھر میں آکر تارک کل ہو گئے۔ قرآن مجید لکھ کر وقف کرتے تھے۔ نذر نیاز نہ لیتے تھے۔ تصوف اور توحید میں ملمات ان کی مشہور تصنیف ہے۔ کتاب میں بد کردار سیدوں کی مذمت میں یہ بیت لکھے ہیں

سیداں زمانہ سیدانند   در لباس حسین یزیدانند

آدم از خاک سید از نوارات   آدمیت زسیداں دوراست

۲۹ ذوالحج ۱۲۱۶ھ کو وفات پائی۔ فوارہ میں دفن ہوئے "شیخ عارف" تاریخ ہے۔

شیخ محمد نعیم

شیخ محمد مقیم کے بیٹے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کا بعد عبدالرحیم شیخ کمان سے طریقت کے آداب سیکھ لئے۔ خواجہ کے انتقال کے بعد شیخ اکبر سے خط ارشاد حاصل کر کے باقی عمر شاہ نیاز نقشبندی کی صحبت میں گزاری ان کیساتھ ترکستان گئے۔ ۷ رمضان ۱۲۴۷ھ کو انتقال کیا۔ شیخ گنج بخش کے مزار میں قلعہ کے متصل دفن ہوئے۔

بابا نظام الدین

بابا نظام الدین شیخ محمد سخی اسلام آبادی کے مرید تھے۔ شیخ محمد سخی نے انہیں صوفیانہ آداب و زیست سکھائے۔ اور انہیں طریقت کی تعلیم سے مزین فرمایا۔ ایک دن آپ کے مرشد نے فرمایا "جس کے بچے ہوں وہ اللہ اللہ اور خدا پرستی کو مشکل سے بجالاتا ہے۔ اسی روز اپنی بیگم کو آپ نے طلاق دیدی۔ اور مجرد زندگی بسر کر کے تمام زندگی یاد الٰہی میں بسر کر دی۔ مرشد

بزرگوار کی ملاقات کے لئے سرینگر سے اسلام آباد تک پینسٹھ میل کا سفر ننگے پاؤں طے کرتے تھے۔ علم فقہ میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت روپی ریشی کے مزار میں مدفون ہیں۔

ملا نور الحق

آپ ملا عبدالحق کے فرزند تھے۔ روحانیت کا درس شیخ ضیاء الدین زہجیر سے لیا اور ان کی اراد تمندی میں زندگی بسر کی۔ ظاہری بود باش سے نفرت تھی۔ نقشبندیہ سلسلہ کے عامل تھے۔ پرہیزگار اور پابند شریعت تھے۔ ۱۲۷۷ھ میں رحلت فرمائی۔ باپ داد کے مزار میں دفن ہیں۔

ملا نور الدین قاری خانیازی

نور الدین قادری شیخ عبادی قادری کے شاگرد اور مرید تھے۔ ابتدائی تعلیم تصوف و تعلیم شریعت عبادی قادری سے ہی حاصل کی۔ تعلیم باطن کا مزید اضافہ ملا محی الدین سیالکوٹی سے کیا بہت بڑے عالم باعمل بزرگ تھے۔ علم قرات میں اس وقت کوئی انکا ثانی نہ تھا۔ اس علم کو فروغ دینے اور عام کرنے میں آپ کا اہم کردار رہا اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

قاضی نور الدین قاری

قاضی نور الدین قاری' قاضی جمال الدین کے بیٹے تھے۔ نور الدین نے ظاہری اور باطنی علم قاضی جمال الدین یعنی اپنے والد ہی سے حاصل کی۔

علم قرات کا استفادہ سید سعید اندرابی سے حاصل کیا۔ باطنی تعلیم کا مزید اضافہ نور صاحب خانیاری اور شیخ احمد تارہ بھی سے کیا۔ ۲۴ صفر ۱۲۹۴ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے بزرگوں اور اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

اخوندزادہ نور اللہ

اخوندزادہ نور اللہ افغانستان کے بہت بڑے تاجر تھے۔ تجارت کی غرض سے کشمیر آتے رہے۔ لیکن دل میں عشق الٰہی اور نور عرفان کی مشعل روشن تھی۔ جو ڈھونڈتا ہے وہ پا ہی لیتا ہے

آپ کو سر فراز شاہ قلندر کی ملاقات نصیب ہوئی اور اس ملاقات نے انکو مرد کامل بنایا اور تمام اسرار الٰہی سے آشنا کرا دیا۔ ایک دن سر فراز شاہ نے صراف کدل کے حمام میں توجہ دیکر غلبہ حال سے انہیں بے ہوش کر دیا اور چٹائی میں لپٹا ہوا چھوڑ دیا۔ ایک ہفتہ کے بعد سر فراز شاہ آئے ایک لات مار کر انہیں ہوش میں لے آئے۔ مدتوں مستی میں رہتے لیکن مرشد کی وفات کے بعد ہوش میں آگئے۔ شریعت کی پوری پوری پابندی کرنے لگے۔ گھر سے باہر شاذ ہی کبھی نکلے۔ کھانے پینے سے بھی کتراتے تھے۔ صرف آدھ سیر دودھ روزوں میں آپکی غذا تھی ۔۸ جمادی الثانی ۱۲۹۶ھ کو رحلت کر گئے۔ حضرت بل میں دفن ہیں۔

حاجی وتر بابا

حاجی وتر بابا حضرت داؤد خاکی کے مریدوں میں سے تھے۔ روزہ داری اور شب بیداری میں عدیم المثال تھے۔ مجاہدہ سے مشاہدہ تک پہنچے۔ حج بیت اللہ پیدل کیا۔ بدن کی کمزوری اور سفر کی سختیوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور واپس بھی حج بیت اللہ سے پیدل آئے۔ پرگنہ کرونیں کے گاؤں اٹھورہ میں دفن ہیں۔

محمد ولی عرف کن

ملا محمد ولی نور الہدیٰ کے شاگرد تھے عقلی اور نقلی علوم سے بہرہ ور تھے۔ باطنی تعلیم گل محمد کنگال سے حاصل کی اور مجاہدہ میں لاثانی تھے۔ باپ دادا کے مزار میں دفن ہیں۔

بابا محمد ولی ثانی

بابا محمد ولی بابا عرف کے بیٹے تھے۔ شیخ حسن لالو کے پوتوں میں سے تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے بزرگوں سے اصل کر کے یاد الٰہی میں شب روز منہمک ہوئے۔ اسلاف کے مزار میں دفن ہیں

وزیر شاہ

وزیر شاہ زمانے کے بڑے امیر زادہ تھے۔ دنیا چھوڑ کر یاس الٰہی میں اس طرح لگ گئے کہ دنیا اور مافیہا سے بے خبر اپنے تن من کی بھی سدھ بدھ نہ رہی۔ قدرتی مناظر کے شیدائی تھے

پہاڑوں پر تن تنہا چلہ کشی کرتے تھے تیز رفتار اور خوش آراستہ گھوڑوں کی سواری کے بہت شوقین تھے۔ نذر نیاز کبھی قبول نہیں کرتے تھے۔ ۱۲۸۲ھ کو رحلت کی۔ زین علی دار کے احاطے میں دفن ہوئے۔

شیخ یعقوب صرفی

کشمیر کے بزرگوں میں سے یعقوب صرفی اپنے ذاتی تقدس کی وجہ سے بڑے اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ عہد اکبری کے زبردست شاعر بھی مانے جاتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام شیخ حسن گنائی اور دادا کا میر محمد علی گنائی تھا۔ آپ کا تعلق عاصمی قبیلے سے تھا۔ سنسکرت زبان کے لفظ گن سے گنائی بنا ہے جس کے معنی ہیں قلم زن یعنی منشی۔ یہ ایک ایسا لقب تھا جو عالم حضرات کو حکومت کی طرف سے بطور لقب ملا کرتا تھا۔ خواجہ محمد اعظم واقعات کشمیر میں لکھتے ہیں "گنائی در عرف آں وقت نویندہ را می گفتند۔ از مفتی گرفتہ تا بہ پٹواری ہمیں لقب بود"۔ گنائی طبقہ میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو بیرونی ممالک سے کشمیر میں آئے اور کشمیر میں وہ مسلمان بھی جو ہندو سے مسلمان ہوئے آپ کے متعلق کشمیر کے تمام تاریخ دان اس بات پر متفق ہیں کہ آپ بایزید عاصمی کی اولاد میں سے تھے۔ ملا عبدالوہاب شائق شیخ یعقوب صرفی کے خاندان کو عاصمی ہی قرار دیتے ہیں۔ یعقوب صرفی کے چھ بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں۔ میر محمد شریف۔ میر محمد۔ میر ابراہیم۔ اور میر حیدر۔ یہ سب آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے تھے۔ مگر صرفی دینی اور دنیاوی ترقی کے لحاظ سے ان سب پر فائق تھے۔ شیخ یعقوب صرفی کی صحیح تاریخ پیدائش ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء ہے۔ آپ سلطان محمود شاہ کے دور میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور شعر کہنے شروع کئے پہلے اپنے والد سے پھر آہنی سے اصلاح لیتے رہے۔ ملا آہنی عبدالرحمٰن جامی کے شاگرد تھے ابتدائی تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ نے مولانا رضی الدین اور حافظ بصیر کے سامنے زانوادب تہہ کیا۔ اپنے وقت کے نہایت فاضل اور عارف تھے۔ مولانا رضی الدین نے صرفی کو فقہ

اور صرف و نحو کی تعلیم دی۔ فن شعر انشاء اور مکتوب نگاری میں طاق کر دیا۔ آپ نے تصوف کے دقیق مسائل صرفی کو سکھائے اور فن من تک وہ علم کلام میں ماہر کر کے آپ کے سر میں سلوک کا سودا ڈالا چنانچہ آپ پیر کامل کی تلاش میں سمر قند پہنچے۔ اور مخدوم شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کے روحانی جانشین یعنی خلیفہ مقرر ہوئے۔ اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق صرفی ہندوستان واپس آئے اور درگجن کی بلندی پر شیخ سلطان کی تعمیر کردہ خانقاہ میں بیٹھ کر سلسلہ کبریا کی ہدایت کے مطابق عام تبلیغ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے مرید حلقے میں شامل ہو گئے جن میں یعقوب خان چک بادشاہ کشمیر کے وزیر اعظم یوسف میر کا بیٹا محمد میر بھی تھا۔ چند سال بعد مرشد کی زیارت کے لئے خراسان کے راستے سمر قند روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ کے مرشد بیت اللہ شریف کی زیارت کو چلے گئے ہیں اس طرح آپ بھی بغداد کی راہ سے عازم روانہ ہو گئے۔ سیر و سیاحت کی تفصیل آپکی تصنیف مغازی النبی کے شروع میں تفصیل سے درج ہے۔ کابل میں آپ کی ملاقات مولانا جلال الدین دوانی میر عبداللہ ابوالمحالی سے ہوئی بدخشاں میں محمد امین' محمد علی' شمس الدین' شاہ یوسف مجذوب' جیسے ولیوں سے ہوئی۔ وہاں سے کولاب پہنچے اور سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کے روضہ کا طواف کیا۔ بلخ میں محمد زاہد بلخی حاجی دوست محمد خان اور چند دیگر دوستوں سے ملاقات کی۔ نارنول میں شیخ نظام الدین قاضی محمد صالح انوالخیر' سبزوار میں صادق محمد اور بخارا میں جلال ولی شیخ ناصر محمد کبک ادیہ میں سلطان علی مولوی احمد' محمد امین' محمد سعید سے ملاقات ہوئی وہاں سے تاشقند یارقند' قراکول شد' شام' خراسان' عراق' قزوین ہوتے ہوئے بغداد پہنچے اور امام الامت امام ابو حنیفہ کا خرقہ حاصل کیا۔ پھر کربلائے معلی اور حلب ہوتے ہوئے ہندوستان آئے اور گجرات میں سید محمد مہدی بلوچستان میں ابراہیم خاموش' ٹھٹھہ میں سید علی' لاہور میں شیخ موسیٰ آہن گر' عبدالشکور اور حبیب اللہ' لدھیانہ میں سادات علی' سرہند میں مجدد الف ثانی دہلی میں شاہ عبدالعزیز' آگرہ میں لیاقت پناہ جلال' فتح پور سیکری میں شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی' اجمیر میں معین الدین چشتی' ناگور میں امام عرفان

احمد آباد میں محمد غوث کھمبایت میں علی جان کی زیارت سے آنکھیں منور کیں۔ یہاں سے پھر یمن۔ حضر موت زبیر اور کعبہ کا رخ کیا اور فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ان کتابوں کی تلاش کی جو ہندوستان میں ناپید تھیں۔ آپ نے مشہور عالم دین عالم حدیث سے علم حدیث دینے کا درس دینے کی سند حال کی۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب خصوص الحکم پر پورا عبور تھا۔ قیام ہندوستان کے وقت مجدد الف ثانی احمد سرہندی نے آپ سے علم حدیث و تصوف کا درس لیا۔ شیخ یعقوب صرفی نے ان سے طریقہ مجددیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ہمایوں کو آپ سے خاص محبت تھی اور اکبر نے طرح طرح کی رعایت سے سرفراز فرمایا۔ رحمدلی اور انصاف میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ زمانے کے عظیم روحانی پیشوا تھے۔ جب آپ حج سے واپس کشمیر آئے تو سیاست کا رخ پلٹ چکا تھا۔ شاہمیری خاندان اجڑ چکا تھا۔ اور چکوں کا دور ہونے کی وجہ سے شیعہ سنی جھگڑے نے ملک کو بدترین حال تک پہنچا دیا تھا۔ سنیوں میں قاضی موسیٰ کو یعقوب شاہ کے حکم سے بر سر دربار قتل کیا گیا اور ان کی لاش کو ہاتھی کی دم سے باندھ کر سارے شہر میں پھرایا گیا۔ تشہیر کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا موسیٰ کی والدہ نے اپنی اوڑھنی بیٹے کے ننگے بدن پر ڈال کر کہا" خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے میرے بیٹے کو شہادت کا رتبہ دیا جس نے حق صداقت پر اپنی جان دے دی۔ اور میرے دودھ کی لاج رکھ لی۔ شیخ یعقوب یہ حالات دیکھ کر دکھی ہوئے۔ بابا داؤد خاکی اور چند دیگر اکابر کے ہمراہ اکبر اعظم کے پاس گئے۔ آپ لوگوں نے نہایت مناسب طریقے سے بادشاہ کو کشمیر کی جانب متوجہ کر کے مصیبت سے نجات دلانے کے لئے راغب کیا اور مندرجہ ذیل شرائط پر ان کی مدد کا وعدہ کیا۔

(۱) بادشاہ مذہبی امور بیع و شرا اور نرخ اجناس کے معاملات میں دخل نہ دے۔

(۲) حکام اور اہل کار کشمیریوں کو غلام نہ سمجھیں۔

(۳) باشندگان کشمیر ہر قسم کے بدعت سے محفوظ رہیں۔

(۴) امرائے کشمیر کو حکومت کے معاملات سے علیحدہ رکھا جائے جب تک حالات درست نہ ہوں۔

اکبر نے امیر البحر محمد قاسم کی سرکردگی میں ساٹھ ہزار فوج بھیج دی اور یعقوب صرفی کی رہنمائی میں کشمیر پر حملہ کیا اور کشمیر تیموریوں کے ہاتھ میں یعقوب صرفی کی وجہ سے جنت کا نمونہ بن گیا۔ مغلوں کی حکومت قائم ہوئے آٹھ برس ہو گئے تھے کہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۰۰۳ھ کو جمعرات کے روز عشاہ کے بعد صرفی سرینگر میں رحلت کر گئے۔
شیخ امم بود" "شیخ اہل مجدد" "اور فخر الامام" وغیرہ سے آپ کی تاریخ وفات برآمد ہوئی ہے۔ آپ کا مزار اب تک مرجع خاص عام ہے۔ آپ کی زیارت حضرت ایشاں کے نام سے مشہور ہے ایشاں ترکستان میں مرشد کو بولتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں۔ مثنوی مخازالنبی شرح رباعیات۔ شرح صحیح بخاری' ثلاثیات امام بخاری' تفسیر مطلب الطالبین' شرح اربعین 'مناسک حج' نعتیہ قصائد' حاشیہ توضیح و تلویح' مناقب الاولیاء' روائح کنزالجواہر' رسالہ ذکریہ

ملک یوسف

جناب ملک یوسف صاحب ملک سیف الدین کے بھائی تھے۔ آپ کو میر محمد ہمدانی جیسے بزرگ کی صحبت اور ارادتمندی کا شرف حاصل رہا ہے۔ خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ملک سیف کے مزار میں دفن ہیں۔

میاں یوسف

حضرت میاں یوسف بہت اعلیٰ پایہ کے مرد مومن گزرے ہیں۔ حضرت شیخ حمزہ جیسے مقتدر بزرگ سے آپ نے طریقت اور شریعت سے آگاہی حاصل کی اور ریاضت اور مجاہدہ میں سپاہی کی طرح پابندی سے زندگی گزاری۔ ساری زندگی جناب کی خدمت میں گزار دی باچھ برن میں دفن ہیں۔

میر یعقوب

حضرت میر یعقوب حضرت میر نازک نیازی کے چچازاد بھائی تھے۔ بابا داؤد خاکی کے مرید تھے۔ عبادت اور ریاضت میں لاثانی تھے۔ مذہبی اختلاف کی بنا پر ان کا دایاں پاؤں اور بایاں

ہاتھ کاٹا گیا۔اس کے بعد باقی عمر کتابت اور عبادت میں گزاری۔

خواجہ محمد یوسف مانجی

معرفت الٰہی میں بہت زیادہ دھن دولت کو لات مار کر حضرت ایشاں شیخ یعقوب صرفی سے اجازت لے کر مولا طلبی اور ریاضت میں لگ گئے۔حج سے مشرف یاب ہوئے۔دوران سفر اولیاء کبار سے ملاقاتیں ہوئیں اور ہر صاحب سے اپنی دینی دولت میں اضافہ کیا۔سلوک کے مقامات کی تکمیل ہوگئی اور آپ ۱۰۱۱ھ کو راہ عدم سدھارے۔بارہ مولہ میں سپرد خاک ہیں

خواجہ یوسف ثانی

میر محمد یوسف میر محمد خلیفہ کے رفقاء میں سے تھے۔حضرت ایشیاں کی نظر عنایت بھی رکھتے تھے۔زمانے کے مشائخ اور بزرگوں کی ملاقاتیں حاصل تھیں۔ارشاد کے درجہ پر پہنچنے پر تجوارہ میں قیام کیا۔اور وہیں دفن ہیں۔

میر محمد یوسف قادری

میر محمد یوسف میر نازک قادری کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔صاحب حال اور قال تھے۔ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے۔والد بزرگوار کے انتقال کے بعد پانچ برس تک مسند خلافت کو رونق بخشتے رہے۔۱۰۴۷ھ میں ہیضہ کی بیماری کا شکار ہو کر انتقال کر گئے۔باپ کی قبر کے پاس ہی دفن ہیں۔

مولوی یوسف

مولوی یوسف جناب حضرت بابا نصیب الدین غازی کے خلیفوں میں سے اعلیٰ حیثیت اور مرتبہ کے مالک تھے عالم باعمل تھے اور صاحب تصنیف و تالیف بھی۔کشف و کرامت میں بھی کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔اپنے اسلاف کے دربار میں دفن ہیں۔

شیخ یعقوب ساوی

شیخ یعقوب بابا نصیب الدین غازی کے عزیز دوستوں میں سے تھے۔ سماع کا اس قدر شوق تھا کہ کبھی طبلہ بجاتے اور کبھی ڈھولکی۔ اس طرح بابا نصیب کے پاس آئے اور انہیں قصہ ڈھولکی پر سنانا شروع کیا۔ پھر کیا تھا۔ کہ اس نظر "زاں نفراہائے کہ خاک تیر راچوں زر شد"
کیمیا نے مٹی کو سونا بنا دیا اور جس ہاتھ میں طبلہ تھا وہ اب تسبیح کی مشق کا مرکز بن گیا۔ کہانی سنانے والی زبان یاد حق میں مصروف ہو گئی۔ ریاضت اور مجاہدہ میں ہمہ تن لگ گئے۔ بغیر کھائے پیئے یاد الٰہی میں مست رہتے تھے۔ مالا گلے میں باندھ کر اور ٹوپی میں پر لگا کر رقص کرتے تھے۔ بابا نصیب اس حرکت پر ملامت کرتے تھے لیکن آپ نہ مانتے! علاقہ اسلام آباد کے گاؤں رڈونی میں دفن ہوئے۔

بابا یوسف

بابا یوسف شیخ بابا نصیب الدین غازی کے مریدوں میں ریاضت شاقہ اور عبادت کرنے والے بزرگ تھے۔ کوٹہار کے علاقہ کے گاؤں تیلون میں دفن ہیں۔

شیخ یعقوب

حضرت بابا کے مخلص معتقدین میں سے تھے۔ ریاضت اور عبادت میں ان کوئی ثانی نہ تھا۔ کامراج کے علاقہ میں دفن ہیں۔

مولانا یوسف ترکی

مولانا یوسف خواجہ خاوند محمود نقشبندی کے مرید تھے۔ نہایت ہی محتاط اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ خدمت خلق آپ کی زندگی کا شعار تھا۔ محتاجوں اور ضرور تمندوں کی خدمت جان کو سولی پر چڑھا کر کرتے تھے۔ راتوں کو کوہ ماراں پ کی بلندیوں پر عبادت کرتے تھے محلہ برادی پورہ میں نالہ مار کے کنارے دفن ہیں۔

خواجہ یعقوب دار

خوجہ یعقوب دار دیگی داد کے پوتوں میں سے تھے۔ جنکی خانقاہ دریائے بہت کے کنارے واقع ہے۔ حضرت شاہ قاسم حقانی کی نظر عنایت کی وجہ سے ان پر اسرار الٰہی کھل گئے۔ ان کے کمالات اور کرامات مشہور ہیں۔ روایت ہے کہ ایک قوال ان کا مرید تھا۔ حضرت خواجہ ان کی زبان سے قرآن سننا پسند کرتے تھے۔ ایک دفع قوال کاروبار کے لئے گاؤں گیا کچھ مدت کے بعد خواجہ نے اس کو یاد فرمایا قوال کو اطلاع ملی۔ حاضر ہوا گاؤں سے جو سامان خریدا تھا راستے میں کہیں بھول گیا تھا جب ان کے پاس پہنچا' خواجہ نے کہا سورۃ رحمٰن پڑھ کر سناؤ۔ سورۃ کا کچھ حصہ پڑھ کر یاد آیا کہ میں راستے میں سامان بھولا ہوں۔ مضطرب ہو گیا خواجہ نے کہا سورۃ مکمل کر کے سناؤ تمھارا سامان کوٹھڑی میں ہے۔۔ سورۃ ختم کر کے گئے اور اپنا سامان کوٹھڑی میں پالیا۔ ایک دن ان کے دوستوں کی ایک جماعت حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے چالیس اکتسابی وجودوں میں بیک وقت چالیس مریدوں کے گھروں میں افطار کرنے اور چہل اسرار تصنیف کرنے پر حیرانی اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بحث کر رہے تھے۔ خواجہ نے فرمایا آج جمعہ کے دن ہر شخص جدا جدا مسجد میں جا کر نماز ادا کرے۔ بحث میں حصہ لینے والوں کی تعداد سو کے قریب تھی یہ لوگ شہر کی سو مسجدوں میں گئے ہر ایک نے خواجہ کو اسی مسجد میں جہاں وہ گیا تھا نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ جب حضرت قاسم حقانی حج کے لئے روانہ ہوئے تو خواجہ یعقوب کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ غرض آپ کی کرامات انگنت ہیں۔ حضرت خواجہ یعقوب ۱۱ صفر ۱۰۳۰ھ کو رحلت فرما گئے۔ آپ سید حسن بلادری کے روضہ کیساتھ سازگری محلہ میں دفن ہیں۔

بلبل دل زباغ سر زدہ گفت

ہادی دہر خواجہ یعقوب

خواجہ یعقوب متو

خواجہ یعقو متو شاہ قاسم حقانی کے خلیفوں سے بہت ہی عالم باعمل صوفی منش ریاضت اور عبادت کے مجسمہ بزرگ تھے۔ موسیقی کے بہت دلدادہ تھے۔ایک دن شیخ العالم کی خانقاہ کے دوسرے طبقے میں بیٹھے تھے کہ اچانک قوال آگئے اور آستانہ کے صحن میں گانے لگے۔آپ کبوتر کی طرح خانقاہ کے اوپر کی طرف سے اڑے اور گویوں کے بیچ میں گرے۔ معمولی چوٹ بھی نہ آئی۔ایک بے اولاد عورت کو ایک مولی ہاتھ میں دیکر فرمای کھاؤ اس مولی کو اور نو ماہ کے بعد آپ کے ہاں ایک فرزند ہوگا چنانچہ بالکل ایس ہی ہوا۔ایک ہاتھی ابراھیم خان مہاوت کو منہ میں لے جارہا تھا۔آپ نے ہاتھی کو روکا اور مہاوت کو بچایا۔ہاتھی نے جھک کر ان کو سلام کیا۔غرض ان کی بیشمار کرامات ہیں آپ شاہ قاسم کے ساتھ ہی ان کے مزار میں دفن ہیں۔

مولانا یعقوب ناتھ

مولانا یعقوب ناتھ جوہر ناتھ کے فرزند تھے۔شاہ قاسم کی رہنمائی اور ذاتی مشقت اور عشق الہی کی وجہ سے بلند مقام حاصل کیا۔خط ارشاد حاصل کرنے کے بعد اگرچہ لوگوں کا ہجوم آپ کے پاس ہوتا تھا مگر آپ کبھی یاد الہی میں کوئی لمحہ اٹھائے نہ رکھتے۔اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہی دفن ہیں۔

شیخ یعقوب چھتہ بلی

شیخ یعقوب غازی الدین کے فرزند تھے۔چونکہ کشمیر رئیس لوگوں میں سے تھے اس لئے ظفر خان احسن نے آپ کو شاہ جہاں کے پاس ملکی امور کے سلسلہ میں بھیجا بادشاہ نے ۵۰۰ روپے ماہوار تنخواہ مقرر کر کے راجہ مان سنگھ کے ساتھ گوالیار بھیجا۔ایک مدت تک گوالیار کے حاکم رہے۔وہاں ایک قلندر انکی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے فرمایا دنیا کی حکومت تمھارے لئے کچھ بھی نہیں تم کشمیر چلے جاؤ تمھارا مرشد تمھارا انتظار کر رہا ہے۔کشمیر آئے شیخ محمد پارسا کے پاس گئے۔ان کے کہنے پر بارہ سال تک خلوت نشینی میں عبادت اور ریاضت کرتے

رہے اور کھویہامہ میں اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ مرشد بزرگوار کی وفات کے بعد سرینگر آئے اور نو برس تک زونیمر کے پاس خلوت نشین رہے۔ رات دن آپ صوفیانہ کلام سنتے تھے۔ وہاں سے اٹھ کر باقی عمر چھتہ بل میں گزاری۔ آخری عمر میں کمزوری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذوری پیدا ہوگئی تھی۔

ایک دفعہ ایک عورت نے کہا حضرت سات بیٹیاں ہیں مجھے لڑکے کی تمنا ہے حضرت نے کہا اس دفعہ لڑکا ہوگا لیکن پھر آٹھویں دفعہ بھی لڑکی ہوئی خادم پیغام لایا کہ اس عورت نے شکایت کی ہے کہ لڑکی پھر جنی ہے انہوں نے فرمایا جاؤ دیکھ کر آؤ۔ وہ خادم دیکھ کر سختی سے بولا حضرت وہ عورت صحیح کہتی ہے اور اولیاء اللہ کو جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا جاؤ یہ حقے کی ڈنڈی آلہ تناسل کی جگہ پر لگا کر آؤ خادم چلا گیا اور کیا دیکھا کہ لڑکی تو لڑکا ہو چکا ہے۔ وہ لڑکا دس برس تک گونگا رہا دس برس کے بعد جب شیخ کے پاس لائے تو شیخ نے پوچھا بیٹا تیرا نام کیا ہے۔ فرمایا عنایت اللہ۔ اسی وقت سے باتیں کرنے لگا۔ آپ کے حالات رسالہ مجموعہ میں درج ہیں۔ ۷ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ کو انتقال فرمایا۔ "شیخ صاحب کمال"

شیخ یوسف کمو معروف بہ گنائی

آپ ناوگام کے باشندے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت حاجی بابا نے فرمائی۔ جب باطنی اور ظاہری تعلیم سے آراستہ ہوئے تو ہاری پربت کی اونچائی پر ایک ڈھلوان کی جگہ پر تنہ نشینی میں ریاضت شروع کی پھر اسی جگہ ایک غار کھود کر رہائش بھی اختیار کی۔ آپ اسی جگہ دفن ہیں۔

خواجہ یعقوب پھیکوالی

آپ شاہ گرا کے مرید تھے۔ ایک دفع اپ نے ایک بد اعتقاد کو جھنجھوڑا جو مر گیا اور صبح پھر جھنجھوڑا تو زندہ ہو گیا۔ ۱۰۹۴ھ میں وفات پائی۔ سید بلبل شاہ کے مزار میں دفن ہیں "امام اعظم"

شیخ محمد یوسف زونمیری

شیخ محمد یوسف غازی الدین کے فرزند رشید تھے۔ حسن لالو سے تربیت پا کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ ایک ان کی وجہ سے ایک دکان جل گئی آپ کے بھائی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اخوند ملا طیب کے پاس شکایت کر کے کہا کہ اس بے لگام بچھیرے کو ذرا سدھائیں۔ اخوند نے اسقدر انکا سر دبایا کہ منہ زمین سے لگ گیا اور شنوائی ختم ہو گئی اور اس کے ساتھ ساتھ گویائی بھی کمزور ہو گئی مستی اور مدہوشی بھی ختم ہو گئی۔ خلوت گزینی میں عمر گزار دی۔ ذوالحج ۱۰۸۸ھ کو انتقال فرمایا۔ زونمیر میں دن ہیں عالمگیر نے انکے مقبرے کو درست کیا تھا۔

بابا محمد یوسف فنبو

بابا محمد یوسف فنبو خواجہ حسین خباز کے مرید تھے معرفت سے سرشار اور پرہیزگاری سے مزین تھے۔ کمال مجاہدہ سے مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ قلعہ کے باہر چشتیوں کے مزار میں آرام پائے ہوئے ہیں۔

شیخ یعقوب

شیخ یعقوب مہدی رشید بابا کے خلیفہ تھے۔ بہت ہی بڑی عمر پائی تھی مرشد خلق اور اہل صفا کے پیشوا تھے۔ عبادت اور مجاہدہ میں لاثانی تھے۔ رات شب بیداری میں گزار کر چاشت کی نماز مغرب کے وضو سے پڑھتے تھے۔

یاون شیخ

یاون شیخ کو اللہ نے حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت سے بھی نوازا تھا۔ لحن داؤدی سے اللہ نے نوازا۔ پہلے میر علی خان چیوواری سے تربیت حاصل کی لیکن انکے انتقال کے بعد انکے فرزند میر حسن سے تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد ہندوستان جا کر خواجہ ضیاء الدین فرزند خواجہ خورد سے بیعت کر کے نقشبندیہ طریقہ میں کمال حاصل کیا۔ استرون پہاڑ پر بہت چلہ کشی کی۔ آپ خواجہ معین الدین نقشبندی کے مقبرے کے باہر دفن ہیں۔

شیخ محمد یوسف کنت

آپ شیخ محمد مراد تنگ کے مرید تھے۔ عشق الٰہی میں سرگرداں رہ کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی آپ اپنے مرشد کے ساتھ نو دفعہ ہندوستان گئے۔ اپنے مرشد کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری میں کمی نہ رکھی۔ ۱۱۵۵ھ میں وفات پاکر مولانا یوسف ترکی کے مزار میں دفن ہوئے۔ نوے سال کی عمر پائی تھی۔

بابا یوسف درزی

بابا یوسف درزی خوشحال میری سے تربیت حاصل کی تھی۔ خوشحال میری کی سرپرستی میں علم باطن کے رموز سے آشنائی حاصل کی۔ مرد کامل گزرے ہیں۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ یعقوب حقانی

شیخ یعقوب شاہ مظفر الدین حقانی کے پوتے تھے۔ خواجہ عبداللہ مختاری سے تربیت پاکر طریقت معرفت اور حقیقت کے اسرار سے واقف ہوگئے۔ عالم باعمل بزرگ تھے۔ گوشہ نشینی میں بڑی عمر گزاری۔ حضرت شاہ قاسم حقانی کے بارے میں معرفت الحقانی لکھی ہے۔ شیخ نور الدین ولی کے پیروں ریشیوں کے حالات کتاب کی صورت میں تصنیف کئے ہیں۔ اپنے بزرگوں کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ محمد یحییٰ فیضی

شیخ محمد یحییٰ فیضی طاہر رفیق کے پوتوں میں سے تھے۔ آپ نے اپنے ہم عصروں میں علم و عمل کی بدولت بڑی فضیلت حاصل کی تھی۔ حضرت خواجہ رفیق کی روح سے انکی بہت وابستگی رہی۔ ۹ ذیقعد ۱۱۸۵ھ کو انتقال فرمایا۔ اپنے آباء کے مزار میں دفن ہیں۔

"بدر شریعت آفتاب مکرمت"

میاں محمد یوسف

آپ نہایت پر خلوص مومن تھے۔ پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ آپ مردم شناسی اور خدمت خلق میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ عبادت وریاضت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ آپ کی ابدی آرام گاہ محلہ قطب الدین پورہ میں ہے۔

شیخ محمد یحییٰ شوپیانی

شیخ محمد یحیی بابا عنایت اللہ قادری شوپیانی کے بیٹے تھے۔ اچھی تعلیم اور آداب سے آراستہ تھے ۔معرفت الہی کی سعی میں شیخ محمد اشرف سے باطنی تعلیم کا اضافہ کیا اور جلد ہی درجہ کمال حاصل کرلیا۔ خط ارشاد ملنے کے بعد مدتوں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں سعادت حاصل کرتے رہے۔ آخر میں جاکر اپنے علاقے کے لوگوں میں تبلیغ اور اصلاح کرتے رہے۔ آپ شوپیاں ہی میں مدفون ہیں۔

شیخ محمد یحییٰ

شیخ محمد یحییٰ محمد مرزا کے بیٹے تھے۔ عبدالسلام دار آپ کے دادا تھے۔ اپنے باپ کے علاوہ نانا سے بھی باطنی فیض حاصل کیا۔ عبادت شاقہ فرمانے کیے بعد والد سے خط ارشاد حاصل کیا ۔شریعت کے سخت پابند تھے اور سنت نبوی ﷺ کے گردیدہ۔ ۹ ربیع الاول ۱۲۰۷ھ میں انتقال کیا۔ اپنے اسلاف کے مزار میں دفن ہیں۔

شیخ محمد یحییٰ

شیخ محمد یحیی شیخ نعمت اللہ کے فرزند تھے۔ آپ نے روحانی وابستگی اور باطنی رہنماہ شیخ اکبر ہادی جیسے مقتدر بزرگ کو مقرر کیا تھا۔ فنافی اللہ ولیوں میں سے تھے۔ شیخ اشرف کے مزار میں دفن ہیں۔

مجانین و مجازیب کا ذکر

مجانین و مجازیب خدادوستوں اور فقیروں کے اس طبقے کو کہتے ہیں جو فنافی اللہ ہوتا ہے۔اور اپنے آپ سے لاپرواہ اور بے خبر ہوتا ہے۔اس فرقے اور طبقے کے لوگ ظاہر میں دیوانے دکھائی دیتے ہیں لیکن باطن میں انکا درجہ بہت اونچا ہوتا ہے۔

مجانین و مجازیب کے ذکر میں ہم نے لل عارفہ 'غیبی شاہ مجذوبی 'شیخ ابراھیم' شاہ محمد صادق قلندر' شیخ محمد شریف جیسے بزرگ لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ مجانین و مجازیب کے ذکر مین عرض ہے کہ اسلام کبھی خلاف شرع اور خلاف توحید امر یا کلام کو تسلیم نہیں کرتا۔چونکہ جس طرح قوم کی تہذیب وتمدن اور معاشرت کی ضروریات نزاکت اور نفاست میں اعتدال سے متجاوز ہو کر قوم کے لئے باعث ہلاکت بن جاتی ہیں۔ہمارے وطن کی تعلیم تصوف کی بھی یہی کیفیت واقع ہوئی ہے۔اس سرزمین نے جتنے پاکباز ریشی' باکمال صوفی اور صاحب حال قلندر پیدا کیئے ہیں اس لحاظ سے اس ملک کو صوفی خیز کہنا بے جا نہ ہوگا۔افسوس اس بات کا ہے کہ اسلامی تصوف کی روح کو غلط رنگ دیا گیا ہے۔خوش اعتقاد لوگوں نے عقل کے تقاضے کے خلاف مافوق العادات و مافوق الفطرت واقعات ان لوگوں کی طرف منسوب کیئے۔ تصوف اسلام برہمیت ردفیت اور اشراقیت اور پارسی تصوف کے اصول و عقائد اور طریق ریاضت کا انتخابی مجموعہ بن گیا۔

لل عارفہ ایک باپیر خاتون تھیں چونکہ شرعی احکام پر وہ پوری طرح نہیں اترتی تھیں اس لئے ہم نے مجانین و مجازیب کے گروہ میں شامل کیا ہے اسی طرح اس حصے یا اس ضمن میں جو بھی صوفی لوگ آئے وہ شرع محمدی پر پوری طرح پابندی نہ کرسکے اگرچہ وہ بہت ہی توحید اور اسلام کا راگ الاپتے رہتے تھے لیکن سنت اور شریعت کے تحت وہ ہوشمند اصفیاء میں شمار نہیں ہوسکتے۔ان کے بارے میں شہادتیں بھی ہیں۔کہ ظاہر میں دیوانے تھے مگر باطن میں یہ خدارسیدہ بزرگ تھے۔لیکن اسلام ظاہر کی شہادت سے باطن کا تعین کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ

ان بزرگوں کو مجانین و مجاذیب کی صف میں کھڑا کیا گیا ہے۔

لل ایشوری

لل ایشوری کشمیر کی ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے شہرت عام اور بقائے دوام کا علم بلند کیا۔ آپ نے اپنی روح فزا مزہ ریز نوا سنجیوں ولولہ انگیز گیتوں ترانوں اور نغموں وحدت کے گیتوں سے کشمیر کے تقدس کو کرہ ارض کی رفعتوں پر ہمدوش ثریا کر دیا۔ کشمیر کا ہر فرد بشر اس خاتون کا اس کی وحدت پرستی اور انسان دوستی کے موجب نہایت ہی عزت و احترام سے لیتا ہے۔ لل ایشوری یا لل عارفہ یا لل دید کہیے۔ اس میں شک نہیں کہ شاعرہ ضرور تھیں اور جیسے کہ حالی نے کہا ہے 'الشعر اتلامیذ الرحمٰن درست ہے۔ مگر جیسے کہ اہل اسلام میں شریعت یا طریقت معرفت یا حقیقت والے اہل عرفان اپنا اپنا نظریہ اپنے اپنے مکتب فکر کی روشنی میں تعین کرتے ہیں ان نظریات یا ان افکار کی روشنی میں ہمارے لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل عرفان کی صف میں لل ایشوری کو کونسا مقام دیا جائے۔ شاعر ہونے میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا لل عارفہ مسلمان تھی؟ اگر وہ مسلمان ہوتیں تو مسلمان کا ایک کلچر ہوتا ہے اور اس کلچر کی کچھ نشانیاں مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہیں جیسے قبر مقبرہ 'قبرستان 'مزار کہتے ہیں۔ اس کا تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن ان کے کلام میں توحید ہے ان کا ہر شعر توحید اور انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی تعلیمات سے لبریز ہے۔ یہ سب درست سہی لیکن اسلام کا ایک مسلک 'ایک نصب العین ایک راہ عمل 'اور ضابطہ حیات بہت ہی ربط و ضبط کے ساتھ ہے۔ لل لاکھ شاعرہ سہی مگر ولیوں اور صوفیوں کی جگہ ہم اسے نہیں شامل کر سکتے۔ ایسا میرے بس کی بات نہیں یہ پیغمبر ﷺ کا ایک ستون ہے جسے کوئی اہل مسلم خیال باطل باندھ کر مسمار نہیں کر سکتا۔ اس کے صوفیانہ اقوال ضرور ہیں اور ویسے تو گرنتھ صاحب کے بارے میں بھی لوگ یہی کہتے ہیں کہ گرونانک نے توحید کہا ہے۔ لیکن ان باتوں سے ہم کسی کو مسلمان ہونے کی سند نہیں دے سکتے۔

ہندوؤں کا دعوی ہے کہ وہ ہندو تھی اور اس کا نام لل ایشوری تھا' مگر مسلمان اس کو اپنے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چند وہ ہندو تھی اور اس کا ابتدائی زمانہ پنڈتوں میں ہی گزرا مگر سلطان شہاب الدین کے زمانہ میں جب سید حسین سمنانی کلگام میں وارد ہوئے تو ان کے ساتھ دست حق پرست پر بیعت کر کے اسلام کی آغوش میں آگئی مگر اس قول میں صداقت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیوں کہ ہمیں انکی قبر کا نشان یا قبر کی نشان کی صداقت کی شہادت آج تک میسر نہیں آسکی۔ البتہ اتنا تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان فقراء اور صلحاء کی مجلسوں میں بیٹھ کر اسلامی تصوف کی جاذبیت اور ہمہ اوست کے عالمگیر فلسفے کی دلکشی نے اس کے دل پر کچھ گہرا اثر کیا تھا۔ کہ وہ تیں کروڑ دیوتاؤں کی جگہ ایک ہی ذات سے جلوہ افروز ہوتی نظر آتی تھی۔ اور اپنے آپ کو اس میں مدغم جانتی تھی۔ لیکن جس دور میں لل گزری ہے اور جس دور کا تصوف لل عارفہ کا تصوف ہے وہ برہمنیت 'اشراقیت' رواقیت کا تصوف ہے اسلامی تصوف 'سوائے قرآن مجید اور سنت نبوی کی پابندی کے اور کوئی تصوف قبول نہیں کرتا۔ وہ عورت کو کسی پیر یا کسی ولی کے پاس حتی کہ اسکا بھائی ہی کیوں نہ ہو تنہائی میں ملنے کی اجازت نہیں دیتا! اور نہ ہی کسی غیر محرم کو چاہے وہ ولی ہو یا پیر کامل ہی کیوں نہ ہو کو ملنے کی یا اس سے تلمذ حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لل عارفہ شیخ نور الدین کو دودھ پلاتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اپنے خاوند کی اجازت سے دودھ پلایا تھا اس کے بارے میں کوئی شہادت نہیں اور نہ ہی کہیں تذکرہ ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت ہی عظیم خاتون تھیں لیکن اس عظمت یا ولی ہونے کی سند یا اسلامی صوفیاء کے مسلک میں اس کے منسلک ہونے کی سند کم از کم راقم الحروف تو نہیں دے سکتا۔ لل عارفہ کو نسب قوم رنگ اور خاندان سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ ہر مخلوق کو اپنے خالق کی نعمتوں سے متمتع ہونے کا حقدار سمجھتی تھی اور کہا کرتی تھی۔ اس کے دماغ سے ہندو مسلمان کی تمیز اٹھ گئی تھی۔ وہ انسانی رشتے کو دیگر تمام رشتوں سے افضل جانتی تھی اور قادر مطلق کی خواہش کے سوا باقی تمام خواہشوں کو نجات اور مکتی کا دشمن تصور کرتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شر تو ہر جگہ موجود ہے تم

تعصب تنگ نظری کو چھوڑ دو' ہندو مسلم میں کوئی فرق اور امتیاز نہ کرو۔ دراصل اسکے ایسے صوفیانہ خیالات کی وجہ سے لوگ اسے مسلمان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اسی قسم کی مسلمان تھی جس طرح گاندھی جی نے اپنے متعلق خیال ظاہر کیا تھا۔ "میں بتوں کو توڑنے والا ہوں اس لحاظ سے مسلمان ہوں لیکن اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ دریائے نرکر کا کوئی پتھر مجھ کو میرا خدا کا دھیان جمانے میں مدد دیگا تو میں اسے اٹھا کر پوجنے لگوں گا اس لحاظ سے میں ہندو ہوں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ حقیقت اور معرفت کے ان سوتوں میں سے تھا جو تمام مذہبی اور آبادی قیود سے آزاد اور ہوش و خرد سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ اور ہر مذہب کی تعلیمات وحدت و محبت کے ذریعے حصول عرفان کی باطنی استعداد بڑھا کر روحانی مدارج میں ترقی کرتے رہنا ہی اپنی زندگی کا مقصد وحید سمجھتے ہیں۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ لل ایشوری لل مجذوبہ تھیں اور رسم و رواج کے ظاہری امتیاز کی تنگ حدود سے نکل کر اس بلند اور ارفع مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں کفر و ایمان کی بحثیں کانوں تک نہیں پہنچتیں اور جہاں روح مست و بے خود ہو کر پکارتی ہے۔ ز ہشیاران عالم ہر کہ را دیدم غمے دارد

دلا دیوانہ شو' دیوانگی ہم عالمے وارد

لل ایشوری آج سے ساڑھے چھ سو برس پیشتر ۷۳۵ھ میں راجہ اودیان دیو رائے کشمیر کے عہد میں (۱۳۲۷ء / ۷۲۷ھ سے ۱۳۴۳ء / ۷۴۴ھ) کو پیدا ہوئی۔ اسوقت راجگان ہنود کا چراغ گل ہو رہا تھا ہندو کے مذہبی طلسمات کا جادو بھسم ہو رہا تھا۔ اور کشمیر ہندوؤں کی ہزاروں سالہ حکومت کے بعد مسلمان سلاطین کے زیر نگین آنے کے لئے ایک عبوری دور سے گزر رہا تھا۔ اس دوران غیر مسلم یا کشمیر کے پنڈتوں کے گھروں میں ایک ہیجان رونما ہوا ہوگا۔ ہندو توحید اور کفر و شرک کی کشمکش میں جل بھن رہے تھے۔ تذبذب اور تذلذل کی فضا ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ احساس کمتری کی فضاؤں میں دم لے رہے تھے ایک نفسیاتی ہیجان عمل پذیر تھا۔ لل دیوی یا لل ایشوری نے بذات خود گھٹے گھٹے ماحول میں دم لیا تھا اور کم ظرف اور کم نظر ہندو گھر میں وہ پروان چڑھ رہی تھی جہاں وہ پنگھٹ پر سہیلیوں سے کہتی تھی

"لل نلوٹھ ژلمہ نہ زانہ"

ان حالات میں وہ بھگوان سے یا ہندوؤں کے رام کرشن سے بھاگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا بہر حاصل یہ توحید کی باتیں ان حالات میں اس کے منہ سے نفسیاتی طور پر نکلنا لازمی سہی لیکن وہ لل مجذوبہ توحید کا راگ ضرور الاپتی تھی۔ بظاہر تو وہ مجذوبہ ہیں اور ہم اسلام کی شرعی حدود یا دیواریں نہ پھلانگ سکتے ہیں اور نہ ان کو مسمار کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح لل ایشوری کو لل عارفہ یا لل مجذوبہ ہی کہ سکتے ہیں۔

راجہ اودیان دیو کے بعد مسلمانوں کے چار بادشاہ ' سلطان شمس الدین ' سلطان جمشید ' سلطان علاء الدین ' شہاب الدین لل کی زندگی میں یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے مگر لل کی شہرت کا زمانہ اس وقت شروع ہوا جب حکومت کشمیر کی بھاگ دوڑ سلطان علاء الدین علی شیر کے ہاتھ میں تھی۔ جس کا زمانہ ۷۴۹ ھ سے ۷۶۱ ھ تک تاریخ اعظمی میں لکھا گیا ہے۔

ظہورش در زمان سلطان علاء الدین کے اس بیان کی تصدیق باقی مستند تواریخ سے بھی ہوتی ہے۔ لل کے والد پندر یتھن کے رہنے والے تھے جو قدیم زمانہ سے کشمیر کا پایہ تخت تھا۔ اور موجودہ سرینگر سے کوئی چار یا پانچ میل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ مگر لل کی پیدائش کا فخر موضع سم پورہ کو حاصل ہے جو پانپور کے نزدیک ہی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

لل کا باپ ایک اوسط درجہ کا زمیندار تھا لل کی ابتدائی تعلیم کا کیا بندوبست تھا اس کا ہمیں کوئی علم نہیں اندازہ یہی ہے کہ کسی گردیا برہمن سے کچھ ابتدائی تعلیم حاصل کی ہوگی اس کے عارفانہ اقوال اور مستانہ گیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نہایت روشن خیال اور روشن ضمیر لڑکی تھی۔ اور اپنے مذہبی کتابوں سے اچھی طرح واقف تھی۔ اور سنسکرت کی تعلیم سے واقف تھی۔ ذرا سیانی ہوئی تو اسے اپنے زمیندار باپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے کھیتوں کام کرنا پڑا۔ وہ چراگاہوں میں بھیڑ بکریاں پالتی رہیں۔ اور گھر کے لئے چشموں اور پنگھٹوں سے پانی لاتی تھیں۔ سترہ برس کی عمر میں اس کی شادی پانپور کے ایک ہندو گھرانے میں ہوئی۔ اس کا شوہر ان پڑھ جاہل کاشتکار ہندو تھا۔ سسرال والے لل کو پدماوتی کے نام سے پکارتے تھے تمام

تذکرے اس بات پر متفق ہیں کہ لل ایشوری کی شادی اس کے حق میں مبارک ثابت نہ ہوئی۔ ہر وقت گم سم رہتی یا کم بولتی اور کسی گہری سوچ میں مستغرق رہتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی ساس گھر کا سارا کام اس سے کرواتی تھی دریا سے پانی منگواتی برتن صاف کرواتی' دھان کٹاتی اور باریک سے باریک سوت کتواتی تھی۔ مگر پھر بھی ناخوش اور بات بات پر اس کو ٹوکتی تھی' اس کے خلاف بیٹے کا کان بھرتی تھی۔ اسے پڑواتی اور ناروا سختیوں سے اس کا ناک میں دم کرواتی تھی۔ لل ایشوری سب کچھ برداشت کرتی رہی مگر کسی سے کچھ نہ کہتی تھی گھر میں انواع اقسام کی غذائیں پکتیں اور لل کو پتھر کے اوپر کچھ چاول رکھ کر پیش کیے جاتے لل صبر و شکر کر کے کھالیتی مگر اس راز کو افشاء نہ کرتی کہ ساس چاول کے کٹورے کے اندر پتھر پر چاول رکھ کر اسے پیش کرتی تھی تاکہ وہ زیادہ دکھائی دیں۔ وہ اس پتھر کو دھو دھا کر بدستور کٹورے کو صحیح سالم رکھ لیتیں۔ آخر کار اس کابات علم لل کے سسر کو ہوا اس نے بیوی کو سرزش کی مگر وہ اپنی خصلت سے مجبور تھی۔

ان سختیوں' تلخ کلامیوں' طعنہ و تشنیع کو برداشت کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں۔

ترقی عمر کیساتھ ساتھ مصائب و آلام کا بوجھ آہستہ آہستہ ہلکا ہوتا گیا اور پختگی بڑھتی گئی۔ وجدان بیدار ہوتا گیا اور آخر اسے اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس ہونے لگی۔ جسکا اظہار وہ اس طرح کرتی ہے "آیس ۂ وتے گیس تیہ وتے سہ منزہ سوتھیَ لوسم مہہ وہ! و چھم چندس ہار نہ آتے آتھ ناوَہ تارس کیا دمہ یوہ!

"میرا گذر کہاں سے ہوا کہاں سے آئی کہاں جاؤں گی مجھے کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا! ٹھنڈی آہ لے کر دم بخود ہو کر رہ گئی ہوں میرے پاس زادراہ بھی نہیں اب جبکہ سفر کا سماں سامنے ہے اور آخرت کے راہ میں نے سدھارنی ہے تو یہ پل صراط طے کرتے سمے میں اس عاقبت کے دریا کو پار کرانیوالے کو کس طرح ادائیگی کروں یا معاوضہ پیش کروں جب کہ میرے پاس زاد

راہ ہی نہیں ہے۔

ان اشعار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ تذبذب میں تھی اور کفر و شرک اور توحید و سنت کی باہمی کشمکش اور باہمی ہیجان میں مبتلا تھی اور وہ اس وسوسہ کی خلیج سے نکلنے کے لئے بہت بے تاب تھیں۔ لل ایشوری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کپڑے نہیں پہنتی تھی' اسے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ سرے سے کپڑے پہنتی ہی نہیں تھی کتاب اسرار الاسرار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ستر پوشیدہ رکھتی تھی۔ بابا علی رینہ مصنف تذکرۃ العارفین لکھتے ہیں کہ جب وہ شیخ المشائخ حضرت حمزہ سے ملنے آئیں تو سر سے پیر تک کپڑے میں لپٹی ہوئی تھیں۔

ذیل میں مختلف تواریخ کے حوالہ سے لل سے حضرت شاہ ہمدانی کی پہلی ملاقات کا پہلا حال مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔ ۷۸۱ھ کا واقعہ ہے کہ سلطان قطب الدین کے جلوس اول میں ضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر میں وارد ہوئے۔ لل نے حضرت امیر کبیر کو اپنی جانب آتے دیکھا لل پانپور میں تھی۔ وہ ستر پوشی کی فکر میں پڑھ گئی۔ اور بد حواسی میں ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ پہلے بنیے کی دکان میں گھس گئی اور یہ کہتے ہوئے کہ میں نے مرد خدا دیکھا ہے جلتے ہوئے تنور میں گھس گئی۔ اور سب نے دیکھا جب رٹ لگائی گئی لل باہر آؤ وہ خوبصورت لباس میں باہر آئی۔

ملبس بر آمد بر بس نفیس

بشر باشۂ ملک عرفان جلیس

کشمیر میں یہ ضرب المثل آج تک زبان زد فلائق ہے

آے وانیس تہہ گیہ کاندرس

یعنی بنیے پر رحمت نازل ہونی تھی لیکن اس کی قسمت کہاں نانبائی کی قسمت جاگ اٹھی۔۔ اس کے بعد لل آزادانہ ہمدانی اور دیگر صوفیاء کرام سے ملتی رہی۔ اور ان کیساتھ حبس دم اور مراقبہ کی مشق کرتی رہی۔ شیخ نور الدین ولی کو لل کی روحانی شخصیت سے کافی فیض حاصل تھا۔ آپ جب پیدا ہوئے آپ دودھ نہیں پیتے تھے تو لل دودھ پلاتے ہوئے کہا۔

"زینہ یلہ نہ مند چھاک چنہ کیازہ مند چھاک"۔جب پیدا ہونے میں شرم نہ آئی دودھ پینے میں بھلا تجھے کیا شرم محسوس ہو رہی ہے۔بابا داوٗد مشکواتی فرماتے ہیں"لل عارفہ ایک عجیب و غریب عورت تھی۔وہ طریقت کے نامور مردوں میں درجہ اختصاص رکھتی تھی۔گو وہ پیدائشی ولی تھی لیکن صوفیاء کرام کی صحبت نے اسے اور بھی جلا دے رکھی تھی۔وہ سید حسین قدس سرہ کی ظاہری و باطنی مرید خاص تھی۔جہاں تک محققین سر جارج گریرسن اور بارنٹ صاحب نے پنڈت مکند رام شاستری کے ذریعے کشمیریوں پنڈتوں کی زبانی یادداشتوں کی بنا پر جو اقوال جمع کئے ان سے پتہ چلتا ہے کہ لل عارفہ ہندو مذہب کے یوگ فلسفہ میں رنگی ہوئی تھی مگر بعض دوسرے مجموعوں میں ایسے اقوال بھی موجود ہیں جو خالص اسلامی خیالات کے حامل ہیں۔

لل کی وفات ۷۷۴ھ سے ۷۸۰ھ کے درمیان کسی وقت ہوئی۔لل واک کا انگریز مفسر اس کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب اس کی روح قفس عنصری سے نکلی تو وہ ایک شعلہ کی طرح بھڑکی اور ہوا کی طرح جسم سے نکل کر غائب ہو گئی۔لیکن اس کا جسم کہاں گیا اس کے متعلق وہ خاموش ہیں۔

لل کے بارے میں میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ مجذوبہ ضرور تھیں'مجزوب کے لغوی معنی میں دیوانہ بھی'اور خدا کی ذات میں گم بھی تو ہم دونوں باتیں تسلیم کرتے ہیں کہ وہ فنافی اللہ ضرور تھیں۔اس کی تصدیق خواجہ محمد اعظم کی رقم کردہ ان جملوں سے بھی ہوتی ہے کہتے ہیں وہ ایک دن شری کنٹھ سادھو کے مندر میں داخل ہو گئیں اور مورتیوں کے سامنے اس طرح بیٹھ گئی جیسے اسے پیشاب کرنا ہے۔شری کنٹھ نے گھبرا کر پوچھا کیا کرتی ہو؟یہ تو بھگوان کا گھر ہے۔لل بولی میں نے تو پیشاب کرنا تھا مجھے وہ جگہ بتا دو جہاں ایشور نہیں تاکہ میں پیشاب کر دوں۔

ان الفاظ سے اس بات کی دلالت ہوتی ہے کہ وہ مجذوبہ تھی مجذوبہ اس لئے کہ وہ انسانی قدروں کو نہ سمجھ سکیں اور شری کنٹھ کے جذبات اور مذہبی خیالات کا لحاظ کئے بغیر اس نے

پیشاب کرنے کے بارے میں کہا اور فنافی اللہ لئے کیونکہ اسے ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے لل مجذوبہ ہونے کے علاوہ اور کیا تھیں یہ تو مجھے معلوم نہیں العلم عنداللہ اس کا علم صرف اللہ کو ہی ہے اور اس کا فتویٰ کہ مسلمان کافر اور ولی کون ہیں مولانا حضرات ہی دے سکتے ہیں

شیخ ابراھیم کاک معروف برابر کاک

ابراھیم کاک خواجہ رفیق اشائی کے مرید با عمل تھے۔ برسوں علم پڑھتے بھی رہے اور پڑھاتے بھی رہے۔ دل نے پلٹا کھایا سب کچھ اللہ کی راہ میں نچھاور کر دیا۔ پرہیزگاری اور گوشہ تنہائی لائحہ عمل تھا رقص و سرود اور سماع کو بہت پسند کرتے تھے۔ انکے مرشد کے منع کرنے کے باوجود یہ سمع سننے سے باز نہیں آتے تھے۔ پڑوسیوں کے گھر میں شادی تھی نغمہ سرائی شروع ہوئی آپ خانقاہ کی کھڑکی ڈھول کی جگہ بجاتے رہے جب اثر کچھ زیادہ ہوا تو اٹھ کر کھڑے ہوئے کپڑے پھاڑ دیئے اور زور زور سے کہنے لگے 'میں آزاد ہو گیا' میں آزاد ہو گیا۔ مستی اور مدہوشی غالب آ گئی صوفی سے قلندر بن گئے۔ خانقاہ چھوڑ کر جنگلوں ویرانوں میں گھومنے پھرنے لگے۔ اپنے جیسے چالیس مرید بنائے اور بن بن پھرنے لگے۔ اب خواجہ رفیق ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور فرماتے کہ اب وہ شیخ ابراھیم نہیں بلکہ ابر کاک ہے۔ یعنی شیطان ہے 'کہتے ہیں کہ ایک دن خواجہ ابراھیم خواجہ رفیق کے لنگر میں آئے کھانا مانگا' لنگر والے نے کہا بھئی صرف خواجہ صاحب کا حصہ ہے طاقت ہے تو نکالو۔ دیگچے سے کھانا نکالا آپ کے تمیں مریدوں نے کھایا اور پھر بھی دیگچہ بھرا ہوا تھا۔ ایک دفعہ خواجہ محمد شریف کے پاس آئے اور فرمایا کہ ہم نے کل اپنے چالیس دوستوں سمیت مرنا ہے چونکہ ہم بالکل بے بس ہیں اس لئے آپ خود آ کر لوگوں کی تجہیز و تکفین کریں اور شالہ کاک کو میرے ساتھ ہی قبر میں دفن کریں۔ وہاں سے نکلے ساری رات کو نہایا دھویا کپڑے دھوئے اور کوٹھڑی میں آرام کی نیند سو گئے۔ یہ ۲۸ صفر ۷۰۲ھ تھا۔ صبح کو شیخ محمد شریف آئے اور اکتالیس قلندروں کو ایک ہی احاطے میں دفن کرنے کا انتظام کر کے شالہ کاک کو بھی شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے

علحدہ قبر میں دفنائے۔ دوسرے دن جب فاتحہ خوانی کو گئے تو شالہ کاک اور ابر کاک کی قبریں کھلی ہوئی تھیں اور یہ دونوں ایک ہی قبر میں تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت اور انکی ساتھی تھی اسے کہا تھا کہ اگر تمھارا ہمارے بعد کسی نے خیال رکھا تو ٹھیک ہے ورنہ اکتالیس دن میں ہم تمھیں بلائیں گے۔ فی الحال ہمیں رونے کے لئے دنیا میں کوئی نہ کوئی ہونا چاہیے۔ چنانچہ اکتالیسویں دن وہ بھی مر گئی۔ اور وہ بھی انہی کے مزارت میں دفن ہوئی۔ بہر حال یہ تھے ابر کاک اور یہ تھے مجذوب اگر وہ آسمان سے تارے بھی اتارتے تو شریعت ان کو مجذوب ہی کہے گی۔

شیخ ابراھیم معروف بہ ٹھگہ بابا

آپ ملا طیب کے مریدوں میں سے تھے۔ کشف وکرامات کا ملکہ تھا۔ ایک دن ملا طیب چیلے سے کہتے تھے کہ آج عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے تمھیں توجہ دوں گی۔ شیخ ابراھیم مسجد میں پہلے ہی گئے۔ اپنے آپ کو چٹائی میں لپیٹ لیا اور ایک طرف رہے ملا طیب اور اسکے طالب آگئے۔ ملانے توجہ دی طالب پر اثر نہ ہوا دوسری اور تیسری بار بھی توجہ دی لیکن یہ کہ دہن مبارک سے شعلے نکلنے لگے لیکن فیض کا اثر طالب پر نہ ہوا۔ حضرت شیخ نے ابراھیم کو چٹائیوں میں لپٹا ہوا پایا اور فرمایا اوے ٹھگ تو نے میرا فیض باطنی ٹھگی کر کے سارے کا سارا لے لیا اس دن سے شیخ ابراھیم پر مستی غالب آئی اور مجذوب ہو گئے دریا کے کنارے چپ سادھ لی تھی: نو برس کے بعد ہوش میں آئے اور شریعت کی پابندی کرنے لگے ملا طیب کے روضہ کے ساتھ ہی دریا کے کنارے مدفون ہیں۔

اعظم شاہ

یہ خواجہ رفیق کے خلیفہ اور میر علی کے بیٹے تھے: خان شاہ کے مرید ہوئے اچھے بھلے پرہیز گار آدمی تھے کہ مستی چھاگئی رات درختوں پر گذارتے تھے والد بزرگوار کے مزار میں دفن ہیں

احمد شاہ

احمد شاہ بابائے شاہ لبادی کے مرید تھے توحید کی مستی سے سرشار اور سرمست پھرتے رہتے

تھے کسی جگہ انہیں قرار نہ تھا بغیر ترتیب کے ہزاروں رکعت نماز پڑھتے تھے حاجت مندوں کی صاف صاف دلی مراد بتاتے تھے ویرانوں میں رہتے تھے مرنے کے بعد شاہ آباد میں دفن ہوئے۔

بشی شر معروف بہ بسی سر

نامور پنڈت لڑکا تھا ترک دنیا' یاد الٰہی میں محو ہو گیا زندہ پیر کی نظر نے اس پر یہ اثر کیا کہ مستانے ہو گئے کوچوں اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا۔

شاہ بدیع الدین معروف بہ بادی شاہ

یہ بلند مرتبہ قلندر تھے جو بولتے تھے وہی ہوتا تھا۔ مجذوب ہونے کے باوجود معرفت اور توحید کی باتیں بہت ہی اچھے انداز میں بیان کرتے تھے۔ رحلت کرنے کے بعد ملہ کھاہ میں دفن ہوئے۔

بربر شاہ

بربر شاہ شیخ نور محمد پرواز کے مرید تھے آپ عشق الٰہی میں مست دینا ما فیہا سے بے خبر تھے۔ آپ محلہ بربر شاہ سرینگر میں دفن ہیں۔

حسن شاہ مجذوب

روشن ضمیر اور صاف دل مستانہ قلندر تھے بدن پر کوڑھ کی بیماری کے سفید دھبے تھے۔ شہر کے کوچوں اور بازاروں میں ننگے پاؤں رات دن گشت کرتے رہتے تھے مہر اور قہر کے پتلے تھے۔ آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والی الٹ پلٹ اور پیچیدہ باتیں کرتے تھے اور حاجت مندوں کے جواب انہی باتوں میں ہوتے تھے۔ جب ختم اور قہر میں دانت پیستے تو کسی نہ کسی آنے والی آفت کا خطرہ ہوتا تھا۔

ثناء اللہ قلندر

بقابابائے شاہ آبادی کے فرزند تھے باپ سے ہی تربیت پائی تھی اور صاحب کمال ہو گئے توحید کے نشے میں چور شریعت کی راہوں سے آزاد ہو گئے۔ نظر میں کیمیا کا اثر تھا۔ ہر بات ان کی کرامات ہوتی تھیں۔ بیشمار لوگ ان کے معتقد تھے۔ مگر بد قسمتی یہ تھی کہ مجذوب تھے۔

حکیم شاہ مجذوب

جوانی میں خدائی کشش کے غلبہ نے دیوانہ بنادیا۔ بازاروں اور کوہساروں میں پھرتے رہتے تھے۔ پھر حول میں قرار پذیر ہو گئے حاجت مندوں کو گذشتہ اور آئندہ کے حالات سے اشرہ اور کنایہ میں واقف بناتے تھے۔ کہتے ہیں کہ دونوں جہاں کا کشف رکھتے تھے۔ عالموں اور بامعنی لوگوں کے ساتھ ہوشیاری سے باتیں کرتے تھے۔ ۱۱۱۷ھ میں رحلت کی محلہ حول میں دفن ہیں۔ تکیہ حکیم شاہ اب بھی چالو ہے۔

حسین شاہ معروف بہ کرد

حسین شاہ کو شراب معرفت نے سرمست اور سرشار کر دیا تھا۔ آپ عطار کی دکان بیٹھتے تھے۔ عطار پر انکی کیفیت کا اثر ہوا دونوں نے دکان چھوڑ دی اور پھرنے لگے کبھی کسی گھر میں نہیں بیٹھتے تھے۔

حکیم شاہ ثانی

حکیم شاہ سنار تھے ضرب چوری میں پکڑے گئے۔ جیل میں رہتے تھے معرفت کی چنگاری دل میں بھڑک اٹھی ایک دن قید خانہ میں آگ کا ایک شعلہ بھڑکا اور اس پر گرا۔ بے ہوش ہو گئے دو دن کے بعد ہوش سنبھالا بالکل دیوانے تھے جیل سے رہا ہو گلی کوچوں میں گھومتے پھرتے اور کسی کے گھر میں نہیں گھستے تھے۔ کرنل میاں سنگھ انکا بہت معتقد تھا۔ ۲ ذی الحج ۱۲۶۱ھ کو رحلت فرما گئے۔ گوجوارہ میں دفن ہیں۔

خوشحال شاہ

خوشحال شاہ لوگوں سے دور بھاگتے تھے۔ جنگلوں اور میدانوں میں پھرا کرتے تھے۔ جنگلوں میں لوبیا کی کاشت کرتے تھے۔اور وہی لوبیا پکنے پر کھاتے تھے۔اچھا یا برا جو کچھ زبان سے نکلتا اللہ کی شان تھی وہی پورا ہو جاتا۔بجبہاڑا میں دفن ہیں

دولت شاہ

باباداود خاکی کے چہیتے مرید تھے اور بابا ہردے ریشی سے بھی دوستی تھی انہیں پیر صحبت مانتے تھے۔زیادہ تر مستی اور مدہوشی میں رہتے تھے نعرے مارتے تھے چلاتے تھے اور بے ہوش ہو کر گرتے تھے۔آنے والے واقعات اور حادثات کی خبریں قبل از وقت بتا دیتے تھے۔کنواری لڑکیوں اور دلہنوں کے ساتھ زیادہ بیٹھتے تھے۔ایک دفعہ بابا ہردے ریشی نے انہیں کہا کہ روئی اور آگ کو اکٹھے کرتے ہو ذرا ہوش اور حوصلہ رکھنا۔یہ جلدی سے اٹھے اور روئی لائے اور جلتے ہوئے انگارے اس میں رکھ دیئے۔ہاتھ میں لے کر بابا ہردیشی کے پاس لے گئے۔بابا ہردیشی نے دیکھا کہ روئی کا ایک رواں بھی نہیں جلا تھا۔

خواجہ داؤد مجنون

خواجہ داؤد بہت اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے ایک دن شاہ گرا کے پاس گئے اور اسے بہت برا بھلا کہا ۔آپ نے فرمایا تو نے تم نے کیوں اپنے باطن کو ظاہر کیا ہے۔کیوں اپنے آپ کو میری طرح نہیں چھپاتے اور خاکروب کا بھیس اختیار کرتے۔ تمہارا کرامتوں سے کیا تعلق۔ تم نہیں جانتے کہ کرامات تاوان اور نقصان کا سبب ہے۔

ریشہ پیر

ریشہ پیر کے والد انکے پید ہونے سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ گشتی کے رہنے والے تھے ۔انکے والد کے انتقال کے بعد جب ان کی والدہ بیوہ ہو کر گشتی سے شہر آرہی تھی تو راستے میں یہ پیدا ہو گئے۔ریشہ پیر کی والدہ راستے ہی میں انتقال کر گئیں آپ کی پرورش رنگہ بیگ

میں آپ کی نانا کے پاس ہوئی ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے گیان اور دھیان میں مصروف رہے رات بھر جاگ کر ایشور کا نام جپتے تھے۔ کرشنہ کی نگاہ ان پر پڑی اور باطنی اسرار ان پر کھل گئے۔ کرشنہ پیر نے انکی تربیت زندہ پیر کے سپرد کر دی جب تک زندہ پیر زندہ تھے ریشہ پیر مجاہدہ کرتے رہے اور زندہ پیر کے انتقال کے بعد یہ مجذوب ہو گئے۔ مستی میں میدانوں میں جنگلوں میں گھومنے پھرنے لگے۔ اور اپنے آپ کو ریشہ پیر بادشاہ کہتے تھے جہاں سے بھی گذرتے تھے لوگوں کا ہجوم ارد گرد جمع ہو جاتا تھا۔ بلا امتیاز مذہب و ملت سب لوگ اسکے معتقد تھے۔ مرنے سے قبل انکے پاؤں رک گئے۔ ملچی مر کے محلہ میں بیٹھ گئے ہندوؤں نے نہلایا اور ان کا کفن جلایا مسلمانوں نے باقاعدہ دفن کیا۔

بابا رضا

بابا رضا بابا مسعود نروری کے فرزند بابا عبداللہ کے بیٹے تھے۔ باطنی تربیت اپنے والد ہی سے پائی تھی آخر غلبہ توحید کی وجہ سے مستانہ اور قلندرانہ وضع اختیار کی۔ پوشیدہ بات علانیہ طور پر کہتے تھے۔ عقید تمندوں کے ساتھ دریائے جہلم پہنچے۔ کرتے کو کندھے پر اٹھایا دریا پار کر گئے پار گئے تو دیکھا کہ پاؤں کے تلوے بھی گیلے نہ ہونے پائے تھے۔ قصبہ سوپور میں تحلی گھر کے قریب ایک ٹیلے پر دفن ہیں۔

ریشہ بائی

ریشہ بائی نوہٹہ کے راستے پر بیٹھتے تھے جو بھی ان کے پاس آتا اس کی پیشگی کامیابی یا ناکامی کی خبر دیتے تھے۔ نوہٹہ میں ہی دفن ہیں۔

زیتی شاہ

آپ چک خاندان سے تھے۔ مسعود چک کے بھائی تھے۔ علی خان چک کے زمانے میں سپہ سالار کے عہدہ پر مامور رہے۔ ایک دفعہ ریگی میں لوگوں سے مشورہ کر رہے تھے کہ اچانک آسمانی بجلی ان کے سینے پر گری بے ہوش ہو کر ایک طرف گر پڑے بہت دیر کے بعد ہوش

میں آئے جب سے دیوانوں کی طرح ننگے پھرنے لگے۔ آنے والے واقعات کی خبریں بتاتے جس میں ذرا بھر فرق نہ ہوتا تھا بہت بڑے خدادوست تھے۔ مگر مجذوب بھی تھے۔ ان کی ہر بات کرامت تھی۔ کہتے ہیں ایک دفعہ سوکھی مچھلیوں کی مٹھی جو خشک تھیں اس چشمہ میں ڈالیں جہاں وہ دفن ہیں ساری مچھلیوں میں جان آگئی اور چلنے پھرنے لگیں۔ ان کے پاس چھوٹا خمدار ساڈنڈا ہوتا تھا اس پر بچوں کی طرح گھوڑا بنا کر پھرتے تھے ایک دن لوگوں کو کہا کہ میں نے کھلیان میں اپنا گھوڑا رکھا ہے اس کو گھاس اور بھوسا ڈالنا۔ لوگوں نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور یہ نتیجہ ہوا کہ دوسرے روز کھلیان میں تنکا تک نہ رہا اور سب ویران پڑا تھا۔ اور گوبر ہی گوبر موجود تھا۔ ذاتی شاہ کا مقبرہ درگہ کے شمال میں پہاڑ کے ڈھلوان پر ہے اب ان کے نام کا گاؤں زیتی شاہ مشہور ہے قبر کیساتھ مسجد اور چشمہ ہے۔

زندہ پیر

زندہ پیر کرشنہ پیر کا سالا بڑے پنڈت خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ بت پرستی سے حق پرست ہوگئے تھے ہمہ اوس کے اعلیٰ مقام پر پہنچے زمانے کے بہت بڑے خدادوست تھے۔ کرشنہ پیر کی وفات کے بعد مستی اور جنون کا نقاب ڈالنے کے باوجود عجیب جوش و خروش کے مالک تھے۔ مردوں کی ہڈیاں قبروں سے نکال کر ان کی مالا بنایا کرتے تھے۔ جانوروں سے منسوب کر کے لوگوں کو حال بتاتے تھے ملا کھاہ کے مزار میں رہتے تھے اور وہیں دفن ہیں۔ مرنے کے بعد ہندو اور مسلمانوں میں جھگڑا ہوا۔ کسی نے زندہ پیر کو درگجن پل پر بھاگتے دیکھا کسی نے پوچھا حضرت بھاگتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں مر گیا تھا مگر ہندو مسلمانوں میں جھگڑا شروع ہو گیا ہے میں بھاگ نکلا ہوں تم جا کر ان میں فیصلہ کرو۔ وہ آئے اور لوگوں سے کہا آپ لوگ لڑتے کیوں ہیں زندہ پیر بھاگ گیا تابوت میں دیکھا تو کفن کے علاوہ اس میں کچھ نہ تھا۔ کفن کے دو حصے کئے گئے ہندوؤں نے اپنے حصے کو جلایا اور مسلمانوں نے اپنے حصے کو دفن کیا۔

زونی شاہ

زونی شاہ توحید کے پرستار تھے۔ طومان شاہ کے پاس اکثر آتے تھے کوٹہار میں دفن ہیں۔

شیخ محمد شریف معروف بہ شوگہ بابا

شیخ محمد شریف خواجہ مسعود پانپوری کے خاص خلیفوں میں سے تھے۔ سلوک کے دنوں میں ہی دیوانے ہو گئے۔ اور ایک ایک درخت پر چڑھتے تھے شور مچاتے تھے۔ 'پکڑو مار آگیا وغیرہ' حضرت شیخ مسعود نے کوٹھڑی میں باندھ دیا خود نگرانی کرتے تھے جب تک ان کا حال کچھ معمول پر آگیا۔ برسوں اسی کوٹھڑی میں رہے ایک دن بابا علی سے کہا آؤ شراب خانے میں جاکر شراب پیتے ہیں۔ دونوں روانہ ہوئے شراب میں پہنچے رکے نہیں اور آگے بڑھے۔ راستے میں آئینہ دیکھا تو اپنی داڑھی نظر آئی۔ نائی کو کہا داڑھی صاف کردو۔ نائی نے کہا حضرت میرے پاس پانی کے لئے برتن نہیں ہے۔ پانی کہاں سے لاؤں شوگہ بابا نے ٹھیکری اٹھائی بابا علی سے کہا جاؤ پانی لاؤ بابا علی تھوڑا سا پانی لائے۔ شوگہ بابا نے کہا ابھی تم نے کہا تھا کہ شراب پلاؤں گا اب تو پانی بھی نہیں دیتے ہو۔ داڑھی منڈھائی اور جنگلوں بیابانوں میں دربدر آوارہ پھرتے رہے۔ آخری بار پھر اپنی کوٹھڑی میں واپس آکر بیٹھ گئے۔ نمازیں پڑھنے لگے روزہ رکھنے لگے۔ عبادات میں مشغول ہو گئے۔ ایک دن ملا جوہرناتھ اپنے شاگردوں کی ایک جماعت ساتھ لے کر ان کی ملاقات کو آئے اور دعا کیلئے التماس کی۔ حضرت نے کندھوں سے ہاتھ اوپر اٹھا کر دعا کی۔ ایک طالب علم کے دل میں گذرا کہ ہاتھ اتنے اونچے اٹھانے کی کیا ضرورت ہے حضرت نے اسی طالب علم کے ہاتھ میں جو کتاب تھی وہ لے کر کھولی اور شاگرد کے ہاتھ دیکر کہا پڑھو جب شاگرد پڑھنے لگا لکھا تھا کہ سرور کائنات ﷺ دعا کے وقت ہاتھوں کو کندھوں سے اوپر اٹھاتے تھے۔ شاگرد دل کی لغزش پر شرمندہ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ شیخ مسعود کی وفات کے بعد شوگہ بابا نے ان کی خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ ایک دن نیگر ریشی نے خواب میں دیکھا شوگہ بابا کا منہ سورج کی طرح چمک رہا ہے اور رخسار پر ایک کالا داغ ہے دوسرے

دن شوگہ بابا کے پاس آئے اور رات کے واقعہ کے متعلق کچھ نہ کہا۔ شوگہ بابا نے ادھر ہی سے کہا کہ ریشی رات کا واقعہ سچ سچ بتاؤ کہ تو نے کیا دیکھا۔ ریشی نے کہا آپ کا چہرہ سورج کی طرح چمکتا ہوا دیکھا اور رخسار پر ایک سیاہ خال دکھائی دیا۔ شوگہ بابا نے کہا کہ وہ داغ تعمیر خانقاہ میں وقت صرف کرنے کے لئے میرے منہ پر لگایا گیا ہے۔ ۲۱ صفر ۱۰۲۷ھ کو رحلت کی۔ پانپور میں دفن ہوئے

سالم شاہ

سالم شاہ علاقہ لار کے تھے۔ ان کے والد زمیندار تھے۔ کرم شاہ لاری سے فیض حاصل کیا پرہیزگار تھے۔ ایک دن ایک چراگاہ میں گئے۔ رات کے وقت انپر ایک تجلی سی گری بھر کیا تھا دیوانے ہو گئے۔ اور جنگل جنگل صحرا صحرا گھومنے لگے۔ آخر علاقہ برنگ کے ایک گاؤں سر میں بیٹھ گئے۔ لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ مہاراجہ زبیر سنگھ ان کا معتقد تھا ان کے لنگر کا خرچہ خزانہ سے پورا کرتا تھا۔ ۱۲۹۶ھ میں قحط کے دنوں میں اپنا تین برس کا بیٹا کندھے پر اٹھا کر غائب ہوئے تین دن کے بعد بچے کے بغیر آئے۔ بیوی نے بچے کا پوچھا بولے نبچھازہ پل پر چھوڑ آیا ہوں بارہ برس کے بعد ہاتھ آئے گا۔ سالم شاہ اسی سال مر گئے۔ ایک سندر نار کے پہاڑ پر دیوہ سر کا ایک آدمی گیا پہاڑوں کے درمیان ننگا ایک جوان دیکھا گھاس کے سبز پتے کھا رہا تھا ڈر کے مارے گاؤں واپس آیا سالم شاہ کی بیوی آئی اور اپنا بیٹا نشانی بتا کر لے گئی۔ یہ سالم شاہ کی کرامات تھیں۔

شاہ مخدومی

صاحب حال اور کمال تھے بہت کشف کرتے تھے۔ ہمیشہ مست رہتے تھے۔ اور دلوں میں گزرتا اس کی خبر دیتے۔ ۱۱۹۷ھ میں رحلت فرمائی۔

شرف شاہ سگ نواز

شرف شاہ بڑے مستانہ تھے۔ آپ کو کتوں سے بہت الفت تھی۔ ایک دن کتوں سمیت شیخ حمزہ

مخدوم کے آستانہ کے صحن میں کتوں کی جماعت لیکر آئے۔ حافظ عبداللہ وعظ کرتے بولے اس دیوانے کو نکال دو۔ مستانہ نے کہا جلدی تمھارا گوشت کتے کھائیں گے۔ تھوڑی ہی مدت بعد آپ کی لاش کو بازاری کتوں نے کھایا۔

سرفراز شاہ

آپ افغانی تھے دنیا کو چھوڑ کر اللہ اللہ کرنے لگے۔ دیوانگی اختیار کر کے گلی کوچوں میں گھومنے لگے۔ راجو کدل میں وفات پائی۔ حضرت سید کے روضہ کے پاس دفن ہوئے۔ اخوند زادہ نواللہ نے ان کی قبر بنوائی۔

شعبان شاہ

شعبان شاہ جمال شاہ ریش دراز کے خلیفہ تھے۔ نوشہرہ سے لیکر سونہ مرگ تک گشت لگاتے تھے۔ بہت سخت مزاج تھے۔

خواجہ محمد صالح معروف بہ شالہ کاک

خواجہ محمد صالح سوداگر زادہ تھے۔ خواجہ ابراھیم کاک کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ ان کی صحبت سے جنون دیوانگی کا رنگ اختیار کر گیا اور مرشد کے ساتھ پہاڑوں اور صحراؤں میں پھرنے لگے ۔ یہ کالے بھد کی راکھ کو غذا کے بدلے کھاتے تھے۔ آخری دنوں میں ایک آدمی کو کھانا لانے کے لئے کہا وہ روزانہ کھانا لانے لگا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد ان کا انتقال ہوا۔ ایک دن لوگوں کو کہا کہ آج شہر جل جائیگا اور ہمارا گھر بھی جل جائیگا۔

شاہ محمد صادق قلندر

شاہ محمد اندرابی سید خاندان سے تھے۔ علم باکمال تھے۔ سات قراتو کے ماہر میر علی قادری کے مرید تھے۔ ان کی خانقاہ میں امامت کرتے تھے۔ کان میں ایک ایسی آواز آئی جس سے ان پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ نماز ہی میں ایک نعرہ لگا کر خانقاہ سے گر کر زمین پر لوٹنے

لگے۔ اسی دن دہلی روانہ ہو گئے۔ خواجہ خورد کے توسط سے نقشبندیہ سلسلہ میں داخل ہو گئے ہر رنگ کے کمالات سے آراستہ کشمیر آتے۔ خواجہ خورد پر توحید کا غلبہ تھا۔ اس کا اثر شاہ محمد صادق پر بھی پڑا۔ اکثر روزہ اور نماز کی پابندی میں تغافل بھرتے۔ شریعت سے ممنوعہ چیزوں سے بھی احتراز نہ کرتے۔ شراب چرس بھنگ ہر چیز کا مزہ چکھتے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ ان کو خواب میں آئے اور فرمایا کیوں راہ شریعت کو خراب کر رہے ہو۔ اس کے بعد شہر سے بھاگ کر دتہ لار گاؤں میں گوشہ نشین ہوئے۔ ہشیاری حالت میں اگر کوئی ان کے قریب آتا تو بھنگ اور چرس پینے لگتے تھے۔ اگر قلندروں میں سے کوئی آتا تو قرآن مجید کھول کر پڑھنے لگتے۔ گویا لوگوں سے نفرت ہو گئی تھی۔ ایک دن ایک عورت کھیر لے لیکر آئی اور کہنے لگی حضرت بانجھ ہوں۔ آپ نے دو سیب دیئے اور کہا دو سال میں دو بیٹے ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے کمالات کا کوئی حساب نہیں۔ یہ شعر بھی کہتے تھے اور کلام تصوف سے بھرا پڑا ہے۔

صالح خان

صالح خان بابا نصیب الدین غازی کے خلیفوں میں سے تھے۔ اخوند ملا طیب انکے پیر صحبت تھے۔ بابا نصیب اور ملا طیب خان بابا کو لیکر چیوڈارہ گئے۔ ان کے پہنچتے ہی وہاں ایک قلندر بھی آ پہنچا۔ حضرت بابا پر کشف کے ذریعے آدھی رات کو قلندر کا حال معلوم ہوا تینوں اسی وقت قلندر کے پاس گئے اس کے سامنے شراب کا پیالہ تھا۔ پیالہ اٹھا کر بابا کو پیش ۔ بابا نے نوش فرمایا اور پیالہ ملا طیب کو دیا۔ ملا طیب نے باقی نوش جان فرما کر خان بابا کو دیا اور جو باقی ماندہ قطرے تھے خان بابا نے ختم کئے۔ قلندر انسے رخصت ہو گیا۔ بابا نصیب الدین اپنے حال میں رہے۔ ملا طیب دو سال تک مدہوش رہے۔ پھر شیخیت کے سجادہ پر بیٹھ کر شریعت کے پابند رہے۔ خان بابا مستانے اور دیوانے ہو گئے۔ تمام چرند' پرندے اور درندے ان کے گرد جمع رہتے۔ بارہ برس گزرنے کے بعد آہستہ آہستہ ہوش میں آنے لگے۔ اور شریعت کی پابندی کرنے لگے۔ ۱۰۹۰ھ میں وفات پائی۔ جہاں دفن ہوئے وہاں ایک گاؤں بن گیا ہے جس کا نام

خان بابا ہے۔اور تعظیم کی وجہ سے لوگ خان صاحب کہتے ہیں۔

طوفان شاہ

طوفان شاہ کے بارے میں خیال ہے کہ داؤدبائی مشہور بزرگ کی نظر عارفانہ نے ان کو قلندر بنایا تھا۔ایک دن کورٹ بار کے قانون گو کو کسی نے سنگین جرم میں طلب کیا۔آپ طوفان شاہ کے پاس آئے۔انہوں نے فرمایا جاؤ کچھ کوڑے کھا کر واپس آجاؤ۔جو زبان سے نکلا تھا وہی ہوا مرنے سے قبل طوفان شاہ نے اس کو کہا جاؤ کوٹھار میرے واسطے کفن لیکر پہنچنا۔وہ سویرے اٹھ کر بازار گیا۔کفن خرید کر کوٹھار پہنچ گیا۔طوفان شاہ اٹھے نہا کر روح قبلہ ہو کر رحلت کر گئے۔گاؤں والے آ گئے کفن پہنایا اور کوٹھار میں دفن کیا۔

خواجہ طاہر بچھ

خواجہ طاہر بچھ شاہ قاسم حقانی کے داماد بھی تھے اور مرید بھی تھے۔طاہر بچھ نے خط ارشاد کے ساتھ ہی کتاب نفحات الانس بھی عطا کی۔کچھ مدت کے بعد عاریتاً مانگی خواجہ طاہر نے کہا شاید آپ دیوانہ ہیں دی ہوئی بخشش مانگتے ہیں۔شاہ قاسم نے کہا تمھارے ماتھے پر دیوانگی کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔ایک دن ایک آدمی نے شاہ قاسم سے پوچھا آپ کیوں مقبروں پر فاتحہ نہیں پڑتے ؟ آپ نے فرمایا کہ میں ایمان والوں کو روحانیت سے فیض پہنچاتا ہوں ہوں جو لوگ بے ایمان ہیں ان کے نام فاتحہ پڑھنی جائز نہیں۔ہے۔اس آدمی نے پوچھا آپ کی وفات کے بعد لوگ آپ کی قبر پر کیوں کر فاتحہ پڑھیں گیں آپ نے فرمایا اگر میری قبر پر نرسل کے پودے اگے تو فاتحہ پڑھیے نہیں تو نہ پڑھیے۔حضرت کی وفات کے بعد ۳۹ دن تک یہ پھول نہ اگے۔لوگ بدگمان ہونے لیکن پھر اتنے پھول اگے کہ کہ لوگوں کو ان کے ایمان پر یقین آگیا۔انکے وارثوں نے ان کے مکان اور زمین کو مقبرے کے ساتھ شامل کر دیا مرتے وقت تک مجذوب اور مست رہے۔وفات کے بعد بچھوارہ میں دفن ہوئے۔

شاہ محمد عارف

شاہ محمد عارف ابو الفتح کے بیٹے تھے اور خلیفہ تھے۔ ابتداء سلوک میں جب یاد خدا کرتے تھے وجد وحال میں سر مبارک چھت کے ساتھ لگتا تھا اور زخمی ہو جاتا تھا۔ آنکھیں پر خمار رہتیں تھیں ۔ صبح کے وقت اگر کوئی ان کو دیکھتا تو بے ہوش ہو جاتا تھا۔ آخر ا پر مستی غالب آگئی ننگے پاؤں پہاڑوں اور ویرانوں میں دوڑنے لگے۔ باپ کے انتقال کے دن کسی دور کے گاؤں میں تھے جب ان کے والد کو دفنایا گیا شاہ محمد عارف آئے اور قبر میں والد کو تلقین کرنے لگے۔ والد کے مقبرے میں ہی دفن ہیں۔

شاہ عبد الرشید

آپ اخوند ملا طیب کے چیلے تھے شروع میں سالکوں کے طریقے پر پرہیز گار تھے۔ انجام کار وحدت الوجود کے بحر بیکراں میں غرق ہوئے۔ شریعت کی پابندی کو کندھے سے پھینک کر کوہ وصحرا کے گشت میں مصروف ہو گئے۔ صاحب کرامات تھے۔ کہتے ہیں ان کے پاس ایک اپاہج آیا آپ نے اس کے لئے دعا کی اور اللہ نے اسے ٹھیک کر دیا۔ شیام پورہ میں دفن ہیں۔

شیخ عبد اللہ سلری معروف بہ داؤد وجائی

آپ ترگام کے تھے چک خاندان سے تعلق تھا۔ شیخ اسماعیل قادری کی ۲۷ برس تک خدمت کرتے رہے۔ اور انہی سے سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے آپ کو غوث کہتے تھے۔ مرشد کی وفات کے بعد ۸ سال کامراج میں گزارے اس کے مختلف جگہوں میں ۴۷ سال تک عبادت کرتے رہے۔ آخر دریائے وحدت میں ڈوب کر جنگل جنگل بستی بستی ویرانوں اور جنگلوں میں گھومنے لگے۔ ہر ایک کو اس کی دلی مراد کے بارے میں جواب دیتے تھے۔ ۹ ذی الحج ۱۰۷۹ھ کو نوے سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔۔ سلر میں دفن ہیں۔

حضرت میاں محمد بخش

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش صاحب کا شجرہ نسب خلیفہ دوم حضرت فاروق عظمؓ سے ملتا ہے۔ حضرت میاں صاحب کے پرداداحضرت سائیں دین محمد نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت پیر پیرے شاہ قلندر کی آغوش میں پرورش پائی۔ حضرت میاں صاحب کی ایک فارسی تصنیف "بوستان قلندری" ہے جس کا اردو ترجمہ ان کے عقیدت مند ملک محمد نے کیا ہے۔ اس کتاب میں میاں صاحب نے اپنے والد گرامی حضرت میاں شمس الدین کے حالات و کرامات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ حضرت میاں شمس الدین حضرت میاں جیون کے سجادہ نشین تھے۔ اور انہیں اکثر بزرگان قلندریہ سے روحانی فیض حاصل ہوا۔

حضرت میاں محمد بخش، حضرت میاں شمس الدین سجادہ نشین دربا عالیہ حضرت پیر پیرے شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکار کے تین فرزندان میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء کو صبح کے وقت ہوئی۔ آپ کی عمر ابھی پانچ چھ سال کی تھی کہ ایکدفعہ حضرت بگا شیر ولی درگاہ علیہ کے سجادہ نشین صاحبزادہ عبدالحکیم کھری شریف تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ یہ بچہ بڑا عالم فاضل بزرگ ہوگا۔

حضرت میاں شمس الدین کی رحلت کے بعد دربار عالیہ حضرت پیر پیرے شاہ غازی کی خدمت اپنے ذمے لے لی۔

حضرت میاں صاحب پیدائشی طور پر شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں سوزوگداز حد درجہ پایا جاتا تھا۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

قصے ہور کسے دے اندر درد اپنے کج ہوون
بے پیڑاں تاثیر ان ناہیں بے پیڑے کدروں
درد لگے تاں ہائے ہائے نکلے کوئی رہندا جر کے
دلبر اپنے دی گل کریئے اوراں نوں منہ دھر کے

ان کی سترہ تصانیف سیف الملوک، ہدایت المسلمین، تحفہ رسولیہ، شیخ صنعان، تذکرہ مقیمی، تحفہ میراں، تحفہ شاہ منصور، سوہنی میہنوال، کرامات غوث الاعظم، نیرنگ عشق، سخی خواص اور مرزا صاحبان بہت مشہور ہیں۔

حضرت میاں محمد بخش کا شجرہ طریقت درج ذیل ہے۔

حضرت علیؓ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت حبیب عجمی، حضرت معروف کرخی۔ حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابو بکر شبلی، حضرت عبدالواحد یمن، حضرت ابو الفرح طرطوسی، حضرت ابو الحسن علی القریشی، حضرت ابو سعید مبارک مخزومی، حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی، حضرت سید عبد الرزاق، حضرت ابو صالح، حضرت احمد شاہ اولی، حضرت شہاب الدین، حضرت علاؤ الدین، حضرت عبد الجلال صحرائی، حضرت محمود شاہ، حصرت بہاول شیر قلندر، حضرت سید نور محمد، حضرت سید ابو العمالی قادری حجروی، حضرت محکم الدین شاہ محمد مقیم حجرہ شاہ مقیم، حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر، حضرت میاں محمد بخش۔

حضرت میاں صاحب ایک عالم دین، ولی کامل، شاعر اور پیر طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ سچے عاشق رسول بھی تھے۔

حضرت پیر پیرے شاہ غازی دمڑی والی سرکار

آپ کا تعلق سلسلہ قادریہ کی شاخ قلندریہ سے ہے۔ آپ سید محمد امیر بالا کے مرید تھے۔ اور وہ فرزند اور سجادہ نشین حضرت شاہ مقیم ساکن حجرہ شریف کے تھے۔ آپ نے علوم دینیہ اور طریقت میں کمال حاصل کیا۔ آپ کا آستانہ کھڑی شریف میں کمال حاصل کیا۔ اپ کے بے شمار شاگرد تھے۔ آپ کے خلیفہ بابا دین محمد تھے۔ ہزاروں عقیدت مند ہر سال آپ کے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں۔

حضرت سید سائیں سخی سہیلی سرکار

حضرت سید سائیں سخی سہیلی سرکار مظفر آباد میں سپرد خاک ہیں۔ انکے مزار پر دن رات زائرین کی آمد ورفت رہتی ہے۔ ہر سال ۱۳ جنوری کو عرس مبارک ہوتا ہے۔
آپ کا مزار مبارک سول سیکریٹریٹ کے قریب گورنمنٹ ریسٹ ہاؤس سے متصل ایک گوشے میں ایک چھوٹے سے برساتی نالے کے کنارے واقع ہے اور لوگ گذشتہ ایک سو سال سے ایک عظیم روحانی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں بڑے بڑے احترام سے گردن جھکاتے ہیں۔ اس مزار مقدس کے سامنے سے دریائے نیلم بل کھاتا ہوا گذرتا ہے۔ مگر اس ولی کے احترام میں یہاں اس کی تند و تیز پر شور اور سرکش موجیں بھی سکوت اختیار کر لیتی ہیں۔

موجودہ وقت مظفر آباد کے جس گوشے میں حضرت سید سائیں سخی سہیلی سرکارؒ آسودہ خاک ہیں یہ گوشہ اپنے پیچھے بڑی طویل پر پیچ اور اور تابناک تاریخ رکھتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے غیر ملکی فاتحین کے لشکر کشمیر کی فتح کے لیے آگے بڑھتے رہے۔ اس گھر سے پر غزنویوں مغلوں۔ افغانوں ار سکھوں کے لشکروں نے پڑاؤ کیا کیونکہ دریائے نیلم پر پل کے آثار بتاتے ہیں کہ ریاست کشمیر میں داخل ہونے والا قدیم راستہ یہی تھا۔ اور باہر سے جس قدر بھی حملہ آور اس سمت میں آتے تھے اس حصے میں خیمہ لگاتے تھے جہاں آزاد کشمیر کا موجودہ سیکریٹریٹ ہے۔ اور جب یہ مقام لشکر گاہ بنتا تھا تو جلال آباد تک خیمے ہی خیمے ہوتے تھے۔ اور یہاں ستانے اور آرام کرنے کے بعد فاتحین کشمیر کی وادی کی طرف یلغار کرتے تھے۔

اکبر نامہ۔ شاہجہان نامہ۔ توزک جہانگیری۔ سر المتاخرین اور دیگر معاصر تاریخوں کے حوالے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دریائے نیلم کو ہمیشہ حملہ آوروں نے اسی مقام سے عبور کیا اور یہ جگہ

مظفر آباد کا مرکز تھا جہاں باہر سے تجارتی سامان آتا تھا اور خچروں کے ذریعے دور افتاد مقامات تک پہنچتا تھا۔ موجودہ وقت اس پورے ضلع کا نام مظفر آباد ہے مگر حقیقتاً اس خطہ کا نام تھا جہاں مظفر آباد کا شہر آباد ہے۔ موجودہ وقت جلال آباد گارڈن ہے اور اس کی حدود اسی خطہ کیقرب و جوار میں تھیں جہاں اب مظفر آباد کا شہر آباد ہے اس جگہ کو چکڑی کہتے تھے جہاں لوگوں کے مال مویشی چرا پھرا کرتے تھے۔

مظفر آباد کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی دنیا کے کسی حصے کی ہو سکتی ہے۔ جس طرح دنیا کے بیشتر حصوں پر ہزاروں دفعہ آبادیاں قائم ہو کر افتاد زمانہ کے ہاتھوں پیوند خاک ہوئیں قدرت کاملہ نے اس سرزمین پر بھی یہ عمل بار بار دہرایا ہے اور اسکا زندہ ثبوت مٹی کے برتنوں کی وہ ٹھیکریاں ہیں جو جابجا بکھری ہوئی ہیں اور جن کے مشاہدے سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پرانے زمانے یہاں آبادیاں قائم ہو کر مٹتی رہی ہیں اور ہم سے پہلے گذرنے والے انسان ان ٹھیکریوں کی صورت میں ہمارے لئے اپنی تاریخ کے اوراق چھوڑ گئے ہیں۔

جس مقام پر آج ہمارے اعلیٰ حکام کے بنگلے ہیں مظفر آباد اس قطعہ کا نام تھا۔ اور اس گاؤں کو آباد کرنے والا راجہ سمبر مظفر خان تھا۔ جو ان نواحات میں حکمران کی حیثیت رکھتا تھا۔ پرانی عمر کے لوگوں میں راجہ مظفر خان کے بارے میں جو روایات موجود ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ راجہ مظفر خان کا قلعہ نما مکان جلال آباد گارڈن کے بالائی حصہ میں اس مقام پر واقع تھا جہاں حال ہی میں آزاد کشمیر ریڈیو کا نیا ٹرانسمیٹر تعمیر ہوا ہے۔ راجہ مظفر خان کا مکان اس مقام پر بھی تھا جہاں اب ضلعی عدالتیں ہیں۔